اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شرحِ رِیاضِ الصّالحین

المعروف

فیضانِ ریاضُ الصّالحین

جلد ششم

پیشکش:
مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

ظاہری و باطنی اعمال کی اصلاح کے لیے آیات واحادیث پر مشتمل

شَیْخُ الْاِسْلَام اَلْحَافِظ اَلْاِمَام مُحْیُ الدِّیْن اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی

کی مشہورِ زمانہ کتاب

ریاض الصالحین

کا اردو ترجمہ و شرح بنام

اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن

المعروف بہ

فیضانِ ریاض الصالحین (جلد ششم)

مؤلفین

سید محمد سجاد عطاری مدنی، سید منیر عطاری مدنی، محمد علی رضا عطاری مدنی

پیشکش

مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبہ فیضانِ حدیث)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

نام کتاب : فیضانِ ریاض الصالحین (جلد ششم)

پیش کش : شعبۂ فیضانِ حدیث (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

پہلی بار : ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ، دسمبر 2019ء

تعداد : 3000 (تین ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۷ رجب المرجب ۱۴۴۰ ہجری حوالہ نمبر: 231

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

فیضانِ ریاض الصالحین (جلد ششم)

(مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب و رسائل کی جانب سے نظر ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب ومفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلسِ تفتیشِ کتب و رسائل (دعوت اسلامی)

14-3-2019

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مجلس
تفتیشِ کتب و رسائل

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈرلائن کیجئے، اِشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرمالیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”فیضانِ ریاض الصالحین“ کے سترہ حروف کی نسبت سے اِس کتاب کو پڑھنے کی ”17 نیّتیں“

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“

(معجم کبیر، یحیی بن قیس، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

مدنی پھول:

❁...جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار حمد و (2) صلوٰۃ اور (3) تعوُّذ و (4) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی عَرَبی عبارت پڑھ لینے سے ان نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) (5) رِضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (6) حتَّی الوَسعْ اِس کا باوُضُو اور (7) قِبلہ رُو مطالعَہ کروں گا (8) قرآنی آیات اور (9) احادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا (10) جہاں جہاں ”اللہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ (11) اور جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسْم مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھوں گا (12) شرعی مسائل سیکھوں گا (13) اس حدیثِ پاک ”تَہَادَوْا تَحَابُّوْا ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔“ (مؤطا امام مالک، ۲/ ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا (14) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (15) اس کتاب کا ثواب پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (16) کتاب مکمل پڑھنے کے لیے بہ نیت حصول علم دین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علم دین حاصل کرنے کے ثواب کا حق دار بنوں گا۔ (17) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ (ناشرین کو کتابوں کی اَغلاط صرف زبانی بتادینا خاص مفید نہیں ہوتا۔)

اِجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدینۃ العلمیۃ

(از شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّاؔر قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ وَبِفَضْلِ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن خوبی سر انجام دینے کے لئے متعدد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک **"المدینۃ العلمیۃ"** بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اوراشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے، اِس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے [1] ہیں:

(1) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت **(2)** شعبۂ درسی کُتُب **(3)** شعبۂ اصلاحی کُتُب
(4) شعبۂ تراجمِ کتب **(5)** شعبۂ تفتیشِ کُتُب **(6)** شعبۂ تخریج

"المدینۃ العلمیۃ" کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خیر وبَرَکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **"دعوتِ اسلامی"** کی تمام مجالس بَشُمول **"المدینۃ العلمیۃ"** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

[1] اب ان شعبوں کی تعداد 15 ہو چکی ہے: (7) فیضانِ قرآن (8) فیضانِ حدیث (9) فیضانِ صحابہ واہل بیت (10) فیضانِ صحابیات وصالحات (11) شعبہ امیر اہلسنت (12) فیضانِ مدنی مذاکرہ (13) فیضانِ اولیاوعلما (14) بیاناتِ دعوتِ اسلامی (15) رسائلِ دعوتِ اسلامی۔ مجلس المدینۃ العلمیۃ

پیش لفظ

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی وہ عظیم بزرگ ہیں جنہوں نے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَفعال واَقوال کو اپنی مایہ ناز ومشہورِ زمانہ تصنیف **"ریاض الصالحین"** میں نہایت ہی اَحسن انداز سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں کہیں مُنْجِیات(یعنی نجات دلانے والے اَعمال) مثلاً اِخلاص، صبر، اِیثار، توبہ، توکُّل، قناعت، بُردباری، صلۂ رحمی، خوفِ خدا، یقین اور تقویٰ وغیرہ کا بیان ہے تو کہیں مُہلِکات(یعنی ہلاک کرنے والے اَعمال) مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کا بیان۔ یہ کتاب راہِ حق کے سَالِکِیْن کے لئے مَشْعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ احادیث کی اس عظیم کتاب کی اسی افادِیت کے پیشِ نظر تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** کی مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے اس کے ترجمے وشرح کا بیڑا اُٹھایا تاکہ عوام وخواص اس نہایت ہی قیمتی علمی خزانے سے مالا مال ہو سکیں، چنانچہ مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے یہ عظیم کام **"شعبہ فیضانِ حدیث"** کو سونپا۔ اس شعبے کے اسلامی بھائیوں نے خالقِ کائنات پر بھروسہ کرکے فی الفور کام شروع کردیا، بِحَمْدِ اللهِ تَعَالٰی قلیل عرصے میں اِس کی پہلی جلد مکمل ہو کر زیورِ طبع سے آراستہ ہوگئی۔ **ریاض الصالحین** کے اس ترجمے وشرح کا نام شیخِ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابوبلال **محمد الیاس عطار قادری رضوی** ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے "اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن المعروف **فیضانِ ریاض الصالحین**" رکھا ہے۔ پانچ جلدیں طبع ہوچکی ہیں۔ **"فیضانِ ریاض الصالحین" (جلد ششم)** آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو94اَبواب اور302اَحادیث پر مشتمل ہے، واضح رہے کہ اَبواب اور اَحادیث کی نمبرنگ ترتیب وار پچھلی جلدوں کے اِعتبار سے کی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس جلد پر **المدینۃ العلمیۃ** کے شعبۂ فیضان حدیث کے بالخصوص ان مدنی علمائے کرام کَثَّرَہُمُ اللهُ السَّلَام نے خوب کوشش کی: (1) سید ابوطلحہ محمد سجاد عطاری مدنی (2) سید منیر رضا عطاری مدنی (3) ملک محمد علی رضا عطاری مدنی (4) محمد جان رضا عطاری مدنی (5) عبد العزیز عطاری مدنی (6) ابو الجواد سراج احمد سَلَّمَہُمُ اللهُ الْغَنِی۔

"فیضانِ ریاض الصالحین" (جلد ششم) پر کام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) ہر باب کے شروع میں تمہید و نئے صفحے سے ابتداء، تمام ابواب، آیات، احادیث کی نمبرنگ، آیات کی سافٹ ویئر سے پیسٹنگ و حتی المقدور ترجمۂ کنزالایمان کا التزام کیا گیا ہے۔ **(2)** احادیث کی آسان شرح، بعض اَحادیث کی باب کے ساتھ مطابقت، بامحاورہ ترجمہ، موقع کی مناسبت سے شرح میں ترغیبی و ترہیبی و دعائیہ کلمات اور بعض جگہ مختلف الفاظ کے معانی بھی دیے گئے ہیں۔ **(3)** مکرر احادیث میں مناسبت والے مواد کو تفصیلاً اور دیگر مواد کو اجمالاً بیان کرکے پچھلے باب یا جلد کی تفصیلی شرح کی طرف نشاندہی کردی گئی ہے۔ **(4)** احادیث کی شرح کے بعد آخر میں مدنی گلدستے کی صورت میں اُن کا خلاصہ، اصل ماخذ تک پہنچنے کے لیے آیات، اَحادیث و دیگر مواد کی مکمل تخریج بھی کردی گئی ہے۔ **(5)** اجمالی و تفصیلی فہرست کے ساتھ آخر میں ماخذ و مراجع بھی دیے گئے ہیں، نیز کئی بار پروف ریڈنگ کے ساتھ ساتھ مفتیان کرام سے اس کی شرعی تفتیش بھی کروائی گئی ہے۔ **(6)** واضح رہے کہ فیضانِ ریاض الصالحین جلد ششم میں بھی عمومی طور پر سابقہ جلدوں کے مدنی پھولوں کے مطابق ہی کام کیا گیا ہے البتہ اِختصار کے پیش نظر بعض جگہ مکررات کو حذف کردیا گیا ہے۔ بعض اَبواب میں چند اَحادیث کی ایک ساتھ شرح بھی بیان کی گئی ہے۔ نیز فارمیشن میں بھی اِس بات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ کم سے کم صفحات میں زیادہ سے زیادہ مواد آجائے۔

اِن تمام کوششوں کے باوجود اِس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا، اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی عنایت اور امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی پُرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہیں اور جو بھی خامیاں ہوں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب خوب سے خوب تر ہو لیکن پھر بھی غلطی کا اِمکان باقی ہے، اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے مفید مشوروں اور قیمتی آراء سے ہماری حوصلہ اَفزائی فرمائیں اور اِس کتاب میں جہاں کہیں غلطی پائیں ہمیں تحریری طور پر ضرور آگاہ فرمائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہماری اِس کاوِش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اِسے ہماری بخشش و نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

شعبۂ فیضانِ حدیث، مجلس **المدینۃ العلمیۃ**

رجب المرجب ۱۴۴۰ ہجری بمطابق مارچ 2019 عیسوی

باب نمبر:86

عہد نبھانے اور وعدہ پورا کرنے کا بیان

عہد نبھانا اور وعدہ پورا کرنا حُسنِ اَخلاق میں سے ہے اور قرآن وحدیث میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور عہد توڑنے سے منع کیا گیا ہے۔ کوئی شخص اُس وقت تک متقی وپرہیز گار نہیں بن سکتا جب تک وعدہ پورا کرنے کا عادی نہ ہو کیونکہ وعدہ خلافی تقویٰ وپرہیز گاری کی ضِد اور نفاق کی علامت ہے اور جس میں نفاق کی علامت ہو وہ متقی وپرہیز گار نہیں ہو سکتا۔ آج کے اِس پُر فتن دور میں جہاں دیگر کئی بُرائیاں اور بداَخلاقیاں پھیل رہی ہیں وہیں وعدہ خلافی بھی عام ہوتی جارہی ہے یہاں تک کہ اب وعدہ خلافی پر کسی قسم کی کوئی ندامت و شرمندگی محسوس نہیں کی جاتی۔ حالانکہ کسی قوم کی عزت ووقار کے لئے اس قوم میں ایفائے عہد پایا جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ وعدہ خلافی کے باعث قوم اِنتشار وافتراق کا شکار ہو جاتی ہے، ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، باہمی ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ بد عہد قوم خود غرضی و مکر وفریب کی عادی ہو کر غیروں کی نظروں میں بھی ذلیل وخوار اور کمزور ہو جاتی ہے، اسی لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے معاہدوں اور وعدوں کو پورا کریں تاکہ ذِلّت ورُسوائی سے محفوظ رہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"عہد نبھانے اور وعدہ پورا کرنے"** سے متعلق ہے۔ اِمام اَبُوزَکَرِیّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 آیاتِ مبارکہ اور 3 اَحادیث طیبہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِۚ-اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـٴُـوْلًا(۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور عہد پورا کرو بے شک عہد سے سوال ہونا ہے۔ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۳۴)

تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: "آیت میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہو یا بندوں کا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے عہد اس کی بندگی اور اطاعت کرنے کا ہے اور بندوں سے عہد میں ہر جائز عہد داخل ہے۔"[1]

[1] ... تفسیر صراط الجنان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۳۴، ۵/۴۶۰۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عہد پورا کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ (پ ۱۴، النحل: ۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو۔

تفسیرِ کبیر میں ہے: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے (بیعت رضوان کے موقع پر) رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اسلام پر بیعت کی تھی، انہیں اپنے عہد پورے کرنے کا حکم دیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے وہ عہد مراد ہے جسے انسان اپنے اختیار سے اپنے اوپر لازم کرلے۔ حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: وعدہ عہد ہی کی ایک قسم ہے (یعنی وعدہ بھی عہد میں داخل ہے)۔ حضرت میمون بن مہران رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تم جس شخص سے بھی عہد کرو تو اسے پورا کرو، خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا کافر کیونکہ عہد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہوتا ہے۔[1] علامہ صاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: عہد سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے پورا کرنا انسان پر لازم ہے خواہ اسے پورا کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندے پر لازم کیا ہو یا بندے نے خود اسے پورا کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہو، جیسے پیرانِ عظام کے اپنے مریدین سے لئے ہوئے عہد کیونکہ اُن میں مریدین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرنے اور کسی کام میں اس کی مخالفت نہ کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیتے ہیں لہٰذا مریدین پر اسے پورا کرنا لازم ہے۔[2]

(3) مؤمنوں کو وعدہ پورا کرنے کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (پ ۶، المائدۃ: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے قول (عہد) پورے کرو۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "عقود کے معنٰی میں مفسِّرین کے چند قول ہیں: ابنِ جریر نے کہا کہ اہل

---

1 ... تفسیر کبیر، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۹۱، ۷/ ۲۶۳۔

2 ... تفسیر صاوی، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۹۱، ۳/ ۱۰۸۸۔

کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے۔ معنٰی یہ ہیں کہ اے مؤمنینِ اہلِ کتاب! میں نے کُتبِ متقدمہ (سابقہ آسمانی کتابوں) میں سیدِ عالَم محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ خطاب مؤمنین کو ہے انہیں عقود کے وفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ان عقود سے مراد ایمان اور وہ عہد ہیں جو حرام و حلال کے متعلق قرآنِ پاک میں لئے گئے۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ اس میں مؤمنین کے باہمی معاہدے مراد ہیں۔"[1]

(4) قول و فعل میں تضاد کی ممانعت

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ (پ ۲۸، الصف: ۲، ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

شانِ نزول: صحابۂ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) کی ایک جماعت گفتگو کر رہی تھی، یہ وہ وقت تھا جب تک کہ حکمِ جہاد نازل نہیں ہوا تھا، اس جماعت میں یہ تذکرہ تھا کہ کونسا عمل اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟ ہمیں معلوم ہوتا تو ہم وہی کرتے، چاہے اس میں ہمارے مال اور ہماری جانیں کام آجاتیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِس آیت کے شانِ نزول میں اور بھی کئی قول ہیں، منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں سے مدد کا جھوٹا وعدہ کرتے تھے۔[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

مُنافق کی تین علامات

حدیث نمبر:689

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۶، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۸، الصف، تحت الآیۃ: ۲، ۳ ملخصا۔

كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.[1] زَادَ فِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِم: وَاِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں: (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (2) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور (3) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ ”اگرچہ وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے اور خود کو مسلمان جانے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں منافق کی جو تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں ہر مسلمان کو ان سے بچنا چاہیے۔ کامل مسلمان نہ تو کبھی جھوٹ بولتا ہے، نہ وعدہ خلافی کرتا ہے، نہ ہی کسی کے مال میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ اس کا ہر کام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اور وہ ہر اُس کام سے بچتا ہے جو معصیت ونافرمانی پر مشتمل ہو۔

اَعمال کا تعلق تین چیزوں سے ہے:

عمدۃ القاری میں ہے: انسان کے اَعمال کا تعلق تین چیزوں سے ہے: قول، فعل اور نیت۔ چونکہ منافق کی یہ تینوں چیزیں ہی خراب ہوتی ہیں اس لئے یہاں منافقت کی یہ تین علامات بیان کی گئیں۔ ❁ قول کی خرابی یہ ہے کہ منافق بندہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ ❁ فعل کی خرابی یہ ہے کہ امانت میں خیانت کرتا ہے اور ❁ نیت کی خرابی یہ ہے کہ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ خیال رہے کہ وعدہ خلافی اسی وقت مذموم ہے جب وعدہ کرتے ہوئے ہی اسے پورا کرنے کی نیت نہ ہو۔ اگر وعدہ کرتے وقت پورا کرنے کی نیت تھی مگر بعد میں کسی مجبوری یا رکاوٹ کی وجہ سے وعدہ پورا نہ کرسکا تو یہ منافقت کی علامت نہیں۔[3]

منافقت سے کیا مراد ہے؟

حدیثِ پاک میں مذکورہ صفات کو منافق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہاں منافقت سے کیا مراد ہے؟

---

1 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، ۱ / ۲۴، حدیث: ۳۳۔

2 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، ص ۵۳، حدیث: ۲۱۴۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، ۱ / ۳۲۹، تحت الحدیث: ۳۳ ملخصا۔

اس کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں: ارشادالساری میں ہے: (1) ان صفات کے حامل شخص کو یہاں مجازاً منافق کہا گیا ہے حقیقتاً نہیں۔ (2) یہاں نفاقِ عملی مراد ہے نہ کہ نفاقِ اعتقادی۔ (3) یہاں وہ شخص مراد ہے جو اِن صفات کا عادی ہو۔ (4) جس میں یہ خصلتیں غالب ہوں اور وہ ان کے حکم کو ہلکا جانے تو ایسا شخص بدعقیدہ اور منافق ہے۔ (5) حدیثِ پاک کا مقصود لوگوں کو ان صفات سے ڈرانا اور دور رکھنا ہے۔ (6) یہ حدیث زمانہ نبوی کے کسی خاص منافق کے بارے میں ہے لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق اس کی تعیین نہ کی کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کا عیب صاف لفظوں میں بیان نہ فرماتے بلکہ اشارۃً گفتگو فرماتے۔ (7) یہاں زمانۂ نبوی کے منافقین مراد ہیں۔ (کیونکہ وہ ان صفاتِ مذمومہ کے حامل تھے۔) خیال رہے کہ اگر کسی مسلمان میں یہ خصلتیں پائی جائیں تو وہ منافق نہ ہو گا بلکہ اس میں منافقت کی خصلتیں ہونگیں۔[1]

نِفاق کی اقسام:

فقیہِ اعظم حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک نِفاق فِی الْاِعْتِقاد کہ جو زبان سے اپنے کو مسلمان کہے اور دل میں کفر رکھے۔ دوسرے نِفاق فِی الْعَمَل اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرے جو مسلمانوں کے شایانِ شان نہ ہو منافقین کے کرتوت ہوں جیسے یہ تینوں عیوب۔ (تو) جو مسلمان اِن کا مرتکب ہو وہ نفاق فی العمل کا مرتکب ہے۔"[2]

دلیل الفالحین میں ہے: نفاق کی دو قسمیں ہیں: (1) نفاق شرعی یعنی باطن میں کفر اور ظاہر میں ایمان (2) نفاقِ عرفی یعنی باطن ظاہر کے خلاف ہو اور یہاں یہی دوسری قسم مراد ہے۔[3] مرآۃ المناجیح میں ہے: (حدیث مذکور میں) منافق سے اِعتقادی منافق مراد ہیں، یعنی دل کے کافر زبان کے مسلم۔ یہ عیوب ان کی علامتیں ہیں مگر علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں۔ کوّے کی علامت سیاہی ہے مگر ہر کالی

---

1 . . . ارشادالساری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، ۱/ ۲۰۳، ۲۰۴، تحت الحدیث: ۳۳ ملخصاً۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۱/ ۳۴۸۔

3 . . . دلیل الفالحین، کتاب الادب، باب فی الوفاء بالعھد وانجاز الوعد، ۳/ ۱۵۹، تحت الحدیث: ۶۸۸۔

چیز کو توڑا نہیں۔ یعنی یہ منافقوں کے کام ہیں۔ مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے، یہ نہیں کہ یہ جرم خود نفاق ہیں۔ (1)

وعدہ خلافی سے کیا مراد ہے؟

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”جو شخص کسی سے ایک امر کا وعدہ کرے اور اس وقت اس کی نیت میں فریب نہ ہو بعد کو اس میں کوئی حرج ظاہر ہو اور اس وجہ سے اس امر کو ترک کرے تو اس پر بھی خلافِ وعدہ کا الزام نہیں۔ حضور پر نور سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: یہ بد عہدی نہیں کہ آدمی (کسی شخص سے) وعدہ کرے اور نیت اسے پورا کرنے کی ہو اور پورا نہ کر سکے، بلکہ بد عہدی یہ ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور اسے پورا کرنے کا سرے سے ارادہ ہی نہ ہو۔“(2)

وعدہ خلافی وعہد شکنی کی وعیدیں:

دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ❁ ”بیشک عہد شکنی کرنے والے کے لیے کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک جھنڈا نصب فرمائے گا اور کہا جائے گا: سن لو یہ فلاں شخص کی عہد شکنی ہے۔“(3) ❁ ”جو امانت میں خیانت کرے اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو وعدہ پورا نہ کرے اس کا کوئی دِین نہیں۔“(4)

جنت کی ضمانت:

حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: **(1)** جب بات کرو تو سچ بولو **(2)** جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو **(3)** جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو **(4)** اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو **(5)** اپنی نگاہیں نیچی رکھو **(6)** اپنے ہاتھوں کے ذریعے کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔“(5)

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/۴۷۔

2 . . . فتاویٰ رضویہ، ۲۴/۳۵۱۔

3 . . . مسلم، کتب الجھاد والسیر، باب تحریم الغدر، ص ۷۴۰، حدیث: ۱۴۵۳۔

4 . . . شعب الایمان، باب فی الایفاء بالعقود، ۴/۷۸، حدیث: ۴۳۵۴۔

5 . . . مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ، ۸/۴۱۲، حدیث: ۲۲۸۲۱۔

مدنی گلدستہ

"سچائی" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) انسان کے اعمال کا تعلق تین چیزوں سے ہے: قول، فعل اور نیت۔ جھوٹ بولنا قول کی خرابی، امانت میں خیانت کرنا فعل کی خرابی اور وعدہ خلافی کرنا نیت کی خرابی ہے۔

(2) جو مسلمان وعدہ خلافی، جھوٹ یا خیانت کا مرتکب ہو تو وہ منافق عملی ہے۔

(3) وعدہ کرتے وقت نیت میں فریب نہ تھا پھر بعد میں کسی مجبوری سے وہ کام نہ کر سکا تو یہ وعدہ خلافی نہیں بلکہ وعدہ خلافی تو یہ ہے کہ وعدہ کرتے وقت ہی اسے پورا کرنے کی نیت نہ ہو۔

(4) دل میں کفر ہونا، خود کو مسلمان ظاہر کرنا نفاقِ شرعی ہے جبکہ باطن کا ظاہر کے خلاف ہونا نفاقِ عرفی ہے۔

(5) جو امانت میں خیانت کرے اور وعدہ خلافی کرے اس کا کوئی دین و ایمان نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نفاق کی علامتوں سے بچائے اور وعدے کی پاسداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نفاق کی علامات

حدیث نمبر: 690

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ نِرا منافق ہوگا اور جس میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی گئی یہاں تک کہ وہ

[1] ... بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، ۱/۲۵، حدیث: ۳۴۔

اس سے باز آ جائے۔(وہ چار باتیں یہ ہیں):(1)جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے (2)جب بات کرے تو جھوٹ بولے (3)جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور (4)جب جھگڑے تو گالیاں بکے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیث میں جن چار بُرائیوں کا ذکر ہوا وہ چاروں ہی مسلمانوں کے لئے باعث تکلیف ہیں کیونکہ جھوٹ میں دھوکا دہی ہے، خیانت میں مالی نقصان ہے، وعدہ خلافی باعث اذیت ہے اور گالی میں بے عزتی ہے اور اسلام میں یہ سب باتیں ممنوع اور ان کا مرتکب سزا کا حقدار ہے لہٰذا ہر مسلمان کو بالخصوص اِن چار بُرائیوں سے اور بالعموم ہر گناہ سے بچنا چاہیے۔

بد ترین کفار:

عَلَّامَہ عَبْدُالرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی حدیثِ مذکور کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک کا مقصود لوگوں کو مذکورہ خصلتوں سے سختی اور شدت کے ساتھ روکنا ہے کیونکہ یہ نفاق کی علامات ہیں۔ ہر قلبِ سلیم یہ بات تسلیم کرے گا کہ نفاق بدترین گناہ ہے کیونکہ منافق اپنے نفاق کے ذریعے اپنے اس ربّ قدیر کے ساتھ اِستہزا اور دھوکا دہی چاہتا ہے جو ہر شے کا خالق ومالک اور دلوں کی چھپی باتوں کو جاننے والا ہے۔ انہیں بُری خصلتوں کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے منافقین کی بہت زیادہ مذمت بیان فرمائی، ان کی عبرتناک مثالیں بیان کیں، انہیں کفار کی بدترین قسم قرار دیا اور اُن کا ٹھکانا جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں بنایا۔“[1]

صورۃً نفاق:

حُجَّۃُ الْاِسْلَام امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی مذکورہ حدیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: ”اس حدیث کا مصداق وہ شخص ہے جس کا پختہ ارادہ یہ ہو کہ وہ وعدہ پورا نہ کرے گا یا وہ جو بغیر کسی عذر کے وعدہ پورا نہ کرے۔ رہا وہ شخص جس کا وعدہ پورا کرنے کا عزم تھا مگر کسی عذر کی وجہ سے وعدہ پورا نہ کر سکا تو وہ منافق نہیں ہوگا اگرچہ یہ بھی صورۃً نفاق ہے جس سے ایسے ہی بچنا چاہیے جیسے حقیقی نفاق سے بچا جاتا ہے اور معقول عذر کے بغیر خود کو معذور نہیں سمجھنا چاہیے۔“[2]

---

1 . . . التیسیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۱۳۷۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب آفات اللسان، الآفۃ الثالثۃ عشرۃ الوعد الکاذب، ۳/ ۱۶۳۔

ایک تعارض کا جواب:

پہلی حدیث میں منافق کی تین نشانیاں بیان ہوئیں اور اس حدیث میں چار۔ مرآۃ المناجیح میں ان دونوں حدیثوں میں یوں مطابقت بیان کی گئی ہے کہ بسا اوقات ”ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں، کبھی ساری بیان کر دی جاتی ہیں، کبھی کم اور کبھی زیادہ۔ لہٰذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔“(1)

مدنی گلدستہ

”وعدہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) وعدہ خلافی، جھوٹ، گالی گلوچ اور امانت میں خیانت منافقت کی علامات ہیں۔

(2) مسلمان کو ہر گناہ سے بچنا چاہیے جو گناہ جتنا زیادہ سخت ہو اس سے بچنا اتنا ہی زیادہ لازم ہے۔

(3) وعدہ خلافی وہی مذموم ہے جو بغیر کسی عُذر کے ہو۔

(4) منافقین کا ٹھکانا جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں وعدہ خلافی، جھوٹ، گالی گلوچ اور امانت میں خیانت سے بچائے اور ہمیں نیک بنائے۔ اٰمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 691

صدیق اکبر اور وعدۂ مُصطفٰے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ اَعْطَیْتُکَ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا فَلَمْ یَجِیْٔ مَالُ الْبَحْرَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ اَمَرَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَنَادٰی: مَنْ کَانَ لَہُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِدَۃٌ اَوْ دَیْنٌ فَلْیَاْتِنَا فَاَتَیْتُہُ وَقُلْتُ لَہُ: اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِیْ کَذَا وَکَذَا فَحَثٰی لِیْ حَثْیَۃً فَعَدَدْتُھَا فَاِذَا ھِیَ خَمْسُ

(1) ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۷ ملخصاً۔

مِائَةٍ فَقَالَ لِی: خُذْ مِثْلَیْهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: ”اگر بحرین کا مال آگیا تو میں تمہیں اتنا اتنا اور اتنا دوں گا۔“ مگر بحرین کا مال آنے سے قبل ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ پھر جب بحرین کا مال آیا تو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ اِعلان کروادیا کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس جس کا کوئی عہد یا قرض تھا وہ ہمارے پاس آجائے۔ چنانچہ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی: ”نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے اتنا اتنا دینے کا ارشاد فرمایا تھا۔“ پس آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے دونوں ہاتھوں سے بھر کر عطا فرمادیا۔ جب میں نے گنا تو وہ پانچ سو تھے۔ پھر فرمایا: ”اتنے ہی دو مرتبہ اور لے لو۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُن تمام وعدوں کو پورا کیا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ظاہری حیاتِ طیبہ میں لوگوں سے کئے اور انہیں پورا کرنے سے قبل ہی دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اس سے سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عشقِ رسول کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مال دینے میں جلدی کرنے کی وجوہات:

دلیل الفالحین میں ہے: ”میں تمہیں اتنا اور اتنا اور اتنا دوں گا۔“ یہ فرمانِ عالی تین دفعہ دینے کی کیفیت سے کنایہ ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ یہ فرماتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے مبارک ہاتھ تین مرتبہ پھیلائے۔ امیر المومنین سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مال دینے میں جلدی کی، اس کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں: (1) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دینداری وسچائی سے واقف تھے کہ وہ مال کے لئے ہرگز غلط بیانی نہیں کرسکتے اس لئے فوراً مال دے دیا۔ (2) یہ بھی ممکن ہے دلائل وشواہد قائم کئے گئے ہوں پھر مال دیا گیا ہو کیونکہ فرد واحد کے مطالبہ پر عامۃ المسلمین کے مال میں تصرف درست نہیں خواہ مطالبہ کرنے والا کتنا ہی نیک کیوں نہ

1 . . . بخاری، کتاب الکفالۃ، باب من تکفل عن میت دینا۔۔۔ الخ، ۲/ ۷۵، حدیث: ۲۲۹۶۔

ہو۔(3) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بذاتِ خود حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کیے جانے والے وعدے کا علم تھا اور حاکم اپنے علم کی بنیاد پر بیت المال میں تصرف کر سکتا ہے۔(4) وہ وعدہ در حقیقت بیت المال سے دینے ہی کا تھا جس کی تقسیم امام کی رائے پر موقوف ہوتی ہے۔[1]

بائیس دن تک انتظار:

منقول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا اسماعیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کسی سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ فرمایا وہ شخص وہاں نہ آیا بلکہ بھول گیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس کے انتظار میں وہاں بائیس دن تک ٹھہرے رہے۔[2]

مدنی گلدستہ

”عرفات“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) وعدہ پورا نہ کرنا نفاق کی علامت ہے۔

(2) تکمیلِ وعدہ کیلئے سَیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام بائیس دن تک ایک مقام پر ایک شخص کا انتظار کرتے رہے۔

(3) فردِ واحد کے مطالبہ پر عام مسلمانوں کے مال میں تَصَرُّف درست نہیں خواہ مطالبہ کرنے والا کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو۔

(4) سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے دورِ خلافت میں وہ تمام وعدے پورے کئے جنہیں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پورا کرنے سے قبل ہی دنیا سے پردہ فرما گئے۔

(5) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اپنے وعدے ضرور پورے کرتے ہیں اگرچہ شدید مشقت اٹھانی پڑے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وعدہ خلافی سے بچائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الادب، باب فی الوفاء بالعهد وانجاز الوعد، ٣/ ١٦١، ١٦٢، تحت الحدیث: ٦٩٠ ملخصا۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب آفات اللسان، الآفة الثالثة عشرة الوعد الکاذب، ٣/

باب نمبر:87 نیک کاموں کی عادت پر پابندی کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح گناہوں کو ترک کر کے نیکیوں میں مشغول ہو جانا رب تعالیٰ کا فضل و کرم اور سعادت مندی ہے، ویسے ہی نیکیوں کی عادت پر استقامت کا حاصل ہو جانا بھی نہایت ہی خوش بختی کی علامت ہے، یہ فقط اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے ورنہ کئی لوگ نیک اَعمال شروع کرتے ہیں لیکن نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر کچھ عرصے کے بعد ہی سُستی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کوئی بھی نیک عمل شروع کر کے اُسے چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ اُس عمل پر استقامت اختیار کرنی چاہیے۔ نیک اعمال پر استقامت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ ایسے ذرائع اختیار کرے جو نیک اعمال کی پابندی میں معاونت کریں اور ایسے اسباب کو ترک کر دے جو نیک اعمال کی پابندی اور عادت میں خلل انداز ہوں۔ رِیاض الصالحین کا یہ باب بھی **"نیک کاموں کی عادت پر پابندی کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 4 آیاتِ مُبارَکہ اور 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔ پہلے آیات، ان کا ترجمہ و تفسیر اور باب سے مُناسَبت مُلاحَظہ کیجئے۔

(1) نیکی کی توفیق ملنے کے بعد محرومی کا سبب

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ (پ۱۳، الرعد:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

عَلَّامَہ اَحْمَد بِنْ مُحَمَّد صَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِس آیت میں ایک قانون بیان ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس وقت تک کسی قوم سے اپنی عطا کردہ نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اپنے اچھے اَعمال کو بُرے اَعمال سے تبدیل نہ کر دے۔[1]

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن نعمتوں سے کوئی قوم بَہرہ وَر ہوتی ہے اُن نعمتوں

[1] ... تفسیر صاوی، پ ۱۳، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳/۹۹۴۔

سے اُس قوم کو بلا وجہ محروم نہیں کر دیا جاتا بلکہ اُس قوم کی اپنی کوتاہی ہوتی ہے جس کے سبب وہ نعمتیں اُس قوم سے چھن جاتی ہیں، اِسی طرح اگر آدمی کو کسی نیک عمل کی صورت میں نعمت مُیَسَّر ہو تو اُسے اُس کی قدر اور حفاظت کرنی چاہیے، اُس سے لاپرواہی نہیں بَرتنی چاہیے اور اُسے بلا عُذر چھوڑنا نہیں چاہیے اگر وہ اُس پر ہمیشگی اختیار نہیں کرے گا اور اُسے یونہی وَقتاً فوقتاً چھوڑتا رہے گا تو ایک وقت آئے گا کہ وہ اُس سے کُلّی طور پر محروم کر دیا جائے گا۔

(2) نیکی کی عادت بنا کر اسے چھوڑ دینا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًاؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اُس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سُوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا۔ (پ۱۴، النحل: ۹۲)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: ”مکہ مکرمہ میں رَیطہ بنتِ عَمْرو ایک عورت تھی جس کی طبیعت میں بہت وَہم تھا اور عقل میں فُتور، وہ دوپہر تک محنت کر کے سُوت کاتا کرتی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت اُس کاتے ہوئے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑواتی یہی اُس کا معمول تھا۔ معنی یہ ہیں کہ اپنے عہد کو توڑ کر اس عورت کی طرح بے وقوف نہ بنو۔“[1] اِمام مجاہد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: عرب کے قَبائل کا دَستُور تھا کہ وہ ایک قبیلے سے دوستی کا مُعاہَدہ کرتے اور جب دوسرا قبیلہ اُس سے زیادہ تعداد، مال یا قُوّت میں پاتے تو پہلے قبیلے سے جو مُعاہَدہ کیا تھا اُسے توڑ دیتے اور اَب دوسرے سے مُعاہَدہ کرتے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو اِس بد عہدی سے بچنے کی ہِدایت فرمائی اور عَہد پورا کرنے کا حکم اِرشاد فرمایا۔[2]

(3) نیکیوں کی عادت چھوڑنا اچھا نہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۹۲۔

2 ... تفسیر خازن، پ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۹۲، ۳/ ۱۴۰۔

وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْؕ (پ۲۷، الحدید:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اُن جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر اُن پر مدت دراز ہوئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے۔

عَلَّامَه عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی ایمان والے یہود و نصاریٰ کے طریقے اِختیار نہ کریں کہ جب وہ زمانہ جو یہود و نصاریٰ کے اور اُن کے اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان تھا دراز ہوا تو اُن کے دل سخت ہو گئے۔ حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: دل سخت ہو جانے سے مُراد یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور مَواعِظ سے اِنہوں نے منہ موڑ لیا۔ حضرتِ سَیِّدُنا ابو مُوسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ بَصرہ کے قاریوں کو بلوایا چنانچہ آپ کے پاس تین سو ایسے قاری حاضر ہوئے جو پورا قرآن پڑھ چکے تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُن سے فرمایا: آپ لوگ بَصرہ کے لوگوں میں سب سے اچھے ہیں، آپ بَصرہ والوں کے قاری ہیں، لہٰذا آپ لوگ تلاوتِ قرآن کرتے رہا کریں اور طویل زمانہ گُزرنے کے سبب آپ کے دل سخت نہ ہو جائیں جس طرح آپ سے پہلے لوگوں کے دل سخت ہو گئے تھے۔[1]

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے اَنبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بَراہِ رَاست فیضان حاصل کیا تھا اُن کے دل آخرت کی جانب مُتَوجّہ ہو گئے تھے لیکن جب عرصہ دَراز گزر گیا، عَہدِ رِسالت سے دوری ہو گئی تو بعد میں آنے والوں کے دل سخت ہو گئے، اُن کی طبیعت فِسق و فُجور کی طرف راغب ہو گئی اور وہ گناہوں بھری رَنگیلی دنیا میں کھو کر رہ گئے۔ یُونہی جو شخص کوئی نیکی کرتا ہو وہ مرتے دم تک اُسے ہمیشہ کرتا رہے اور مضبوطی کے ساتھ اُسے تھامے رہے، ایسا نہ ہو کہ طویل عرصے اُس نیکی کے کرنے کے سبب وہ تھک جائے اور آہستہ آہستہ اِس فانی دنیا کی رَنگینیوں اور آسائشوں میں غرق ہو کر اُس نیکی کے کرنے میں سُست پڑ جائے اور اُس سے غافل ہو جائے۔

---

1 ... تفسیر خازن، پ۲۷، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۶، ۴/ ۲۳۰ ملتقطاً۔

(4) نیک عمل شروع کرکے بند کر دینا مذموم ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ (پ ۲۷، الحدید: ۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اُسے نہ نباہا جیسا اُس کے نباہنے کا حق تھا۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے سے مَحبّت و شفقت رکھتے تھے۔ پھر اُنہوں نے رَہْبانِیَّت اِختیار کرلی اور فتنے سے بھاگ کر پہاڑوں، غاروں، تنہا مکانوں اور خانْقاہوں میں خَلْوت نَشِین ہوگئے، عبادتوں میں اپنے اُوپر زائد مشقتیں بڑھالیں اور نکاح نہ کیا، موٹے کپڑے اِستعمال کرنے لگے اور اَدْنٰی غذا نہایت کم مِقدار میں کھانے لگے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ہم نے اُن پر رَہْبانِیَّت فرض نہیں کی بلکہ اُنہوں نے رِضائے اِلٰہی کے حُصُول کے لیے اسے خود اپنے اُوپر لازِم کیا، لیکن اسے نِباہ نہ سکے۔[1] مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اِس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے رَہْبانِیَّت اور تارکِ الدُّنیا ہونا اپنی طرف سے اِیجاد کیا، رب تعالٰی نے اُن کو اِس کا حکم نہ دیا۔ بِدعتِ حَسَنہ کے طور پر اُنہوں نے یہ عبادت اِیجاد کی اللہ تعالٰی نے اُنہیں اِس بدعت کا ثواب دیا مگر جو اِسے نِباہ نہ سکے یا جو اِیمان سے پھر گئے وہ عذاب کے مستحق ہوگئے۔[2] تو جس طرح عیسائیوں نے رَہْبانِیَّت اور ترکِ دنیا کی جو عبادت شُروع کی تھی اُسے نِباہ نہ سکے تو قابلِ مَذمّت ٹھہرے اِسی طرح کوئی نیک عمل شروع کرکے بلاوجہ اُسے نہ نباہنا اور ترک کر دینا بھی مذموم ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 692

تَہَجُّد گزار بننے کے بعد تَہَجُّد نہ چھوڑیے

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا

---

1 ... تفسیر خازن، پ ۲۷، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۷، ۴/ ۲۲۳۔

2 ... علم القرآن، ص ۷۵۔

عَبْدَ اللہِ! لَاتَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ کَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: ”اے عبد اللہ! فُلاں کی طرح نہ ہونا کہ رات میں (تَہَجُّد کے لیے) اُٹھتا تھا پھر چھوڑ دیا۔“

عدمِ استقامت کے سبب ترکِ عمل:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اِس سے معلوم ہوا کہ تَہَجُّد گُزار کو تَہَجُّد چھوڑنا بہت بُرا ہے۔ اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات میں ہے کہ عبد اللہ ابنِ عَمْرو (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) تمام رات عبادت کرتے تھے، اُن کے والد اِس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ اُن کے والد نے بارگاہِ رِسالت میں اُن کی شکایت کی، تب حضورِ اَنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اَصل تَہَجُّد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔[2] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: اِس حدیث شریف میں اِشارہ ہے کہ عبادت چھوڑ دینا اور پچھلی عادت کی طرف دوبارہ لَوٹ آنا دراصل پیچھے کی طرف پلٹنا اور زِیادتی کے بعد کمی کی طرف آنا ہے۔ سالِک اور مُرید کو چاہیے کہ (علم و عمل میں) اِضافے کا طلبگار رہے۔[3]

اِصلاح کے بعد بِگڑنے سے اللہ کی پناہ:

آدمی کو چاہیے کہ نیکی پر ثابت قدمی کی تَدابیر اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اِس کے نہ چُھوٹنے کی دُعا بھی کرتا رہے کہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی دُعا میں ”اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْر“ یعنی ثابت قدمی کے بعد بدل جانے یا بھلائی کے بعد برائی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔[4]

---

1 ... بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ۱/ ۳۹۰، حدیث: ۱۱۵۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۰۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، ۳/ ۳۱۰، تحت الحدیث: ۱۲۳۴ ملخصا۔

4 ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا خرج مسافرا، ۵/ ۲۷۶، حدیث: ۳۴۵۰۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: کَوْر عمامہ کے پیچ کو کہتے ہیں اور حَوْر اِس پیچ کا کُھل جانا یعنی زِیادتی کے بعد نُقصان، اِصلاح کے بعد فَساد، جمع ہونے کے بعد بِکھرنا، جماعت میں ہونے کے بعد الگ ہو جانا، آرام کے بعد تکلیف، بھلائی کے بعد بُرائی، ثابت قدمی کے بعد بدل جانا، اِن سب سے تیری پناہ۔ صُوفیا فرماتے ہیں کہ ترقی کے بعد تَنَزُّل، توبہ کے بعد گناہ، ذِکر کے بعد غفلت، حاضِری کے بعد غائب ہو جانا، اِن سب سے پناہ۔[1]

نیکیاں بڑھاؤ:

❁ بندے کو چاہیے کہ نیک اَعمال گھٹانے کے بجائے اِن میں ترقی کی جانب گامزن ہو اور روزانہ کی بُنیاد پر کچھ نہ کچھ اپنی نیکیاں بڑھاتا رہے، چُنانچہ بَنی سُلَیم کے ایک شیخ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زِیارت کی، میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کا حال شریف کیسا ہے؟ اِرشاد فرمایا: کیا میں تمہیں کچھ بیان نہ کروں؟ میں نے عرض کی: جی ضرور بیان فرمایئے۔ اِرشاد فرمایا: جس کے دو دن برابر ہوں وہ دھوکے میں مبتلا ہے اور جس کے آج کے دن سے آئندہ کل کا دن بُرا ہو وہ مَلْعُون ہے اور جو (عِلْم و عمل میں) اِضافہ نہیں کرتا رہتا وہ نُقصان میں ہے اور جو نُقصان میں ہو اُس کے لیے موت بہتر ہے۔[2] ❁ حُجَّۃُ الْاِسلام امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: بندہ جب فرائض سے فارِغ ہو اور فضیلت والے اَعمال کرنے کی قُدرت رکھتا ہو تو پھر اُسے اِن میں سے اَفضل عمل کی تلاش میں لگنا چاہیے تاکہ اُس میں مشغول ہو سکے کیونکہ جو شخص اِضافی نَفْع پانے کی قُدرت کے باوُجود اُسے حاصل نہ کرے وہ دھوکے کا شِکار ہے۔[3] ❁ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال لکھتے ہیں: نیک کام شروع کر کے اسے چھوڑ دینا بُرا ہے لہٰذا کوئی نیک کام شروع کر کے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے بلکہ آدمی کو چاہیے کہ وہ ہر دن بھلائی کے درجات میں اضافہ کرتا رہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرے کہ اس کے دن بھر کے اَعمال کا خاتمہ پہلے سے بہتر عمل پر ہو۔ اگر کوئی شخص بیماری یا کسی کام میں مشغولیت اور کمزوری کی وجہ سے

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۴ ملتقطاً۔

2 . . . موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، ۳/ ۱۲۴، رقم: ۲۴۳۔

3 . . . احیاء العلوم، کتاب المراقبة والمحاسبة، المرابطة الثانیة المراقبة، ۵/ ۱۳۶۔

(کوئی نفلی) نیک عمل ترک کردے تو اُس پر کوئی مَلامت نہیں ہے بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات سے اُمّید ہے کہ وہ اُس نیک عمل کا اَجر دینا بند نہیں فرمائے گا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی ہے کہ مَریض کو اُس نیک کام کا اَجر ملتا رہے گا جیسے وہ حالتِ صحت میں کرتا تھا۔[1]

مدنی گلدستہ

"نیکی کرو" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) جس نیکی کی عادت بنی ہوئی ہو اُسے بِلا عُذر مَحض سُستی کی وجہ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

(2) کسی نیکی کی عادت بنا کر اُسے چھوڑ دینا زِیادتی کے بعد کمی کی طرف اور آگے جانے کے بعد پیچھے کی طرف آنا ہے۔

(3) نیکیوں میں کمی کے بَجائے اُس میں روزانہ کچھ نہ کچھ اِضافہ کرتے رہنا چاہیے۔

(4) علم و عمل میں اِضافہ نہ کرنے والا نُقصان میں ہے۔

(5) نیکیوں میں اِضافے کے بعد اُن میں کمی نہ ہونے کی دُعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔

(6) نیکی کرنے اور نفع پانے کی قُدرت کے باوُجود اُسے حاصل نہ کرنا بے وُقوفی ہے۔

(7) ضُعف یا مَرض وغیرہ کے سبب نیک اَعمال میں کمی آجائے تو رحمت الٰہی سے قُوّت اور تندرستی کے زمانے میں کئے جانے والے اَعمال ہی لکھے جائیں گے اور اُتنا ہی اَجر ملے گا جتنا پہلے ملتا تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اَعمال کی توفیق عطا فرمائے اور اُن پر استقامت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . شرح بخاری لابن بطال، ابواب تقصیر الصلاۃ، باب مایکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ۳/۱۲۶ ملخصا۔

باب نمبر:88

اچھی طرح بات اور ملاقات کرنے کا بیان

اچھی بات کہنے اور خندہ پیشانی سے مُلاقات کے مُستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب کسی سے مُلاقات ہو تو سلام میں پہل کریں اور پر تپاک انداز سے مُصافحہ یامُعانقہ کرتے ہوئے مسکرا کر خندہ پیشانی کے ساتھ ملیں۔ آپ اپنے اَموال کے ذریعے کسی کو اِتنا خوش نہیں کر سکتے جِتنا خوش اَخلاقی اور کشادہ رُوئی سے اُسے خوش کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے اخلاق سنوار لیجئے، زَبان کو قابو میں رکھیے اور خوش کلامی کی عادت بنایئے پھر دیکھئے کس طرح لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ زَبان اگر ٹیڑھی چلتی ہے تو بعض اَوقات فسادات برپا ہو جاتے ہیں حتی کہ بعض اَوقات قتل و غارت گری تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اگر اچھی گفتگو کی جائے اور میٹھے بول بولے جائیں تو بعض اَوقات اس کی مِٹھاس وہ رنگ لاتی ہے کہ عقلیں دَنگ رہ جاتی ہیں۔ بُزرگوں کی یہ میٹھی زَبان ہی تو تھی کہ جس کی شیرینی اور چاشنی نے بڑے بڑے کافروں کے دِل پگھلا کر موم بنا دیئے۔ سامنے والا کتنی ہی سخت بات کرے مگر آپ خوش رُوئی کے ساتھ اُسے برداشت کیجئے اور کمالِ ضبط کا مُظاہرہ کرتے ہوئے ہر گز ہر گز غصے کا اِظہار مت کیجئے بلکہ اُس کے ساتھ اچھی اور نرم گفتگو کیجئے۔ رِیاض الصالحین کا یہ باب بھی **"اچھی بات کہنے اور خندہ پیشانی سے مُلاقات کے مستحب ہونے"** کے بیان میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 3 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کا ترجمہ و تفسیر مُلاحظہ کیجئے۔

(1) مسلمانوں پر شفقت اور رحم کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے:

وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۸﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو۔ (پ ۱۴، الحجر: ۸۸)

عَلَّامَه اَحْمَد بِنْ مُحَمَّد صَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی اے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ مسلمانوں پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے ان کے سامنے تواضُع

کریں اور ان پر اس طرح رحم کریں جس طرح پرندہ اپنے بچوں پر اپنے پَروں کو بچھا دیتا ہے۔“[1]

(2) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی نرمی اور شفقت

اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے:

وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (پ ۴، آل عمران: ۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

اِس آیت میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ کریمہ کا بیان کیا جارہا ہے کہ ”اے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ تعالیٰ کی آپ پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو نرم دل، شَفیق اور رَحیم وکریم بنایا اور آپ کے مِزاج میں اِس درجہ لطف و کرم اور شفقت ورحمت پیدا فرمائی کہ غزوۂ اُحد جیسے موقع پر آپ نے غضب کا اِظہار نہ کیا حالانکہ آپ کو اُس دن کس قدر اَذِیَّت وتکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ سخت مِزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ سے دُور ہو جاتے۔ تو اے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ اِن کی غلطیوں کو مُعاف کر دیں اور اِن کے لیے دُعائے مغفرت کر دیں تاکہ آپ کی سِفارش پر اللہ تعالیٰ بھی اِنہیں مُعاف فرما دے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 693

جہنّم سے نجات کا ذریعہ

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عَدِی بن حاتِم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ... تفسیر صاوی، پ ۱۴، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۸، ۳/ ۱۰۵۱۔

2 ... تفسیر صراط الجنان، پ ۴، آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۲/ ۸۰ ملخصاً۔

3 ... بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، ۴/ ۲۵۷، حدیث: ۶۵۴۰۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جہنم سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہو، اگر یہ نہ پاؤ تو اچھے کلمے کے ذریعے بچو۔“

اچھے کلمے سے مراد:

دلیل الفالحین میں ہے: یعنی عمل صالح اِختیار کر کے اور صدقہ دے کر جہنم سے بچو اگر چہ (راہِ خدا میں) کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی ہو۔ اگر (راہِ خدا میں دینے کے لیے) کوئی چیز نہ پاؤ جس کے ذریعے اپنے کو جہنم سے بچا سکو تو اچھی بات کہہ کر مسلمان کا دل خوش کرو اور جہنم سے نَجات حاصل کرو۔[1] مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”اچھے کلمے کے ذریعے جہنم سے بچو۔“ اچھے کلمے سے مراد یا تو باقیات صالحات ہیں یعنی مختلف قسم کے اَذکار اور دُعائیں یا مراد سائل سے اچھی بات کہنا ہے یعنی پورا کرنے کے اِرادے سے (کوئی چیز دینے کا) وعدہ کرنا یا پھر اچھی اُمّید کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کرنا ہے۔[2]

نوٹ: اِس حدیث کی مزید شرح کیلئے ”فیضانِ ریاض الصالحین“ جلد دوم، باب 13، حدیث نمبر 139 اور جلد چہارم، باب 50، حدیث نمبر 405 ملاحظہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

”ذِکر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جہنم سے بچنے کے لیے نیکیاں کرتے رہنا چاہیے۔

(2) اگر راہِ خدا میں دینے کے لیے کھجور کا ایک ہی ٹکڑا ہو تو اسے ہی دے دینا چاہیے کہ اس سے بھی جہنم سے نَجات مُمکن ہے۔

(3) راہِ خدا میں دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو مسلمان کا دِل خوش کرنے کی نیت سے اچھی بات کہہ کر اور

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱ / ۳۸۰، ۳۸۱، تحت الحدیث: ۱۳۹ ملتقطا۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب علامات النبوۃ، ۱۰ / ۱۳۲، تحت الحدیث: ۵۸۵۷۔

اَذکار اور دُعائیں پڑھنے وغیرہ کے ذریعے جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اچھی بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جہنم سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:694

اچھی بات کہنا صدقہ ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔“

اچھی بات کہنا صدقہ کیسے؟

عمدۃ القارِی میں ہے: ”اچھی بات کا صدقہ ہونا اِس اعتبار سے ہے کہ جب آدمی کسی کو (صدقے کی نیت سے) مال دیتا ہے تو اُس سے اُس کا دل خوش ہوتا ہے اور اُس کے دل میں اِس کے خِلاف جو بات ہوتی ہے وہ نکل جاتی ہے اور اچھی بات کہنے میں بھی یہی ہوتا ہے۔“[2] (کہ اِس سے سامنے والے کے قلب میں خوشی داخل ہوتی ہے اور باہمی بُغض وعداوت دُور ہوتی ہے تو اِس اعتبار سے اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہوئی۔)

حدیث نمبر:695

اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے مِلنا

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 ... بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب من اخذ بالرکاب ونحوہ، ۲/ ۳۰۶، حدیث: ۲۹۸۹۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب طیب الکلام، ۱۵/ ۱۸۵، تحت الباب۔

3 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء، ص ۱۰۸۴، حدیث: ۲۶۹۰۔

نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”کسی نیک کام کو ہرگز حقیر نہ جانو اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی سے خَندہ پیشانی سے مِلنا ہی کیوں نہ ہو۔“

مؤمن کو خوش کرنے کی فضیلت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صُوفیائے کِرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھُونک دیتی (یعنی جلا دیتی) ہے۔ اِن کا ماخَذ یہ حدیث ہے، مسلمان بھائی سے خوش ہو کر مِلنا، اُس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مُومِن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مبلغین اسلامی بھائیوں کو بہت زیادہ مِلنسار اور بااَخلاق ہونا چاہیے، جو مُبلّغ جتنا زیادہ خوش اَخلاق ہو گا اور خَندہ پیشانی سے مُسکرا کر مِلنے والا ہو گا لوگ اُتنی ہی آسانی سے اِس کی طرف مائل ہوں گے اور اُسے کسی پر اِنْفِرادی کوشش کرنے میں دِقّت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اگر مزاج میں غُصّہ، چڑچڑا پَن اور بد اَخلاقی ہوئی تو کامیابی مشکل ہے، لہٰذا مبلغ کو چاہیے کہ اپنے اَخلاق دُرُست کرے اور جسے دعوتِ اِسلامی کے مَدَنی کاموں کی دُھن ہو اُس کے لیے ٹھنڈے مِزاج کا ہونا بہت ضروری ہے کہ بے جا سختی کرنے سے بارہا کام بنتے بنتے بِگڑ جاتے ہیں۔ حدیثِ مُبارَک میں مُسکرا کر مِلنے کو صدقہ کہا گیا ہے اور مُسکرا کر مِلنے کی تو کیا بات ہے! مُسکرا کر مِلنا، مُسکرا کر کسی کو سمجھانا عُموماً نیکی کی دَعوت کے مَدَنی کام کو نِہایت سَہْل اور آسان بنا دیتا اور حیرت اَنگیز نَتائج کا سبب بنتا ہے۔ آپ کی معمولی سی مُسکراہٹ کسی کا دل جیت کر اُس کی گُناہوں بھری زندگی میں مَدَنی اِنْقِلاب بَرپا کر سکتی ہے اور مِلتے وقت بے رُخی اور لاپرواہی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ہاتھ مِلانا کسی کا دل توڑ کر اس کو مَعَاذَ اللہ گمراہی کے گہرے گڑھے میں گرا سکتا ہے لہٰذا جب بھی کسی سے مِلیں، گُفتگو کریں اُس وقت حتی الامکان مُسکراتے رہیے۔

شیخِ طریقت امیر اہلسنت مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نصیحت کرتے

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۶۔

ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

قہقہے اور یاوہ گوئی میں ترا نقصان ہے
بے ضرورت بولنے والا بڑا نادان ہے
بھاگتے ہیں سُن لے بد اَخلاق اِنساں سے سبھی
مُسکرا کر سب سے ملنا دِل سے کرنا عاجِزی

نوٹ: حدیث نمبر 695 کی مزید شرح کیلئے ”فیضانِ ریاض الصالحین“ جلد دوم، باب 13، حدیث نمبر 121 اور اس کی شرح کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

”اسلام“ کے 5 حروف کی نسبت سے اَحادِیثِ مَذکورہ اوراُن کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اچھی بات کہنا صدقہ ہے کہ جس طرح مال بطورِ صدقہ دینے سے اگلے کا دل خوش ہوتا ہے اسی طرح اچھی بات کہنے سے بھی مخاطب کا دل خوش ہوتا ہے۔

(2) کوئی نیکی حقیر جان کر نہیں چھوڑنی چاہیے کہ کبھی ایک گُھونٹ پانی سے بھی جان بچ جاتی ہے۔

(3) کوئی گُناہ چھوٹا سمجھ کر بھی نہیں کرنا چاہیے کہ کبھی چھوٹی چنگاری بھی گھر جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

(4) نیکی کی دعوت دینے والے کو ملنسار اور بااَخلاق ہونا چاہیے، مِزاج میں غُصّہ، چڑچڑاپَن اور بد اَخلاقی ہوئی تو نیکی کی دعوت کا پھل ملنا مشکل ہے۔

(5) معمولی سی مُسکراہٹ بعض اَوقات کسی کا دِل جیت کر اُس کی گناہوں بھری زندگی میں مَدَنی اِنقلاب بَرپا کر دیتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنے کی توفیق عطا فرمائے اور خشک مزاجی سے بچائے۔ آمِین بِجاهِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:89

واضح لفظوں میں بات کرنے کا بیان

مخاطب کے سامنے واضح لفظوں میں بات کرنے اور دُہرائے بغیر بات سمجھ نہ آئے تو سمجھانے کیلئے بات دُہرانے کے مُستحب ہونے کا بیان

اپنی بات کو سادہ اور آسان لفظوں میں مخاطب کے سامنے بیان کرنا بھی ایک فن ہے، جو شخص آسان پیرائے میں گفتگو کرتا ہے عموماً لوگ اُس کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور اس کی بات بآسانی سمجھ لیتے ہیں، دِین اسلام جہاں دیگر معاملات میں ہماری راہنمائی فرماتا ہے وہیں گفتگو کرنے کے آداب بھی سکھاتا ہے۔ لہٰذا آپ جب بھی بات کریں تو اِس طریقے سے کریں کہ سامنے والا آپ کی بات سُن کر سمجھ لے، نہ تو بالکل چلاّ چلاّ کر بات کریں اور نہ ہی اِتنی آہستہ آواز سے کریں کہ مُخاطب کو آپ کے اَلفاظ ہی سمجھ نہ آئیں۔ ٹھہر ٹھہر کر گُفتگو کریں، بعض لوگ اِتنی جلدی جلدی بولتے ہیں کہ اَلفاظ ایک دوسرے میں مِل جاتے ہیں اور بات واضح نہیں ہوپاتی لہٰذا آہستہ آہستہ ایسے سادہ اور صاف لفظوں میں گُفتگو کریں کہ مُخاطب بغیر کسی تکلیف کے بآسانی مقصود تک پہنچ جائے اور جہاں بات دُہرانے کی حاجت ہو وہاں دُہرالیں۔ نیز اپنی گفتگو میں مشکل، غیر معروف اور دقیق اَلفاظ اِستعمال نہ کریں، جہاں حاجت ہو وہاں بھی معانی کے ساتھ بیان کریں۔ الغرض جب بھی بات کریں بالکل واضح لفظوں میں کریں۔ رِیاض الصالحین کا یہ باب بھی **”مُخاطب کے سامنے واضح لفظوں میں بات کرنے اور دُہرائے بغیر بات سمجھ نہ آئے تو سمجھانے کے لیے بات دُہرانے کے مُستحب ہونے“** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:696

تین مرتبہ کلام اور سلام

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اَعَادَھَا ثَلَاثًا حَتّٰی تُفْھَمَ عَنْہُ وَاِذَا اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ سَلَّمَ عَلَیْھِمْ ثَلَاثًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کوئی بات اِرشاد فرماتے تو اُسے تین بار دُہراتے تاکہ اُسے سمجھ لیا جائے اور جب آپ کسی

1. . . بخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفھم عنہ، ۱/ ۵۲، حدیث: ۹۵۔

قوم کے پاس تشریف لے جاتے اور اُنہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

لوگوں کے اَذہان کے مطابق کلام:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”لوگوں کی ذِہنی صلاحیت مختلف ہوتی ہے، بعضوں کی ذِہنی اِستِعْداد اَعلیٰ قسم کی ہوتی ہے، بعضوں کی مُتوسِّط اور بعضوں کی اَدنیٰ دَرَجے کی، تو ہو سکتا ہے اِسی لیے آپ تین مرتبہ بات دُہراتے ہوں (تاکہ اَدنیٰ دَرَجے کی بھی رِعایت ہو جائے) اور اِسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جو تین مرتبہ میں بھی بات نہ سمجھ سکے وہ کبھی بھی نہیں سمجھ سکے گا۔“[1]

تین بار سلام کرنے کی حکمت:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی اَحْمَد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”لفظ سے مراد پوری بات ہے یعنی مَسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذِہن میں اُتر جائے، ہر کلام مُراد نہیں۔ (اور تین بار سلام کرتے اس کا مطلب یہ ہے کہ) ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور بوقتِ ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مُراد ہے۔“[2] بخاری شریف کے حاشیہ میں علامہ نورُ الدین محمد بن عبد الہادی سندھی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ظاہر یہ ہے کہ آپ عادت کے طَور پر بات کو تین بار نہیں دُہراتے تھے بلکہ جہاں حاجت ہوتی وہاں دُہراتے تھے۔“[3]

نوٹ: اِس حدیث کی مزید شرح کیلئے اسی جلد کے باب 132 کی حدیث نمبر 853 کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

”نَبِی“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الاول، ۱/ ۴۲۲، تحت الحدیث: ۲۰۸ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۹۴ ملخصاً۔

3 . . . حاشیۃ السندی علی البخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفہم عنہ، ۱/ ۵۱، تحت الحدیث: ۹۴۔

(1) جہاں موقع ہو وہاں بات کو تین مرتبہ دُہرانا چاہیے تاکہ مُخاطب اچھی طرح بات سمجھ لے۔

(2) شرعی مَسائل بیان کرتے وقت بھی حَتَّی الاِمکان شرعی مسئلہ تین بار دُہرانا چاہیے۔

(3) کوئی بات سمجھاتے وقت اُستاذ کو کُند ذِہن طَلَبہ کی بھی رِعایت کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی بات دوسروں کو آسان لفظوں میں سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:697 حُضُور عَلَیْہِ السَّلَام کا دِلنشین اندازِ گُفتگو

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسا صاف صاف اور جُدا جُدا کلام فرماتے تھے کہ ہر سُننے والا اُس کو سمجھ لیتا تھا۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گفتگو اِس طرح دِلنشین انداز میں ٹھہر ٹھہر کر فرماتے کہ سُننے والا آسانی سے سمجھ لیتا تھا اور اگر کوئی آپ کے اَلفاظ گننا چاہتا تو وہ بھی گِن لیتا تھا، چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہاری طرح جلدی جلدی بات نہیں کرتے تھے، آپ اِس طرح (ٹھہر ٹھہر کر) گُفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے اَلفاظ شمار کرنا چاہتا تو کر لیتا۔[2]

رسولِ خدا کے کلام کی کیفیت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: حُضُورِ اَنور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا کلام شریف نہ تو لگاتار ہوتا تھا نہ جلد

---

1 ... ابو داود، کتاب الادب، باب الھدی فی الکلام، ۴/ ۳۴۳، حدیث: ۴۸۳۹۔

2 ... بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/ ۴۹۱، حدیث: ۳۵۶۷، ۳۵۶۸ ماخوذا۔

جلد بلکہ ایک جُملہ پر رُک جاتے تھے تاکہ سننے والا غور کرکے سمجھ لے اور ہر جُملے کے کلمات بھی بہت آہستگی سے اَدا ہوتے تھے کہ ہر کلمہ دل میں بیٹھ جاتا تھا کیونکہ حُضور انور کا ہر کلمہ تبلیغ کے لیے ہوتا تھا، اگر حُضور جلد یا مُسلسل یا بہت زِیادہ کلام فرماتے تو لوگ بُھول جاتے، آپ کا کلام نہایت جامِع مگر مختصر ہوتا تھا کہ حضراتِ صحابہ (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) قرآن کی طرح اُسے یاد کرلیتے تھے وہ ہی حدیث کی شکل میں جمع ہوگیا، اُسی کلامِ مُبارَک سے آج دِین قائم ہے، اُسی کلامِ مُبارَک سے قرآن سمجھ میں آرہا ہے۔ ایک صاحِب نے حُضورِ انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے وَعظ جمع کیے وہ ایسے ہیں کہ آج واعظ حُضور کے بڑے وَعظ کو دس مِنَٹ میں کہہ سکتا ہے مگر اُن وَعظوں نے دُنیا پلٹ دی، ہوا کا رُخ بدل دیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْہِ۔ [1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بات ہمیشہ مُخاطب کے ظرف اور اُس کی نفسیات کے مُطابِق کی جائے جیسا کہ کہا جاتا ہے: "کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ یعنی لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مُطابِق کلام کرو۔ اِس طرح کی باتیں نہ کی جائیں کہ دوسروں کی سمجھ میں نہ آئیں، اَلفاظ بھی سادہ صاف صاف ہوں، مُشکِل ترین اَلفاظ بھی اِستعمال نہ کئے جائیں کہ اِس طرح اَگلے پر آپ کی عِلمیّت کی دھاک تو بیٹھ جائے گی مگر مُدّعا خاک بھی سمجھ نہ آئے گا۔

مدنی گلدستہ

"وَلِی" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) لگاتار اور جلدی جلدی نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنی چاہیے۔

(2) لوگوں سے ان کی عقلوں کے مُطابِق بات کرنی چاہیے۔

(3) گفتگو میں مُشکِل اَلفاظ بھی اِستعمال نہیں کرنے چاہئیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں گفتگو کرنے کی سُنّتوں اور آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۷۔

باب نمبر:90

بات توجُّہ سے سُننے کا بیان

ہم نشین کی بات توجُّہ سے سُننا جبکہ وہ حرام نہ ہو اور عالم اور واعظ کا حاضرینِ مجلس کو خاموش کرانے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! علم کے حُصول اور اس پر عمل کرنے میں خاموشی اور توجُّہ سے سننے کو اِنتہائی اَہمیّت حاصل ہے، کیونکہ جو شخص خاموش رہ کر پوری توجُّہ سے علم کی بات نہیں سنے گا تو وہ بات اُسے کیسے سمجھ آئے گی اور جب سمجھ ہی نہیں آئے گی تو اُس پر عمل کیونکر ہو سکے گا۔ علم کا پہلا دَرَجہ خاموش رہنا ہے، دُوسرا اچھا سُوال کرنا ہے، تیسرا اچھی طرح سُننا ہے، چوتھا اچھی طرح یاد کرنا ہے، پانچواں علم کے اہل تک اُسے پہنچانا ہے۔ توجُّہ سے سُننے کی اَہمیّت کے پیشِ نظر درس و بیان کے شروع میں یوں بھی ترغیب دلائی جاسکتی ہے: ”نِگاہیں نیچی کیے توجُّہ کے ساتھ بَیان سُنیے کہ لاپرواہی کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے، زمین پر اُنگلی سے کھیلتے ہوئے، لِباس، بدن یا بالوں وغیرہ کو سَہلاتے ہوئے سُننے سے اِس کی بَرَکتیں زائل ہونے کا اَندیشہ ہے۔“ غفلت اور بے توجُّہی کے ساتھ بات سُننے سے غَلَط فہمی پیدا ہونے کا قَوی اِمکان ہوتا ہے اور ”ہاں“ کا ”نہ“ اور ”جائز“ کا ”ناجائز“ اور ”حرام“ کا ”حلال“ سمجھ آجانے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ توجُّہ سے سُننے کی اَہمیّت کا اَندازہ آپ اِس بات سے لگایئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے توجُّہ سے بات سُن کر اِس پر عمل کرنے والوں کو خوشخبری سُنائی ہے چنانچہ اِرشادِ ربُّ العباد ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿ۙ۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ (پ۲۳، الزمر: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تو خوشی سناؤ میرے اُن بندوں کو جو کان لگا کر بات سُنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔

رِیاضُ الصّالحین کا یہ باب بھی **”ہم نشین کی ایسی بات جو حرام نہ ہو اسے توجُّہ سے سُننے اور عالم اور واعظ کا حاضرینِ مجلس کو خاموش کرانے“** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں فقط 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:698

عُلَما کا وَعظ تَوَجُّہ سے سُنے

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ:

اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ: لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جَرِیر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حَجَّۃُ الوَداع کے مَوقع پر مجھ سے اِرشاد فرمایا: ''لوگوں کو خاموش کراؤ۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''(اے لوگو!) میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ ایک دُوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''

عُلَما کی تعظیم و تکریم لازم ہے:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال اِس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرتِ سَیِّدُنا ابو الزِّناد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: عُلَما کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کا کلام سُننے کے لیے لوگوں کو چُپ کرانا مُتَعَلِّمِین پر لازِم ہے کیونکہ عُلَما اَنْبِیا کے وارِث ہیں اور بلاشُبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے مؤمنین بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی آوازیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آواز سے بلند نہ کریں اور آپ کے حُضُور چِلّا کر بات نہ کریں۔ حضرتِ سَیِّدُنا امام عبد الرحمٰن بن مہدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی جب حدیثِ رَسول کی قِراءت فرماتے تو لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور یہ آیتِ مُبارَکہ تلاوت فرماتے:

لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ترجمۂ کنز الایمان: اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو اُس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔ (پ۲۶، الحجرات: ۲)

معلوم ہوا کہ جس طرح حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم و توقیر کرنا اور آپ کی بات سُننے کے لیے لوگوں کو چُپ کرانا واجب ہے اُسی طرح جب حدیث پڑھی جارہی ہو تو اُس وقت بھی اُس کی تعظیم کرتے ہوئے لوگوں کو خاموش کرانا واجب ہے، ایسے ہی عُلَما کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کی بات سُننے کے لیے بھی لوگوں کو چُپ کرانا واجب ہے کیونکہ وہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنَّتوں کو زندہ کرتے ہیں اور آپ کی شریعت قائم کرتے ہیں۔[2]

---

1 ... بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی: لا ترجعوا بعدی کفارا... الخ، ۴/۴۳۵، حدیث: ۷۰۸۰۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب العلم، باب الانصات للعلماء، ۱/۱۹۶۔

مذہبی عبادت اور دِینی فرض:

اَعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت مولانا شاہ اِمام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”عالِمِ دِین کا اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہْی عَنِ الْمُنْکَر کرنا(یعنی نیکی کی دعوت دینا اور گناہ سے منع کرنا) بندگانِ خُدا کو دِینی نصیحتیں کرنا جسے وَعظ کہتے ہیں ضرور اَعلیٰ فرائضِ دِین سے ہے اور حاضِرین کا اَدب وخاموشی ورُجوعِ قلب کے ساتھ اُسے سُنتے رہنا بھی مذہبی عبادت اور دِینی فرض ہے۔ اِس میں دست اَندازی کرنا غُل مچانا گالیاں بکنا ضرور مذہبی توہین اور خاص عادت کُفّارِ بے دِین ہے۔“[1]

حَدِیْقَہ نَدیّہ میں ہے: ”جو مجلسِ وَعظ میں بیٹھا ہو اُسے بھی بات کرنا گناہ ہے اگرچہ آہستہ ہی ہو، اِسی طرح صِرف بے ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا یا کوئی حَرَکت وجُنْبِش کرنا، کھڑے ہو جانا یا تکیہ لگالینا اور یہ سب گستاخی وبے اَدَبی اور ہلکا پن خفِیفُ الْحَرَکاتی اور جلد بازی اور حَماقت ہے بلکہ لازِم یہی ہے کہ اُسی کی طرف توجُّہ کئے خاموش کان لگائے سُنتے رہیں یہاں تک کہ اُس کا کلام خَتْم ہو، اُس وقْت تک نہ اِدھر اُدھر دیکھیں نہ کوئی جُنْبِش نہ اَصلاً (یعنی بِالکُل) کچھ بات کریں۔“[2]

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عبرت نشان ہے: ”بات کو بے توجہی سے سننے والے کے لئے ہلاکت ہے اور جان بوجھ کر اپنے (بُرے اعمال) پر اِصرار کرنے (یعنی ڈٹ جانے) والوں کے لئے ہلاکت ہے۔“[3]

توجہ سے سننا کیوں ضروری ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی بات کو ذہن نشین کرنے کے لئے حاضر دماغی اور مکمل توجہ سے سننا نہایت ضروری ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ کسی بات کو یاد رکھنے کے لئے ”مکمل توجہ“ کو اگر سب سے اہم ترین

---

1 . . . فتاوی رضویہ، ۲۴/۱۲۸، ۱۲۹ ملتقطاً۔

2 . . . حدیقۃ ندیۃ، المبحث الاول، النوع الثانی والخمسون، ۱/۳۵۰، ۳۵۲ ملتقطاً۔

3 . . . مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، ۲/۵۲۵، حدیث: ۶۵۵۲۔

عنصر قرار دیا جائے تو کچھ غلط نہ ہو گا۔ کسی بات کو سنتے وقت اگر پوری توجہ نہ ہو تو اس بات کے ذہن سے جلد نکل جانے کا بہت امکان ہے اور غلط مفہوم ذہن میں محفوظ ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اسی لیے **اللہ** والے بغور سننے کی ترغیب دلایا کرتے تھے چنانچہ حضرت سیّدنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضورِ قلبی (مکمل توجہ) سے بغور سن، کیوں کہ جب دل حاضر ہوتا ہے تو کہی جانے والی تمام باتیں سمجھتا ہے لیکن جب دل غائب ہوتا ہے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔[1]

نوٹ: اِس حدیث کی مزید شرح کیلئے "فیضانِ ریاض الصالحین" جلد سوم، باب 26، حدیث نمبر 205 اور اس کی شرح کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

"عالِم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حدیثِ پاک جب پڑھی جائے تو خاموشی اور توجہ کے ساتھ اسے سننا چاہیے۔

(2) اَدَب وخاموشی اور حُضُورِ قلب کے ساتھ عالِمِ دِین کا وَعظ سُننا مذہبی عبادت اور دِینی فرض ہے۔

(3) دَورانِ وَعظ بے ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا اور حَرَکت و جُنْبِش کرنا بے اَدَبی و گستاخی ہے۔

(4) کسی بات کو سنتے وقت اگر پوری توجہ نہ ہو تو اس بات کے ذہن سے جلد نکل جانے اور غلط مفہوم ذہن میں بیٹھ جانے کا اِمکان ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں علما کی تعظیم و توقیر کرنے اور اُن کے وعظ و نصیحت کو توجہ اور خاموشی کے ساتھ سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ...الجامع لاخلاق الراوی، باب کیفیۃ الحفظ عن المحدث، ص ۱۵۳، رقم: ۲۳۰۔

باب نمبر: 91

وعظ کرنے اور اس میں مِیانہ رَوِی اَپنانے کا بیان

وعظ کے معنیٰ ہیں وہ چیز جو انسان کو مرغوب کی طرف بُلائے اور خطرے سے بچائے۔ ایک قول یہ ہے کہ وعظ نیکی کی نصیحت کرنا ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو۔ جبکہ ایک قول کے مُطابِق وَعظ و نصیحت وہ کلام ہے جو راہ دین میں ناروا اور نامناسب باتوں سے روکے۔[1] وعظ و نصیحت انبیاو مُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عظیم سُنَّت ہے۔ وَعظ و نصیحت کی اہمیت واِفادیت ایک مسلمہ حقیقت ہے، ہر دور میں اِس کی ضرورت پیش آئی، اِس کے فوائد بے شُمار و بے حِساب ہیں۔ اِس کے ذریعے کُفّار دولت اِسلام سے مُشَرَّف ہوتے، مُسلمانوں کے دِل خوفِ خُدا سے لبریز اور عشقِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سرشار ہوتے، ایمان کو تازگی ملتی، اِسلام کی مَحبَّت میں ترقی آتی، نیکیوں کا جذبہ مِلتا، گُناہوں سے نفرت پیدا ہوتی، ثواب کی طَلَب میں اِضافہ ہوتا، گُناہ سے بچنے کا ذِہن بنتا اور دِین سیکھنے سکھانے کے لئے راہِ خُدا میں سفر کا جذبہ مِلتا ہے۔ اَلغَرَض وعظ و نصیحت ہر طرح سے فائدہ مند ہے، وعظ و نصیحت میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لینا چاہیے، روز روز وعظ کرنے کی بجائے کچھ دن کے وقفے سے کیا جائے، طوالت سے بچا جائے، اگر وعظ و نصیحت میں اعتدال نہ ہو تو فائدے کی بجائے نقصان کا خطرہ پیدا ہو جائے گا کہ سامعین اکتاہٹ کا شِکار ہو کر وعظ سے دور ہو جائیں گے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"وعظ کرنے اور اُس میں مِیانہ رَوِی اپنانے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 4 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیت اور اس کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

دعوتِ اِسلام کے تین طریقے

اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (پ ۱۴، النحل: ۱۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بُلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۱۱، یونس، تحت الآیۃ: ۵۷، تفسیر کبیر، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۸، ۳/ ۳۷۰۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: اِس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم فرمایا: (1) حکمت کے ساتھ۔ اس سے وہ مضبوط دلیل مُراد ہے جو حق کو واضح اور شبہات کو زائل کردے۔ (2) اچھی نصیحت کے ساتھ۔ اس سے مُراد ترغیب وتَرہیب ہے یعنی کسی کام کو کرنے کی ترغیب دینا اور کوئی کام کرنے سے ڈرانا۔ (3) سب سے اچھے طریقے سے بحث کرنے کے ساتھ۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بُلائیں۔[1]

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں چونکہ اِسلام کی دعوت دینے اور وعظ کرنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں اور رِیاض الصالحین کا یہ باب بھی ”وعظ کرنے اوراس میں مِیانہ رَوِی اپنانے کے بیان“ میں ہے اسی لیے اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ آیتِ مبارکہ اِس باب میں لے کر آئے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:699

روزانہ وَعْظ و نَصِیحت سے اِجْتِناب

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ شَقِیْقِ بْنِ سَلَمَۃَ قَالَ: کَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ یُذَکِّرُنَا فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ فَقَالَ لَہُ رَجُلٌ: یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا کُلَّ یَوْمٍ فَقَالَ: اَمَا اِنَّہُ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِھَا مَخَافَۃَ السَّآمَۃِ عَلَیْنَا.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو وائل شقیق بن سَلَمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہر جمعرات ہمیں وعظ و نصیحت فرماتے تھے، ایک شخص نے عَرض کی: اے ابو عبد الرحمٰن! میری تمنّا یہ ہے کہ آپ ہمیں ہر روز وعظ و نصیحت فرمایا کریں۔ حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میرے لیے اِس میں رُکاوٹ یہ ہے کہ میں تمہیں اُکتاہٹ اور ملال میں ڈالنا پسند نہیں کرتا، میں وعظ و نصیحت میں تمہارا ویسا ہی لحاظ رکھتا ہوں جیسا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکتاہٹ

1 ... تفسیر صراط الجنان، پ۱۴، النحل، تحت الآیۃ:۱۲۵، ۵/ ۴۰۳۔

2 ... بخاری، کتاب العلم، باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ، ۱/ ۴۲، حدیث: ۷۰۔

اور مَلال کے خوف سے ہمارا لحاظ رکھتے تھے۔

روزانہ وعظ کی ممانعت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی روزانہ وعظ سے تم اُکتا جاؤ گے اور یہ ذوق شوق جاتا رہے گا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اِتنا لمبا وعظ بھی نہ کہا جائے کہ لوگ گھبرا جائیں تاکہ عِلم و وعظ کی بے قَدری نہ ہو۔ صُوفیائے کِرام فرماتے ہیں کہ جو عالِم یا شَیخ لوگوں کے سامنے ہر دَم اللّٰہ اللّٰہ ہی کرے وہ مَکّار ہے۔ حُضُور کی مجلسِ پاک میں دُنیوی تذکرے بھی ہوتے تھے۔“[1]

فقیہِ اعظم حضرت علّامہ مولانا مُفتی شریف الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ❁ ”ثابِت ہوا کہ اگر کسی اچھے کام کے لیے شَرعاً وَقت مُقرَّر نہ ہو تو اِس کے لیے اَز خُود، دِن مُقرَّر کرنا صحابہ کی سُنَّت ہے، اِسی کے پیشِ نظر اَہلسُنَّت، مِیلاد شریف، عُرس، فاتحہ کے لیے دِن تاریخ مُقرَّر کرتے ہیں، اِس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کسی کام کے لیے دِن وَقت مُقرَّر ہوتا ہے تو لوگ پہلے سے اپنے ضروری کام اَنجام دے کر اُس وَقت کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ❁ اِس سے معلوم ہوا کہ وعظ تقریر اِتنی لمبی نہ کی جائے کہ سُننے والے اُکتا جائیں۔ اِعتبار صِرف اُن لوگوں کے اُکتانے نہ اُکتانے کا ہے جو دِینی ذوق رکھتے ہیں۔ ہر کَس و ناکَس عَوام کَالْاَنْعَام کا نہیں۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نصیحت کرنے اور نیکی کی دعوت دینے کے مُعاملے میں اِعْتِدال سے کام لینا چاہیے، ہر وَقت اور ہر مَوقع پر نصیحت نہیں کرنی چاہیے، اِس لیے کہ اِس سے لوگوں کے دِل اُچاٹ ہو جاتے ہیں اور وہ اُکتا جاتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی بات دِل جمعی اور سُکُونِ خَاطِر سے نہیں سُنتے اِس لیے اِن پر کوئی اچھا اَثَر بھی مُرتَّب نہیں ہوتا، اِس سِلسلے میں آدمی غور کرے کہ میں کس وَقت میں لوگوں کو نیکی کی دعوت دوں جس میں وہ میری بات دِل جمعی اور تَوَجُّہ کے ساتھ سُنیں اور ایسے مَوقع کی تلاش میں

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۹۳ ملخصا۔

2 ... نزہۃ القاری، ۱/ ۴۲۲۔

رہے جب کوئی ایسا مُناسِب مَوقع مُیَسَّر آجائے تو اُس وَقت نیکی کی دعوت دے۔ جو نصیحت اپنے وقت پر نِہایت اَخلاق و مَتانَت اور اِنتہائی مَحَبَّت و شفقت سے کی جاتی ہے دَراَصل وہی مُخاطب کے دِل پر اَثر اَنداز ہوتی ہے اور اُس کا بہترین ثَمرہ مُرتَّب ہوتا ہے۔

مدنی گلدستہ

''عالِم'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) روزانہ وعظ و نصیحت نہیں کرنی چاہیے اِس سے لوگ اُکتا جاتے ہیں اور ذوق شوق جاتا رہتا ہے۔

(2) لمبا چوڑا وعظ بھی نہیں کرنا چاہیے کہ لوگ پریشان ہو جائیں۔

(3) کسی اچھے کام کے لیے کوئی دِن مُقرَّر کرنا صحابہ کی سُنَّت ہے۔

(4) جو نصیحت اپنے وَقت پر، نِہایت اَخلاق و مَتانَت اور اِنتہائی مَحَبَّت و شفقت سے کی جاتی ہے وہی مُخاطب کے دِل پر اَثر اَنداز ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اِعتِدال کے ساتھ وَعظ و نصیحت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:700

دانائی کی علامت

عَنْ اَبِی الْیَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ طُوْلَ صَلَاۃِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِہٖ مَئِنَّۃٌ مِنْ فِقْہِہٖ فَاَطِیْلُوا الصَّلَاۃَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَۃَ. (1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُو الیقظان عمّار بن یاسِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ''مرد کا نَماز کو لمبا کرنا اور خطبہ مختصر کرنا اِس کے دانا

(1) ... مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ص۴۳۲، حدیث: ۲۰۰۹۔

ہونے کی عَلامت ہے، لہٰذا نَماز لمبی اور خطبہ مختصر کرو۔“

نماز لمبی اور خطبہ مختصر ہونے سے مراد:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی فَرضِ جمعہ خُطبۂ جمعہ سے بڑے ہوں کیونکہ نماز مقصود ہے، خُطبہ اِس کے تابع، نیز خُطبہ میں خَلق سے خِطاب ہے اور نَماز میں خالق سے عَرض و مَعروض، لہٰذا یہ دَراز چاہیے، مگر خطبہ اِتنا مختصر بھی نہ ہو کہ اِس کی سُنَّتیں رہ جائیں۔“(1)

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہاں نَماز کے لمبا ہونے سے مُراد یہ ہے کہ نَماز خُطبے کی بہ نِسبت لمبی ہو لہٰذا یہ اِعتراض وارِد نہیں ہوگا کہ حدیث شریف میں تو ہے: جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نَماز پڑھائے تو ہلکی نَماز پڑھائے اور خُطبے سے مُراد وعظ و نصیحت ہے اور جو وعظ و نصیحت قلیل ہو اور (سننے والے کے دل میں) قرار پکڑ جائے اُس وعظ و نصیحت سے بہتر ہے جو کثیر ہو اور دل میں نہ اُترے۔(2)

مدنی گلدستہ

”وعظ“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) نَماز لمبی اور خطبہ چھوٹا ہونا سمجھ داری کی عَلامت ہے۔

(2) خطبہ میں مخلوق سے خِطاب ہوتا ہے اور نَماز میں خالق سے عَرض و مَعروض ہوتی ہے اِس لیے نَماز خطبے کے مُقابَلے میں لمبی ہونی چاہیے۔

(3) تھوڑا اور ذہن میں اتر جانے والا وعظ اس وعظ سے بہتر ہے جو زیادہ ہو مگر دل میں نہ اُترے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں مختصر اور جامِع وعظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(1) ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۴۳۔

(2) ... دلیل الفالحین، کتاب الادب، باب فی الوعظ والاقتصاد فیہ، ۳/ ۱۷۰، تحت الحدیث: ۶۹۹۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:701

بہترین مُعَلِّم

عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ الْحَکَمِ السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَا اَنَا اُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ: یَرْحَمُکَ اللّٰہُ، فَرَمَانِی الْقَوْمُ بِاَبْصَارِہِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُکْلَ اُمِّیَاہُ! مَا شَاْنُکُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَیَّ؟ فَجَعَلُوْا یَضْرِبُوْنَ بِاَیْدِیْھِمْ عَلٰی اَفْخَاذِھِمْ، فَلَمَّا رَاَیْتُھُمْ یُصَمِّتُوْنَنِیْ لٰکِنِّیْ سَکَتُّ فَلَمَّا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِیْ ھُوَ وَاُمِّیْ مَا رَاَیْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَہُ وَلَا بَعْدَہُ اَحْسَنَ تَعْلِیْمًا مِنْہُ فَوَاللّٰہِ مَا کَھَرَنِیْ وَلَا ضَرَبَنِیْ وَلَا شَتَمَنِیْ. قَالَ: اِنَّ ھٰذِہِ الصَّلَاۃَ لَا یَصْلُحُ فِیْھَا شَیْءٌ مِنْ کَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا ھِیَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّکْبِیْرُ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ حَدِیْثُ عَھْدٍ بِجَاھِلِیَّۃٍ وَقَدْ جَاءَ اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ وَ اِنَّ مِنَّا رِجَالًا یَاْتُوْنَ الْکُھَّانَ؟ قَالَ: فَلَا تَاْتِھِمْ قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ یَتَطَیَّرُوْنَ؟ قَالَ: ذَاکَ شَیْءٌ یَجِدُوْنَہُ فِیْ صُدُوْرِھِمْ فَلَا یَصُدَّنَّھُمْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا مُعاوِیہ بن حَکَم سُلَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا کہ قوم میں سے ایک شخص کو چھینک آئی، میں نے کہا: یَرْحَمُکَ اللّٰہُ (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم کرے) تو لوگ مجھے تیز نگاہوں سے دیکھنے لگے، میں نے کہا: ہائے میری ماں کا رونا، تم لوگ مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟ تو لوگ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے، جب میں نے سمجھا کہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا، پھر جب **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پوری فرمائی، میرے ماں باپ آپ پر نثار، میں نے ایسا اچھا سکھانے والا مُعَلِّم نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد۔ خُدا کی قسم! آپ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مارا، نہ کچھ بُرا کہا بلکہ فرمایا: "نماز میں باتیں کرنا دُرست نہیں، نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی قراءت کی جاتی ہے۔" یا جو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

1 ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ...الخ، ص ۲۱۵، حدیث: ۱۱۹۹۔

فرمایا۔ میں نے عَرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں زمانۂ جاہلیت کے قریب کا انسان ہوں اور اب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِسلام کی دولت سے مُشَرَّف فرمادیا ہے۔ (پھر پوچھا) ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں؟ اِرشاد فرمایا: ”کاہنوں کے پاس مت جاؤ۔“ میں نے پوچھا: ہم میں سے بعض (پرندوں وغیرہ کے ذریعے) شگون بھی لیتے ہیں؟ اِرشاد فرمایا: ”یہ ایک چیز (یعنی خیال) ہے جسے وہ اپنے دِل میں پاتے ہیں لیکن یہ اُنہیں (اُن کے عَزم واِرادے سے) نہ روکے۔“

پیار و محبت سے مسئلہ بتانا چاہیے:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان اس حصۂ حدیث ”ہائے میری ماں کا رونا“ کے تحت فرماتے ہیں: عَرَب میں یہ لفظ تعجب پر بولا جاتا ہے اِس کے معنٰی یہ ہیں کہ میں مر گیا اور میری ماں مجھے رو رہی ہے یعنی میں نے ایسا کون سا کام کیا جو اِس کے رونے کا سبب ہوا۔ (مزید فرماتے ہیں:) اَوَّلاً اسلام میں بحالتِ نماز کلام سلام بھی کیا جاتا تھا اور اِمام کے پیچھے قراءت بھی: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ۝﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۳۸) (ترجمۂ کنز الایمان: اور کھڑے ہو اللہ کے حُضُور اَدَب سے) سے کلام و سلام بند ہوا اور ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾ (پ ۹، الاعراف: ۲۰۴) (ترجمۂ کنز الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر سُنو اور خاموش رہو کہ تم پر رَحم ہو) سے اِمام کے پیچھے قراءت ممنوع ہوئی، نماز میں کلام بند ہو چکی تھی اِنہیں یہ خبر نہ تھی اِس لیے اِنہوں نے (یعنی حضرت معاویہ بن حکم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز میں) یہ گفتگو کی۔ صَحابہ نے اِنہیں کلام سے روکنے کے لیے اپنا ایک ہاتھ ایک ایک بار ران پر مارا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ضرورۃً کنکھیوں سے دائیں بائیں دیکھنا اور عَمَلِ قلیل بھی جائز ہے۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ناواقفیت سے کوئی غلط کام کرے تو پیار اور مَحَبَّت سے اُسے مسئلہ بتانا چاہیے جیسے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سَیِّدُنا مُعاوِیہ بن حَکَم سُلَمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نماز میں کلام کا مسئلہ بتایا۔ ہم میں سے کوئی اگر کسی کو گُناہ کرتا دیکھے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۲۸، ۱۲۹۔

تو نہایت متانت اور نرمی کے ساتھ اُسے منع کرے۔ حدیث پاک میں ہے: ”تم میں سے جو شخص بری بات دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے بدلے اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔“[1] بہارِ شریعت میں ہے: ”اُمرا (حکمرانوں) کے ذمہ امر بالمعروف ہاتھ سے ہے کہ اپنی قوت وسطوت (یعنی طاقت و دبدبہ) سے اس کام کو روک دیں اور علما کے ذمہ زبان سے ہے کہ اچھی بات کرنے کو اور بری بات سے باز رہنے کو زبان سے کہہ دیں اور عوام الناس کے ذمہ دل سے برا جاننا ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”نماز“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نماز میں کلام کرنا اور اِمام کی اِقتدا میں قراءت کرنا ممنوع ہے۔

(2) کاہنوں کے پاس جانا منع ہے۔

(3) بدشگونی لینا منع ہے۔

(4) غلط کام کرنے والے کو پیار، مَحبَّت اور شفقت سے سمجھانا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں نرمی اور مَحبَّت کے ساتھ نصیحت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 702

آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَۃً وَجِلَتْ

---

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر۔۔۔الخ، ص۴۸، حدیث: ۱۷۷۔

2 . . . بہارِ شریعت، ۳/ ۶۱۵، حصہ ۱۶۔

مِنۡهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنۡهَا الْعُيُوْنُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حُضُور نبی کریم، رَءُوف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ایک ایسا وعظ فرمایا جس سے دِل خوف زدہ اور آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔

پُر تاثیر وعظ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: یوں تو حُضُور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے تمام وعظ ہی مُؤثِر ہوتے تھے لیکن خُصوصِیَّت سے یہ وعظ بہت پُر تاثیر تھا۔ جس میں عشقِ خُدا، خَوفِ کبریا کا دریا موجیں مار رہا تھا عشق سے آنسو بہے اور خوف سے دِل ڈرے۔[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واعظ کے لیے ضَروری ہے کہ وہ لوگوں کے حالات ونَفسِیّات سے واقِفِیَّت رکھتا ہو اور لوگوں کا دِلی طور پر خیر خواہ ہو نہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی اِس طرح اُمّید دِلائے کہ لوگ عمل سے غافل و بے پَرواہ ہو جائیں اور نہ اُن کو اِس قَدْر خوف دِلائے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔ حُضُور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وعظ و نصیحت کا اَنداز انتہائی دِلنشین ہوا کرتا۔ کبھی خوفِ خُدا کا بَیان ہوتا تو کبھی رحمتِ اِلٰہی کی بِشارتیں، کبھی جنَّت کی خوشخبریاں سُناتے تو کبھی دوزخ سے ڈراتے اور کبھی سابقہ اُمّتوں کے حالات سے آگاہ فرماتے تو کبھی آنے والے فِتنوں کی خبر اِرشاد فرماتے۔ اَلْغَرَض کلام حاضِرین کی حالت اور وقت کے تقاضے کے عَین مُطابِق ہوتا۔

وعظ و نصیحت کے چار طریقے:

حُجَّۃُ الْاِسْلام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "اگر تم کہو کہ وعظ کا کوئی ایسا طریقہ بَیان ہو جائے جسے واعظین وعظ میں اِختیار کریں تو جان لو کہ اِس میں کافی تفصیل ہے جس کا اِحاطہ ناممکن ہے۔ البتّہ ہم گناہ پر اِصرار کے مسئلے کے حل اور گناہ چھوڑنے کی ترغیب میں فائدہ

1 ... ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ۴/۳۰۸، حدیث: ۲۶۸۵ بتقدم وتاخر۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۱۶۵۔

مند کلام چار طریقوں کی صُورت میں ذِکر کرتے ہیں:

❁ **پہلا طریقہ:** قُرآنِ پاک کی وہ آیات بَیان کی جائیں جن میں گُناہ گاروں اور نافرمانوں کو ڈَرایا گیا ہے۔ یونہی اِس حوالے سے مَروِی اَحادیثِ مُبارَکہ اور اَقوالِ بُزرگانِ دین بَیان کیے جائیں۔

❁ **دُوسرا طریقہ:** اَنبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور سَلَفِ صالحین رَحِمَہُمُ اللهُ الْمُبِیْن کی حِکایات اور اُن کے اِمتحان کے سِلسلہ میں اُن پر جو آزمائشیں آئیں وہ بَیان کی جائیں کہ وہ مخلوق کے دِلوں پر خُوب اَثر کرتی اور اُنہیں نَفْع پہنچاتی ہیں۔

❁ **تیسرا طریقہ:** لوگوں کے سامنے یہ بات بَیان کی جائے کہ گُناہوں کی سزا دُنیا ہی میں مِل جانا مُمکن ہے اور بندے کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اُس کے گُناہوں کے سبب پہنچتی ہے۔ اَکثر لوگ آخرت کے مُعاملے میں بہت سُستی بَرتتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے دُنیوی سزاؤں سے بہت ڈرتے ہیں۔ تو مُناسِب یہی ہے کہ اُن کو دُنیوی سزا سے ڈرایا جائے کیونکہ سارے ہی گُناہوں کی نُحوست جَلْد دُنیا کے اندر اکثر کاموں میں ظاہر ہو جاتی ہے حتّٰی کہ بعض اوقات گُناہوں کے سبب بندے پر رِزْق تنگ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات لوگوں کے دِلوں میں اِس کی قَدْر و مَنزِلت کم ہو جاتی ہے اور اِس کے دُشمن اِس پر غالب آجاتے ہیں۔ مُحسِنِ کائنات، شاہِ مَوجودات صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک بندہ گُناہ کے باعث رِزْق سے مَحروم کر دیا جاتا ہے۔“[1]

❁ **چوتھا طریقہ:** گُناہ کرنے کے نتیجے میں جو سزائیں مِلیں گی اُنہیں بَیان کیا جائے مثلاً شراب نوشی، زِنا، چوری، قَتْل، غیبت، تکبُّر، حسد وغیرہ کی سزائیں بَیان کی جائیں۔ تمام گُناہوں کی سزاؤں کا شُمار تو نامُمکن ہے اور غَیرِ اَہْل کے سامنے اُن کا ذِکر ایسے ہی ہے جیسے دوا کو غیر محل میں اِستعمال کرنا۔ عالِم کو طبیبِ حاذِق کی طرح ہونا چاہیے کہ وہ پہلے نَبض، رَنگت اور حَرَکات و سَکَنات سے اندرونی بیماریوں کی جانچ کرتا ہے پھر اُن کے عِلاج میں مصروف ہو جاتا ہے۔ عالِم کو بھی چاہیے کہ پہلے قَرائن کے ذریعے چھپی ہوئی صِفات معلوم کرے پھر جو صِفات

---

1 . . . ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴/ ۳۶۹، حدیث: ۴۰۲۲۔

معلوم ہو جائیں تو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرتے ہوئے اُن کی اِصلاح کرے۔ ❁ حُضُورِ نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اَقْدَس میں ایک شخص نے عَرْض کی: "مجھے نصیحت فرمایئے لیکن زیادہ نہ ہو۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "لَا تَغْضَبْ یعنی غصہ نہ کیا کرو۔"[1] ❁ ایک شخص نے عَرْض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے نصیحت فرمایئے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اُس سے نااُمّید ہو جاؤ اور لالچ سے بچو کہ (تم فقر سے بچنے کے لیے طَمَع کرتے ہو مگر) طَمَع (بذاتِ خُود) فقر حاضِر ہے اور جب نماز پڑھو تو زندگی کی آخِری نماز (سمجھ کر) پڑھو اور ہرگز ایسی بات نہ کرو جس سے تمہیں (کل) مَعذِرت کرنی پڑے۔"[2] ❁ حضرتِ سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خِدمت میں ایک شخص نے عَرْض کی: "مجھے نصیحت کیجئے۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ دُنیا اور آخرت میں فِرِشتہ بن جاؤ۔" اُس نے کہا: "میرے لئے یہ کیسے ممکن ہے؟" فرمایا: "خود پر دُنیا سے بے رَغبتی لازِم کرلو۔" گویا نبیوں کے سردار، غیبوں پہ خبردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے شخص میں غصے کی علامات کو جانا تو اُسے غصے سے منع فرمایا اور دُوسرے میں لوگوں (کے اَموال) میں طَمَع اور لمبی اُمیدیں لگانے کی علامات کو مُلاحَظہ فرمایا تو اُسے اِس سے منع فرمایا اور حضرتِ سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سائل میں دُنیا کی حِرْص کا گُمان کیا تو اُسے اِس بارے میں نصیحت فرمائی۔

(امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں:) ہر واعظ کو اپنی مکمل تَوَجُّہ باطن میں چھپی ہوئی صِفات کی جانچ میں مصروف رکھنی چاہیے اور لوگوں کے اَحوال پہچاننے کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ اس کی مَشغولیت مقصد کی طرف رہے کیونکہ ہر بندے کو شریعت کے تمام مَواعظ اور نصیحتیں بَیان کر دینا ناممکن ہے اور جس بات کی اِنسان کو ضَرورت نہیں وعظ میں اُسے بَیان کرنا وَقت ضائع کرنا ہے۔ **سوال:** اگر واعظ کسی مجمع میں وعظ کر رہا ہو یا کوئی نصیحت کا طالِب ہو مگر واعظ اُس کی باطنی کیفیت سے واقِف نہ ہو تو واعظ کو کیا کرنا چاہئے؟ **جواب:**

---

[1] . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی کثرۃ الغضب، ۳/ ۴۱۱، حدیث: ۲۰۲۷۔

[2] . . . مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، باب ایاک والطمع فانہ الفقر الحاضر، ۵/ ۴۶۵، حدیث: ۷۹۹۸۔

ایسی صُورت میں واعظ کو چاہئے کہ اُن باتوں کی نصیحت کرے جن کی عُمومی طور پر یا اکثر تمام لوگوں کو حاجت ہوتی ہے کیونکہ عُلُومِ شَرْعِیَّہ میں غذائیں بھی ہیں اور دوائیں بھی۔ غذائیں سب کے لئے ہیں جبکہ دوائیں صرف بیماروں کے لئے ہیں۔ اِس کی مثال یہ رِوایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں عَرض کی: ”مجھے نصیحت فرمائیے۔“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا تمام بھلائیوں کی جڑ ہے اور جِہاد کرو کیونکہ اِسلام کی رَہبانِیَّت (گوشہ نشینی) یہی ہے اور قُرآنِ پاک کو لازِم پکڑلو کیونکہ یہ زمین والوں میں تمہارے لئے نُور اور اَہْلِ آسمان میں تمہارے چرچے کا سبب ہے اور اچھی بات کے سِوا خاموشی اِختیار کرو اِس طرح تم شیطان پر غَلَبہ حاصِل کرلوگے۔[1]

مدنی گلدستہ

”واعظ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) واعظ کو لوگوں کے حالات و نَفسِیّات سے آگاہ ہونا چاہیے اور لوگوں کا دِلی طور پر خَیر خواہ ہونا چاہیے۔

(2) وعظ میں رحمتِ الٰہی کی اِس طرح اُمید نہیں دِلانی چاہیے کہ لوگ عَمَل سے غافل اور بے پَروا ہو جائیں۔

(3) وعظ میں اِس قَدر خوف بھی نہیں دِلانا چاہیے کہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔

(4) وعظ میں کبھی خوفِ خُدا کا بَیان ہو تو کبھی رحمتِ اِلٰہی کا ذِکر، کبھی جنّت کی خوشخبریاں سُنائی جائیں تو کبھی دوزخ سے ڈرایا جائے۔ اَلغَرَض کلام حاضِرین کی حالت اور وَقت کے تقاضے کے مُطابِق ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اِخلاص کے ساتھ حاضِرین کی حالت کے مُطابِق وعظ و نصیحت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . احیاء العلوم، کتاب التوبة، الرکن الرابع فی دواء التوبة۔۔۔الخ، ۴/ ۶۳، ۶۹ ملخصا۔

باب نمبر:92

وقار اور سُکون کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سکون واطمینان اور سنجیدگی وو قار بہترین خصلتیں ہیں، پر سکون اور باوقار شخص کا لوگوں کے دِلوں پر بڑا گہرا اَثَر پڑتا ہے، لوگوں کے دِلوں میں اِس کی عَظَمت و ہیبت بیٹھ جاتی ہے اور لوگ اس کے لیے ادب و تعظیم بجالاتے ہیں۔ اس کے برعکس جو شخص وقار اختیار نہیں کرتا اور اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں بلاوجہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے، چِلّا چِلّا کر باتیں کرتا ہے، فضول بولتا چلا جاتا ہے، مذاق مسخری کرتا ہے، اطمینان وسکون نہیں اپناتا اور لوگوں کے سامنے داڑھی اور اَنگوٹھی کے ساتھ کھیلتا ہے، اُنگلیاں چٹخاتا ہے، بار بار کھنکارتا ہے، دانتوں میں خِلال کرتا ہے، ناک میں اُنگلی ڈالتا ہے، ناک صاف کرتا ہے، تُھوکتا ہے، اَنگڑائیاں اور جَمائیاں لیتا ہے اور بلاوجہ اَپنے اَعضاء کو حَرَکت دیتا رہتا ہے وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے اور اُس کی عزت ووقار میں کمی آجاتی ہے۔ رِیاض الصالحین کا یہ باب بھی **"وقار اور سکون کے بیان"** میں ہے۔ اِمام اَبوزَکَرِیّا یحییٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 1 آیتِ مُقَدَّسہ اور 1 حدیثِ مُبارَکہ بیان فرمائی ہے۔ پہلے آیت اور اس کا ترجمہ و تفسیر مُلاحَظہ کیجئے۔

اِطمینان اور وَقار کے ساتھ چلنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

اِس آیت کی تفسیر میں صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الہَادِی فرماتے ہیں: (یعنی) اطمینان ووقار کے ساتھ مُتواضِعانہ شان سے (چلتے ہیں) نہ کہ متکبرانہ طریقہ پر، جوتے کھٹکھٹاتے، پاؤں زور سے مارتے، اِتراتے کہ یہ متکبرین کی شان ہے اور شَرع نے اس کو منع فرمایا۔ (اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں) اور کوئی ناگوار کلِمہ یا بے ہودہ یا خِلافِ اَدب وتہذیب بات کہتے ہیں (تو وہ

کہتے ہیں: بس سلام) یہ سلامِ مُتارکت ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ مُجادلہ کرنے سے اِعراض کرتے ہیں یا یہ معنیٰ ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو دُرست ہو اور اس میں ایذا اور گُناہ سے سالم رہیں۔[1]

اطمینان اور وقار کے ساتھ چلنے کی ترغیب:

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کو آہستہ، سکون و اطمینان اور وقار کے ساتھ چلنا چاہیے۔ اَحادیث میں بھی اس کی ترغیب دی گئی ہے، تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: **(1)** "تمہارے لئے سکون (سے چلنا) ضروری ہے کیونکہ دوڑنے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔"[2] **(2)** "تیز چلنا ایمان والوں کی ہیبت ختم کر دیتا ہے۔"[3] **(3)** "تیز چلنا چہرے کے حسن کو ختم کر دیتا ہے۔"[4]

چلنے میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انداز:

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پُر وقار انداز میں اور اطمینان کے ساتھ چلتے۔ **(1)** حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ چلتے وقت حضورِ اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ذرا جھک کر چلتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی بلندی سے اتر رہے ہیں۔[5] **(2)** حضرت سَیِّدُنا ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "حضور پُر نور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چلنے میں اطمینان سے قدم اٹھاتے، وقار کے ساتھ جھک کر چلتے، قدم لمبا رکھتے اور جب آپ چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپ اوپر سے نیچے اتر رہے ہوں۔[6]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۹، الفرقان، تحت الآیۃ: ۶۳۔

2... بخاری، کتاب الحج، باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسکینۃ عند الافاضۃ۔۔۔ الخ، ۱/ ۵۵۸، حدیث: ۱۶۷۱۔

3... حلیۃ الاولیاء، ذکر جماعۃ من العارفین العراقیین، محمد بن یعقوب، ۱۰/ ۳۰۸، حدیث: ۱۵۳۰۹۔

4... کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، قسم الاقوال، آداب المشی، ۸/ ۱۷۵، حدیث: ۴۱۲۱۴، الجزء الخامس عشر۔

5... شمائل ترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۹، حدیث: ۲۔

6... الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل قد اتیناک اکرمک اللہ من ذکر الاخلاق الحمیدۃ۔۔۔ الخ، ص ۱۵۷، الجزء الاول۔

حدیث نمبر:703

کھِل کھلا کر ہنسنا سنت نہیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى تُرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔ (1)

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے دو جہاں کے تاجْوَر، سُلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کبھی پورا ہنستے نہ دیکھا کہ آپ کے لَہوات شریفہ (یعنی منہ کا اندرونی حصہ) دیکھ لیا جاتا۔ آپ صِرف مُسکرایا کرتے تھے۔

کھِل کھلا کر ہنسنے سے مراد:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی اس طرح ہنستے نہ دیکھا کہ آپ کا منہ شریف کھل جاتا اور میں آپ کے تالو کا آخری حصہ دیکھ لیتی لَہَوَاتٌ جمع ہے لَہَاۃٌ کی، لَہَاۃ وہ پارۂ گوشت جو تالُو کی اِنتہا اور حلق سے مُتَّصِل ہے، حُضورِ اَنْوَر (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) اِس طرح ساری عُمْر کبھی نہ ہنسے۔(2) ایک جگہ فرماتے ہیں: عَرَبی میں لَہَاۃٌ حلق کے کنارہ پر گوشت اور لٹکے ہوئے کوے کو کہتے ہیں۔ جب اِنسان ٹھٹھّہ مار کر ہنستا ہے تو پورا مُنہ کُھل جاتا ہے اور وہ جگہ نظر آجاتی ہے، حُضورِ اَنْوَر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِس طرح نہیں ہنستے تھے۔(3)

تبسم کی عادت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: حُضورِ اَنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہنستے کبھی نہ تھے، مسکراتے بہت تھے، ہنسنا قلب میں غفلت پیدا کرتا ہے، تَبَسُّم خوش اَخلاقی ہے اِس سے سامنے والے کو خوشی ہوتی ہے۔(4)

---

1 ... بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، ۴/ ۱۲۵، حدیث: ۶۰۹۲ بتغیر قلیل۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۴۰۲۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۷۳۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۴۰۲۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں ...... اُس تبسُّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

عَلّامہ مُلّا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کبھی کبھار ہنسنا بھی ثابت ہے مگر قہقہہ لگانا ٹھٹھہ مارنا کبھی ثابت نہیں، تبسُّم فرمانے کی عادت بہت تھی۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سنجیدگی کو اپنے مزاج کا حِصّہ بنا لیجئے اور مذاق مسخری کی عادت، کِھل کِھلا کر اور قہقہہ مار کر ہنسنے سے پرہیز کریں۔ امیر المؤمنین سَیِّدُنا عُمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جو شخص زِیادہ ہنستا ہے اس کا دَبدبہ اور رُعب چلا جاتا ہے اور جو آدمی (کثرت سے) مِزاح کرتا ہے وہ دُوسروں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔“[2] حضور نبی اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قہقہہ شیطان کی طرف سے ہے اور مسکرانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔“[3]

مدنی گلدستہ

”وقار“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کِھل کِھلا کر اور قہقہہ مار کر ہنسنے سے پرہیز کرنا چاہیے کہ یہ خِلافِ سنت ہے۔

(2) تبسُّم کو اپنانا چاہیے کہ یہ خوش اَخلاقی میں داخل ہے اِس سے سامنے والے کا دل خوش ہوتا ہے۔

(3) مذاق مسخری کی عادت پالنے سے بچنا چاہیے کہ اِس سے وَقار جاتا رہتا ہے۔

(4) زِیادہ ہنسنے سے دِل میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ ہمیں کِھل کِھلا کر ہنسنے اور قہقہہ مارنے سے بچائے اور مُسکرانے کی عادت اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الضحک، ۸/۵۰۵، تحت الحدیث: ۴۷۴۵۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب آفات اللسان، الآفۃ العاشرۃ المزاح، ۳/۱۵۸۔

3 . . . معجم صغیر، من اسمہ محمد، ص ۱۰۴، حدیث: ۱۰۵۷، الجزء الثانی۔

باب نمبر:93 عبادات کیلئے سُکُون اور وَقار کے ساتھ آنے کا بیان

نماز اور علم وغیرہ دیگر عبادات کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ آنے کے مُستحب ہونے کا بیان

چلنے میں مسلمان کی چال اِمتیازی ہونی چاہیے۔ لہٰذا ہمیں راستے کے ایک طرف ہو کر اِدھر اُدھر جھانکے تاکے بغیر سر جھکا کر تکبُّر اور اِتراہٹ کے بغیر چلنا چاہیے۔ نہ بہت تیز چلنا چاہیے اور نہ اتنا آہستہ کہ بیمار محسوس ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہت تیز چلنا مومن کا وَقار ختم کر دیتا ہے۔[1] لہٰذا درمیانہ انداز میں اور نہایت سکون اور پُر وَقار طریقے پر چلیے، بالخصوص نماز وغیرہ عبادت کے لیے مسجد جاتے وقت نیز طلب علم کے لیے مدرسہ یا علم کی محفل میں شرکت کے لیے بھی نہایت اِطمینان کے ساتھ چل کر جائیں۔ اِس کا فائدہ یہ ہو گا کہ جب آپ وہاں پہنچیں گے تو پُر سکون ہوں گے اور خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کی ادائیگی کر سکیں گے، اس کے برعکس اگر آپ دوڑتے ہوئے آئے تو جلد بازی کے سبب اِضطراب اور بے چینی کی کیفیت میں عبادت شروع کریں گے اور اِس طرح آپ کو کامل خشوع حاصل نہیں ہو گا بلکہ ہو سکتا ہے اَصل خشوع ہی پیدا نہ ہو۔ رِیاض الصالحین کا یہ باب بھی **"نماز اور علم وغیرہ دیگر عبادات کے لیے سکون اور وَقار کے ساتھ آنے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَكَرِيَّا يَحْيٰى بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیتِ مُقَدَّسہ اور 2 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

دِلوں کی پرہیزگاری

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲ (پ ۱۷، الحج: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دِلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

صدرالافاضل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی فرماتے ہیں: شَعَائِرُ اللہ سے دِین کے اَعلام یعنی نشانیاں مراد ہیں خواہ وہ مکانات ہوں جیسے کعبہ، عرفات، مُزدَلِفہ، جِمارِ ثَلٰثہ،

1 ... مسند الفردوس، باب السین، ۲/ ۳۴۴، حدیث: ۳۵۰۸۔

صَفا، مَروہ، مِنٰی، مَساجِد یا اَزْمنہ جیسے رمضان، اَشْہرِ حرام، عِیدِ فِطر و اَضحٰی، جمعہ، اَیَّامِ تَشریق یا دوسرے علامات جیسے اَذان، اِقامت، نمازِ باجماعت، نمازِ جمعہ، نمازِ عِیدَین، خَتْنہ یہ سب شَعائِرِ دِین ہیں۔[1]

عبادت کے مَقامات اور جگہیں مثلاً مَساجِد اور مَدارِس وغیرہ چونکہ شَعَائِرُاللہ میں سے ہیں اور اِطمینان اور وَقار کے ساتھ عبادت کے لیے شَعَائِرُاللہ کی طرف آنا اَعضاء کے ذریعے اِن کی تعظیم کرنا ہے اِسی وجہ سے اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں لے کر آئے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:704

اِطمِینان کے ساتھ مسجد جانا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوا.[2]

زَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَايَةٍ لَهُ: فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ يَعْمِدُ اِلَى الصَّلَاةِ فَهُوَ فِیْ صَلَاةٍ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب اِقامت کہی جائے تو نَماز کے لیے دوڑتے ہوئے مَت آؤ بلکہ اِطمینان کے ساتھ چل کر آؤ اور جو رکعتیں (جماعت کے ساتھ) مل جائیں اُنہیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انہیں (تنہا) پوری کرلو۔“ اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ”کیونکہ جب تم میں سے کوئی نَماز کا اِرادہ کرلیتا ہے تو اس وقت سے وہ نَماز میں ہوتا ہے۔“

تیز چلنے سے منع کرنے کی حکمت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حدیث شریف میں اِقامت کا ذِکر اِس لیے کیا

---

1 . . . تفسیر خزائن العرفان، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ:۱۵۸۔

2 . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب المشی الی الجمعۃ، ۱ / ۳۱۳، حدیث:۹۰۸ بتغیر قلیل۔

3 . . . مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب اتیان الصلاۃ بوقار و سکینۃ۔۔۔ الخ، ص ۳۰۹ ، حدیث:۱۳۶۰۔

گیا تاکہ اِقامت کے علاوہ پر بھی تَنْبِیہ ہو جائے کیونکہ جب نماز کا کچھ حصہ چُھوٹ جانے کے اَندیشے کے باوُجود اِقامت کے وَقْت تیز چل کر آنے سے مَنْع کر دیا گیا تو اِقامت سے پہلے تیز آنا بدرَجہ اَولیٰ مَمْنُوع ہوگا اور ایک قول کے مُطابِق اِقامت کے وَقْت تیز چل کر آنے سے اِس لیے مَنْع کیا گیا کہ جب اِقامت ہو رہی ہوگی تو تیز آنے والا نَماز میں اِس حالت میں داخل ہوگا کہ دوڑنے کی وجہ سے اس کا سانس پُھول رہا ہوگا تو اَیسی حالت میں اسے کامل خشوع حاصل نہیں ہوگا اِس کے بَرعَکس اگر وہ اِقامت سے پہلے آئے گا تو اِقامت شُروع ہونے سے پہلے اُسے آرام مِل جائے گا۔ (آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:) نَماز کے لیے تیز چل کر آنا اِس لیے ممنوع ہے کہ یہ خُشُوع کے مُنافی ہے اور تیز نہ چلنے سے قَدَم زِیادہ بنتے ہیں اور یہ عَمَل پسندیدہ اور شریعت کو مَطلوب ہے کہ (نَماز کے لیے باوُضو ہو کر جانے میں) ہر قَدَم پر ایک دَرَجہ بلند ہوتا ہے۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی اَحمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: **یعنی** جماعت کے لئے گھبرا کر دوڑتے نہ آؤ کہ اِس میں گِر جانے، چوٹ کھانے کا اَندیشہ ہے۔ (نیز فرماتے ہیں:) اِس سے چند مَسئلے معلوم ہوئے: **ایک** یہ کہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے سُکون سے آنا مُسْتَحَب ہے، دوڑنا مُسْتَحَب کے خِلاف ہے حرام نہیں۔ **دُوسرے** یہ کہ آخِری جُزْو مل جانے سے جماعت مل جاتی ہے، لہٰذا جو نَمازِ جمعہ کی التحیات میں مِل جائے وہ جمعہ پڑھے۔ **تیسرے** یہ کہ جس رَکْعَت میں مُقْتَدِی مِلے وہ تعداد کے لحاظ سے رَکْعَتِ اَوَّل ہے اور قِراءَت کے لحاظ سے رَکْعَتِ آخِری۔ (اِس حصۂ حدیث "جب تم میں سے کوئی نَماز کا اِرادہ کرلیتا ہے تو اُس وَقْت سے وہ نَماز میں ہوتا ہے" کے تحت فرماتے ہیں:) **یعنی** جب سے وہ نَماز کے اِرادے سے گھر سے چلا اُسے نَماز کا ثواب مل رہا ہے پھر جلدی کیوں کرتا ہے، کیوں گِرتا اور چوٹ کھاتا ہے، اِطمینان سے آئے جو پائے اُس کو ادا کرے۔ خیال رہے کہ اگر تکبیرِ اُولیٰ یا رُکوع پانے کے لئے قدرے تیزی سے آئے مگر نہ اِتنی کہ چوٹ لگنے گِرنے کا اَندیشہ ہو تو مُضائقہ نہیں۔[2]

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الاذان، باب لا یسعی الی الصلاة...الخ، ۴/ ۲۱۳، تحت الحدیث: ۶۳۶ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۲۵، ۴۲۶ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:705

اطمینان و سُکون اِختیار کرو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْاِبِلِ فَاَشَارَ بِسَوْطِهِ اِلَيْهِمْ وَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ.(1)

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَرْوِی ہے کہ وہ عَرَفہ کے دن نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ (مَیدانِ عَرَفات سے مُزْدَلِفَہ کے لیے) نکلے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے پیچھے اونٹوں کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور مارنے کی آواز سُنی تو آپ نے اپنے چابک سے لوگوں کی طرف اِشارہ کیا اور فرمایا: اے لوگو! اِطمینان وسُکون اِختیار کرو کیونکہ سُواری تیز دوڑانا نیکی نہیں ہے۔

حدیث پاک کی باب سے مناسبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیث شریف میں ہے کہ مَیدانِ عَرَفات سے مُزْدَلِفَہ کی طرف رَوانہ ہوتے وَقت سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِطمینان و سُکون اِختیار کرنے کا حکم اِرشاد فرمایا اور مُزْدَلِفَہ کی طرف رَختِ سفر عبادت کی اَدائیگی کے لیے باندھا جاتا ہے کہ مُزْدَلِفَہ میں رات گُزارنا سُنَّتِ مُؤَکَّدہ ہے اور اِس میں ٹھہرنا واجب ہے۔ معلوم ہوا کہ جب آدمی عبادت کی جگہوں کی طرف جائے تو جلدی جلدی نہ جائے بلکہ سُکون واِطمینان کے ساتھ جائے اور رِیاضُ الصّٰلِحین کا یہ باب بھی چونکہ عبادت کے لیے سُکون اور وَقار کے ساتھ جانے کے بارے میں ہے اِسی وجہ سے اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی یہ حدیثِ مُبارَکہ اِس باب میں لے کر آئے۔

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو آہستہ چلنے کی تعلیم دی اور کوڑے سے اشارہ کرکے آہستہ چلنے کی تلقین فرمائی یعنی عرفات سے باہر نکلتے وقت بے تحاشہ نہ بھاگیں اور نہ ہی اونٹوں کو دوڑائیں کیونکہ اونٹ

---

1 . . . بخاری، کتاب الحج، باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسکینۃ عند الافاضۃ۔۔۔ الخ، ١/٥٥٨، حدیث: ١٦٧١۔

دوڑانا کوئی اچھا کام نہیں اس سے نقصان کا ڈر ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”مُزْدَلِفَہ“کے 6 حروف کی نسبت سے احادیث مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) گھر سے نَماز کے اِرادے سے نکلتے ہی نَماز کا ثواب مِلنا شُروع ہو جاتا ہے۔

(2) نَماز وغیرہ عبادات اور عِلم کی مَحافِل میں شِرکت کے لیے دوڑتے ہوئے نہیں بلکہ اِطمینان سے آنا چاہئے کہ یہ مُستَحب ہے۔

(3) نَماز کے لیے اِطمینان کے ساتھ آنے میں قَدَم زِیادہ بنتے ہیں اور جتنے قدم زِیادہ ہوں گے اُتنے ہی دَرَجات زِیادہ بلند ہوں گے۔

(4) گھبرا کر دوڑتے ہوئے آنے کی صُورت میں پاؤں پھسلنے، گرنے اور چوٹ لگنے کا خطرہ رہتا ہے۔

(5) تکبیرِ اُولیٰ پانے کے لیے قدرے تیزی سے آنا جس میں چوٹ لگنے وغیرہ کا خطرہ نہ ہو تو اِس میں حَرَج نہیں۔

(6) کوشش کر کے جلد ہی گھر سے نِکلا جائے تاکہ عبادت شروع ہونے سے پہلے وہاں پہنچ کر آرام حاصل ہو جائے اور عبادت میں خُشُوع وخُضُوع کے ساتھ داخل ہوا جاسکے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عبادت کی جگہوں میں سکون ووَقار کے ساتھ جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... تفہیم البخاری، ۳/۱۷۔

باب نمبر:94

مہمان نوازی کا بیان

مہمان نوازی اَچھے اَخلاق اور تہذیب و شائستگی کی علامت اور اِسلام کے آداب میں سے ہے۔ مہمان کی عزت واِحترام اور اُس کی خاطِر تواضُع کرنا انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سُنَّت اور اَولیائے عِظام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کی خَصلت ہے، مہمان نوازی کے بَہت فضائل ہیں۔ اَمیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: مجھے تین چیزیں بڑی پیاری ہیں: **(1)** اِکْرامُ الضَّیف مہمان کی خِدمت **(2)** صِیامُ الصَّیف گرمی کے روزے **(3)** جِہاد بِالسَّیف تلوار سے جہاد۔[1] فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: مہمان کا اِکرام عین اِکرامِ خُدا ہے۔[2] جب کبھی مہمان آجائے تو دِل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوش دِلی کے ساتھ اُس کی خاطِر مُدارات کرنی چاہیے، مہمان آتا ہے تو اپنا رِزق بھی اپنے ساتھ لاتا ہے اور جب جاتا ہے تو صاحِبِ خانہ کے گُناہ بخشے جانے کا سبب بنتا ہے۔ جس گھر میں مہمان ہو اُس گھر میں خَیر و بَرَکت اتنی تیزی سے آتی ہے جتنی تیزی سے چُھری اُونٹ کا کوہان کاٹ دیتی ہے۔ اُونٹ کے کوہان میں چونکہ ہڈّی نہیں ہوتی صرف چربی ہوتی ہے اِس لیے اُسے چُھری بَہت ہی جلد کاٹ دیتی ہے اور اُس کی تہ تک پہنچ جاتی ہے تو مہمان کی وجہ سے گھر میں خَیر و بَرَکت اِس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اُترتی ہے اَلْغَرَض مہمان کی عزت و تکریم اور اُس کی خِدمت میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ رِیاض الصالحین کا یہ باب بھی **"مہمان نوازی"** کے بیان میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیاتِ مُقَدَّسہ اور 2 اَحادیثِ مُبارَکہ بَیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کا ترجمہ و تفسیر مُلاحَظہ کیجئے۔

(1) مہمان نوازی سنت ابراہیمی

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی جب وہ اس

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۹۲، ۱۹۳۔

2 ... فتاوی رضویہ، ۲۰/ ۲۷۲۔

سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾ ۙ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾
(پ۲۶، الذاریات: ۲۴تا۲۷)

کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: مُفَسِّرین نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بہت ہی مہمان نواز تھے، بغیر مہمان کے کھانا تَناوُل نہ فرماتے۔ اِس وقت ایسا اِتِّفاق ہوا کہ پندرہ روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا آپ اِس غم میں تھے، اِن مہمانوں کو دیکھتے ہی آپ نے اِن کے لئے کھانا لانے میں جلدی فرمائی چونکہ آپ کے یہاں گائے بکثرت تھیں اِس لئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا۔ **فائدہ:** اِس سے معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے دَستر خوان پر زیادہ آتا تھا اور آپ اِس کو پسند فرماتے تھے، گائے کا گوشت کھانے والے اگر سُنَّتِ اِبراہیم ادا کرنے کی نِیَّت کریں تو مَزید ثواب پائیں۔[1]

مہمان نوازی کے آداب:

مفسرین کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اس آیت مبارکہ کے تحت مہمان نوازی کے کئی آداب بیان فرمائے ہیں، چند یہ ہیں: ❁ میزبان کے لیے ایک اَدَب یہ ہے کہ وہ مہمان نوازی میں جلدی کرے اور مہمان کو اس کا عِلم نہ ہونے دے اِس ڈر سے کہ کہیں وہ اُسے مہمان نوازی سے نہ روک دے۔[2] ❁ جب مہمان آئے تو اُسے کھانا جلد کِھلایا جائے۔[3] ❁ مہمان کو کھانے کیلئے نرمی سے کہا جائے۔[4] ❁ کھانا مہمان کے سامنے لا کر رکھنا چاہیے، مہمان کو کھانے کی طرف نہیں بُلانا چاہیے۔ ❁ میزبان کو چاہیے کہ مہمان کے کھانا کھانے پر خُوش ہو، اُس کے کھانا چھوڑنے سے مسرور نہ ہو۔[5] ❁ عام طور پر جتنا کھانا کھایا جاتا ہے اُس سے زِیادہ مِقْدار

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۲، ھود، تحت الآیۃ:۶۹۔

2 ... تفسیر نسفی، پ۲۶، الذاریات، تحت الآیۃ:۲۶، ص۱۱۶۹۔

3 ... تفسیر روح البیان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۱، ۵/۱۳۷۔

4 ... تفسیر ابن کثیر، پ۲۶، الذاریات، تحت الآیۃ:۲۷، ۷/۳۹۳۔

5 ... تفسیر کبیر، پ۲۶، الذاریات، تحت الآیۃ:۲۷، ۱۰/۱۷۷۔

میں کھانا مہمان کو پیش کیا جائے۔[1] ✿ دُرِّ مختار میں ہے: مہمان کے واسطے ذَبح کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ یہ حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے اور مہمان کا اِکرام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اِکرام ہے۔[2] حدیث شریف میں ہے: جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذَبح کرے وہ جانور دوزخ سے اُس کا فِدیہ ہو جائے گا۔[3]

(2) مہمانوں کی حفاظت اور خِدمت سُنَّتِ اَنبیا

وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس کے پاس اُس کی قوم دوڑتی آئی اور اُنہیں آگے ہی سے بُرے کاموں کی عادت پڑی تھی کہا اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رُسوا نہ کرو کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ (پ۱۲، ھود:۷۸)

تفسیر صراط الجنان میں ہے: جب فرشتے حضرتِ سَیِّدُنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس خُوبصورت لڑکوں کی شکل میں آپ کی قوم کو ہلاک کرنے کے اِرادے سے آئے اور حضرتِ سَیِّدُنا لُوط عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی ہیئت اور حُسن وجمال کو دیکھا تو قوم کی خَباثت اور مَردوں کے ساتھ اُن کی بدفعلی کا خَیال کر کے آپ غمگین ہوگئے اور آپ کا دل تنگ ہو گیا کیونکہ ایک تو وہ مہمان تھے اور دوسرے وہ اِنتہائی خُوبصورت تھے۔ آپ کی بیوی جو کہ کافِرہ تھی وہ نکلی اور اُس نے اپنی قوم کو جا کر خبر دی کہ حضرتِ لُوط عَلَیْہِ السَّلَام کے یہاں اَیسے خُوبرو اور حَسِین مہمان آئے ہیں جن کی مِثل اَب تک کوئی شخص نظر نہیں آیا، چنانچہ آپ کی قوم کے لوگ آپ کے مہمانوں کے ساتھ بے حیائی کا کام کرنے کی غَرَض سے دوڑتے ہوئے آئے۔ اُنہیں دیکھ کر حضرتِ سَیِّدُنا لُوط عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! یہ جو میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے نِکاح کی صُورت

---

1. ...تفسیر روح المعانی، پ۲۶، الذاریات، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۱۹، الجزء السابع والعشرون۔
2. ...درمختار، کتاب الذبائح، ۹/۵۱۵۔
3. ...جامع صغیر، حرف المیم، ص۵۲۶، حدیث ۸۶۷۲۔

میں پاکیزہ ہیں تو اپنی بیویوں سے فائدہ حاصِل کرو کہ وہ تمہارے لیے حلال ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور اپنے کُفر و سَرکَشی سے باز آؤ اور میرے مہمانوں سے کوئی بُرا فعل سَر انجام دے کر مجھے اُن کے سامنے شرمندہ مَت کرو، کیا تم میں ایک بھی ایسا نیک آدمی نہیں کہ جس کی بات مان کر تم اِس بُرے فِعْل سے باز آؤ؟[1] **مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمانوں کی خِدمت اور اُن کی حِفاظت سُنَّتِ اَنبیا ہے اگرچہ اُن کو پہچانتا بھی نہ ہو: ﴿وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ﴾ (پ۱۲، ھود: ۷۸) (اور مجھے میرے مہمانوں میں رُسوانہ کرو۔) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول اپنے مہمانوں کو ستانے والوں پر ناراض اور اُن کی خِدمت کرنے والوں سے خُوش ہوتے ہیں، اِسی لیے اَہلِ مدینہ اَب بھی زائرِین کی خِدمت کرتے ہیں کہ یہ لوگ صاحِبِ عُرس کے مہمان ہیں۔ اِن کی خدمت سے صاحِبِ عُرس خُوش ہوں گے، اِن سب کی اَصل یہ آیت ہے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 706

مہمان کی تعظیم ایمان کا تقاضا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهُ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهُ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَبُوہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قِیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی تعظیم کرے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قِیامت پر اِیمان رکھتا ہے وہ صِلَہ رَحمی کرے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قِیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔“

1. . . . تفسیر صراط الجنان، پ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۷۷، ۷۸، ۴/ ۴۷۲، ۴۷۳ ملخصا۔
2. . . . تفسیر نور العرفان، پ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۷۸۔
3. . . . بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف۔۔۔الخ، ۴/ ۱۳۶، حدیث: ۶۱۳۸۔

مہمان کی تعریف و مہمان نوازی کا حکم:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ہمارا مہمان وہ ہے جو ہم سے مُلاقات کے لیے باہَر سے آئے خُواہ اُس سے ہماری واقِفِیَّت پہلے سے ہو یا نہ ہو۔ جو ہمارے اپنے ہی مَحَلّہ یا اپنے شہر میں سے ہم سے ملنے آئے دو چار مِنَٹ کے لیے وہ مُلاقاتی ہے، مہمان نہیں، اُس کی خاطِر تو کرو مگر اُس کی دعوت نہیں ہے اور جو ناواقِف شخص اپنے کام کے لیے ہمارے پاس آئے وہ مہمان نہیں جیسے حاکِم یا مُفْتی کے پاس مُقَدَّمہ والے یا فتویٰ والے آتے ہیں، یہ حاکِم کے مہمان نہیں۔[1] اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اِس پر اِجماع ہے کہ مہمان کی ضِیافت کرنا اِسلام میں ایک اَمرِ مُؤَکَّد ہے، اِمام شافعی، اِمام مالِک، اِمام ابو حنیفہ اور جُمہور عُلَماء رَحِمَھُمُ اللہ کے نزدیک مہمان کی ضِیافت کرنا سُنَّت (مُؤَکَّدہ) ہے، واجب نہیں ہے۔[2]

مہمان کا اِکرام کیسے ہو؟

مرآۃ المناجیح میں ہے: مہمان کا اِحتِرام یہ ہے کہ اُس سے خَندہ پیشانی سے ملے، اُس کے لیے کھانے اور دوسری خِدمات کا اِنتِظام کرے حَتَّی الْاِمْکان اپنے ہاتھ سے اُس کی خِدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دستر خوان بچھاتے، اُس کے ہاتھ دُھلاتے ہیں، یہ اِسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بَقَدْرِ طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں، وہ بھی اِس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطِر تواضُع۔ اِس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خِدمت نہ کرے وہ کافِر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطِر تقاضا اِیمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تُو میرا بیٹا ہے تو میری خِدمت کر، مہمان کی خاطِر مومن کی علامت ہے۔[3]

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۴۔
2. ... شرح مسلم للنووی، کتاب اللقطۃ، باب الضیافۃ ونحوھا، ۶/ ۳۰، الجزء الثانی عشر۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲ ملخصا۔

حدیث نمبر:707

پہلے دن مہمان کی خُوب خاطِر تواضُع

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهُ جَائِزَتَهُ قَالُوْا: وَمَا جَائِزَتُهُ یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ: یَوْمُهُ وَلَیْلَتُهُ وَالضِّیَافَةُ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَیْهِ.[1] وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یُقِیْمَ عِنْدَ اَخِیْهِ حَتّٰی یُؤْثِمَهُ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللہِ! وَكَیْفَ یُؤْثِمُهُ؟ قَالَ: یُقِیْمُ عِنْدَهُ وَلَا شَیْءَ لَهُ یَقْرِیْهِ بِهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو شُرَیْح خُوَیْلِد بن عَمْرو خُزاعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ دستور کے مطابق اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دستور کیا ہے؟ فرمایا: ”ایک دن اور ایک رات اور ضِیافت (مہمانی) تین دن ہے اور تین دن کے بعد صَدَقہ ہے۔“ اور مُسْلِم کی رِوایت میں ہے: کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے یہاں اِتنا عرصہ ٹھہرے کہ اُسے گُناہ میں مبتلا کر دے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عَرض کی: یارسولَ اللہ! وہ اُس کو کیسے گُناہ میں مبتلا کرے گا؟ اِرشاد فرمایا: ”وہ اُس شخص کے یہاں اِتنے وقت تک ٹھہرے کہ اُس کے پاس مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ رہے۔“

مہمان نوازی کی مُدّت:

عَلَّامہ خَطَّابِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میزبان ایک دن رات مہمان کے لیے (کھانے پینے کی چیزوں میں) تکلُّف کرے اور اُس کے ساتھ زِیادہ نیکی کرے اور بعد کے دو دن میں (بِلا تکلُّف واہتمام) اُس کے سامنے جو حاضِر ہو (یعنی گھر میں جو کھانا بنا ہو) پیش کر دے اور جب تین دن گزر جائیں تو مہمان کا حق گزر گیا اور جب اِس سے زِیادہ اُس کی ضِیافت کرے گا تو وہ صَدَقہ ہو گی۔[3] مرآۃ المناجیح میں ہے: پہلے دن مہمان کے لیے کھانے

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب من کان یومن باللہ۔۔۔الخ، ۴/۱۰۵، حدیث: ۶۰۱۹ بتغیر۔

2 . . . مسلم، کتاب اللقطة، باب الضیافة ونحوھا، ص ۷۳۶، حدیث: ۴۵۱۳۔

3 . . . عمدة القاری، کتاب البر والصلة، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر۔۔۔الخ، ۱۵/ ۱۸۳، تحت الحدیث: ۶۰۱۹۔

میں تکلّف کر، پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے، بعد میں صَدَقہ ہے۔[1]

تین دن سے زِیادہ ٹھہرنا:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مہمان کے لیے کسی شخص کے پاس تین دن سے زِیادہ ٹھہر کر اُسے گُناہ میں مبتلا کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس کے زِیادہ قِیام کی وجہ سے میزبان اُس کی غیبت کرنے لگتا ہے یا ایسے کام کرتا ہے جس سے مہمان کو اَذِیَّت پہنچتی ہے یا میزبان، مہمان کے مُتعلِّق بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اِرشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (پ۲۶، الحجرات: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

لیکن یہ اُس وَقت ہے جب خود میزبان مہمان سے زیادہ قِیام کے لیے نہ کہے اور جب میزبان خود مہمان سے زِیادہ قِیام کی خواہش کرے یا مہمان کو (کسی قَوِی قرینے سے) اِس کا علم یا گمان ہو کہ اس کا ٹھہرنا میزبان کو برا نہیں لگے گا تو تین دن سے زیادہ میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مُمانَعت اِس وجہ سے تھی کہ اُس کے زِیادہ قِیام کی وجہ سے میزبان گناہ میں مبتلا ہو جائے گا اور یہ وجہ خَتْم ہو چکی ہے اور اگر مہمان کو شک ہو کہ پتا نہیں میزبان اِس کے زِیادہ قِیام پر خوش ہے یا نہیں؟ تو اِس حدیث کے ظاہِر کی وجہ سے میزبان کی اِجازت کے بِغیر اِس کا زِیادہ قِیام کرنا جائز نہیں ہے۔[2]

مہمان نوازی کی چند سنّتیں اور آداب:

❁ میزبان کو چاہیے کہ مُعَظَّم مہمان کا اِستقبال کرے۔[3] ❁ مُلاقاتی اور مہمان کی خاطِر تواضُع کرنا سُنَّت ہے، عُلَماء فرماتے ہیں کہ بِغیر کھائے پیئے مُردوں کی سی مُلاقات ہے۔[4] ❁ مہمان کے لیے پُرتکلُّف لذیذ

1. ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲۔
2. ...شرح مسلم للنووی، کتاب اللقطۃ، باب الضیافۃ ونحوھا، ۲/ ۱ ۳، الجزء الثانی عشر۔
3. ...مرآۃ المناجیح، ۸/ ۲۱۸۔
4. ...مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۹۸۔

کھانا تیار کرنا سُنَّت ہے، حضرت ابراہیم خلیلُ اللّٰہ(عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) نے پَراٹھے شِیر مال اِیجاد کیے مہمانوں کے لیے۔[1] ❁ اگر میزبان سے بے تکلفی ہو تو مہمان اپنے پسندیدہ کھانے کی فرمائش کر سکتا ہے کہ وہ گویا اُس کا اپنا ہی گھر ہوتا ہے۔[2] ❁ مہمان کو وَداع کے وَقْت کچھ دُور پہنچانے جانا بھی سُنَّت ہے۔[3] ❁ مُلاقاتی کو دروازے تک پہنچانے میں اُسکا اِحترام ہے،(اور) پڑوسیوں کا اطمینان کہ وہ جان لیں گے کہ اُن کا دوست عزیز آیا ہے کوئی اَجْنَبی نہ آیا تھا۔ اِس میں اور بہت حکمتیں ہیں، آنے والے کی مَحَبَّت میں کبھی کھڑا ہو جانا بھی سُنَّت ہے۔[4] ❁ مہمان سے وقتاً فوقتاً کہے کہ اور کھاؤ مگر اِس پر اِصرار نہ کرے، کہ کہیں اِصرار کی وجہ سے زِیادہ نہ کھا جائے اور یہ اُس کے لیے مُضِر ہو۔ ❁ میزبان کو بِالکل خاموش نہ رہنا چاہیے اور یہ بھی نہ کرنا چاہیے کہ کھانا رکھ کر غائِب ہو جائے، بلکہ وہاں حاضِر رہے اور مہمانوں کے سامنے خادِم وغیرہ پر ناراض نہ ہو اور اگر صاحِبِ وُسْعَت ہو تو مہمان کی وجہ سے گھر والوں پر کھانے میں کمی نہ کرے۔ ❁ میزبان کو چاہیے کہ مہمان کی خاطِر داری میں خُود مشغول ہو، خادِموں کے ذِمّہ اُس کو نہ چھوڑے کہ یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم کی سُنَّت ہے۔ ❁ اگر مہمان تھوڑے ہوں تو میزبان اُن کے ساتھ کھانے پر بیٹھ جائے کہ یہی تقاضائے مُرَوَّت ہے اور بہت سے مہمان ہوں تو اُن کے ساتھ نہ بیٹھے بلکہ اُن کی خِدمت اور کِھلانے میں مشغول ہو۔ ❁ مہمانوں کے ساتھ ایسے کو نہ بِٹھائے جس کا بیٹھنا اُن پر گِراں ہو۔[5]

مہمان کے لیے آداب:

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مہمان کو چار باتیں ضَروری ہیں: **(1)** جہاں بِٹھایا جائے وہیں بیٹھے۔ **(2)** جو کچھ اُس کے سامنے پیش کیا جائے اُس پر خوش ہو، یہ نہ ہو کہ کہنے لگے: اِس سے اچھا تو میں اپنے ہی گھر کھایا کرتا ہوں یا اِسی قِسم کے دُوسرے

1... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۷۶۔
2... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۴۸۔
3... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۸۔
4... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۷ مفہوماً۔
5... بہار شریعت، ۳/ ۳۹۴، حصہ ۱۶۔

اَلفاظ جیسا کہ آج کل اکثر دعوتوں میں لوگ آپس میں کہا کرتے ہیں۔ **(3)** بغیر اجازتِ صاحبِ خانہ وہاں سے نہ اُٹھے۔ **(4)** اور جب وہاں سے جائے تو اُس کے لیے دُعا کرے۔[1]

مدنی گلدستہ

”ضیافت سنت ہے“ کے 10 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) مہمان کی عزت واِحترام اور اِس کی خاطر تواضُع کرنا اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سُنَّت ہے۔

(2) اسلام میں مہمانوں کی مہمان نوازی کا حکم دیا گیا ہے۔

(3) مہمان آتا ہے تو اپنا رِزق بھی اپنے ساتھ لاتا ہے۔

(4) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بہت ہی مہمان نواز تھے، بِغیر مہمان کے کھانا تناوُل نہ فرماتے۔

(5) مہمان وہ ہے جو مُلاقات کے لیے باہَر سے آئے خواہ اُس سے ہماری جان پہچان پہلے سے ہو یا نہ ہو۔

(6) مہمان کا اکرام یہ ہے کہ اُس سے خَندہ پیشانی سے ملے، اُس کیلئے کھانے وغیرہ کا اہتمام کرے۔

(7) ایک دن رات مہمان کیلئے کھانے میں تکلُّف اُس کے ساتھ زِیادہ نیکی کرے اور بعد کے دو دن میں بِلا تکلُّف اُس کے سامنے جو کھانا حاضِر ہو پیش کر دے۔

(8) مہمان کو چاہیے کہ وہ میزبان کے پاس تین دن سے زِیادہ نہ ٹھہرے۔

(9) میزبان کی خواہش پر تین دن سے زِیادہ ٹھہرنے میں حرج نہیں۔

(10) مہمان کو رخصت کرتے وَقت کچھ دُور پہنچانے جانا سُنَّت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اخلاص کے ساتھ مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... بہار شریعت، ۳/ ۳۹۴، حصہ ۱۶۔

باب نمبر:95 خوشخبری اور مبارک باد دینے کے اِستِحباب کا بیان

کسی مسلمان کو خوشخبری اور مبارک باد دینا بھی ثواب کا باعث ہے اور اگر اس میں مزید اچھی اچھی نیتیں شامل ہوں تو ڈھیروں ثواب کا خزانہ ہمارے ہاتھ آ سکتا ہے۔ دِین اسلام ہمیں محبتیں بڑھانے اور نفرتیں مٹانے کا درس دیتا ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ”بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا یعنی خوشخبری سناؤ اور (لوگوں کو) نفرت نہ دلاؤ۔“[1] اور محبتیں بڑھانے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ خوشخبری اور مبارک باد کے ذریعے اپنے مسلمان بھائی کا دل خوش کیا جائے، مثلاً اپنے کسی رشتہ دار کو اس کے ہاں ہونے والی ولادت پر مبارک باد دینا یا کسی کو نیک عمل کرنے پر اسے مبارک باد دینا وغیرہ وغیرہ۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی صحابہ کرام کو خوشخبریاں دیا کرتے تھے بلکہ بعض تو ایسے خوش نصیب حضرات ہیں جنہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا میں جنت کی خوشخبری دی جن میں حضرات عشرہ مبشرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم مشہور ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”خوشخبری اور مبارک باد دینے کے استحباب“** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 8 آیاتِ مبارکہ اور 4 اَحادیثِ طیبہ ذکر فرمائی ہیں۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) اچھائی اپنانے والوں کے لیے خوشخبری

اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِۙ(۱۷) الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗؕ (پ ۲۳، الزمر: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تو خوشی سناؤ میرے اُن بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مذکورہ آیت میں اِس بات کی تصریح ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ مبارک سے جو خوشخبری سنائی جاتی ہے وہ دنیا کی خوشخبری ہے اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کے ذریعے سنائی جائے گی جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی

[1] . . . بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۴۲، حدیث: ۶۹۔

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِؕ﴾ (پ۱۱، یونس: ۶۴) (ترجمۂ کنزالایمان: انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں) دنیا کی خوشخبری آخرت کی خوشخبری سے ملی ہوئی ہے جو دنیا میں خوشخبری کا اہل ہے وہ آخرت میں بھی خوشخبری کا مستحق ہوگا۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ امیر المؤمنین سَیِّدُنا عثمانِ غنی، سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف، سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص، سَیِّدُنا سعید بن زید، سَیِّدُنا طلحہ اور سَیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب ان حضرات نے حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے (ان کے ایمان لانے کے بارے میں) پوچھا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں اپنے ایمان لانے کی خبر دی تو یہ حضرات بھی ایمان لے آئے۔[1]

(2) رضائے الٰہی کی خوشخبری

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌۙ(۲۱) (پ۱۰، التوبۃ: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَاطِن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”یہ اعلیٰ ترین بِشارت ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و رِضا بندے کا سب سے بڑا مقصد ہے۔“[2]

اِس آیت میں ایمان قبول کرنے کے بعد ہجرت کرنے اور اپنی جان و مال کے ساتھ **اللہ** تعالٰی کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تین بڑی پیاری بشارتیں جمع کی گئی ہیں: **(1)** انہیں **اللہ** تعالٰی کی رحمت اور **(2)** رِضا نصیب ہوگی۔ **(3)** وہ جنت میں ہمیشہ کے لئے قیام کریں گے۔[3]

(3) جنت کی خوشخبری

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۲۳، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۷، ۱۸، ۸/ ۸۹، ۹۰ ملخصاً۔

2 . . . تفسیر خازن، پ۱۰، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۲۱، ۲/ ۲۲۴۔

3 . . . تفسیر صراط الجنان، پ۱۰، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴/ ۸۳، ۸۴ ملخصاً۔

وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ (پ ۲۴، حٰمٓ السجدة: ۳۰)

اس آیت میں فرشتوں کی طرف سے مؤمن کو بشارت دیئے جانے کا بھی ذِکر ہوا۔ اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ موت کے وقت فرشتے اترتے ہیں اور مؤمن کو آخرت میں پیش آنے والے اَحوال یا ایمان سَلب ہونے کا خوف اور اہل و عیال کے چھوٹنے کا یا گناہوں کا غم نہ کرنے کا کہتے اور اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ جب مؤمن قبروں سے اٹھیں گے تو فرشتے انہیں یہ بشارت دیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مؤمن کو تین بار بشارت دی جاتی ہے ایک موت کے وقت، دوسری قبر میں اور تیسری قبروں سے اٹھنے کے وقت۔[1]

(4) اللہ کی طرف سے بیٹے کی خوشخبری

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۰۱)

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حَلِیْم ایسے شخص کو کہتے ہیں جو امور میں جلدی کرنے والا نہ ہو، مشقت کے وقت تحمل سے کام لینے والا، دکھ درد میں بے چینی سے بچنے والا اور بہت جلد غصے میں آنے والا نہ ہو، یعنی ہم نے اسے (یعنی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام) کو ایسے بیٹے کی خوشخبری دی جو جوان ہو کر با حوصلہ ہو گا۔ مذکورہ آیت مبارکہ میں تین خوشخبریاں ہیں: (1) بچہ پیدا ہو گا (2) جوانی کو پہنچے گا (3) ہمت والا ہو گا۔ چھوٹے بچے کو باحوصلہ نہیں کہا جاتا حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو حوصلے والا کہا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کونسا حوصلہ ہو گا کہ جب ان کے والد ماجد حضرت سَیِّدُنَا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: میں تجھے ذبح کرتا ہوں اس پر حضرت سیدنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے سر تسلیم خم کر دیا حالانکہ اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام

1 . . . تفسیر صراط الجنان، پ ۲۴، حٰمٓ السجدة، تحت الآیۃ: ۳۰، ۸ / ۶۳۲۔

چڑھتی جوانی میں تھے۔[1]

(5) فرشتوں کا خوشخبری لانا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى (پ۱۲، ھود:۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے۔

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام اور اُن کے ساتھ چند دیگر فرشتے جو انتہائی حسین و جمیل نوجوانوں کی شکل میں تھے، حضرت سَیِّدُنَا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حضرت سَیِّدَتُنَا سارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ہونے والے بیٹے کی خوشخبری لے کر حاضر ہوئے۔[2] تفسیر خازن میں ہے: وہ فرشتے حضرت سَیِّدُنَا اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت سَیِّدُنَا یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خوشخبری دینے آئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قومِ لوط کی ہلاکت کی خوشخبری دینے آئے تھے۔[3]

(6) خوشخبری سن کر ہنسنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ امْرَاَتُهٗ قَآىٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ(۷۱) (پ۱۲، ھود:۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی بی بی کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحٰق کی خوشخبری دی اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی۔

جب فرشتوں نے حضرت سَیِّدُنَا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خوشخبری سنائی تو آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا پردے کے پیچھے کھڑی ان کی بات سن کر ہنسنے لگیں۔ تفسیر صراط الجنان میں ہے:

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۲۳، الصفت، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۷/ ۴۷۳۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۶۹، ۴/ ۱۶۱۔

3 . . . تفسیر خازن، پ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۶۹، ۲/ ۳۶۰۔

مفسرین نے ان کی ہنسی کے مختلف اَسباب بیان کئے ہیں: (1) حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی ہلاکت کی خوشخبری سن کر ہنسنے لگیں۔ (2) بیٹے کی بشارت سن کر خوشی سے ہنسنے لگیں۔ (3) بڑھاپے میں اولاد پیدا ہونے کا سن کر تعجب کی وجہ سے ہنسنے لگیں، اس کے علاوہ اور بھی اَقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اُن کے بیٹے حضرت اِسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خوشخبری دی اور حضرت اِسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بھی خوشخبری دی۔ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مَردوں سے زیادہ ہوتی ہے، نیز یہ بھی سبب تھا کہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرزند حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام موجود تھے، اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ وہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔ [1]

(7) حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش کی خوشخبری

اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ هُوَ قَآىٕمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰى

(پ۳، آل عمران: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَاطِن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بڑے عالم تھے، بارگاہِ الٰہی میں قربانیاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی پیش کیا کرتے تھے اور مسجد شریف میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا، جس وقت محراب میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نماز میں مشغول تھے اور باہر آدمی داخلے کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے، دروازہ بند تھا، اچانک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک سفید پوش جوان کو دیکھا، وہ حضرت

---

1 ... تفسیر صراط الجنان، پ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۷۱، ۴/ ۴۶۶۔

جبرائیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے، انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرزند کی بشارت دی۔[1]

(8) حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کی خوشخبری

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ﳓ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ (پ ۳، آل عمران: ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت **مریم** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بہت سے **فضائل** عطا فرمائے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو بغیر باپ کے بیٹا عطا فرمایا یعنی حضرت **عیسٰی** عَلَیْہِ السَّلَام۔ **مذکورہ** آیت مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے **فرشتوں** کے ذریعے اسی بیٹے کی خوشخبری حضرت **مریم** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو سنائی۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

جنتی گھر کی خوشخبری

حدیث نمبر: 708

عَنْ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَیُقَالُ اَبُوْ مُحَمَّدٍ وَیُقَالُ اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَ خَدِیْجَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ابراہیم **عبد اللہ** بن ابی **اوفی** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنہیں ابو محمد اور ابو معاویہ بھی کہا جاتا ہے، ان سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدَتُنا خَدِیْجَۃُ الْکُبْرٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو جنت میں موتی سے بنے ہوئے گھر کی خوشخبری دی جس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ ہی تھکاوٹ۔

1. ۔۔۔تفسیر خازن، پ ۳، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۹، ۱/ ۲۴۶۔
2. ۔۔۔تفسیر صراط الجنان، پ ۳، آل عمران، تحت الآیۃ: ۴۵، ۱/ ۴۷۶۔
3. ۔۔۔بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا رضی اللہ عنہا، ۲/ ۵۲۵، حدیث: ۳۸۱۹، ۳۸۲۰ ماخوذا۔

جنتی گھر کی کیفیت:

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غارِ حرا میں مصروفِ عبادت تھے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کھانا لے کر آئیں تو اس وقت یہ بشارت پائی۔ جنت میں موتی سے بنا یہ گھر ایسا ہوگا جس میں کوئی زحمت اور تکلیف نہ ہوگی برخلاف دنیا کے گھروں کے کہ وہ اس طرح نہیں ہوتے یا یہ مطلب ہے کہ گھر کے بنانے میں کوئی شور، فریاد اور زحمت برداشت کرنا نہیں ہوگا کیونکہ گھر بنانے میں تکلیف اٹھانی اور دوسروں سے مدد مانگنی پڑتی ہے جبکہ وہاں جنت میں تیار گھر ملے گا۔ شارحین فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی جزا ہے کہ حضرت سَیِّدَتُنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پہلے پہل برضا ورغبت آواز بلند کرنے، جھگڑنے اور مشقت کے بغیر اسلام لائیں۔“[1] اہل مکہ حضرت سَیِّدَتُنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاک دامنی اور پارسائی کی بنا پر ان کو ”طاہرہ“ کے لقب سے یاد کرتے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جنتی افضل عورتوں میں سے ہیں۔

مدنی گلدستہ

”طاہرہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضرت سَیِّدَتُنا خدیجۃ الکبری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت دی گئی۔

(2) اہل مکہ حضرت سَیِّدَتُنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاک دامنی اور پارسائی کی بنا پر ان کو ”طاہرہ“ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

(3) عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت سَیِّدَتُنا خدیجۃ الکبری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ہیں۔

(4) اہل جنت کی افضل عورتوں میں سے حضرت سَیِّدَتُنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بھی ہیں۔

(5) جنتی گھروں میں کوئی شور وغل، زحمت وتکلیف اور تھکاوٹ وغیرہ نہ ہوگی۔

---

[1] . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/ ۷۱۱ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نیک لوگوں کے صدقے ہمیں بھی جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:709

خلفائے ثلاثہ کے لئے جنت کی بشارت

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّہُ تَوَضَّاَ فِیْ بَیْتِہٖ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَلَاَکُوْنَنَّ مَعَہُ یَوْمِیْ ھٰذَا فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَاَلَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَقَالُوْا: وَجَّہَ ھٰہُنَا قَالَ: فَخَرَجْتُ عَلٰی اَثَرِہٖ اَسْاَلُ عَنْہُ حَتّٰی دَخَلَ بِئْرَ اَرِیْسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتّٰی قَضٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حَاجَتَہُ وَتَوَضَّاَ فَقُمْتُ اِلَیْہِ فَاِذَا ھُوَ قَدْ جَلَسَ عَلٰی بِئْرِ اَرِیْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّھَا وَکَشَفَ عَنْ سَاقَیْہِ وَدَلَّاھُمَا فِی الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ: لَاَکُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْیَوْمَ فَجَاءَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ ھٰذَا؟ فَقَالَ: اَبُوْ بَکْرٍ فَقُلْتُ: عَلٰی رِسْلِکَ ثُمَّ ذَھَبْتُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ ھٰذَا اَبُوْ بَکْرٍ یَسْتَاْذِنُ؟ فَقَالَ: اِئْذَنْ لَہُ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰی قُلْتُ لِاَبِیْ بَکْرٍ: اُدْخُلْ وَرَسُوْلُ اللہِ یُبَشِّرُکَ بِالْجَنَّۃِ فَدَخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ حَتّٰی جَلَسَ عَنْ یَمِیْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَعَہُ فِی الْقُفِّ وَدَلّٰی رِجْلَیْہِ فِی الْبِئْرِ کَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَکَشَفَ عَنْ سَاقَیْہِ ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَکْتُ اَخِیْ یَتَوَضَّاُ وَیَلْحَقُنِیْ فَقُلْتُ: اِنْ یُّرِدِ اللہُ بِفُلَانٍ یُرِیْدُ اَخَاہُ خَیْرًا یَاْتِ بِہٖ فَاِذَا اِنْسَانٌ یُحَرِّکُ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ ھٰذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ: عَلٰی رِسْلِکَ ثُمَّ جِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَقُلْتُ: ھٰذَا عُمَرُ یَسْتَاْذِنُ؟ فَقَالَ: اِئْذَنْ لَہُ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ فَجِئْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ: اَذِنَ وَیُبَشِّرُکَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِالْجَنَّۃِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْقُفِّ عَنْ یَسَارِہٖ وَدَلّٰی رِجْلَیْہِ فِی الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: اِنْ یُّرِدِ اللہُ بِفُلَانٍ خَیْرًا یَعْنِیْ اَخَاہُ یَاْتِ بِہٖ فَجَاءَ اِنْسَانٌ فَحَرَّکَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ ھٰذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ: عَلٰی رِسْلِکَ وَجِئْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَاَخْبَرْتُہُ فَقَالَ اِئْذَنْ لَہُ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ مَعَ بَلْوٰی تُصِیْبُہُ فَجِئْتُ

فَقُلْتُ: اُدْخُلْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: فَاَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ.[1] وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ: وَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ الْبَابِ[2] وَفِيْهَا: اَنَّ عُثْمَانَ حِيْنَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللهَ تَعَالٰى ثُمَّ قَالَ: اَللهُ الْمُسْتَعَانُ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کیا پھر گھر سے نکلے اور یہ کہنے لگے کہ میں آج کا دن حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں رہوں گا، مسجد میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں دریافت کیا صحابہ کرام نے بتایا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدموں کے نشانات پر چل پڑا اور پوچھتا گیا یہاں تک کہ بیر اریس میں داخل ہو گیا اور دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو فرمایا تو میں اٹھ کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو گیا، دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیر اریس کے منڈیر پر درمیان میں اس طرح تشریف فرما تھے کہ پنڈلیوں سے کپڑا ہٹایا ہوا اور پاؤں مبارک کوئیں میں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا اور واپس لوٹ کر دروازے میں بیٹھ گیا اور (دل میں) کہنے لگا: آج میں ضرور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دربان رہوں گا، اتنے میں حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا: کون؟ فرمایا: ابو بکر ہوں۔ میں نے کہا: ٹھہر جایئے، پھر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: **یارسولَ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! حضرت ابو بکر اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: انہیں اجازت دو اور جنت کی خوشخبری بھی دو۔ میں واپس لوٹا اور حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی: داخل ہو جایئے اور **رسولُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ

---

1. ۔ ۔ ۔ بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذا خلیلا، ۲/ ۵۲۳، حدیث: ۳۶۷۴ بتغیر۔
2. ۔ ۔ ۔ بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عثمان بن عفان۔۔۔الخ، ۲/ ۵۲۹، حدیث: ۳۶۹۵۔
3. ۔ ۔ ۔ بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب۔۔۔الخ، ۲/ ۵۲۹، حدیث: ۳۶۹۳ ملخصاً۔

کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اندر آئے اور منڈیر پر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دائیں جانب بیٹھ گئے، پاؤں نیچے لٹکا لئے جیسا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کیا ہوا تھا اور پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا دیا، پھر میں واپس لوٹا اور بیٹھ گیا۔ میں اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ آیا تھا کہ وہ آکر مجھ سے ملے گا۔ میں نے (دل میں) کہا: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فلاں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا (راوی کہتے ہیں: ان کی مراد اپنا بھائی تھا) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بھی لے آئے گا۔ اتنے میں دیکھا کہ کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون؟ فرمایا: عمر بن خطاب۔ میں نے کہا: ٹھہر جایئے، پھر میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کیا: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! عمر بن خطاب اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ فرمایا: انہیں اجازت دو اور جنت کی خوشخبری بھی دو۔ میں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا اور کہا: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی ہے اور جنت کی خوشخبری بھی دی ہے۔ وہ اندر داخل ہوئے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بائیں جانب منڈیر پر کوئیں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں واپس لوٹ گیا اور دل میں کہنے لگا: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے فلاں بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اسے بھی لے آئے گا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون؟ فرمایا: عثمان بن عفان۔ میں نے کہا: ٹھہر جایئے۔ (یہ کہہ کر) میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خبر دی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: انہیں اجازت دو اور جنت کی خوشخبری کے ساتھ ایک مصیبت میں مبتلا ہونے کی خبر بھی دو۔ میں واپس آیا اور کہا: داخل ہو جایئے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ کو جنت کی خوشخبری کے ساتھ ایک مصیبت میں مبتلا ہونے کی خبر دے رہے ہیں۔ وہ داخل ہوئے تو دیکھا کہ منڈیر کا کنارہ بھر چکا ہے تو وہ دوسری جانب ان کے مقابل بیٹھ گئے۔ حضرت سَیِّدُنا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں ان کے اس طرح ترتیب سے بیٹھنے کو ان کی قبور مراد لیتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے دروازے پر نگرانی کا حکم ارشاد فرمایا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خوشخبری سن کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا پھر فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی مددگار ہے۔

بیر اریس: یہ کنواں مسجد قباء سے متصل پچھّم (مغرب) کی جانب ہے اس کو "بیر خاتم" بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاتھ سے مہرِ نبوت کی انگوٹھی اس کنوئیں میں گر گئی اور بڑی تلاش و جستجو کے باوجود نہیں ملی۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کنوئیں کا پانی پیا اور اس سے وضو فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن بھی ڈالا تھا۔[1]

بارگاہِ رسالت کی دربانی:

عمدۃ القاری میں ہے: علامہ ابن تین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کا امام کے لیے دربان بننا جائز ہے اگرچہ امام نے دربان بننے کا حکم نہ دیا ہو۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ترمذی میں حضرت سَیِّدُنا ابو موسٰی اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی روایت میں ہے کہ "آپ نے مجھ سے فرمایا: اس دروازے پر پہرہ دو اور کوئی شخص میری اجازت کے بغیر میرے پاس نہ آئے۔" اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو موسٰی اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ازخود دربان نہیں بنے تھے اور بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ وہ ازخود دربان بنے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدا میں حضرت سَیِّدُنا ابو موسٰی اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دل میں خود دربان بننے کا خیال آیا تھا اور بعد میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دربان بننے کا حکم دیا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے معارض یہ حدیث ہے حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کوئی دربان نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مراد یہ ہے کہ آپ کے دائمی دربان نہیں تھے۔[2]

مستقبل کی غیبی خبر:

جب حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "انہیں اجازت دو اور جنت کی خوشخبری کے ساتھ ایک مصیبت میں مبتلا ہونے کی خبر بھی

---

1 ... جنتی زیور، ص ۳۹۲۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذا خلیلا، ۱۱/ ۴۰۹، تحت الحدیث: ۳۶۷۴ ملخصا۔

دو۔" اس کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی انہیں جنت کی بشارت دو مگر ایک مصیبت عظمٰی کے ساتھ۔ خیال رہے کہ مؤمن کی تکالیف اور مصیبتیں بھی **اللہ** کی رحمتیں ہوتی ہیں اس لیے اس مصیبت کی بشارت دی گئی۔ حضرت عثمان غنی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے دونوں چیزوں پر خدا کا شکر کیا مگر بلا وقفہ پھر **اللہ** سے مدد مانگی کہ مجھے صبر کی توفیق ملے۔ خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر دفعیہ کی دعا کرنا ممنوع ہے کہ اس میں ایک طرح کی بے صبری سی ہے۔ عبدیت کے اظہار کے لیے ہر وقت دعائیں مانگو مگر امتحان کے موقعہ پر دفعیہ کی دعا نہ کرو بلکہ صبر کر کے پاس ہونے کی کوشش کرو۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت حسین کی شہادت کی تفصیلی خبر دی تو فرمایا: اَللّٰھُمَّ اعْطِ حُسَیْنِیْ صَبْرًا جَمِیْلًا وَ اَجْرًا جَزِیْلًا خدایا میرے حسین کو صبر جمیل دے اور اجر جزیل یعنی بڑا ثواب دے۔ دفعیہ کی دعا نہ کی۔ بچہ کو امتحان سے بچاتے نہیں بلکہ محنت کرا کے کامیاب کراتے ہیں۔"[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حدیث میں حضرت سَیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعلق جس مصیبت کے پہنچنے کی پیش گوئی کی گئی ہے اس سے مراد وہ واقعات ہیں جن میں حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ان کے گھر میں شہید کیا گیا۔[2]

ترتیب سے بیٹھنے کی تاویل:

حضرت سَیِّدُنا سعید بن مسیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں ان کے اس طرح ترتیب سے بیٹھنے کو ان کی قبور مراد لیتا ہوں۔ ان کی اس تاویل کی وجہ یہ تھی کہ جس طرح شیخین کریمین ابو بکر صدیق و عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کوئیں کی منڈیر پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ بیٹھے تھے اسی طرح ان دونوں کی قبریں بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں اگرچہ دائیں بائیں کے اعتبار سے نہیں جبکہ حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ منڈیر پر نہیں

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۱۰۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذا خلیلا، ۱۱/ ۴۰۹، تحت الحدیث: ۳۶۷۴۔

بیٹھے بلکہ سامنے بیٹھے اس طرح آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبر بھی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبر مبارک کے ساتھ نہیں بلکہ سامنے کی طرف جنت البقیع میں ہے۔[1]

جنت کی خوشخبری پانے میں اَوَّلِیَّت:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں خلفاء ثلاثہ کی فضیلت کا واضح بیان ہے اور ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن سے افضل ہیں کیونکہ ان کو جنت کی خوشخبری پہلے دی گئی جبکہ ان کی نشست جناب رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دائیں جانب تھی۔ یہ ان کے لئے بہت بڑی فضیلت ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

سیدنا ”عثمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بیر اریس وہ مبارک کنواں ہے جس کا پانی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پیا اور اس سے وضو فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن بھی ڈالا۔

(2) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بعطائے الٰہی مستقبل کے اَحوال سے باخبر ہیں اسی لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مستقبل میں پہنچنے والے مصائب کی خبر پہلے دی۔

(3) اچھی خبر سن کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور آزمائش والی خبر سن کر بجائے بے صبری و ناشکری کرنے کے اللہ تعالٰی سے مدد طلب کرنی چاہیے۔

(4) مؤمن کو پہنچنے والی تکالیف اور مصیبتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہوتی ہیں۔

(5) حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

---

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذا خلیلا، ۱۱ / ۱۰ ۳، تحت الحدیث: ۳۶۷۴۔

[2] ... تفہیم البخاری، ۵ / ۵۸۰ ملخصا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرمائے اور جنت میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:710

صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے پر جنّت کی بشارت

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا فِی نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَيْنَا وَخَشِيْنَا اَنْ يُقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِی رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِيْعٌ يَدْخُلُ فِی جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَهٗ وَالرَّبِيْعُ: الْجَدْوَلُ الصَّغِيْرُ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَبُوْ هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: مَا شَاْنُكَ؟ قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَاْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِی فَقَالَ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَعْطَانِی نَعْلَيْهِ فَقَالَ: اِذْهَبْ بِنَعْلَیَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيْتَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِرد گرد بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی تھے اچانک نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان سے اُٹھے اور تشریف لے گئے۔ واپس آنے میں تاخیر ہوئی تو ہم ڈر گئے کہ کہیں ہماری غیر موجودگی میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کوئی ایذا نہ پہنچ جائے، ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں گھبرانے والا پہلا شخص تھا۔ چنانچہ میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تلاش کرتے ہوئے قبیلہ بنو نجار کے باغ میں پہنچا اور دروازہ ڈھونڈنے کے لئے باغ کے ارد گرد گھوما لیکن

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، ص ۴۴، حدیث: ۱۴۷ بتغیر۔

دروازہ نہ ملا۔ اچانک ایک چھوٹی سی نالی پر نگاہ پڑی جو بیرونی باغ سے اندر کو جارہی تھی۔ میں سمٹ کر اندر داخل ہوا اور حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ابو ہریرہ تم ہو؟“ میں نے عرض کی: ”جی **یا رسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تمہیں کیا ہوا؟“ میں نے عرض کی: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے پھر آپ تشریف لے گئے اور واپس آنے میں کافی تاخیر ہو گئی تو ہمیں ڈر پیدا ہوا کہ کہیں ہماری غیر موجودگی میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کوئی ایذا نہ پہنچ جائے تو ہم گھبرا گئے اور گھبرانے والوں میں پہلا میں تھا اور اس باغ تک پہنچ گیا، میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اندر داخل ہوا باقی لوگ میرے پیچھے ہیں۔ یہ سن کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے نعلین شریف مجھے دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! جاؤ اور اس باغ کے باہر جو بھی شخص دل کے یقین کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیتا ہوا ملے اسے جنت کی خوشخبری دو۔“ اور امام مسلم نے اس حدیث پاک کو طوالت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

صحابہ کرام کی بے تابی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ دیر کے لئے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو صحابہ بے تاب و فکر مند ہو جاتے، ان کی نگاہوں کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رخ زیبا دیکھے بغیر چین نہ آتا اور وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تلاش و جستجو شروع کر دیتے۔ اسی تلاش و جستجو کو حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مذکورہ روایت میں بیان فرمایا لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبیلہ بنو نجار کے باغ میں تشریف فرما ہیں تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”گویا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قیاس اور کسی قرینہ و علامت سے معلوم ہو گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس باغ میں تشریف فرما ہیں بلکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جمال کی خوشبوئے نسیم آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مشامِ محبت کو پہنچی جس سے ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہو گیا کہ

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس باغ میں تشریف فرما ہیں۔"[1]

وارفتگیٔ عشق محبوب:

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ باغ کے اندر داخل ہونے کے لئے اس کا دروازہ ڈھونڈھنے لگے لیکن دروازہ نہ ملا، اسی کشمکش میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نظر ایک چھوٹی سی نالی پر پڑی آپ اس نالی کے ذریعے سمٹ کر باغ کے اندر داخل ہوگئے۔ **مُفَسِّرِ شہِیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا وارفتگیٔ عشق محبوب کی وجہ سے وہ (نالی) نظر آگئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں، ان کی کیفیات عقل سے وراء ہیں، دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سوجھ گئی، یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہیں جنہیں عشق سے حصّہ ملا ہو۔"[2]

نعلین عطا کرنے کی وجہ:

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نالی کے ذریعے باغ میں داخل ہو کر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھ کر تعجب سے پوچھا: ابوہریرہ تم ہو؟ تعجب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ باغ کا دروازہ بند ہونے کے باوجود حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اندر داخل ہوگئے یا اس وجہ سے کہ اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حالتِ استغراق میں تھے اس لئے ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نہ پہچانا۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا۔ یہ پورا واقعہ سنانے میں جدائی کے صدمہ کی شکایت اور کسی تکلیف دہ چیز سے ڈرنے میں دراصل کمال محبت کا اظہار تھا اور اس طرح بغیر اجازت بارگاہِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں آنے کی معذرت بھی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے نعلین مبارک ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ لے جاؤ اور

---

1 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ۱/ ۷۰ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۵۸۔

اس باغ کے باہر جو شخص بھی دل کے یقین کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی گواہی دیتا ملے اسے جنت کی بشارت دو۔ نعلین مبارک اس وجہ سے عطا فرمائے کہ یہ اس بات کی علامت ہو کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس سے ہو کر آرہے ہیں اور اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس نشانی کے طور پر دینے کے لئے کوئی اور چیز نہ تھی۔ بعض لوگوں نے یہ وجہ بیان کی کہ نعلین شریف دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح نعلین پہن کر چلنے میں سہولت و آسانی ہوتی ہے اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت آسانی فراہم کرنے اور سہولت دینے کے لئے ہے اور آپ کا کام آسانی فراہم کرنا ہے نیز اس کلمہ طیبہ کی شہادت کے بعد ثابت قدمی اور استقامت کی بشارت ہے۔[1]

حدیث مبارکہ کے فوائد:

❁ جنت میں داخلہ ایمان کے سبب ہو گا خواہ ابتدا میں ہو یا جہنم سے نکلنے کے بعد ہو۔ ❁ جہنم سے نجات اور جنت میں داخلے کے لئے اصل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت پر ایمان اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ہے۔ ❁ کسی کو بھلائی کی بشارت دینا مستحب ہے۔ ❁ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بہت محبت کیا کرتے اور آپ کی زندگی کی حرص رکھتے۔

مدنی گلدستہ

اِسمِ جَلالت ”اللہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) دل کے یقین کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی گواہی دینے والے کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے والہانہ عشق کیا کرتے تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ذرا دیر ہو جاتی تو صحابہ کرام آپ کے لئے متفکر ہو جاتے۔

(3) بغیر اجازت کسی کے گھر یا باغ میں چلے جانا منع ہے۔

---

[1] . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ۱ / ۷۰ ملخصاً۔

(4) کسی کو بھلائی کی خوشخبری اور بشارت دینا مستحب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایمان پر زندگی اور موت عطا فرمائے اور گناہوں سے کنارہ کشی عطا کرے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 711 سابقہ گناہوں کے مٹ جانے کی خوشخبری

عَنِ ابْنِ شُمَاسَةَ قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَهُوَ فِی سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكٰى طَوِيْلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ اِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُوْلُ: يَا اَبَتَاهُ! اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: اِنَّ اَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہِ اِنِّیْ قَدْ كُنْتُ عَلٰى اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ: لَقَدْ رَاَيْتُنِیْ وَمَا اَحَدٌ اَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّیْ وَلَا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ فَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللہُ الْاِسْلَامَ فِیْ قَلْبِیْ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: اُبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلِاُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِيْنَهُ فَقَبَضْتُ يَدِیْ فَقَالَ: مَا لَكَ يَا عَمْرُو؟ قُلْتُ: اَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ: تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ قُلْتُ اَنْ يُغْفَرَ لِیْ قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَمَا كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَجَلَّ فِیْ عَيْنِیْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ اُطِيْقُ اَنْ اَمْلَاَ عَيْنِیْ مِنْهُ اِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَهُ مَا اَطَقْتُ لِاَنِّیْ لَمْ اَكُنْ اَمْلَاُ عَيْنِیْ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وُلِّيْنَا اَشْيَاءَ مَا اَدْرِیْ مَا حَالِیْ فِيْهَا؟ فَاِذَا اَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبَنِّیْ نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَنْظُرَ مَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ شُماسہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ

---

(1) ... مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ وکذا الھجرۃ والحج، ص ۷۰، حدیث: ۳۲۱ بتغیر قلیل۔

تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ حالت نزع میں تھے، وہ بہت روئے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے صاحبزادے ان سے کہنے لگے: ابا جان! کیا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو فلاں بات کی خوشخبری نہیں دی؟ کیا حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو فلاں چیز کی خوشخبری نہیں دی؟ حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے صاحبزادے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہمارے نزدیک سب سے افضل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دینا ہے۔ مجھ پر تین دور گزرے ہیں۔ ایک وہ وقت تھا جب مجھ سے بڑھ کر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دشمنی رکھنے والا کوئی نہ تھا اور مجھے اس سے بڑھ کر کوئی بات محبوب نہ تھی کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قابو پا کر آپ کو شہید کر ڈالوں اور اگر میں اسی حالت پر مر جاتا تو میں جہنمی ہوتا۔ پھر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے میرے دل میں ایمان پیدا کیا تو میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: اپنا دایاں ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شرفِ بیعت حاصل کر سکوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھایا لیکن میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے عمرو! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: میری ایک شرط ہے۔ فرمایا: کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کی: میرے گناہ معاف ہو جائیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ہجرت سابقہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے اور حج سابقہ گناہوں کی بخشش کا باعث ہے۔ اس وقت حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب نہ تھا اور میری نگاہوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بڑھ کر عظمت والا کوئی نہ تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جلال کی وجہ سے مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ سکتا اور اگر مجھ سے کوئی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حلیہ بیان کرنے کا کہے تو میں آپ کا حلیہ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہ سکا۔ اگر میں اس حال میں مر جاتا تو مجھے امید ہے کہ میں جنتی ہوتا۔ پھر بعض چیزوں پر ہمیں ذمہ دار بنایا گیا، میں نہیں جانتا کہ اس ذمہ داری میں میرا کیا حال ہے، جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ تو رونے پیٹنے والی عورت ہو اور نہ ہی آگ۔ جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی ڈال

کر میری قبر کے گرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم لوگوں سے مانوس ہو سکوں اور دیکھوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرشتوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حالت نزع میں اپنی سابقہ زندگی کے ایام جو کہ کچھ زمانہ جاہلیت میں گزرے اور کچھ زمانہ اسلام میں ان کو یاد کر کے رو رہے تھے اور آخرت کے بارے میں فکر مند تھے جبکہ ان کے صاجزادے انہیں تسلی دیتے ہوئے عرض کر رہے تھے: ابا جان! آپ فکر مند کیوں ہوتے ہیں کیا آپ کو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فلاں بات کی خوشخبری نہیں دی۔ معلوم ہوا کہ مرتے ہوئے آدمی کو رحمت الٰہی کی امید دلاتے ہوئے اسے خوشخبری سنانی چاہیے اور اسی طرح جو غیر مسلم اسلام قبول کرے اسے بھی سابقہ گناہوں کے معافی کی نوید سنانی چاہیے۔

سابقہ گناہوں کو مٹانے والے اَعمال:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں اسلام، ہجرت اور حج کے عظیم مرتبہ ہونے کا بیان ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے انسان کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اِس حدیث میں یہ بھی بیان ہے کہ جو شخص حالت نزع میں ہو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظن رکھنے پر تنبیہ کرنا مستحب ہے اور اس کے سامنے قرآنِ پاک کی وہ آیات اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وہ احادیث بیان کی جائیں جن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عفوو در گزر کا بیان ہے اور **اللہ** تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں اُن کی خوشخبری دی جائے اور اس کے اچھے اَعمال اسے یاد دلائے جائیں تاکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اچھا گمان رکھے اور اسی پر اس کی موت واقع ہو۔ نزع کے وقت ایسا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور اسی پر مذکورہ روایت بھی دلالت کرتی ہے۔ آنکھ بھر کر نہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت زیادہ تعظیم اور توقیر کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنازے کے ساتھ رونے پیٹنے والی عورت اور آگ سے اس لئے منع فرمایا کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مرنے والے پر نوحہ کرنے اور جنازے کے ساتھ آگ لے

جانے سے منع فرمایا ہے۔ نوحہ کرنا تو حرام ہے جبکہ میت کے ساتھ آگ لے جانا زمانہ جاہلیت کا شعار یا بُرا شگون ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اس روایت میں فتنہ قبر کا ثبوت ہے اور فرشتوں کے سوال جواب کا ذکر ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جو گفتگو کی جاتی ہے قبر والا اسے سنتا ہے۔[1]

سابقہ گناہوں کی معافی:

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: (وہ حاجی جو) پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے اور اُس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرۂ جماع (صحبت کی باتیں) اور ہر قسم کے گناہ ونافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے گناہ کئے تھے بشرطِ قبول (اگر حج قبول ہو گیا) سب معاف ہو جاتے ہیں، پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا اتنی مہلت نہ ملی کہ حقوق اللہ عَزَّوَجَلَّ یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو اُمید واثق (قوی امید) ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہا فرائض کہ بجانہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلمِ عفوِالٰہی پھر جائے (یعنی اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے) اور حقوق العباد و دُیون و مظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، بُرا کہا ہو ان سب کو مولیٰ تعالیٰ اپنے ذمۂ کرم پر لے لے، اَصحابِ حُقُوق (حق والوں) کو روزِ قیامت راضی فرما کر مطالبہ وخُصُومَت (حق کی ادائیگی کے تقاضے اور جھگڑے) سے نجات بخشے، یوہیں اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدرِ قدرت تَدَارُکِ حقوق ادا کر لیا (اپنی طاقت کے مطابق حقوق ادا کر دیئے) یعنی زکوٰۃ دے دی، نماز، روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار (دُکھ) پہنچا تھا معاف کرا لیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اُس کی طرف سے تصدُّق (صدقہ) کر دیا، بوجہِ قلت مُہلت (زندگی کے وفانہ کرنے کی وجہ سے) جو حق، اللہ عَزَّوَجَلَّ یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا اُس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کر دی، غرض جہاں تک طُرُقِ براءت (حقوق کی ادئیگی کے طریقوں) پر قدرت ملی، تقصیر (کوتاہی) نہ کی تو اس کیلئے اُمید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہوگئی اور اثمِ مخالفت (نافرمانی کا گناہ) حج سے دُھل چکا تھا۔ ہاں! اگر بعدِ حج باوصفِ قدرت ان اُمور میں قاصر رہا

[1] ۔۔۔ شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ وکذا الھجرۃ والحج، ۱/۱۳۸، الجزء الثانی ملخصاً۔

تو یہ سب گناہ اَز سرِ نو (دوبارہ) اُس کے سَر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے ان کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر، گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے اِزالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کیلئے پروانۂ بیقیدی نہیں ہوتا (یعنی حج آئندہ کے گناہوں سے آزادی کا اجازت نامہ نہیں ہوتا) بلکہ حجِ مبرور (مقبول حج) کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"بشارت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اسلام، ہجرت اور حج ایسے عظیم اعمال ہیں کہ ان میں سے ہر ایک سے انسان کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(2) جو شخص حالت نزع میں ہو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظن رکھنے کا کہا جائے اور اس کے نیک اعمال اسے یاد دلائے جائیں تاکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ اچھا گمان رکھے اور اسی پر اس کی موت واقع ہو۔

(3) مرنے والے پر نوحہ کرنا اور جنازے کے ساتھ آگ لے جانا یہ زمانہ جاہلیت کے شعار ہیں، حدیث پاک میں ان دونوں کی ممانعت ہے۔

(4) دفن کے وقت قبر پر مٹی آہستگی سے ڈالی جائے اور بعدِ دفن قبر کے آس پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے۔

(5) میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جو گفتگو کی جاتی ہے قبر والا اسے سنتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے اور ہمیں بلاحساب وکتاب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... فتاوی رضویہ، ۲۴/ ۴۶۶۔

باب نمبر:96

دوست کو رُخصت کرنے کا بیان

دوست کو رخصت کرنے، سفر وغیرہ پر جانے کے لیے اس کے جدا ہوتے وقت اُسے وصیت کرنے اور اُس کے لیے دعا کرنے اور اپنے لیے اُس سے دعا کروانے کا بیان

ہمیں مختلف حاجات کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے اور سفر اِنسان کو مشقت میں ڈالنے والی چیز ہے اور جب اِنسان سفر پر روانہ ہوتا ہے تو اسے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ صحیح سلامت اپنے گھر لوٹ پائے گا بھی یا نہیں اِسی لیے جب بھی دوست اَحباب یا عزیز و اَقارب میں سے کوئی سفر پر روانہ ہو تو اُسے دعاؤں اور نصیحتوں کے ساتھ رخصت کریں اور اُسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دے دیں تاکہ اُس کا سفر بخیر و عافیت اَنجام پذیر ہو اور مسافر کو دعائیں دینے کے ساتھ ساتھ اُس سے اپنے لیے بھی دعا کروائیں اور جب کبھی خود سفر پر روانہ ہونے کا اِرادہ کریں تو اپنے عزیزوں اور دوست اَحباب سے ضرور ملاقات کریں اور اُن سے حقوق العباد وغیرہ بھی معاف کروالیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"دوست کو رخصت کرنے اور سفر وغیرہ پر جانے کے لیے اس کے جدا ہوتے وقت اُسے وصیت کرنے، اُس کے لیے دعا کرنے اور اپنے لیے اُس سے دعا کروانے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 6 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں، پہلے آیت اور اُس کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

اَنبیاءِ کرام کی اپنی اَولاد کو وصیت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں اِرشاد فرماتا ہے:

وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُؕ-یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَؕ(۱۳۲) اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُۙ-اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْؕ-قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ

ترجمۂ کنز الایمان: اوراسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دِین تمہارے لیے چُن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد

وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ(۱۳۳) کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا ایک خُدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔ (پ ۱، البقرۃ: ۱۳۲، ۱۳۳)

مذکورہ آیات میں اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اِنسان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد اور گھر والوں کو دِین پر قائم رہنے کی تاکید کرے جیسا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نے بھی اپنی اولاد کو دِینِ اِسلام سے وابستہ رہنے کی تلقین کی جبکہ وہ کامل مسلمان تھے۔ پہلی آیت مبارکہ میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم اور حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی اولاد کو دِینِ اِسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی، حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے آٹھ بیٹوں اور حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے بارہ بیٹوں کو کلمہ توحید یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی وصیت کی اور فرمایا: اے میرے بیٹو! بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لیے دِینِ اِسلام کو چُن لیا ہے، اِس لیے تم مسلمان ہی مرنا یعنی تم اپنے دِینِ اِسلام پر ہمیشہ قائم رہنا یہاں تک کہ جب تمہیں موت آئے تو تم مسلمان ہو کیونکہ اِنسان اِس بات سے ناواقف ہے کہ موت اس پر کس وقت میں آئے گی لہٰذا ہمیشہ اسلام پر ثابت رہنا۔ نیز مذکورہ آیت مبارکہ میں بیان ہوا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمَا السَّلَام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی یہ نہیں فرمایا گیا کہ ان دونوں نے حکم دیا کیونکہ وصیت میں حکم سے بھی زیادہ تاکید ہوتی ہے اور یہ وصیت اس وقت کی جاتی ہے جب انسان کو اپنی موت کا خوف ہو اور ایسے وقت میں بندہ اپنی اولاد کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط ہوتا ہے اور اولاد بھی ایسے وقت میں وصیت کو اچھے طریقے سے قبول کرتی ہے۔[1] دوسری آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی وفات کے روز اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اس بہتان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔[2] **مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار

---

1 ... تفسیر خازن، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۳۲، ۱ / ۹۲ ملخصاً۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۳۳۔

خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ”اے بنی اسرائیل تم ہماری بیان کی ہوئی وصیت کا انکار کیسے کرتے ہو۔ یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے تو یہ وصیت تنہائی میں نہ کی تھی بلکہ اعلانیہ اور سب کے سامنے تاکہ ان کی اولاد اپنی اطاعت شعاری کا اقرار کرے اور دوسرے لوگ سن کر عبرت پکڑیں چنانچہ خود تمہارے بڑے بھی اس مجلس میں موجود تھے جب کہ یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام پر آثار موت نمودار تھے اس موت کی کشمکش میں بھی انہوں نے اپنی اولاد کو جمع کرکے یہی پوچھا تھا کہ میرے بچو! تم میری وفات کے بعد عبادت کس کی کروگے ان سب نے عرض کیا تھا کہ والدِ مہربان آپ مطمئن رہیں ہم اس ایک واحد قہار کے عابد رہیں گے جسے آپ کے اور آپ کے باپ دادا اور دیگر انبیا کے ذریعہ پہچانا اور جس کی آپ نے اور انہوں نے عبادت کی ہے اور ہم اب بھی اس کے فرمانبردار ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے کہ جس پیغمبر کے ذریعے جو حکم ملے ہمیں اس کے ماننے میں عُذر نہ ہوگا جب تمہارے بڑے یہ وصیت اپنے کانوں سے سن چکے اور آنکھوں سے دیکھ چکے اور وہاں اُن کی موجودگی تھی تو تم جان بوجھ کر یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو تہمت کیوں لگاتے ہو کہ انہوں نے یہودیت پر رہنے کی وصیت کی تھی۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:712 قرآن مجید کو مضبوطی سے تھام لو

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَمِنْهَا: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الَّذِيْ سَبَقَ فِيْ بَابِ اِكْرَامِ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ! اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: اَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ“ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ، ثُمَّ قَالَ: وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ.[2]

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ:۱۳۳، ۱/۶۶۸۔

2 ... مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۰۰۸، حدیث: ۶۲۲۵ ملتقطاً۔

ترجمہ: مذکورہ باب کی احادیث میں سے حضرت سَیِّدُنا زید بن اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ والی حدیث بھی ہے کہ جو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَہلِ بیت کرام کی تعظیم والے باب میں گزر چکی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کی اور لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: ”خبردار اے لوگو! میں ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آجائے اور میں اُس کا پیغام قبول کرلوں، میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اُن میں سے پہلی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔“ چنانچہ آپ نے کِتَابُ اللہ پر عمل کرنے پر ابھارا اور اس کی رغبت دلائی۔ پھر فرمایا: ”اور میرے اَہلِ بیت، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں۔“

اہلِ بیت کے متعلق وصیت:

مذکورہ حدیث پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اُس خطبے کا ذکر ہے جس میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قرآنِ مجید کو مضبوطی سے تھامنے اور اَہلِ بیت اَطہار کی تعظیم وتوقیر کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ فیض القدیر میں ہے: ”اے لوگو! میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد یعنی ملک الموت میرے پاس آجائے اور میں اُس کا پیغام قبول کرلوں یعنی اپنی رضامندی سے موت کو اختیار کرلوں۔ میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، اُن میں سے ایک کِتَابُ اللہ ہے جس میں گمراہی سے ہدایت ہے اور نور ہے تو تم اس پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑلو کیونکہ یہ قرآنِ مجید بلند مرتبے اور سعادتِ ابدیہ تک پہنچانے کا سبب ہے اور دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں اور اہلِ بیت سے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے وہ قرابت دار مراد ہیں کہ جنہیں صدقہ دینا حرام ہے نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اہلِ بیت کے بارے میں اس لیے وصیت کی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان مصیبتوں اور بلاؤں سے واقف تھے جو آپ کے بعد اہلِ بیت کو پہنچنے والی تھیں، اسی لیے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈراتا ہوں مطلب یہ کہ میں نے اُن کے بارے میں جو وصیت کی ہے اور جو اُن کے احترام کا حکم دیا

ہے اسے ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”جو یہ پسند کرتا ہے کہ اُس کی عمر دراز ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں برکت ہو تو اسے چاہیے کہ وہ مجھے میرے اہل بیت کے معاملے میں اچھا بدلہ دے اور جو اہل بیت کے معاملے میں مجھے اچھا بدلہ نہیں دے گا اس کی عمر سے برکت ختم ہو جائے گی اور وہ قیامت کے دن میرے سامنے سیاہ چہرے میں آئے گا۔“[1]

کیا صرف قرآن پر عمل کرنا ممکن ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قرآنِ مجید کو مضبوطی سے تھامنے کی وصیت فرمائی ہے کیونکہ قرآنِ مجید میں عقائد و اَعمال کی ہدایت ہے اور یہ دنیا میں دِل کا نور ہے، قیامت میں پلِ صراط کا نور۔ قرآن کریم کو ایسی مضبوطی سے تھامو کہ زندگی اس کے سائے میں گزرے، موت اس کے سائے میں آئے۔ خیال رہے کہ کتابُ اللہ میں سنتِ رسولُ اللہ بھی داخل ہے کہ وہ کتابُ اللہ کی شرح اور اس پر عمل کرانے والی ہے، سنت کے بغیر کتابُ اللہ پر عمل ناممکن ہے، لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صرف قرآن کافی ہے حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ فقہ بھی کتابُ اللہ کی ہی شرح یا حاشیہ ہے۔[2]

نوٹ: مذکورہ حدیث کی تفصیلی شرح جاننے کے لیے فیضان ریاض الصالحین، جلد چہارم، باب 43 کی حدیث نمبر 346 کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

”اَہل بیت“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) کامل مسلمان بننے کے لیے قرآنِ مجید اور اَہل بیت کی محبت دو لازمی اُمور ہیں۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ جب اپنے انبیا کی روح قبض کرنے کا اِرادہ فرماتا ہے تو انہیں اختیار عطا کرتا ہے کہ اگر وہ

---

1 ... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/ ۲۲۰، تحت الحدیث: ۱۰۸ ۲ ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۵۷ ۳ ملتقطا۔

چاہیں تو موت کو قبول کریں اور اگر چاہیں تو بعد میں ان کی روح قبض کی جائے۔

(3) قرآنِ مجید دنیا میں دل اور قیامت میں پل صراط کا نور ہے اور قرآنِ پاک کو مضبوطی سے تھام کر اس پر عمل کرنا بلند مقام حاصل ہونے اور دائمی سعادت مندی کا پیش خیمہ ہے۔

(4) قرآنِ پاک پر عمل کے لیے سنت پر عمل ضروری ہے بغیر اس کے قرآن پر عمل ممکن نہیں۔

(5) حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اہل بیت کی تعظیم اور ان سے اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت اس لیے فرمائی کہ آپ عَلَيْهِ السَّلَام ان مصیبتوں سے واقف تھے جو آپ کے بعد اہل بیت کو پہنچنے والی تھیں۔

(6) اہل بیت کے معاملے میں اچھا بدلہ دینے والے کی عمر اور نعمتوں میں برکت ہوتی ہے اور جو اچھا بدلہ نہ دے اس کی عمر سے برکت ختم ہو جاتی ہے اور وہ قیامت کے دن سیاہ شکل میں حاضر ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں قرآنِ مجید پر عمل کرنے اور اہل بیت کی تعظیم و تکریم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر: 713

گھر لوٹنے والے کو نصیحت

عَنْ اَبِيْ سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا اَهْلَنَا فَسَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ اَهْلِنَا فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ: اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ.[1] زَادَ الْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ.[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب اذا استووا فی القراءۃ فلیؤمھم اکبرھم، ۱/۲۴۵، حدیث: ۶۸۵، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب من احق بالامامۃ، ص ۲۶۵، حدیث: ۱۵۳۵۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ۴/۱۰۲، حدیث: ۶۰۰۸۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان مالِک بن حُوَیرِث رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان رسولُ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیس 20 دن حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس رہے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نہایت مہربان اور شفقت فرمانے والے تھے، آپ نے خیال فرمایا کہ ہمیں اپنے گھر لوٹنے کا اشتیاق ہو گا، اسی لیے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہم سے ہمارے گھر والوں کے متعلق دریافت فرمایا جنہیں ہم چھوڑ کر آئے تھے تو ہم نے آپ کو (گھر والوں کے بارے میں) عرض کر دیا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور انہی کے ساتھ رہو اور انہیں اسلام کی تعلیم دو اور اچھی باتوں کا حکم دو اور فلاں نماز فلاں وقت میں اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔“ بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ”اور ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔“

گھر لوٹنے کی اجازت دینے کی وجہ:

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن حُوَیرِث رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ چند ہم عمر اَفراد کے ہمراہ حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں (احکامِ دِین سیکھنے کے لیے) ایک وفد کی صورت میں حاضر ہوئے، اِن کا قیام بیس دن تک رہا۔ جب حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے محسوس فرمایا کہ انہیں اپنے گھر والوں یعنی بیوی بچوں اور گھر کے دیگر اَفراد کی یاد آرہی ہے تو آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں گھر لوٹنے کی اجازت اِس لیے عطا فرمائی کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منقطع ہو چکی تھی اور مدینہ شریف میں رہنا اُن پر لازم نہ تھا بلکہ اُن کی مرضی پر موقوف تھا کہ چاہیں تو رہیں یا چلے جائیں تو اُن میں سے بعض مدینے میں ہی رہے اور بعض ضروری علم حاصل کرنے کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔[1]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحتیں:

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں رخصت کرتے ہوئے چند نصیحتیں بھی فرمائیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے

---

[1] . . . فتح الباری، کتاب اخبار الاحاد، باب ماجاء فی اجازت خبر الواحد۔۔۔الخ، ۱۴/ ۲۰۲، تحت الحدیث: ۷۲۴۶ ملخصاً۔

فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور انہیں میں رہو اور انہیں اسلام کی تعلیم دو اور انہیں اچھی بات کا حکم دو یعنی انہیں واجبات کی ادائیگی کا حکم دو اور حرام کاموں سے اجتناب کرنے کا کہو اور فلاں وقت میں فلاں نماز اور فلاں وقت میں فلاں نماز ادا کرو اور جب نماز کا وقت داخل ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث پاک میں اَذان، جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے پر اور اِس بات پر اُبھارا گیا ہے کہ جب سب لوگ بقیہ خصلتوں (یعنی علم و فضل) میں برابر ہوں تو امامت کے لیے اُس شخص کو آگے کیا جائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور یہاں یہی معاملہ تھا کہ یہ سب اَفراد بقیہ خصلتوں میں برابر تھے کیونکہ ان سب نے ہجرت کی، سب اسلام لائے، سب نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت اختیار کی اور بیس دن حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس رہے اور سب نے ایک ساتھ آپ سے علم حاصل کیا جب یہ سب چیزوں میں ہم پلہ تھے تو اب صرف ایک ہی چیز باقی رہتی ہے اور وہ عمر ہے اسی لیے حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ حکم ارشاد فرمایا کہ جو تم لوگوں میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کروائے۔ اور ایک جماعت نے اس حدیث پاک سے یہ استدلال کیا ہے کہ امامت کرانا مؤذنی سے افضل ہے کیونکہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی اذان دے دے لیکن امامت وہ کروائے جو سب میں بڑا ہو۔ نیز یہ اشخاص اپنے گھر جانے کے لیے سفر پر روانہ ہو رہے تھے تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں اذان و جماعت کے التزام کا حکم ارشاد فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان و جماعت مسافر کے لیے بھی مشروع ہے اور سفر و حضر میں ان دونوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔"(1)

حضور کا عمل قرآن کی تفسیر ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بخاری شریف کے حوالے سے ایک روایت یہ بیان کی گئی تھی جس میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن لوگوں کو حکم دیا کہ تم اس طرح نماز پڑھنا جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے یعنی تمام شرائط و ارکان کا لحاظ کرتے ہوئے میرے طریقے پر نماز ادا کرنا۔ مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر

(1) . . . شرح مسلم للنووی، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ۔۔۔ الخ، باب من احق بالامامۃ، ۳/۱۷۵، الجزء الخامس ملخصاً۔

حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "سُبْحَانَ الله! کیسا ایمان اَفروز کلمہ ہے یعنی میں اور میرے اَفعال قرآن کی بولتی ہوئی تفسیر ہیں، رب نے صِرف نماز کا حکم دیا، طریقہ اَدا نہ بتایا، فرمایا جارہا ہے: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی تفسیر میں ہوں اور میرا عمل، سارے قرآن کا یہی حال ہے۔"(1)

مدنی گلدستہ

"سبز گنبد" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) ابتدائے اِسلام میں مسلمان وُفود کی صورت میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں اَحکامِ دِین سیکھنے کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نہایت مہربان ورَحم دِل ہیں جب آپ نے خیال فرمایا کہ دِین سیکھنے کے لیے آئے ہوئے مسلمانوں کو گھر والوں کا اشتیاق ہے تو آپ نے انہیں گھر لوٹنے کا حکم اِرشاد فرمادیا۔

(3) فتحِ مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منقطع ہوچکی تھی اس کے بعد مدینے شریف میں قیام کرنا مسلمانوں کی مرضی پر موقوف تھا کہ چاہیں تو مدینے شریف میں ہی رہیں یا اپنے گھر چلے جائیں۔

(4) جب وفد کے لوگ واپس اپنے گھروں کو لوٹنے لگے تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں چند نصیحتیں فرمائیں کہ اپنے گھر والوں کو دِین کی تعلیم دینا، اچھے کاموں کا حکم دینا، نماز کا وقت آئے تو اذان دینا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اور ایسے نماز ادا کرنا جیسے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(5) جب سب علم وفضل میں برابر ہوں تو امامت کے لیے اُسے آگے کیا جائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

(6) سفر و حضر میں اذان وجماعت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(7) حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور کا عمل قرآنِ کریم کی تفسیر ہے، قرآن کہتا ہے: نماز قائم کرو۔ حضور فرماتے ہیں: میری نماز کی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۲۳۔

نقل کرو، اِسی طرح قرآن میں جس عمل کا بھی حکم دیا گیا وہ تمام اَعمال حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت میں موجود ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دِین سیکھنے اور سکھانے کی توفیق عطا فرمائے اور سفر و حضر میں اذان و جماعت کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:714

عُمرہ کے لیے جانے والے سے دعا کا کہنا

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اِسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ وَقَالَ: لَا تَنْسَنَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِكَ، فَقَالَ: كَلِمَةً مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ بِهَا الدُّنْیَا.[1] وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ: اَشْرِكْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِكَ.[2]

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عمرہ کے لیے جانے کی اجازت مانگی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اجازت عطا کی اور ارشاد فرمایا: "اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں بھول نہ جانا۔" حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ ایسی بات ارشاد فرمائی کہ اس کے بدلے مجھے پوری دنیا بھی مل جائے تو خوشی نہ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: "اے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کرلینا۔"

اہم اُمور میں استاد اور شیخ سے اجازت لو:

حدیثِ پاک میں اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عمرہ کرنے کے لیے جانے کی اجازت مانگی تو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اجازت

1 . . . ابو داود، کتاب الوتر، باب الدعاء، ۲/ ۱۱۴، حدیث: ۱۴۹۸۔

2 . . . ابو داود، کتاب الوتر، باب الدعاء، ۲/ ۱۱۵، حدیث: ۱۴۹۸۔

عطا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ مذکورہ حدیث پاک کی باب سے یہی مناسبت ہے کہ اس میں سفر پر جانے والے سے دعا کا کہا گیا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عمرہ کرنے اس لیے جانا چاہتے تھے کہ آپ نے اِسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہوگئے، پھر حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لیے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اجازت سے روانہ ہوئے۔[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد استاد سے اور مرید اپنے شیخ سے اپنے اہم امور میں اجازت طلب کریں خاص طور پر ان نیک کاموں میں ضرور اجازت طلب کریں جو باہم اجتماعیت کے ساتھ کیے جاتے ہیں تاکہ ان کی غیر موجودگی سے اُستاد اور شیخ باخبر ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ (پ۱۸، النور: ۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اجازت طلب کی اور حضور نے انہیں مغفرت کی دعا دیتے ہوئے اجازت مَرحمت فرمائی۔[2]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو بھائی کہنا کیسا؟

مذکورہ حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھائی کہہ کر مخاطب فرمایا یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی انتہائی شفقت ہے۔ مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۲۹۹۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ۲/۲۲۱، تحت الحدیث: ۳۷۳ ملخصاً۔

حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھائی کہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًاؕ﴾ (پ۱۸، النور: ۶۳) (ترجمۂ کنز الایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔) اسی لیے کبھی صحابہ کرام نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا، روایتِ حدیث میں تمام صحابہ یہی کہتے تھے: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (یعنی نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا)۔[1] نیز نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: اے بھائی! ہمیں دعا میں یاد رکھنا یعنی مکہ مُعَظَّمہ پہنچ کر ہر مقبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لیے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لیے کہنا سنت ہے۔ صوفیائے کرام اِس جملے کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اے عمر! ہر دعا میں ہم پر درود شریف پڑھنا ہمارے درود کو نہ بھولنا تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں۔ حضور کے لیے اعلیٰ درجہ کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، کریم کے پیاروں کو دعائیں دینا در حقیقت اس سے مانگنے کی تدبیر ہے، ہمارا بھکاری ہمارے دروازے پر آکر ہمارے جان و مال، اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پاتا ہے۔ ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالیٰ سے بھیک لیں۔[2]

مسافر سے دعا کرواؤ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے جو دعا کا فرمایا اس سے مقامِ عبودیت میں عاجزی اور اِنکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے شخص سے دعا کا کہنا مقصود ہے جس کا ہدایت پر ہونا معلوم ہو اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس عمل سے اُمت کو صالحین اور عبادت کرنے والوں سے دعا کروانے کی خواہش کرنے پر اُبھارا ہے نیز ان کے لیے اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ دعا کرنے والا صرف اپنے لیے دعا نہ کرے بلکہ اپنی دعا میں اپنے قرابت داروں اور محبت

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۹۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۰۰ ملخصاً۔

کرنے والوں کو بھی شامل کرلے خاص طور پر ان دعاؤں میں کہ جو مقام قبولیت میں مانگی جائیں۔[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دعا کرنے کا کہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقیم کا مسافر کو دعا کرنے کا کہنا اور اُسے بابرکت جگہوں پر دعا کرنے کے لیے وصیت کرنا مُستحب ہے اگرچہ مقیم مسافر سے افضل ہو اور اگرچہ اسے یہ بھی معلوم ہو کہ مسافر اس کے لیے دعا کرے گا تب بھی اسے یاد دلانے میں کوئی حرج نہیں خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب وہ سفر عبادت پر روانہ ہو رہا ہو جیسے حج، عمرہ اور جہاد وغیرہ تو ایسے سفر پر جانے والے سے لازمی طور پر دعا کی درخواست کرے کہ حدیثِ پاک میں ہے ”حاجی کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کی بھی جس کے لیے حاجی مغفرت کی دعا کرے۔“[2]

دنیا کی ہر چیز سے افضل کلمات:

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ”اے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں یاد رکھنا بھول نہ جانا۔“ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت خوش ہوئے، فرماتے ہیں کہ ”ان کلمات کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہ ہو۔“ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”حضرتِ عمر کا یہ فرمان فخریہ نہیں بلکہ شکریہ کے طور پر ہے یعنی حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا، معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مؤمن ہوں، پھر مجھے حکمِ دعا کہ حضور کو دعائیں دوں، معلوم ہوا کہ میرا منہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا: مجھے بھولنا نہیں، معلوم ہوا کہ میرا دل کاشانۂ یار بننے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں۔“[3]

نوٹ: مذکورہ حدیث کی تفصیلی شرح کے لیے فیضانِ ریاض الصالحین، جلد چہارم، باب نمبر 45،

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، الفصل الثانی، ۵/ ۲۳، تحت الحدیث: ۲۲۴۸۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم... الخ، ۲/ ۲۴۱ تحت الحدیث: ۳۷۲۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۰۰۔

حدیث نمبر 373 کا مطالعہ فرمائیں۔

مدنی گلدستہ

"غوثِ اعظم" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے اہم اُمور میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام سے اجازت لیتے تھے اسی وجہ سے شاگرد اور مرید کے لیے بہتر ہے کہ وہ بھی اپنے اہم امور میں اُستاد اور پیر صاحب سے اجازت لے لیا کریں۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھائی کہہ کر مخاطب فرمانا انتہائی شفقت کی بنا پر تھا لیکن کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو بھائی کہے۔

(3) حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی سے دعا کروانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لیے کہنا سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر درود پڑھنا نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

(4) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دعا کا فرمانا مقامِ عبودیت میں عاجزی کرنے کے لیے اور اُمّت کو اس بات پر ابھارنے کے لیے تھا کہ وہ نیک لوگوں سے دعا کروانے کی خواہش کیا کریں۔

(5) دعا کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے قرابت داروں اور اہلِ محبت کے لیے بھی دعا کرے۔

(6) مقیم کا مسافر کو دعا کرنے کے لیے کہنا مُستحب ہے اور خاص طور پر اس صورت میں ضرور دعا کرنے کی وصیت کرے جب وہ نیک سفر پر یا بابرکت مقامات کی زیارت کے لیے جارہا ہو۔

(7) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے لیے دعا کا فرمانا حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بلند مقام و مرتبے پر دلالت کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیک و پرہیز گار لوگوں سے نیز حج و عمرہ کے لیے جانے والے خوش نصیب مسلمانوں سے دعائیں کروانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:715

مُسافِر کو رُخصت کرنے کی دُعا

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا: اُدْنُ مِنِّيْ حَتّٰى اُوَدِّعَكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَدِّعُنَا فَيَقُوْلُ: اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سالم بن عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے روایت ہے جب کوئی شخص سفر پر جانے کا ارادہ کرتا تو حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس سے فرماتے کہ میرے قریب ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں رخصت فرماتے تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے: "میں تیرے دِین، تیری امانت اور تیرے آخری عمل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں۔"

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو رخصت کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسی طرح مسافر کو رخصت کیا کرتے تھے۔ ایک حدیثِ پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور عَلَیْہِ السَّلَام کسی مسافر کو رخصت فرماتے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور تواضع اور محبت و رحمت کا اظہار کرتے ہوئے اس وقت تک اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑتا پھر اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام وہی دعا پڑھتے جو مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان کی گئی ہے۔[2] حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ جب کوئی شخص سفر پر جانے کا ارادہ کرتا تو حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس سے فرماتے میرے قریب آؤ تاکہ میں تمہیں اسی طرح رخصت کروں جس طرح نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں رخصت کیا کرتے تھے پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے: "میں نے تیرے دِین کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کیا۔" یعنی تیرے دِین کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت

---

1 . . . ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا، ۵/۲۷۷، حدیث: ۳۴۵۴۔

2 . . . ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا، ۵/۲۷۷، حدیث: ۳۴۵۳۔

میں دیا کیونکہ سفر بندے کو نیک اعمال سے غافل کر دیتا ہے اور نیک اعمال ہی وہ چیز ہیں جن کی کمی زیادتی سے دِین میں کمی زیادتی ہوتی ہے اسی لیے دِین کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں دے دیا تاکہ اس میں نقصان نہ ہو۔ پھر فرماتے: "تیری امانت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کیا۔" یعنی تیرے اہل وعیال اور وہ لوگ جنہیں تو اپنے پیچھے چھوڑ کر جارہا ہے اور تیرا مال جسے تو نے کسی قابل اعتماد شخص کے پاس امانت کے طور پر رکھوایا ہے ان سب چیزوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں دیا۔ پھر فرماتے: "تیرے آخری عمل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں۔" یعنی یہاں رہتے ہوئے تو نے جو آخری نیک عمل کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حفاظت فرمائے۔[1] مطلب یہ کہ جو آخری نیکی تو نے یہاں کی اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے وہ نیکی بعد میں بھی کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سفر پر جانے اور مسافر کو رخصت کرنے کے آداب:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "سفر پر جانے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کا اختتام کسی نیک کام پر کرے جیسا کہ توبہ کرے، کوئی اچھائی کردے، ظلم سے کنارہ کش ہو جائے، نماز پڑھے، صدقہ دے، صلہ رحمی کرے، آیت الکرسی پڑھے، وصیت کرے اور تمام حقوق وغیرہ سے بری ہو کر سفر کے لیے روانہ ہو اور وہ شخص جو کسی مسلمان کو رخصت کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ رخصت کرتے ہوئے یہ کلمات پڑھے: "اَسْتَوْدِعُ اللہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ یعنی میں تیرے دِین، تیری امانت اور تیرے آخری عمل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں۔" اور اخلاص و یکسوئی کے ساتھ ان کلمات کی تکرار کرتا رہے اور جب وہ مسافر چلا جائے تو یہ کہے: "اَللّٰھُمَّ اطْوِ لَہُ الْبَعِیْدَ وَھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کے لیے دوری کو لپیٹ دے (یعنی اس کے سفر کو چھوٹا کردے) اور اس پر سفر کو آسان فرمادے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۶۴۱، تحت الحدیث: ۱۰۰۷۔

2 . . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۶۴۱، تحت الحدیث: ۱۰۰۷۔

آخری سلام کے لیے بارگاہِ عالی میں حاضری:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا عبدالله بن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مسافر سے فرماتے کہ میرے قریب ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمیں رخصت فرماتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے غلاموں کو بڑے اہتمام کے ساتھ رخصت فرماتے تھے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام سفر کو جاتے وقت حضورِ انور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس بارگاہِ عالی سے وَداع (رخصت) ہوتے تھے اُس وقت کا یہاں ذکر ہو رہا ہے، اب بھی زائرین مدینہ منورہ سے چلتے وقت آخری سلام کے لیے روضۂ اَنور پر حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں: ”اَلْوَدَاعُ اَلْوَدَاعُ یَارَسُوْلَ اللهِ اَلْفِرَاقُ اَلْفِرَاقُ یَاحَبِیْبَ الله“ ہم نے ایک وَداعیہ قصیدہ عرض کیا تھا جس کے کچھ شعر یہ ہیں۔ شعر

دور سے آئے تھے پردیسی غلام .... عرض کرنے کو غلامانہ سلام
آستانہ سے وَداع ہوتے ہیں اب .... یہ فرماؤ کہ بلواؤ گے کب
چشم رحمت سے نہ تم کریو جدا .... رکھیو اپنے سایہ میں ہم کو سدا

اُس وقت جو دل کا حال ہوتا ہے وہ وَداع ہونے والا ہی جانتا ہے۔ شعر

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے .... ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے
روضہ اچھا زائر اچھے، اچھی راتیں، اچھے دن .... سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں[1]

مذکورہ حدیثِ پاک میں جو دعا بیان کی گئی ہے اس دعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی خُدا تیرے دِین و ایمان و خاتمے کی حفاظت کرے، سب کچھ اس کے سُپرد ہے۔ امانت سے مراد یا تو اعمالِ شرعیہ ہیں یا مسافروں کے آپس کے اَخلاق و مالی معاملات، چونکہ سفر میں کبھی آپس میں تلخی ترشی بھی ہو جاتی ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ اس دعا میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ اے مدینہ

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۳۔

میں میرے پاس رہنے والے اب تک تو تُو میرے سایہ میں تھا کہ ہر مسئلہ مجھ سے پوچھ لیتا تھا، ہر مشکل مجھ سے حل کرلیتا تھا اب تُو مجھ سے دور ہو رہا ہے کہ ہر حاجت میں مجھ سے پوچھ نہ سکے گا تو تیرا ہر کام خدا کے سپرد ہے۔ کیسی پیاری دعا ہے اور کیسی مبارک وَداع! آخر عمل سے مراد وقتِ موت ہے یعنی اگر اس سفر میں تجھے موت آئے تو ایمان پر آئے، تیری زندگی و موت رب کے حوالے۔[1]

مدنی گلدستہ

”جبل نور“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جب کوئی شخص سفر پر جانے کا ارادہ کرتا تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام اسے بڑی محبت و شفقت کے ساتھ رخصت فرماتے تھے اور آپ کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی مسافروں کو بڑے اہتمام کے ساتھ رخصت کیا کرتے تھے۔

(2) مسافر کو دِین، جان و مال اور خاتمہ بالخیر کی دعا دے کر رخصت کرنا چاہیے۔

(3) جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہو رہا ہو تو اُسے ان کلمات کے ساتھ رخصت کرنا مستحب ہے: ”اَسْتَوْدِعُ اللہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ یعنی میں تیرے دِین، تیری امانت اور تیرے آخری عمل کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں۔“

(4) سفر پر جانے والے کے لیے سنت ہے کہ جانے سے پہلے نیک اعمال بجالائے مثلاً توبہ کرے، نماز ادا کرے، صدقہ دے، صلہ رحمی کرے اور لوگوں کے حقوق ادا کرکے سفر پر روانہ ہو۔

(5) جب مسافر چلا جائے تو مقیم یہ دعا پڑھے: ”اَللّٰھُمَّ اطْوِ لَہُ الْبَعِیْدَ وَھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس کے لیے دوری کو لپیٹ دے اور اس پر سفر کو آسان فرمادے۔“

(6) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سفر کو جاتے وقت حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۳ ملتقطاً۔

ہوتے تھے اور اس بارگاہِ عالی سے رخصت ہوتے تھے، اب بھی زائرین مدینہ منورہ سے چلتے وقت آخری سلام کے لیے روضۂ انور پر حاضر ہوتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سفر پر جانے والے کو سنت کے مطابق رخصت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:716

لشکر کو رخصت کرنے کی دعا

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ یَزِیْدَ الْخَطْمِیِّ الصَّحَابِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّوَدِّعَ الْجَیْشَ قَالَ: اَسْتَوْدِعُ اللہَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ.[1]

ترجمہ: صحابی رسول حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن یزید خطمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی لشکر کو رخصت کرنا چاہتے تو فرماتے: ''میں تمہارے دِین، تمہاری امانت اور تمہارے آخری اَعمال کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سُپرد کرتا ہوں۔''

مذکورہ حدیثِ پاک میں لشکر کو رخصت کرتے وقت پڑھی جانے والی دعا بیان کی گئی ہے اور سابقہ حدیثِ پاک میں بھی یہ دعا بیان کی گئی تھی، وہاں ایک شخص کا ذکر تھا اور یہاں لشکر کا ذکر ہے جبکہ دونوں اَحادیث کا مضمون ایک ہی ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ لشکرِ اسلام جنگی سامان کے ساتھ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعائیں بھی ساتھ لیتا تھا، محمود غزنوی جب سومناتھ مندر (پر) حملہ آور ہوا تھا تو حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی دعائیں اور ان کا جُبّہ ساتھ لایا تھا، ان مجاہدین کی تلواریں آستانۂ محبوبین پر دھاردار ہوتی تھیں۔''[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی الدعا عند الوداع، ۳/ ۵۹، حدیث: ۲۶۰۱۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۴۔

مسافر کو رب کے سپرد کردیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ جب کسی کا کوئی عزیز یا چاہنے والا یا مسلمانوں کا کوئی قافلہ سفر پر روانہ ہو رہا ہو تو اس کے دِین، مال و اسباب اور خاتمہ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دے دینا چاہیے۔ حضرت سَیِّدُنا حکیم لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جب کوئی چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کی جاتی ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔“ کیونکہ بندہ بہت کمزور اور عاجز چیز ہے اور اسے جو اسباب دیئے گئے ہیں وہ بھی اسی کی طرح کمزور ہیں تو جب بندہ اسباب سے پیچھا چھڑا کر ان سے سبکدوشی اختیار کرتا ہے اور اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے کسی چیز کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں دے دیتا ہے اور خود اس کی حفاظت سے بری ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس کا وکیل بنا دیتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس چیز کی حفاظت فرماتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بہترین حفاظت فرمانے والا ہے۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں چاہیے کہ ہم جب بھی سفر پر جانے کا ارادہ کریں تو اپنے دوست احباب سے ضرور مل کر جائیں ”حدیثِ پاک میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو سلام کرے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی دعا کے طفیل اس کی خیر میں اضافہ فرمائے گا۔“[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”سفر پر جانے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے جان پہچان والے مسلمان بھائیوں کے گھروں پر جائے، انہیں الوداع کہے اور اُن سے دعائیں کروائے۔ نیز مسافر و مقیم دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو کہیں: ”اَسْتَوْدِعُ اللہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ“ یعنی میں تیرے دِین، تیری امانت اور تیرے خاتمۂ عمل کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں، اور مقیم کو چاہیے کہ وہ زیادہ دعائیں دے اور اسے بھلائی کے ساتھ روانہ کرے۔ سفر پر جانے والے کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے ملاقات کرے اور انہیں سلام کرے اور جب مسافر لوٹ آئے تو لوگوں کو چاہیے کہ اس سے ملاقات کریں اور بخیر و عافیت لوٹنے پر مبارکباد پیش کریں۔ نیز ایک مسئلہ بھی ذہن نشین فرمالیں کہ اگر

---

1 . . . فیض القدیر، حرف الهمزة، ۲/ ۲۴۲، تحت الحدیث: ۲۴۰۳۔

2 . . . کنز العمال، کتاب السفر من قسم الاقوال، الفصل الثانی، ۳/ ۲۹۹، حدیث: ۱۷۴۷۹، الجزء السادس۔

رشتہ داروں یا پڑوسیوں میں سے کوئی کافر ہو تو اس کے یہاں نہیں جائیں گے اور نہ ہی اسے الوداع کریں گے کیونکہ الوداع کرنے کا مقصد دعائیں لینا ہے اور ان کی دعاؤں کا کوئی فائدہ نہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۝۱۴﴾ (پ ۱۳، الرعد: ۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔[1]

حمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں دے دیا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے ہمیں یہ ترغیب ملتی ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان سفر پر روانہ ہو رہا ہو تو اسکی جان و مال عزت و آبرو اور دِین کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دے دیں اور جب ہم خود کسی سفر پر جانے کا ارادہ کریں تو اپنے گھر والوں اور مال و اسباب وغیرہ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سُپرد کر کے جائیں، جب ہم سفر سے واپس لوٹیں گے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں وہ تمام چیزیں مل جائیں گی جو ہم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دی ہوں گی کیونکہ جب کوئی چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دے دی جائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس چیز کی حفاظت فرماتا ہے اور جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی چیز کی حفاظت فرمائے تو وہ ضائع نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مروی ہے کہ خلیفہ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں میں مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”میں نے کسی کو کسی کے اتنا مشابہ نہیں دیکھا جتنا یہ لڑکا تمہارے مشابہ ہے۔“ تو اس شخص نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! میں اس لڑکے کے بارے میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں وہ یہ کہ میں نے سفر پر جانے کا ارادہ کیا، اس وقت میری بیوی اس سے حاملہ تھی، اس نے کہا: ”تم مجھے اس حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟“ میں نے کہا: ”جو تمہارے پیٹ میں ہے میں نے اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ میں دیا۔“ یہ کہہ کر میں رخصت ہو گیا، جب سفر سے لوٹا تو بیوی انتقال کر چکی تھی، ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے (ہمارے اور بقیع مبارک کے مابین کوئی چیز حائل نہ تھی) کہ اچانک ہم نے ایک قبر پر آگ کا شعلہ دیکھا، میں نے لوگوں سے کہا: ”یہ آگ کیسی ہے؟“ لوگوں نے بتایا: ”یہ آگ فلاں عورت کی قبر پر ہے ہم اسے ہر رات ملاحظہ کرتے ہیں۔“ میں نے کہا: ”**اللہ**

---

1 ... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۱ / ۳۴۷، تحت الحدیث: ۴۱۲ ملخصا۔

عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ تو روزہ دار اور بہت عبادت گزار تھی۔" چنانچہ، پھاوڑا لے کر ہم اس کی قبر پر گئے، جب قبر کھودی تو دیکھا کہ ایک چراغ جل رہا تھا اور یہ بچہ ہاتھ پاؤں ہلا رہا تھا، تو مجھ سے کہا گیا: "یہ تیری امانت ہے، اگر تو اس کی ماں کو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دے جاتا تو ضرور اسے بھی پاتا۔" (یہ واقعہ سن کر) امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "ایک کوا دوسرے کوے کے ساتھ جتنی مشابہت رکھتا ہے یہ لڑکا اس سے بھی زیادہ تمہارے مشابہ ہے۔"(1)

مدنی گلدستہ

"الرحمٰن" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جب بھی کسی سفر پر تنہا یا اجتماعی طور پر جہاد وغیرہ کے لیے روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو پہلے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہو کر دعائیں حاصل کرتے۔

(2) جب کوئی چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دے دی جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حفاظت فرماتا ہے کیونکہ بندہ بہت کمزور ہے اور جب وہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی چیز کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں دے دیتا ہے تو پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس چیز کی حفاظت فرماتا ہے۔

(3) سفر پر جانے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ جان پہچان والے مسلمانوں کے گھر پر جا کر ان سے ملاقات کرے اور ان سے دعائیں لے تاکہ سفر میں خیر وعافیت رہے۔

(4) جب کوئی سفر پر جا رہا ہو تو مقیم لوگوں کو چاہیے کہ اسے خوب دعائیں دیں اور جب وہ سفر سے لوٹ آئے تو اس سے ملاقات کرنے کے لیے جائیں اور سلامتی کے ساتھ لوٹنے پر مبارکباد پیش کریں۔

(5) اگر رشتہ داروں یا پڑوسیوں میں سے کوئی کافر ہو تو مسافر اُسے الوداع نہ کہے کیونکہ الوداع کرنے کا مقصد دعائیں لینا ہے اور کافر کی دعاؤں کا کوئی فائدہ نہیں۔

---

(1)... احیاء العلوم، ۲/ ۹۱۷۔

(6) مسافر و مقیم دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کردیں کیونکہ جو چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دی جاتی ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سفر پر جاتے وقت شریعت کے مطابق دوست احباب سے الوداع ہونے اور اُن سے دعائیں لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:717

مُسافر کے لیے بہترین زادِ راہ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! اِنِّیْ اُرِیْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِیْ فَقَالَ: زَوَّدَكَ اللہُ التَّقْوٰی، قَالَ: زِدْنِیْ، قَالَ: وَغَفَرَ ذَنْبَكَ، قَالَ: زِدْنِیْ، قَالَ: وَیَسَّرَ لَكَ الْخَیْرَ حَیْثُمَا کُنْتَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں سفر کرنا چاہتا ہوں مجھے زادِ راہ عنایت فرمایئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں تقویٰ کا زادِ راہ عطا فرمائے۔" اُس نے عرض کی: زیادہ دیجئے۔ فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے گناہ بخش دے۔" عرض کی: اور زیادہ عطا کیجئے۔ فرمایا: "تم جہاں کہیں بھی ہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے لیے بھلائی کو آسان کر دے۔"

مسافر کو تقویٰ کی دعا دو:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہو رہا ہو تو اُسے تقویٰ، مغفرت اور ہر جگہ ہر معاملے میں خیر و بھلائی کی دعا دی جائے کیونکہ تقویٰ ایسا توشہ ہے جو دنیا و آخرت کے سفر میں کام آتا ہے، جسے یہ مل جائے اس کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں، تقویٰ کی وجہ سے انسان سفر میں لوگوں سے سوال کرنے سے بچتا ہے اور گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔ حدیثِ

[1] ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۴۴، ۵/۲۷۸، حدیث: ۳۴۵۵۔

پاک میں بیان ہوا کہ ایک شخص نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں مجھے زادِ راہ عنایت فرما دیجئے۔"

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ممکن ہے کہ یہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں سفر پر جانے کی اجازت لینے کے لیے آئے ہوں جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں عمرہ پر جانے کی اجازت لینے آئے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں اجازت پہلے ہی مل چکی ہو اب صرف دعائیں لینے کے لیے حاضر ہوئے ہوں اور آپ نے سائل کی حالت سے یہ جان لیا ہو گا کہ ان کی زادِ راہ سے مراد دُعا ہے اسی لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں دعا دیتے ہوئے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے تقویٰ کا زادِ راہ عطا کرے" آپ نے تقویٰ کی دعا اس لیے دی کہ یہ بہترین زادِ راہ ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ۫﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۹۷) ترجمۂ کنزالایمان: "اور توشہ (سفر کا خرچ) ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔" اور تقویٰ اس لیے بہتر توشہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان دُشوار گزار گھاٹی (یعنی آخرت کے سفر) کو طے کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے سبب قیامت کے دن مَصائب سے نَجات حاصل کرے گا۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ مسافر کا اپنے اصحاب کے پاس جانا اور ان سے دعاؤں کا سوال کرنا مستحب ہے۔"(1)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

صحابہ ہر موقع پر حضور سے دعائیں لیتے:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(اس شخص نے زادِ راہ کا مطالبہ کیا) زاد، وہ زائد کھانا ہے جو مسافر کی موجودہ ضرورت سے بچا ہوا آئندہ کام آوے۔ معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے لیے توشۂ دارین سمجھتے تھے اور ہر موقعہ پر

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الادب، باب فی وداع الصاحب ووصیتہ عند فراقہ۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۰۳، تحت الحدیث: ۷۱۵۔

آپ سے دعائیں کراتے تھے اپنی دعاؤں پر کفایت نہ کرتے تھے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ مزید عطا کیجئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے گناہ بخش دے۔“ یعنی تمہیں دنیا میں لوگوں سے غنا دے کہ تم سوال سے بچو اور آخرت کے لیے نیک اعمال کی توفیق بخشے، بہت جامع دعا ہے۔ اس کے بعد اس نے عرض کی: ”حضور اور زیادہ عطا فرمایئے۔“ یعنی ابھی فقیر کی سیری نہیں ہوئی داتا کچھ اور ملے۔ دنیا میں صبر بہتر، آخرت کے معاملہ میں بے صبری و حرص افضل۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے لیے بھلائی کو آسان کردے۔“ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں جیتے مرتے، قبر و حشر میں ایسی بھلائیاں عطا فرماوے جس سے تمہیں پوری کامیابی نصیب ہو۔ حَیْثُ مَا کُنْتَ (یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو) میں سفر، حضر، زندگی و قبر ہر جگہ داخل ہے۔ سُبْحَانَ اللہ سائل کی جھولی بھر دی، نہ معلوم اِن الفاظ سے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کیا دے دیا ہو اور سائل نے کیا کچھ لے لیا، یہ تو دینے والے اور لینے والے جانیں۔[1]

مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر پر جاتے وقت بزرگانِ دین و اولیاءِ کرام کی خدمت میں حاضری دے کر دعا کی درخواست کرنی چاہیے کہ ان کی دعاؤں کی برکت سے سفر میں درپیش آنے والی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور اسی طرح جب کوئی عزیز یا رشتہ دار سفر پر روانہ ہو رہا تو اُسے بھی دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں اور ممکن ہو تو اُسے الوداع کرنے کے لیے کچھ دور تک اس کے ساتھ جائیں کہ یہ سنت ہے نیز آپ کے اس عمل سے اس کا دل خوش ہو جائے گا اور مسلمان کا دل خوش کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔

مدنی گلدستہ

”پرہیزگار“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہو رہا ہو تو اسے تقویٰ کی دعا دینی چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے سفر میں

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۴ ملتقطا۔

لوگوں سے سوال کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(2) مسافر کا اپنے دوست اَحباب کے پاس جانا اور اُن سے دعاؤں کا سوال کرنا مستحب ہے۔

(3) سفر پر جانے والے کو دیگر دعاؤں کے ساتھ مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان کردہ یہ دعا بھی دینی چاہیے: ”زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ“ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں تقویٰ کا زادِ راہ عطا فرمائے، تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارے لیے بھلائی کو آسان کردے۔

(4) ”زاد“ اس کھانے کو کہتے ہیں جو مسافر کو موجودہ ضرورت سے زیادہ ہو اور بعد کے لیے ذخیرہ کیا گیا ہو۔

(5) صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان ہر موقعہ پر حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے دعائیں کرواتے تھے اور صرف اپنی دعاؤں پر اِکتفا نہیں کرتے تھے۔

(6) حدیث پاک میں بیان ہوا کہ جب اس شخص کو حضور عَلَيْهِ السَّلَام نے دعا عطا فرمائی تو اس نے اور زیادہ کی خواہش ظاہر کی پھر حضور عَلَيْهِ السَّلَام نے اسے اور دعائیں عطا فرمائیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے معاملے میں صبر جبکہ آخرت کے معاملے میں بے صبری اور حرص افضل ہے۔

(7) جب بھی سفر پر جانے کا ارادہ ہو تو پہلے بزرگانِ دِین و علماءِ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے دعائیں کروائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو سفر میں عافیت رہے گی۔

(8) جب کوئی دوست یا عزیز سفر پر روانہ ہو رہا ہو تو اُسے چھوڑنے کے لیے اس کے ساتھ کچھ دور تک جانا سنت ہے نیز اس سے اُس کا دل بھی خوش ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سفر پر جانے سے پہلے صالحین و دیگر سے دعائیں کروانے اور سفر و حضر میں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:97

اِستخارہ اور مَشورہ کرنے کا بیان

اِستخارہ کے معنیٰ ہیں خیر مانگنا یا کسی سے بھلائی کا مشورہ کرنا، چونکہ اس میں بندہ اللہ سے گویا مشورہ کرتا ہے کہ فلاں کام کروں یا نہ کروں اسی لیے اسے اِستخارہ کہتے ہیں۔[1] صِرف ان کاموں کے بارے میں استخارہ ہوسکتا ہے جو ہر مسلمان کی رائے پر چھوڑے گئے ہیں۔ مثلاً تجارت یا ملازمت میں سے کس کا انتخاب کیا جائے؟ سفر کے لئے کون سا دن یا کون سا ذریعہ مناسب رہے گا؟ مکان ودکان کی خریداری مفید ہوگی یا نہیں؟ کون سے علاقے میں رہائش مناسب ہوگی؟ وغیرہ وغیرہ۔ جن کاموں کے بارے میں شریعت نے واضح اَحکام بیان کردیئے ہیں ان میں استخارہ نہیں ہوتا جیسے پنج وقتہ فرض نمازیں، مالدار ہونے کی صورت میں زکوۃ کی ادائیگی، رمضان المبارک کے روزے وغیرہ کے بارے میں اِستخارہ نہیں کیا جائے گا کہ میں نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں؟ زکوۃ ادا کروں یا نہ کروں؟ اسی طرح جھوٹ بولنا یا کسی کی حق تلفی کرنا وغیرہ جن کاموں سے شریعت نے منع کیا ہے وہ کروں یا نہ کروں؟ بلکہ ان تمام کاموں میں شریعت کی ہدایات پر عمل کرنا ضَروری ہے نیز استخارہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ کام جائز ہو، ناجائز کاروبار وغیرہ کے لئے استخارہ نہیں کیا جائے گا۔[2] اِستخارہ اور مشورہ کرنا دونوں سنت ہیں اور ان سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مروی ہے کہ "جس نے استخارہ کیا وہ نامُراد نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہوگا۔"[3] مشورے کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مشورہ کرنے کا حکم دیا۔ آپ کو یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ آپ کی اُمَّت مشورے کی اہمیت کو جانے اور ان فوائد کو حاصل کرسکے جو مشورہ لینے سے ہوتے ہیں اور یہ عمل آپ کی سنت قرار پائے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"استخارہ اور مشورہ کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیات اور 1 حدیث پاک ذِکر فرمائی ہے۔ پہلے آیتِ مبارکہ اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۳۰۱۔

2 ... بدشگونی، ص۴۵۔

3 ... معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۵/۷۷، حدیث: ۶۶۲۷۔

(1) مشورہ کرنا سنت ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (پ۴، آل عمران: ۱۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: یعنی اہم کاموں میں ان سے مشورہ بھی لیتے رہیں کیونکہ اِس میں اِن کی دِلداری بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے گا اور آئندہ امت اِس سے نفع اُٹھاتی رہے گی، پھر جب مشورے کے بعد آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کرلیں تو اپنے کام کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ توکُّل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور ان کی مدد کرتا اور انہیں اس چیز کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو۔ مشورہ کے معنی ہیں کسی معاملے میں دوسرے کی رائے دریافت کرنا۔[1] اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "مشورہ میں (صحابہ کو) شریک فرمانا، اہل الرَّائے صحابہ کے لئے ہے کہ مشورہ ہر شخص سے نہیں کیا جاتا اور اِن اُمور میں مشورہ مراد ہے جو قابلِ مشورہ ہوں، اَحکامِ قرآنیہ یا اَحکامِ نبویہ میں مشورہ مراد نہیں کہ یہ چیزیں مشورہ کے لائق نہیں۔"[2]

(2) مشورہ کرنے والوں کی تعریف

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (پ۲۵، الشوری: ۳۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے۔

عَلَّامَہ اَبُوْعَبْدُ اللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انصار کی تعریف بیان کی کہ انصار نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مدینہ پاک میں تشریف لانے سے پہلے بھی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تو پہلے آپس میں مشورہ کرتے پھر اس کام کو سرانجام

[1] ... تفسیر صراط الجنان، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۲/۸۳۔
[2] ... تفسیر نعیمی، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۴/۲۸۹۔

دیتے۔ انصار چونکہ اپنے آپس کے کام باہمی مشورہ کے ساتھ کیا کرتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کے اس کام کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے۔“ حضرت سَیِّدُنَا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ پر پہنچتی ہے۔ حضرت ابنِ عربی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”مشورہ جماعت میں محبت پیدا کرتا ہے، عقلوں کو پرکھنے کا آلہ ہے، صحیح نتیجہ تک پہنچنے کا سبب ہے اور جس قوم نے مشورہ کیا وہ درست راہ تک پہنچی۔“[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 718

اِستخارہ کی تعلیم

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَۃَ فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا کَالسُّوْرَۃِ مِنَ الْقُرْاٰنِ یَقُوْلُ: اِذَا ھَمَّ اَحَدُکُمْ بِالْاَمْرِ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ مِنْ غَیْرِ الْفَرِیْضَۃِ ثُمَّ لِیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ. قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَہٗ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں تمام کاموں میں استخارہ کرنا ایسے سکھایا کرتے تھے جیسے قرآنِ پاک کی سورت سکھایا کرتے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ دو رکعت نفل پڑھے اور یوں کہے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے استخارہ کرتا ہوں تیرے علم کے ساتھ

---

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۲۵، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ۳۸، ۸/۲۷، الجزء السادس عشر ملخصا۔

2 . . . بخاری، کتاب التھجد، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی، ۱/۳۹۳، حدیث: ۱۱۶۲۔

اور قدرت طلب کرتا ہوں تیری قدرت کے ساتھ اور تجھ سے تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ یہ کام میرے لیے بہتر ہے میرے دین و معیشت اور انجامِ کار میں یا فرمایا اس وقت اور آئندہ میں تُو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور آسان کر پھر میرے لیے اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ میرے لیے یہ کام برا ہے میرے دین و معیشت اور انجامِ کار میں یا فرمایا اس وقت اور آئندہ میں تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے پھیر اور میرے لیے خیر کو مقرر فرما جہاں بھی ہو پھر مجھے اس سے راضی کر۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرے (خواہ بجائے ھٰذَا الْاَمْر کے حاجت کا نام لے یا اس کے بعد اپنی حاجت ذکر کرے)۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نمازِ استخارہ کا طریقہ:

جب کوئی شخص کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ دو رکعت نفل پڑھے پھر یہ دعا مانگے: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ.“[1] علامہ ابنِ عابدین شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی فرماتے ہیں: حدیث میں وارِد اس دعا میں ”ھٰذَا الْاَمْرَ“ کی جگہ اگر وہ چاہے تو اپنی حاجت کا نام لے۔[2] یعنی اگر عربی جانتا ہے تو اس جگہ اپنے کام کا نام لے مثلاً ھٰذَا السَّفَرَ یا ھٰذَا النِّکَاحَ یا ھٰذِہِ التِّجَارَۃَ یا ھٰذَا الْبَیْعَ کہے اور اگر عربی نہیں جانتا تو ”ھٰذَا الْاَمْرَ“

---

1 . . . بخاری، کتاب التھجد، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی، ۱ / ۳۹۳، حدیث: ۱۱۶۲ ملخصاً۔

2 . . . ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی رکعتی الاستخارۃ، ۲ / ۵۷۰۔

ہی کہہ کر دل میں اپنے اس کام کے بارے میں سوچے اور دھیان دے جس کیلئے استخارہ کر رہا ہے۔[1]

اِشارہ کیسے ملے گا؟

بعض مشائخ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے منقول ہے کہ دُعائے مذکور پڑھ کر باطہارت قبلہ رُو سو رہے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو وہ کام بہتر ہے اور سیاہی یا سُرخی دیکھے تو بُرا ہے اس سے بچے۔[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: "اس استخارہ کے بعد پھر جدھر دل متوجہ ہو وہ کرے اِنْ شَآءَ اللّٰه کامیابی ہوگی۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر سوتے وَقت دو رَکعتیں پڑھ کر یہ دعا پڑھے پھر باوضو قبلہ رُو ہو جائے تو اگر خواب میں سبزی یا سفید جاری پانی یا روشنی دیکھے تو کامیابی کی علامت ہے اور اگر سیاہی یا گدلا پانی یا اندھیرا دیکھے تو ناکامی اور نامُرادی کی علامت ہے۔ سات روز یہ عمل کرے اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ اِس دوران میں خواب میں اِشارہ ہو جائے گا۔[3]

نمازِ اِستخارہ میں کونسی سورتیں پڑھی جائیں؟

مُستحب یہ ہے کہ دُعائے استخارہ کے اوّل اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور دُرود شریف پڑھے۔ نفل کی پہلی رَکعت میں ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ دوسری میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ پڑھے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ پہلی میں ﴿وَ رَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ(۶۸) وَ رَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ(۶۹)﴾ (پ۲۰، القصص: ۶۸، ۶۹) اور دوسری میں ﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًاؕ(۳۶)﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۳۶) پڑھے۔[4]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ... بدشگونی، ص۴۸۔
2. ... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی رکعتی الاستخارۃ، ۲/ ۵۷۰۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۰۲۔
4. ... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی رکعتی الاستخارۃ، ۲/ ۵۷۰۔

مختصر استخارہ:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اگر کسی پر نمازِ استخارہ پڑھنا دشوار ہو جائے تو وہ دُعائے استخارہ کے ذریعے اِستخارہ کرلے۔“[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: جسے بہت جلدی ہے تو وہ صرف یہ کہہ لے: ”اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَاجْعَلْ لِیَ الْخَیْرَ“ اِنْ شَآءَاللہ اس کام میں خیر وبرکت ہوگی۔[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی ”مرقاۃ المفاتیح“ میں فرماتے ہیں: جسے کام میں جلدی ہو تو وہ صرف یہ کہہ لے: اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَاجْعَلْ لِیَ الْخِیَرَۃَ (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرا کام بہتر کردے اور میرے لیے (دو کاموں میں سے بہتر کو) اختیار فرما کر (اس میں) میرے لیے بہتری رکھ دے) یا یہ کہے: اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی اِخْتِیَارِیْ (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرا کام بہتر کردے اور میرے لیے (دو کاموں میں سے بہتر کو) اختیار فرما اور مجھے میری پسند کے حوالے نہ فرما۔)[3] بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے اِستخارہ کرنے کے اور بھی کئی طریقے اور وظائف منقول ہیں مثلاً تسبیح کے ذریعے اِستخارہ کرنا جو قلیل وَقت میں مکمل ہو جاتا ہے۔[4]

اس کام کا مکمل اِرادہ نہ کیا ہو:

اِستخارہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اِستخارہ ایسے کام کے متعلق کیا جائے جس کے کرنے کے بارے میں طبیعت کا کسی طرف میلان نہ ہو کیونکہ اگر کسی ایک طرف رَغبت پیدا ہو چکی ہو گی تو پھر اِستخارہ کی مدد سے صحیح صورتِ حال کا واضح ہونا بہت مشکل ہو جائے گا۔[5] صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِستخارہ کا وَقت اس وَقت تک ہے کہ ایک طرف

---

1 ... الاذکار المنتخبۃ، کتاب الاذکار والدعوات للامور العارضات، باب دعاء الاستخارۃ، ص ۱۰۲۔
2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۰۳۔
3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التطوع، ۳/ ۲۰۲، تحت الحدیث: ۱۳۲۳۔
4 ... بدشگونی، ص ۵۱۔
5 ... فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الاستخارۃ، ۱۲/ ۱۵۵، تحت الحدیث: ۶۳۸۲۔

رائے پوری جم نہ چکی ہو۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ بھی ضَروری ہے کہ اس کام کا پورا اِرادہ نہ کیا ہو صرف خیال ہو، جیسے کوئی کاروبار، شادی بیاہ، مکان کی تعمیر وغیرہ کا معمولی اِرادہ ہو اور تردّد ہو کہ نہ معلوم اس میں بھلائی ہو گی یا نہیں تو استخارہ کرے۔[2]

اِستخارہ کرنے کا فائدہ اور نہ کرنے کا نقصان:

❁ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”جو اِستخارہ کرے وہ نقصان میں نہ رہے گا، جو مشورے سے کام کرے وہ پشیمان نہ ہو گا اور جس نے میانہ رَوِی اختیار کی وہ محتاج نہ ہو گا۔“[3]
❁ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بندے کی بدبختی میں سے ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اِستخارہ کرنا چھوڑ دے۔“[4] ❁ بہتر یہ ہے کہ سات بار استخارہ کرے کہ ایک حدیث میں ہے: ”اے اَنس! جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے اس میں سات بار استخارہ کر پھر نظر کر تیرے دل میں کیا گزرا کہ بیشک اُسی میں خیر ہے۔“[5]

اشارہ نہ ہوا تو:

اِستخارہ کرنے کے بعد اگر خواب میں کوئی اشارہ نہ ہو تو اپنے دل کی طرف دھیان کرنا چاہیے، اگر دل میں کوئی پختہ اِرادہ جم جائے یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں از خود رُجحان بدل جائے اسی کو استخارہ کا نتیجہ سمجھنا چاہیے اور طبیعت کے غالب رُجحان پر عمل کرنا چاہیے۔[6]

---

1 . . . بہار شریعت، ۱/ ۶۸۳، حصہ ۴۔
2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۰۱۔
3 . . . معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۵/ ۷۷، حدیث: ۶۶۲۷۔
4 . . . ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء فی الرضا بالقضاء، ۴/ ۶۰، حدیث: ۲۱۵۸۔
5 . . . رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی رکعتی الاستخارۃ، ۲/ ۵۷۰، عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی، باب کم مرۃ یستخیر اللہ عزوجل، ص ۲۶۷، حدیث: ۵۹۹۔
6 . . . بدشگونی، ص ۵۰۔

اگر اِستخارے کے بعد نقصان ہو تو؟

بعض اوقات انسان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے استخارہ کرتا ہے کہ جس کام میں میرے لیے بہتری ہو وہ ہو جائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے وہ کام عطا کرتا ہے جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے لیکن ظاہِری اعتبار سے وہ کام اس شخص کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کے جی میں آتا ہے کہ میں نے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے یہ چاہا تھا کہ مجھے وہ کام ملے جو میرے لئے بہتر ہو لیکن جو کام ملا وہ تو مجھے اچھا نظر نہیں آرہا ہے، اس میں میرے لیے تکلیف اور پریشانی ہے، لیکن کچھ عرصے بعد جب اَنجام سامنے آتا ہے تب اس کو پتا چلتا ہے کہ حقیقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے لئے جو فیصلہ کیا تھا وہی اس کے حق میں بہتر تھا۔[1] حضرتِ سیِّدُنا مکحول اَزدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو فرماتے سنا کہ آدمی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے استخارہ کرتا ہے پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے کوئی کام پسند فرماتا ہے تو وہ آدمی اپنے رب سے ناراض ہو جاتا ہے لیکن جب وہ آدمی اس کے اَنجام میں نظر کرتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ یہی اس کے لیے بہتر ہے۔[2]

اس کی مثال یوں سمجھیں بخار میں تپنے والا بچہ ماں باپ کے سامنے مچل رہا ہے کہ فلاں چیز کھاؤں گا اور ماں باپ جانتے ہیں کہ اس وَقت یہ چیز کھانا بچے کے لیے نقصان دہ اور مُہلک ہے، چنانچہ ماں باپ بچے کو وہ چیز نہیں دیتے بلکہ کڑوی دوائی کھلاتے ہیں، اب بچہ اپنی نادانی کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ میرے ماں باپ نے مجھ پر ظُلم کیا، میں جو چیز مانگ رہا تھا وہ مجھے نہیں دی اور اس کے بدلے میں مجھے کڑوی کڑوی دوا کھلا رہے ہیں، اب وہ بچہ اس دوا کو اپنے حق میں خیر نہیں سمجھ رہا ہے لیکن بڑا ہونے کے بعد جب اسے عَقل وشعور کی نعمت ملے گی تو اس کو سمجھ آئے گی کہ میں تو اپنے لیے موت مانگ رہا تھا اور میرے ماں باپ میرے لیے زندگی اور صحت کا راستہ تلاش کر رہے تھے۔ ہمارا ربّ عَزَّوَجَلَّ تو اپنے بندوں پر ماں باپ سے کہیں زیادہ مہربان ہے، اس لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک مسلمان کو وہی شے عطا فرماتا ہے جو اَنجام کے اعتبار سے اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔

---

1 . . . بد شگونی، ص ۵۲۔

2 . . . الزھد لابن المبارک، مارواہ نعیم بن حماد۔۔۔ الخ، باب فی الرضا بالقضاء، ص ۳۲، حدیث: ۱۲۸۔

بعض اوقات اس کا بہتر ہونا دنیا میں پتا چل جاتا ہے اور بعض کا آخرت میں معلوم ہو گا۔[1]

مشورے اور مشاورت کی اہمیت و تفصیلی معلومات کیلئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب فیضانِ فاروق اعظم جلد دوم، ص186 کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

”اِستخارہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ہر کام سے پہلے استخارہ کرنے کی ترغیب دیا کرتے۔

(2) دُعائے استخارہ کے اوّل اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور دُرود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

(3) اِستخارہ ایسے کام کے متعلق کیا جائے جس کے کرنے کے بارے میں طبیعت کا کسی طرف مَیلان نہ ہو۔

(4) استخارہ کا وَقت اس وَقت تک ہے کہ ایک طرف رائے پوری جَم نہ چکی ہو۔

(5) بہتر یہ ہے کہ سات بار استخارہ کرے۔

(6) مشورے کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مشورہ کرنے کا حکم دیا۔

(7) جن کاموں کے بارے میں شریعت نے واضح اَحکام بیان کر دیئے ہیں اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان میں استخارہ نہیں ہوتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کی پیروی کرتے ہوئے استخارہ کرنے اور مشاورت سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... بدشگونی، ص ۵۲۔

باب نمبر:98

دو مختلف راستوں سے آنے جانے کا بیان

عید، مریض کی عیادت، حج، غزوہ، جنازہ وغیرہ کے لئے عبادت کے مواقع بڑھانے کی خاطر ایک راستے سے جانے اور دوسرے راستے سے آنے کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر اپنا ہر عمل شریعت و سنت کے مطابق کر لیا جائے تو ہر کام کارِ ثواب بن سکتا ہے، حتّٰی کہ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے پر بھی ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے، جی ہاں! اگر سنت پر عمل کی نیت سے مذکورہ امور میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مبارک اداؤں کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ امور بھی ثواب بن جائیں گے۔ جیسا کہ عید گاہ، حج، نمازِ جنازہ اور دیگر اَعمالِ صالحہ کی طرف جاتے آتے وقت راستہ تبدیل کرنا مستحب ہے یعنی جاتے ہوئے ایک راستے سے جائے تو آتے ہوئے دوسرے راستے سے آئے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"عید، مریض کی عیادت، حج، غزوہ، جنازہ وغیرہ کے لئے عبادت کے مواقع بڑھانے کی خاطر ایک راستے سے جانے اور دوسرے راستے سے آنے کے مستحب ہونے"** کے بیان میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں فقط 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:719

عید کے دن راستہ کی تبدیلی

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدٍ خَالَفَ الطَّرِیْقَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عید کے دن راستہ تبدیل فرماتے۔

راستہ تبدیل کرنا مستحب ہے:

مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب نمازِ عید کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے۔ علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جس راستہ سے عید گاہ جائے واپسی میں دوسرے راستہ سے آنا مستحب ہے۔ جمہور آئمہ

[1] ... بخاری، کتاب العیدین، باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید، ۱/ ۳۳۸، حدیث: ۹۸۶۔

کرام یہی فرماتے ہیں۔ امام مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: ''ہم نے آئمہ کرام کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔'' امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: ''ایسا کرنا مستحب ہے اگر راستہ تبدیل نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔''(1)

راستہ تبدیل کرنے کی حکمتیں:

محدثینِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے راستہ تبدیل کرنے کی کئی حکمتیں بیان فرمائی ہیں، چند حکمتیں ملاحظہ کیجئے: **(1)** دونوں راستے گواہ ہو جائیں۔ **(2)** دونوں راستوں کے جن وانس گواہ بن جائیں۔ **(3)** دونوں راستوں کو جائے عبادت کی راہ گُزر بننے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ **(4)** دونوں راستوں پر شعائرِ اسلام کا اظہار ہو۔ **(5)** متعدد جگہوں پر ذِکر کا اظہار ہو۔ **(6)** کفار پر مسلمانوں کا رُعب ودبدبہ ہو۔ **(7)** دونوں راستوں کے کفار ومنافقین غیظ میں جلیں۔ **(8)** کفار کے مکر وفریب سے حفاظت رہے۔ **(9)** دونوں راستوں کے مسلمانوں کو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آمد سے خوشی ہو۔ **(10)** دونوں راستوں کے مسلمانوں کو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زیارت وبرکت نصیب ہو۔ **(11)** دونوں راستوں کے سائلین کو شرعی مسائل بتائے جا سکیں۔ **(12)** دونوں طرف کے مسلمانوں کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سلام کریں تاکہ انہیں جوابِ سلام کا اجر حاصل ہو۔ **(13)** دونوں طرف کے رشتہ داروں اور احباب سے ملاقات ہو جائے۔ **(14)** راستے کی تبدیلی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا ومغفرت کا نیک شگون لینا۔ **(15)** جاتے ہوئے ضرورت مندوں پر صدقہ وخیرات کرنا اور واپسی میں کچھ نہ ہونے کے سبب دوسرا راستہ اختیار کرنا تاکہ کسی سائل کو خالی نہ لوٹانا پڑے۔ **(16)** اِزدِہام اور بھیڑ میں کمی ہو۔ **(17)** جانے کا راستہ طویل ہونے کے سبب زیادہ چلنے کی وجہ سے زیادہ اجر ہو۔(2)

حدیث نمبر:720

شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہونا اور نکلنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَ

---

(1) ... تفہیم البخاری، ۲/ ۱۲۹۔

(2) ... عمدۃ القاری، کتاب العیدین، باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید، ۵/ ۲۰۶، تحت الحدیث: ۹۸۶۔

یَدْخُلُ مِنْ طَرِیْقِ الْمُعَرَّسِ وَاِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (مدینہ منورہ سے) درخت کے راستے سے نکلتے اور مُعَرَّس کے راستے سے داخل ہوتے اور مکہ مکرمہ میں ثنیہ عُلیا سے داخل ہوتے اور ثنیہ سُفلیٰ سے باہر تشریف لے جاتے۔

جاتے ہوئے ثنیہ عُلیا اختیار کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً سے باہر جاتے تو مسجد ذوالحلیفہ کا راستہ اختیار فرماتے اور جب واپس تشریف لاتے تو مسجد مُعَرَّس کی طرف سے آتے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں "ثنیہ عُلیا" یعنی دو پہاڑیوں کے درمیان بلند راستے سے داخل ہوتے جسے حَجُون کہا جاتا ہے اور باہر جانے کے لئے "ثنیہ سُفلیٰ" یعنی دو پہاڑیوں کے درمیان نشیبی راستہ اختیار فرماتے جسے شُبَیْکَہ کہا جاتا ہے اور جاتے ہوئے بلند راستہ اختیار کرنے کی وجہ بلند مقام (یعنی مکہ مکرمہ) کی طرف آنے کا قصد تھا۔[2] محدثین کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں داخلے کے وقت بلند اور نکلتے وقت نشیبی راہ اختیار کرنے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ کیجئے: حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو ندا کی تھی اس مناسبت سے بلند راستہ اختیار فرمایا۔ بلند راستے سے داخل ہونے والے کا منہ بیتُ اللہ شریف کی طرف ہوتا ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مکہ مکرمہ سے پوشیدہ طور پر ہجرت کی تھی اس لئے نشیبی راہ اختیار فرمائی پھر جب اسلام کا غلبہ ہو گیا تو علی الاعلان آئے اس لئے بلندی والا راستہ اختیار فرمایا۔ دونوں جانب والوں کو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکتیں اور دعائیں نصیب ہوں۔ اسلام کے غلبہ اور سربلندی کے اظہار سے منافقین کے دل غیظ و غضب میں جلیں۔ بھیڑ (رش) کم کرنے کے لئے

---

1 . . . مسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول مکۃ من ثنیۃ العلیا۔۔۔ الخ، ص ۵۰۵، حدیث: ۳۰۲۰۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الادب، باب فی استحباب الذھاب الی العید، ۳/۲۰۸، تحت الحدیث: ۷۱۸۔

دو راستے تبدیل فرمائے۔ راستے کی تبدیلی سے حالت کی تبدیلی کا نیک شگون لینا۔[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ثنیہ عُلیا کی جانب سے داخل ہونا اور ثنیہ سُفلیٰ سے نکلنا مستحب ہے۔ اس استحباب میں حاجی، عمرہ کرنے والا اور بغیر احرام داخل ہونے والے سب برابر ہیں اور عرفہ میں ٹھہرنے یا کسی اور فعل کے لئے مکہ کے نشیبی علاقے سے نکلنا مستحب ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”بیت اللہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) عِیْدَین، جنازہ، حج وغیرہ کی ادائیگی کیلئے ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے آنا مستحب ہے۔

(2) اسلام کا غلبہ اور سربلندی دیکھ کر منافقین و دشمنانِ اسلام کے دل غَیض کی آگ میں جل جاتے ہیں۔

(3) عیدین میں حسبِ حیثیت فُقرا و مساکین پر صدقہ کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی خوشیوں میں شریک ہوں۔

(4) بندے کے نیک اعمال کی گواہی وہ راستے بھی دیں گے جن سے گزر کر وہ نیک اعمال کے لئے جاتا تھا۔

(5) مسلمانوں کی اجتماعی عبادات حج، عید اور جمعہ وغیرہ ان کی عظمت وہیبت پر دلالت کرتی ہیں۔

(6) عید اور دوسرے خوشی کے مواقع پر عزیز واَقارب سے ملاقات کرنا بزرگوں کا مبارک طریقہ ہے۔

(7) دِینی اُمور کی ادائیگی کے وقت بھی حُقوقِ عامہ کا خاص خیال رکھا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کی نیت سے عبادات کے لئے ایک راستے سے جانے اور دوسرے سے آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الحج، باب من این یدخل مکۃ، ۷/ ۱۲۲، تحت الحدیث: ۱۵۷۵۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الحج، باب من این یخرج من مکۃ، ۷/ ۱۲۳، تحت الحدیث: ۱۵۷۷۔

باب نمبر:99

سیدھی جانب سے اِبتدا کرنے کا بیان

ہر اچھے کام کی ابتدا سیدھی جانب سے کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ہر اچھا کام جیسا کہ وضو، غسل، تیمم کرنا، کپڑے، چپل، موزے، شلوار پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سُرمہ لگانا، ناخُن تراشنا، مونچھیں کاٹنا، بغل کے بال اُکھیڑنا، سر منڈوانا، نماز کے بعد سلام پھیرنا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، حجرِ اَسود کو چھونا، بیت الخلاء سے نکلنا، کوئی چیز لینا اور دینا وغیرہ ان جیسے تمام اُمور میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔ جبکہ اس کے برعکس کاموں مثلاً ناک صاف کرنے، بائیں طرف تھوکنے، بیت الخلاء میں داخل ہونے، مسجد سے باہر آنے، موزہ، جوتا، شلوار، کپڑے اُتارنے، استنجاء کرنے اور اسی طرح کے دیگر وہ کام جن سے لوگ گھن کھاتے ہیں اور ناپسند کرتے ہیں اُن میں بائیں جانب کو مُقَدَّم کرنا مستحب ہے۔"[1] ریاض الصالحین کا یہ باب **"ہر اچھے کام کی ابتدا سیدھی جانب سے کرنے کے مستحب ہونے"** کے بیان میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیات اور 7 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾ (پ ۲۹، الحاقۃ: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا لو میرے نامۂ اعمال پڑھو۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کیونکہ دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ملنا نجات کی دلیل ہے اور جس شخص کو اُس کا اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں عطا کیا جائے گا وہ خوشی کے سبب لوگوں سے کہے گا لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ عَلَّامَہ اِسْمَاعِیل حَقِّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے

---

[1] . . . ریاض الصالحین، کتاب الادب، باب استحباب تقدیم الیمین۔۔۔الخ، ص ۲۱۸۔

ہیں: ”جس کو نامۂ اعمال یعنی وہ کتاب جس میں کراماً کاتبین اس کے اعمال کی تفصیل درج کرتے ہیں سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے گھر والو، میرے رشتہ دارو اور میرے دوستو میری کتاب پکڑو اور اسے پڑھو کیونکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے میری رُسوائی ہو۔ اور اس شخص کو دائیں ہاتھ میں نامہ دیا جانا اس کی تعظیم کی وجہ سے ہے کیونکہ دائیں جانب وہ ہے جس سے برکت حاصل کی جاتی ہے تو جب اسے معلوم ہو گا کہ اسے دائیں ہاتھ میں نامہ عطا ہوا ہے تو اسے جہنم سے نجات پانے اور جنت سے ہمکنار ہونے کا یقین ہو جائے گا اسی لیے یہ اپنی خوش قسمتی دوسروں پر ظاہر کرے گا کہ وہ اس کی خوش بختی سے خوش ہوں اور اسی خوشی اور سُرور میں اُن سے اپنا نامۂ اعمال پڑھنے کو کہے گا۔“[1]

(2) قیامت میں دائیں اور بائیں طرف والے

فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﳔ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ﴿۸﴾ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﳔ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ؕ﴿۹﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۸، ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔

مذکورہ آیات میں دو طرح کے لوگوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے ایک دائیں طرف والے جو جنتی ہیں اور دوسرے بائیں طرف والے جو جہنمی ہیں۔ ان آیات کی باب سے یہی مناسبت ہے کہ ان میں دائیں جانب کے بابرکت اور افضل ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو مُحَمَّد حُسَیْن بِنْ مَسْعُوْد بَغَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے دائیں اور بائیں جانب سے کون مراد ہیں اس بارے میں کئی اَقوال بیان فرمائے ہیں: (1) دائیں طرف والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں دائیں جانب سے جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور بائیں جانب سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں بائیں جانب سے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ (2) دائیں جانب سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پُشت سے آپ کی اولاد کو نکالا گیا تھا تو وہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۲۹، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۱۹، ۱۰/ ۱۴۰۔

دائیں جانب تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں اور بائیں جانب سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پشت سے آپ کی اولاد کو نکالا گیا تھا تو وہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی بائیں جانب تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: یہ جہنمی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ (3) یا دائیں جانب سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں سیدھے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اور بائیں جانب سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں اُلٹے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ (4) یا دائیں جانب والوں سے وہ برکت والے لوگ مراد ہیں جن کی عمریں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں گزری ہیں اور بائیں جانب والوں سے وہ بدبخت لوگ مراد ہیں جن کی عمریں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں گزریں۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 721

ہر کام دائیں جانب سے کرتے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ: فِيْ طُهُوْرِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ.[2]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتدا کرنے کو پسند فرماتے تھے، (جیسا کہ) اپنی طہارت میں، کنگھی کرنے میں اور نعلین مبارک پہننے میں۔"

دائیں جانب پر ہمیشگی:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ ہمیں اپنے تمام کاموں میں سیدھی جانب کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب کو مقدم رکھتے تھے۔ حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہر کام کی ابتدا دائیں جانب سے فرماتے تھے، یہاں

1 ... تفسیر بغوی، پ ۲۷، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ۸، ۹، ۴/ ۲۵۵۔

2 ... بخاری، کتاب الوضوء، باب التیمن فی الوضوء والغسل، ۱/ ۸۱، حدیث: ۱۶۸۔

تمام کاموں سے وہ کام مراد ہیں جو قابلِ تکریم (اچھے واعلیٰ) اور زینت کے قبیل سے ہوں اور ان کا تعلق افعالِ مقصودہ سے ہو، بہر حال وہ کام کہ جنہیں بائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہے یا وہ افعال جو بالذّات مقصود نہیں ہوتے جیسا کہ بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے باہر آنا وغیرہ ان جیسے افعال میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام بائیں جانب کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اور جن کاموں کو دائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہے آپ عَلَیْہِ السَّلَام انہیں ہر صورت دائیں ہاتھ سے ہی سر انجام دیتے اور اپنے اس عمل کو سفر و حَضَر، فراغت و مشغولیت میں کبھی ترک نہ فرماتے، ہاں اگر کسی مجبوری کی بنا پر آپ دایاں ہاتھ استعمال نہ کر سکتے تو پھر بایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ہر کام کو دائیں جانب سے کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ نیک فال کو پسند فرماتے تھے اور سیدھی جانب میں نیک فال ہے کہ یہ جنتیوں کی جانب ہے۔ نیز مذکورہ حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے حضور عَلَیْہِ السَّلَام طہارت حاصل کرنے، کنگھی کرنے اور نعلین مبارک پہننے میں دائیں جانب سے ابتدا فرماتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرنے میں پہلے سیدھے ہاتھ کو اور اسی طرح پہلے سیدھے پاؤں کو دھونا اور غسل کرنے، کنگھی کرنے، بال مونڈنے میں بھی دائیں طرف سے شروع کرنا، جوتا پہلے سیدھے پاؤں میں پہننا، نماز میں امام کی دائیں جانب کھڑے ہونا، مسجد میں بھی دائیں جانب کھڑے ہونا اور کھانے پینے میں سیدھا ہاتھ استعمال کرنا مستحب ہے۔ (1)

مسجدِ نبوی میں بائیں جانب افضل ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ تین چیزیں (یعنی طہارت حاصل کرنا، کنگھی کرنا اور نعلین مبارک میں دائیں جانب کو مقدم کرنا) بطورِ مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سُرمہ لگانا، ناخُن و بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتّٰی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔ علماء

---

1 . . . فیض القدیر، باب (کان) وھی الشمائل الشریفۃ، ۵ / ۲۶۳، تحت الحدیث: ۶۹۹۵۔

فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجدِ نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضۂ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قُربِ مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔[1]

کنگھی کرنے کے آداب:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کنگھی کرتے ہوئے دائیں جانب سے ابتدا فرماتے تھے، اسی ضمن میں کنگھی کرنے سے متعلق آداب ملاحظہ فرمایئے: **(1)** کنگھی کرتے ہوئے سیدھی جانب سے ابتدا کریں۔ **(2)** بیچ کی مانگ نکالیں کہ یہ سنت ہے۔[2] **(3)** بال بکھرے ہوئے نہ چھوڑیں بلکہ ان میں کنگھی کیا کریں، حدیث پاک میں ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک شخص آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی طرف اشارہ کیا، گویا بالوں کے درست کرنے کا حکم دے رہے ہیں، وہ شخص درست کرکے واپس آیا تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ کوئی شخص بالوں کو اس طرح بکھیر کر آتا ہے گویا وہ شیطان ہے؟“[3]

مدنی گلدستہ

”جبلِ نور“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۸۷۔

2 ... سنتیں اور آداب، ص ۴۷، ۵۷ ملخصاً۔

3 ... موطا امام مالک، کتاب الشعر، باب اصلاح الشعر، ۲/ ۴۳۵، حدیث: ۱۸۱۹۔

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قابلِ تکریم تمام اُمور میں دائیں جانب سے ابتداء فرماتے تھے۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صرف ان کاموں میں بائیں جانب کو ترجیح دیتے تھے جو کام بائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہیں یا وہ بالذات مقصود نہیں ہیں جیسا کہ مسجد سے باہر آنا یا بیت الخلاء میں جانا وغیرہ۔

(3) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہر کام کو سیدھے ہاتھ سے کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ نیک فال کو پسند فرماتے تھے اور سیدھے ہاتھ میں نیک فال یہ ہے کہ جنتیوں کی جانب ہے۔

(4) تمام مساجد میں دائیں جانب افضل ہے لیکن مسجدِ نبوی میں قُربِ مُصطفوی ہونے کی وجہ سے بائیں جانب افضل ہے۔

(5) نماز میں دائیں جانب تھوکنے اور چپل رکھنے سے بچنا چاہیے کہ اس جانب رحمت کا فرشتہ ہوتا ہے۔

(6) سر اور داڑھی کے بالوں کو بکھرا ہوا نہ چھوڑیں بلکہ ان میں کنگھی کریں اور کنگھی کرتے ہوئے سیدھی جانب سے ابتدا کریں اور سر میں بیچ کی مانگ نکالیں کہ یہ سنت ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں تمام کاموں میں سنت کے مطابق ابتدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:722

کھانا سیدھے ہاتھ سے کھائیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُھُوْرِہٖ وَطَعَامِہٖ وَكَانَتِ الْيُسْرٰى لِخَلَائِہٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: "**رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا داہنا ہاتھ طہارت حاصل کرنے اور کھانے کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ قضائے حاجت اور کراہیت والی چیزوں کے ہٹانے کے لیے تھا۔"

---

1. ۔۔۔ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ۱/ ۴۶، حدیث: ۳۳۔

دائیں ہاتھ کا کام بائیں سے نہ کرو:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حصولِ طہارت یعنی وضو اور غسل کرنے کے لیے دائیں ہاتھ سے ابتدا فرماتے اور کھانا بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سیدھے ہاتھ سے ہی تناول فرماتے تھے لیکن قضائے حاجت یعنی استنجاء کرنے کے لیے اور اسی طرح کے دیگر اُمور جیسے ناک صاف کرنا وغیرہ میں بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) داہنے ہاتھ سے وضو، غسل کرتے تھے اور پہلے اسی کو دھوتے تھے، نیز اسی سے کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے اور بائیں ہاتھ سے استنجاء، ناک کی صفائی، وغیرہ ہر وہ کام جس سے دِل کراہت کرے کرتے تھے لہٰذا ایک ہاتھ کے کام دوسرے سے نہ کرو۔“[1]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یہ بات بہت دیکھنے میں آئی ہے کہ طالب علم کتاب کو بائیں ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور جوتیوں کو سیدھے ہاتھ میں، شاید اس کی وجہ لاعلمی یا غفلت ہے۔“[2]

(کتاب ہمیشہ دائیں ہاتھ میں پکڑنی چاہیے اور جوتے بائیں ہاتھ میں۔)

سیدھے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت بنائیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو کام دائیں ہاتھ سے کرنا سنت یا مستحب ہیں انہیں دائیں ہاتھ سے ہی کریں اور جو کام بائیں ہاتھ سے کرنا سنت یا مستحب ہیں انہیں بائیں ہاتھ سے ہی کریں لیکن افسوس! آج کل ہم دُنیا کے چکر میں اِس قدر گھر چکے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری پیاری سنتوں کی طرف ہماری توجُّہ ہی نہیں رہتی۔ یاد رکھیے! حدیث پاک میں ہے: ”شیطان انسان کی رَگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے“[3] ظاہر ہے کہ یہ ہمیں سُنَّتوں کی طرف کہاں جانے دے گا؟ اگرچہ ہم سیدھے ہاتھ سے کھانا

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۶۳ ملخصاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطھارۃ، باب آداب الخلاء، ۲/ ۶۵، تحت الحدیث: ۳۴۸۔

3 . . . بخاری، کتاب الاعتکاف، باب زیارۃ المراۃ زوجھا فی اعتکافہ، ۱/ ۶۶۹، حدیث: ۲۰۳۸۔

کھانے کی سنت پر عمل کرتے ہوں لیکن پھر بھی اُلٹے ہاتھ سے کچھ دانے پھانک ہی لیتے ہیں، کھاتے ہوئے چونکہ سیدھا ہاتھ آلودہ ہوتا ہے لہٰذا پانی اُلٹے ہی ہاتھ سے پی لیتے ہیں، چائے پیتے وقت کپ سیدھے ہاتھ میں اور رِکابی اُلٹے ہاتھ میں لیے چائے پیتے ہیں، کسی کو پانی پلاتے وقت جگ سیدھے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ گلاس اُلٹے میں اور اُلٹے ہاتھ سے گلِاس دوسروں کو دیتے ہیں، کسی سے جگ اور گلاس دونوں لینے ہوں تو ہم دونوں ہاتھوں سے ایک ساتھ لے لیتے ہیں جبکہ یہ طریقہ غلط ہے پہلے سیدھے ہاتھ سے جگ لیں اور پھر جگ کو اُلٹے ہاتھ میں پکڑلیں تاکہ سیدھا ہاتھ خالی ہو جائے اور اب سیدھے ہاتھ سے گلاس لے لیں۔ اگر ہم غور کریں تو اس طرح بہت سے کام ہیں جنہیں ہم سیدھے ہاتھ ہی سے کرتے ہیں لیکن کسی نہ کسی طرح شیطان ہم سے ان کاموں میں اُلٹا ہاتھ استعمال کرواہی دیتا ہے لہٰذا جن کاموں کو دائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے انہیں کامل طور پر دائیں ہاتھ سے کریں اور بایاں ہاتھ استعمال کرنے سے گریز کریں۔ مُحدِّث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”لینے اور دینے میں دائیں ہاتھ کو اِستعمال کرو، یہ عادت ایسی پختہ ہو جائے کہ کل قیامت کو جب نامۂ اَعمال پیش ہو تو اِسی عادت کے مُوافق دایاں ہاتھ آگے بڑھ جائے تب توکام بن جائے گا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”آبِ کوثر“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سیدھے ہاتھ سے کھانا تناول فرماتے تھے اور وضو و غسل کرتے وقت سیدھے ہاتھ سے ابتدا فرماتے تھے۔

(2) قضائے حاجت، ناک صاف کرنے اور ان جیسے دیگر امور کے لیے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔

---

1 ... حیاتِ محدث اعظم، ص ۲۷۳۔

(3) دِینی کتابیں ہمیشہ سیدھے ہاتھ میں پکڑیں اور چپل اُلٹے ہاتھ میں۔

(4) جو کام دائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہیں انہیں دائیں ہاتھ سے کریں اور جو بائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہیں انہیں بائیں ہاتھ سے کریں۔

(5) سیدھے ہاتھ سے کام کرتے ہوئے اِس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ کہیں شیطان ہم سے اُلٹا ہاتھ بھی استعمال نہ کروالے جیسا کہ سیدھے ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے اُلٹے ہاتھ سے پانی پی لینا۔

(6) سیدھے ہاتھ سے کام کرنے کی ایسی پختہ عادت بنالیں کہ قیامت کے دن جب نامۂ اعمال دیا جائے تو ہمارا سیدھا ہاتھ خود بخود آگے بڑھ جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دائیں ہاتھ سے کرنے والے کام دائیں ہاتھ سے اور بائیں ہاتھ سے کرنے والے کام بائیں ہاتھ سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:723

غسلِ میت داھنی طرف سے شروع کریں

عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَھُنَّ فِیْ غَسْلِ اِبْنَتِہٖ زَیْنَبَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا: اِبْدَاْنَ بِمَیَامِنِھَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْھَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی صاحبزادی حضرت سَیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو غسل دینے کے بارے میں ان سے فرمایا: ”ان کی دائیں طرف اور وضو کی جگہوں سے شروع کرنا۔“

حضرت اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا:

حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا نام نُسَیْبَہ ہے، صحابیہ ہیں، آپ مردہ عورتوں کو غسل دیا کرتی تھیں، مریضوں کی تیمارداری کرتی تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں، آپ نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

[1] ... بخاری، کتاب الوضوء، باب التیمن فی الوضوء والغسل، ۱/ ۸۱، حدیث: ۱۶۷۔

وَالسَّلَام کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی اور غزوۂ خیبر میں بھی حاضر ہوئیں، آپ نے چالیس احادیث روایت کی ہیں جن میں سے چھ یا سات میں بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں اور ایک روایت میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں، آپ سے محدثین کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔[1]

حضرت زینب کی وفات:

مذکورہ حدیث پاک میں دُخترِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی وفات کا ذکر ہوا۔ حضرت سَیِّدَتُنَا زینب حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں جو اِعلانِ نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں، آپ کی وفات کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپ ہجرت کے وقت حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ نہ جا سکیں تھیں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا مدینے کے لیے روانہ ہوئیں تو راستے میں کفار کی ایک جماعت مزاحمت کے لیے آپہنچی، اس جماعت میں ہبار بن اَسود بھی تھا اس نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو نیزہ مارا جس سے آپ زخمی ہوکر اونٹ سے گریں اور چونکہ حاملہ تھیں اس لیے حمل بھی ضائع ہوگیا، آپ کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور اسی زخم میں کئی سال بیمار رہ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ۸ ہجری میں وفات پائی۔[2]

مُردے کو پہلے وضو کرائیں:

مذکورہ حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے میت کو غسل دیتے ہوئے داہنی جانب اور اعضائے وضو سے ابتدا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”میت کو سب سے پہلے وضو کروایا جائے یعنی اس کے وہ اعضاء دھوئے جائیں جنہیں وضو میں دھونا فرض ہے اور وضو میں سیدھی جانب سے ابتدا کی جائے یعنی پہلے سیدھا ہاتھ دھوئیں پھر اُلٹا ہاتھ، اسی طرح پہلے سیدھا پاؤں دھوئیں پھر اُلٹا پاؤں اور میت کو وضو میں نہ کلی کروائیں گے اور نہ ناک میں پانی چڑھائیں گے (کیونکہ میت کے ناک اور منہ سے پانی نکالنا مشکل ہے)۔ علماء فرماتے ہیں کہ مستحب ہے کہ غسل دینے والا اپنی

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب التیمن فی الوضوء والغسل، ۲/ ۴۷۱، تحت الحدیث: ۱۶۷۔

2 ... صحابہ کرام کا عشق رسول، ص ۱۱۷، ۱۱۸ ملخصاً۔

انگلیوں پر کپڑا لپیٹ لے اور اسے میت کے دانتوں، مسوڑھوں، ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دے۔ اور مختار یہ ہے کہ میت کو وضو میں سر کا مسح کروائیں گے۔ اور میت کے پاؤں غسل کے آخر میں نہیں دھوئیں گے جیسا کہ زندہ لوگ غسل کرتے ہوئے کرتے ہیں اور میت کے ہاتھ بھی سب سے پہلے نہیں دھوئے جائیں گے جیسا کہ جُنبی شخص سب سے پہلے اپنے ہاتھ دھوتا ہے کیونکہ اس نے انہیں ہاتھوں کے ذریعے طہارت حاصل کرنی ہوتی ہے جبکہ میت تو دوسروں کے ہاتھوں سے پاکی حاصل کرتی ہے اسی لیے سب سے پہلے میت کے چہرے کو دھوئیں گے۔"[1]

کفن میں تبرکات رکھنا:

ایک حدیث پاک میں ہے حضرت اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہم سے فرمایا کہ جب تم غسل دے کر فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتانا پس جب ہم فارغ ہوئیں تو ہم نے آپ کو بتایا، پس آپ نے ہمیں اپنا تہبند عطا کیا اور فرمایا کہ اس تہبند سے ان (یعنی حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کو لپیٹ دو یعنی ان کا ازار بنا دو۔[2] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی میرا تہبند شریف ان کے جسم سے ملا ہوا رکھو اور کفن اوپر۔ یہ تہبند کفن میں شمار نہ تھا بلکہ برکت اور قبر کی مشکلات حل کرنے کے لیے رکھا گیا۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کے بال، ناخُن، ان کے استعمال کے کپڑے تبرُّک ہیں جن سے دنیا، قبر و آخرت کی مشکلات حل ہوتی ہیں، قرآن شریف میں ہے کہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قمیض کی برکت سے یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی نابینا آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اَحادیث میں ثابت ہے کہ حضرتِ امیر معاویہ، عمرو ابنِ عاص و دیگر صحابۂ کرام نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ناخُن، بال و تہبند شریف اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کے لیے محفوظ رکھے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور قرآنی آیت یا دعا کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب غسل المیت وتکفینہ، ۴/۱۱۸، تحت الحدیث: ۱۶۳۴۔

2 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت ووضوئہ بالماء والسدر، ۱/۴۲۵، حدیث: ۱۲۵۳۔

جائز بلکہ سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ ان چیزوں کے متعلق یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب میت پھولے پھٹے گی تو ان کی بے حرمتی ہوگی، دیکھو سورۂ فاتحہ لکھ کر دھو کر بیمار کو پلاتے ہیں، یونہی آبِ زمزم برکت کے لیے پیتے ہیں حالانکہ پانی پیٹ میں پہنچ کر کیا بنتا ہے سب کو معلوم ہے۔"(1)

مدنی گلدستہ

"دُخترِ نبی" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) میت کو غسل دیتے ہوئے پہلے وضو کروائیں اور وضو میں دائیں جانب والے اعضاء کو پہلے دھوئیں۔

(2) حضرت سَیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، آپ کی وفات ۸ ہجری میں نیزے کے پرانے زخم سے ہوئی۔

(3) میت کے وضو کی ابتدا چہرے سے کریں گے نہ کہ ہاتھوں سے، اور میت کے پاؤں غسل کے آخر میں نہیں دھوئے جائیں گے بلکہ پہلے ہی دھو دیں گے۔

(4) میت کو وضو کراتے ہوئے ناک و منہ میں پانی نہیں ڈالیں گے بلکہ انگلیوں پر کپڑا لپیٹ کر دانتوں، ہونٹوں، مسوڑھوں اور نتھنوں پر پھیر دیں گے۔

(5) کفن اور قبر میں تبرکات رکھنے سے قبر و آخرت کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔

(6) حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ و عمرو بن عاص اور دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُوئے مبارک، ناخن اور تہبند شریف قبر میں رکھنے کے لیے اپنے پاس حفاظت سے رکھے۔

(7) بزرگوں کے تبرکات، قرآنی آیات اور دعائیں وغیرہ کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں میت کو غسل دینے اور غسل میں دائیں طرف سے ابتدا کرنے کی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۶۱ ملتقطاً۔

توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:724

جوتا پہلے سیدھے پاؤں میں پہنو

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِالْیُمْنٰی وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَاْ بِالشِّمَالِ لِتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَھُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَھُمَا تُنْزَعُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں جانب سے ابتدا کرے اور جب اُتارے تو بائیں سے شروع کرے تاکہ دایاں پہننے میں پہلے اور اُتارنے میں آخری رہے۔“

دونوں جوتے ایک ساتھ نہ پہنو:

مذکورہ حدیث پاک میں چپل پہننے کا سنت طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ چپل پہنتے وقت پہلے سیدھے پاؤں میں پہنے اور اُتارتے وقت پہلے اُلٹے پاؤں سے نکالے پھر سیدھے پاؤں سے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ حکم اِستحبابی ہے۔ اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا واعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور ادنیٰ اور گھٹیا کام بائیں طرف سے، مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بایاں پاؤں پیچھے، جب نکلے تو اس کے برعکس کرے کہ بایاں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ (بیت الخلاء) جاتے وقت بایاں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا مگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس۔ جوتے پہننا اعلیٰ کام ہے اور اُتارنا ادنیٰ کام لہٰذا یہ حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے یکدم اُتارنا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے، اَوَّلاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ...بخاری، کتاب اللباس، باب ینزع نعل الیسری، ۴/۶۵، حدیث: ۵۸۵۵۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ۶/۱۴۲۔

مسجد میں داخل ہونے کا طریقہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں چپل پہننے کا یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ پہنتے وقت دائیں اور اُتارتے وقت بائیں قدم سے ابتدا کرے لیکن مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت اس طریقے پر عمل کرنا دشوار ہے کیونکہ مسجد میں داخل ہوتے وقت حکم یہ ہے کہ پہلے سیدھا پاؤں مسجد میں رکھے اور جب مسجد سے نکلے تو پہلے اُلٹا پاؤں نکالے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اس کا حل یہ ارشاد فرمایا ہے: ”جب مسجد میں جانا ہو تو پہلے بائیں پیر کو نکال کر جوتے پر رکھ لے پھر داہنے پیر سے جوتا نکال کر مسجد میں داخل ہو اور جب مسجد سے باہر ہو تو بایاں پیر نکال کر جوتے پر رکھ لے پھر داہنا پیر نکال کر داہنا جوتا پہن لے پھر بایاں پہن لے۔“(1)

حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”علامہ حلیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جوتا پہنا عزت کا سبب ہے اور یہ بدن کو تکلیف سے بچاتا ہے اور دائیں جانب بائیں سے افضل ہے اسی لیے پہلے سیدھے پیر میں جوتا پہنیں گے اور اُتارتے وقت پہلے بائیں پیر کا جوتا اُتاریں گے اور آخر میں دائیں کا تاکہ شرف و عزت بائیں قدم کے مقابلے میں زیادہ دیر تک دائیں قدم میں رہے۔ علامہ ابنِ عبدُ البر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلے اُلٹے پاؤں میں جوتا پہنا اس نے بُرا کیا کیونکہ اس نے سنت کی مخالفت کی لیکن اس پر یہ جوتا پہننا حرام نہیں ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اسے چاہیے کہ اُلٹے پاؤں سے اُتار دے اور پھر سیدھے پاؤں سے ابتدا کرے۔“(2)

جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب:

مذکورہ حدیثِ پاک میں جوتا پہننے اور اُتارنے سے متعلق بیان کیا گیا ہے، اسی ضمن میں جوتے سے متعلق مزید سنتیں اور آداب ملاحظہ فرمائیں: (1) جوتے کثرت سے استعمال کرنے چاہئیں کہ اس سے آدمی

---

1 . . . نزہۃ القاری، ۵/ ۵۳۰ ملخصاً۔

2 . . . فتح الباری، کتاب اللباس، باب ینزع نعله الیسری، ۱۱/ ۲۶۵، تحت الحدیث: ۵۸۵۶۔

کم تھکتا ہے۔ **(2)** جوتا پہلے سیدھے پاؤں میں پہنے پھر اُلٹے میں اور اُتارتے وقت پہلے اُلٹا جوتا اُتارے پھر سیدھا۔ **(3)** ایک جوتا پہن کر نہ چلیں دونوں اُتار دیں یا دونوں پہن لیں۔ **(4)** جوتا یا بوٹ وغیرہ کھڑے ہو کر پہننا منع ہیں انہیں بیٹھ کر پہنیں البتہ ایسی چپل یا جوتا جسے کھڑے ہو کر پہننے میں دِقّت نہیں ہوتی انہیں کھڑے ہو کر پہننے میں مُضائقہ نہیں۔ **(5)** مرد مردانہ اور عورت زنانہ چپل استعمال کرے۔[1] **(6)** کسی بھی رنگ کی چپل پہن سکتے ہیں لیکن پیلی چپل پہننا بہتر ہے کیونکہ حضرت سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ پیلی چپل پہننے والے کی فکروں میں کمی ہو گی۔[2] حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ”جو پیلے جوتے پہنے گا تو جب تک اسے پہنے رہے گا ہمیشہ مسرور رہے گا۔“[3] **(7)** جب بیٹھیں تو جوتا اُتار لینا سنت ہے۔ **(8)** جوتا پہننے سے پہلے جھاڑ لیں تاکہ کیڑا یا کنکر وغیرہ ہو تو نکل جائے۔ **(9)** استعمالی جوتا اُٹھانے کے لیے اُلٹے ہاتھ کا انگوٹھا اور برابر والی انگلی استعمال کریں۔ **(10)** استعمالی جوتا اُلٹا پڑا ہو تو سیدھا کر دیجئے ورنہ فقر و تنگ دستی کا اندیشہ ہے۔[4]

مدنی گلدستہ

”غارِ ثَور“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) چپل پہنتے وقت سیدھے اور اُتارتے وقت اُلٹے پاؤں سے ابتدا کریں۔

(2) دونوں جوتے ایک ساتھ پہننا یا اُتارنا خلافِ سنت ہے لہٰذا یکدم جوتے پہننے اور اُتارنے سے بچیں۔

(3) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکال کر چپل پر رکھیں پھر دایاں چپل سے نکال کر مسجد میں داخل ہو جائیں اور مسجد سے باہر آتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکال کر چپل پر رکھیں پھر دایاں باہر

---

1 . . . بہار شریعت، ۳/ ۴۲۰ تا ۴۲۲، حصہ ۱۶ ماخوذاً۔

2 . . . تفسیر قرطبی، پ ۱، البقرة، تحت الآیة: ۶۹، ۱/ ۳۶۳، الجزء الاول۔

3 . . . معجم کبیر، عن ابن عباس، ۱۰/ ۲۶۳، حدیث: ۱۰۶۱۲۔

4 . . . سنتیں اور آداب، ص ۱۰۴، ۱۰۵، تربیت اولاد، ص ۱۲۸۔

نکال کر چپل پہن لیں۔

(4) جوتا پہننا عزت کا سبب ہے اور جوتے پہننے سے بدن تکلیف سے محفوظ رہتا ہے۔

(5) اگر کسی نے پہلے بائیں قدم میں چپل پہنی تو اس نے سنت کی مخالفت کی اُسے چاہیے کہ بائیں پیر سے چپل نکال دے اور پھر دائیں پیر میں چپل پہنے۔

(6) کسی بھی رنگ کی چپل پہن سکتے ہیں لیکن پیلی چپل پہننے سے فکروں میں کمی آتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سنت کے مطابق جوتے پہننے اور اُتارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:725

سیدھے ہاتھ سے کھاؤ، پیو اور پہنو

عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِيْنَهُ لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ وَيَجْعَلُ يَسَارَهُ لِمَا سِوٰى ذٰلِكَ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانے، پینے اور لباس پہننے کے لیے اپنا داہنا دستِ اقدس استعمال فرماتے تھے اور ان کے علاوہ دیگر امور کے لیے بایاں دستِ اقدس استعمال فرماتے۔

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کھانے پینے اور لباس پہننے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے اور اسی طرح تمام قابلِ تکریم (اچھے واعلیٰ) امور میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی دائیں جانب سے ہی ابتدا فرماتے تھے لیکن وہ تمام کام جو قابلِ تکریم (اچھے واعلیٰ) نہ ہوں بلکہ ادنیٰ (گھٹیا) ہوں ان میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنا بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں تین کاموں کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جنہیں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دائیں ہاتھ سے سرانجام دیا کرتے

[1] ۔۔۔ابوداود، کتاب الطہارۃ، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ۱/ ۴۵، حدیث: ۳۲۔

تھے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام سیدھے ہاتھ سے کھاتے اور پیتے تھے یعنی کھانے اور پینے کی چیزوں کو سیدھے ہاتھ سے منہ تک پہنچاتے تھے اور سیدھے ہاتھ سے لباس پہنتے تھے یعنی قمیص میں پہلے سیدھا ہاتھ داخل فرماتے پھر اُلٹا اسی طرح شلوار میں بھی پہلے سیدھا پاؤں داخل فرماتے پھر اُلٹا۔“[1]

کھانے کے آداب:

کھانے کے اوّل آخر کھانے کا وضو کرے یعنی دونوں ہاتھ دھوئے، کھانا شروع کرنے سے پہلے بِسْمِ اللہ شریف پڑھے، سیدھے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے، چھوٹے چھوٹے لقمے لے اور اچھی طرح چبا چبا کر کھائے، کھانے والوں کے چہروں کی طرف نظریں نہ جمائے (یعنی دوسروں کے لقمے نہ تاڑے)، ٹیک لگا کر اور بھوک سے زیادہ نہ کھائے۔ برتن کی ایک طرف سے کھائے، درمیان میں سے نہ کھائے، کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرے۔[2]

پینے کے آداب:

پانی یا کوئی بھی چیز پینے سے پہلے برتن میں اچھی طرح دیکھ لے کہ کہیں کوئی موذی چیز تو نہیں، پینے سے پہلے بِسْمِ اللہ شریف پڑھے اور پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، چوس چوس کر پیئے اور ایک ہی گھونٹ میں نہ پیئے بلکہ تین سانس میں پیئے، ہر بار سانس لینے کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے اور دوبارہ پینے سے پہلے بِسْمِ اللہ شریف پڑھے، کھڑے ہو کر نہ پیئے اور اگر اس کے ساتھ اور بھی لوگ ہوں تو پلاتے وقت اپنی سیدھی طرف سے ابتدا کرے۔[3]

لباس پہننے کے آداب:

سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کو پسند فرمایا۔

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الادب، باب فی استحباب تقدیم الیمین۔۔۔الخ، ۳/ ۲۱۳، تحت الحدیث: ۷۲۳۔

2 . . . مجموعۃ رسائل امام غزالی، الادب فی الدین، ص ۴۱۲۔

3 . . . مجموعۃ رسائل امام غزالی، الادب فی الدین، ص ۴۱۲۔

حضرت سَیِّدُنا سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور اپنے مُردوں کو بھی اسی میں کفناؤ۔“[1] جب کپڑا پہننے لگیں تو یہ دعا پڑھیں، پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ“ ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری قوت وطاقت کے مجھے یہ عطا کیا۔[2] پہنتے وقت سیدھی طرف سے شروع کریں مثلاً جب کُرتا پہنیں تو پہلے سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر اُلٹی میں، اسی طرح پاجامہ میں پہلے سیدھے پائنچے میں سیدھا پاؤں داخل کریں اور جب اُتارنے لگیں تو اس کے بر عکس کریں یعنی اُلٹی طرف سے شروع کریں۔ پہلے کُرتا پہنیں پھر پاجامہ۔[3]

مدنی گلدستہ

”حطیم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کھانے پینے اور لباس پہننے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہیے۔

(2) لباس پہنتے ہوئے پہلے سیدھا ہاتھ قمیص میں داخل کریں اور پھر اُلٹا اسی طرح شلوار پہنتے ہوئے بھی پہلے دایاں پاؤں داخل کریں اور پھر بایاں۔

(3) جب مہمان کے ساتھ کھانا کھا رہے ہوں تو اس وقت تک ہاتھ نہ روکیں جب تک مہمان ہاتھ نہ روک لے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے رُکنے کی وجہ سے وہ بھی کھانے سے ہاتھ روک لے۔

(4) ہر قوم کا لباس مختلف ہوتا ہے اور مسلمان کا لباس سب سے جُدا ہے اس لیے مسلمانوں کو غیر مسلموں کا لباس اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کھانے، پینے اور پہننے میں سیدھا ہاتھ استعمال کرنے کی توفیق عطا

---

1 . . . ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی لبس البیاض، ۴/ ۳۷۰، حدیث: ۲۸۱۹۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب اللباس، باب الدعاء عند فراغ الطعام، ۵/ ۲۷۱، حدیث: ۷۴۸۶۔

3 . . . سنتیں اور آداب، ص ۱۰۲، ۱۰۳۔

فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:726

وضو کی ابتدا دائیں جانب سے کرو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّاْتُمْ فَابْدَءُوْا بِاَيَامِنِكُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم لباس پہنو اور جب وضو کرو تو اپنی دائیں جانب سے ابتدا کرو۔“

دائیں جانب مبارک ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ لباس پہنتے وقت اور وضو کرتے وقت دائیں جانب سے ابتدا کرنی چاہیے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”لباس پہننے اور وضو کرنے میں سیدھی جانب سے ابتدا اس لیے کریں گے کہ یہ تکریم (فضیلت و فوقیت) والے اَفعال ہیں اور یہ بات کئی مرتبہ بیان کی جاچکی ہے کہ تکریم والے کاموں میں دائیں جانب سے شروع کرنا بہتر ہے۔ اور خاص طور اِن دو چیزوں کا ذِکر اس لیے کیا کیونکہ یہ دونوں کام تکریم والے تمام اُمور کا اِحاطہ کیے ہوئے ہیں۔ وضو اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہے کہ تمام عبادات کا دروازہ اسی سے کھلتا ہے اسی لیے اسے ذِکر کرنے کی وجہ سے ان تمام عبادات کو بیان کرنے کی حاجت نہ رہی، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ”اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ“ طہارت نصف ایمان ہے۔ اور لباس کو اس لیے ذِکر کیا کہ یہ ان عظیم نعمتوں میں سے ہے جس کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے احسان جتایا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ (پ۸، الاعراف:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ”بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے۔“

[1] ... ابوداود، کتاب اللباس، باب فی الانتعال، ۴/ ۹۶، حدیث: ۴۱۴۱۔

اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کا احساس دلایا گیا ہے کہ ستر پوشی کو تقوے کے معاملے میں بڑا عمل دخل ہے۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”پہننا“ کرتا، پائجامہ، جوتا ان سب کو شامل ہے اور وضو میں غسل و تیمم بھی داخل ہے۔ ایامِنْ اَیْمَن کی جمع ہے جو یَمِیْنٌ یا یُمْنٌ سے بنا بمعنی برکت ومبارک۔ چونکہ اسلام میں داہنا حصہ مبارک مانا گیا کہ قیامت میں نیکوں کے نامۂ اعمال بھی اسی ہاتھ میں ہوں گے اسی لیے اسے اَیْمَن یا یَمِیْن کہتے ہیں۔ یعنی جب کچھ پہنو تو داہنے ہاتھ پاؤں میں پہلے، بائیں میں بعد میں پہنو اور جب وضو یا غسل و تیمم کرو تو داہنی جانب سے شروع کرو مگر اُتارنے میں اس کے برعکس۔[2]

مدنی گلدستہ

”لباس“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) لباس پہننے اور وضو کرنے کی ابتدا سیدھی جانب سے کرنی چاہیے۔

(2) وضو کے ذریعے تمام عبادات کا دروازہ کھلتا ہے۔

(3) لباس وہ عظیم نعمت ہے جس کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں احسان جتایا ہے۔

(4) تیمم، غسل اور تمام تکریم والے افعال دائیں جانب سے شروع کرنے چاہئیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں وضو، غسل اور تمام تکریم والے کاموں میں دائیں جانب سے ابتدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . فیض القدیر، حرف الهمزة، ۱/ ۵۵۸، تحت الحدیث: ۸۴۳۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۸۷۔

حدیث نمبر:727

پہلے دائیں طرف سے سر منڈواؤ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی مِنًی فَاَتَی الْجَمْرَۃَ فَرَمَاھَا ثُمَّ اَتٰی مَنْزِلَہُ بِمِنًی وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذْ وَاَشَارَ اِلٰی جَانِبِہِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ الْاَیْسَرِ ثُمَّ جَعَلَ یُعْطِیْہِ النَّاسَ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: لَمَّا رَمَی الْجَمْرَۃَ وَنَحَرَ نُسُکَہُ وَحَلَقَ نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّہُ الْاَیْمَنَ فَحَلَقَہُ ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ ثُمَّ نَاوَلَہُ الشِّقَّ الْاَیْسَرَ فَقَالَ: اِحْلِقْ فَحَلَقَہُ فَاَعْطَاہُ اَبَا طَلْحَۃَ فَقَالَ: اِقْسِمْہُ بَیْنَ النَّاسِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مِنٰی میں تشریف لائے تو جمرہ (عقبہ) کے پاس گئے اور اسے کنکریاں ماریں پھر منٰی میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور قربانی کی پھر حجام سے اپنی دائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ بال اُتارو پھر بائیں جانب اشارہ فرمایا پھر وہ بال مبارک لوگوں میں تقسیم فرمائے۔ اور ایک روایت میں ہے: جب جمرہ کو کنکریاں ماریں اور اپنی قربانی کو ذبح فرمادیا تو سر منڈوانے کے لیے اپنی دائیں جانب حجام کی طرف کی، حجام نے اس جانب سے بال مبارک اُتارے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلایا اور انہیں وہ بال عطا فرمادیے، پھر اپنی بائیں جانب حجام کی طرف بڑھائی اور فرمایا: یہ بال اُتار دو، حجام نے وہ جانب مونڈ دی پھر یہ بال بھی حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عطا کیے اور فرمایا: ”اسے لوگوں میں تقسیم کر دو۔“

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جب بال کٹوائے جائیں یا حلق کروایا جائے تو سیدھی جانب سے ابتدا کرنی چاہیے۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی سر منڈواتے وقت حجام کو پہلے اپنے سر کی دائیں جانب اشارہ کر کے حکم ارشاد فرمایا کہ یہاں سے مونڈو پھر بائیں جانب سے مونڈنے کا حکم دیا۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: اس سے معلوم ہوا کہ حجامت میں دایاں حصہ پہلے، بایاں حصہ بعد میں منڈانا چاہیے، امام ابو حنیفہ (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) فرمایا کرتے تھے کہ نائی کا دایاں اور بایاں معتبر ہے کہ فاعل وہ ہے، اس صورت

---

1. ۔۔۔مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السنۃ یوم النحر۔۔۔الخ، ص ۶۲۱، حدیث: ۳۱۵۴۔
2. ۔۔۔مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السنۃ یوم النحر۔۔۔الخ، ص ۶۲۱، حدیث: ۳۱۵۵ بتغیر قلیل۔

میں مخلوق کا بایاں پہلے منڈے گا دایاں بعد میں مگر یہ حدیث سن کر امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور فرمایا کہ حدیث قیاس پر مقدم ہے اگر نائی پیچھے کھڑا ہو کر حجامت بنائے تو دونوں کا دایاں بایاں ایک ہی سمت میں ہو گا۔ حجامت کے بعد لب و داڑھی بنوانا، پھر ناخن ترشوانا سنت ہے۔[1]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بال مبارک جن سے منڈوائے ان کا نام حضرت سَیِّدُنا **مَعْمَرْ** بن عبد اللہ ہے، قرشی عدوی ہیں اور قدیمُ الاسلام ہیں۔ جب حضرت **مَعْمَرْ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضر ہوئے اور ہاتھ میں استرہ پکڑ کر بال مونڈنے لگے تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے **مَعْمَرْ**! تجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول نے اپنے کان کی لو پر قدرت دی ہے اور تیرے ہاتھ میں استرہ ہے۔“ مطلب یہ کہ ہوشیار رہو اور اس نعمت کی قدر کرو۔ حضرت **مَعْمَرْ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: بیشک یہ **اللہ** تعالٰی کی نعمتوں میں سے ہے اور یہ اس کا مجھ پر احسان ہے، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ہاں ایسا ہی ہے۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حضور کے موئے مبارک کی فضیلت:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بال مبارک منڈوانے کے بعد حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلایا اور انہیں موئے مبارک عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس موقعہ پر حضورِ انور نے اپنے ناخن شریف بھی لوگوں میں تقسیم کرائے، یہ بال و ناخن تبرک کے لیے ساروں میں تقسیم کیے گئے، ان میں سے بعض حضرات تو یہ تبرکات اپنی قبروں میں لے گئے تاکہ وہاں کی مشکلات آسان ہوں جیسے حضرت امیر معاویہ و عمرو ابنِ عاص وغیرہم اور بعض حضرات چھوڑ گئے تاکہ قیامت تک مسلمان ان کی زیارت کرتے رہیں۔ چنانچہ آج تک مختلف جگہ یہ بال شریف موجود ہیں اور ان

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/۱۶۷۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب المناسک، باب الحلق، ۲/ ۳۷۹۔

کی زیارتیں ہورہی ہیں، صحابہ کرام ان بالوں کو پانی میں غوطہ دے کر دواءً پیتے تھے۔ اِس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ انسان کے بال جُدا ہو کر بھی پاک ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالی نے حضور کے بعض اَجزاءِ بدن شریف محفوظ رکھے ہیں۔ تیسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات خصوصاً حضور کے بال وناخُن شریف سنبھال کر رکھنا، اُن کی زیارت کرنا، اُن سے شفا حاصل کرنا، اُن کے تَوَسُّل سے دعائیں مانگنا، قبر میں انہیں ساتھ لے جانا سب جائز و بہتر ہے کہ یہ تقسیم انہی مقاصد کے لیے ہوئی تھی۔[1]

مدنی گلدستہ

”بریلی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بال منڈواتے وقت پہلے سر کی دائیں جانب سے بال منڈوانے چاہئیں پھر بائیں جانب سے۔

(2) بال منڈوانے میں حجامت کرانے والے کی دائیں جانب کا اعتبار ہے نہ کہ حجام کی دائیں جانب کا، اگر حجام پیچھے کھڑے ہو کر حجامت بنائے گا تو پھر دائیں جانب دونوں کی ایک ہی سمت میں ہو گی۔

(3) حجامت کے بعد مونچھیں اور داڑھی بنوانا پھر ناخُن ترشوانا سنت ہے۔

(4) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بال مبارک اور ناخُن شریف تبرک کے طور پر تقسیم فرمائے۔

(5) بزرگوں کے تبرکات خصوصًا حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے موئے مبارک اور ناخُن شریف کی زیارت کرنا، ان سے شفا حاصل کرنا، ان کے وسیلے سے دعائیں مانگنا اور انہیں قبر میں رکھنا جائز و بہتر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق حجامت بنوانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۴/۱۶۷۔

کتاب آداب الطعام

باب نمبر:100 کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ اور بعد میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا

اپنے محسن (یعنی احسان کرنے والے) اور مُنْعِم (یعنی نعمتیں عطا کرنے والے) کا شکریہ ادا کرنا اور حسبِ موقع اس کی تعریف کرنا ہر ذِی شعور پر لازم ہے۔ تمام مخلوق کا مُنْعِمِ حقیقی اور خالق و رازق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے۔ اس کی نعمتیں اتنی کثیر ہیں کہ شمار نہیں کی جاسکتیں، اِنسان سر سے لے کر پاؤں تک اس کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ کھانا بھی اس کی بہت بڑی نعمت ہے، وہ ہر ایک کو پیدائش سے لے کر موت تک رزق عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا ہر ایک پر لازم ہے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اپنے خالق و مالک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا کرے اور دورانِ طعام بھی اُس کی یاد سے غفلت نہ بَرتے۔ جو کھانا کھا کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے خوش ہوتا ہے اور اس کے رزق میں اِضافہ فرما دیتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ اور کھانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 8 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

کھانے کے آداب

حدیث نمبر:728

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: سَمِّ اللہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمر بن ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر اپنے سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔"

ہر مشروب بِسْمِ اللہ پڑھ کر پئیں:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: اس حدیث کے راوی حضرت سَیِّدُنا عمر بن عبد اللہ بن عبدُ الاسد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قرشی مخزومی ہیں۔ یہ اُمّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

[1] ... بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین، ۳/ ۵۲۱، حدیث: ۵۳۷۶۔

عَنْہَا کے فرزند اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ سن 2 ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک 9 سال تھی۔ 83 ہجری میں عبد الملک بن مروان کے زمانۂ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے میں ہر طرف سے کھا رہا تھا جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: ”❁ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر، ❁ اپنے سیدھے ہاتھ اور ❁ اپنے سامنے سے کھاؤ۔“ یعنی اپنے قریب سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ۔ یہ تینوں حکم جمہور علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک استحبابی ہیں اور بعض علماء کے نزدیک سیدھے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ❁ کھانے کی ابتدا میں اتنی اونچی آواز سے جسے دوسرا سن سکے بِسْمِ اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ ❁ ہر پینے والی چیز کو بھی بِسْمِ اللہ پڑھ کر پیا جائے خواہ وہ پانی، دودھ، شہد، شوربہ، دوا یا اِن کے علاوہ کوئی مشروب ہو۔ ❁ اگر کھانے کے وقت پوری جماعت موجود ہو تو ان میں سے کسی ایک کا بِسْمِ اللہ کہنا سب کو کفایت نہ کرے گا بلکہ سنت کی ادائیگی کے لئے ہر شخص بِسْمِ اللہ پڑھے۔ ❁ یہ بھی مستحب ہے کہ جب ایک ہی برتن میں سب مل کر کھا رہے ہوں تو ہر ایک اپنی طرف سے کھائے کیونکہ دوسروں کے سامنے سے کھانا سُوءِ معاشرت اور خلافِ مُرَوَّت ہونے کی وجہ سے باعثِ نفرت ہے، خاص طور پر جب شوربے والا کھانا ہو یا اس جیسی کوئی رقیق غذا ہو۔ اگر کھانے والا اکیلا ہو تب بھی اپنے سامنے سے کھائے البتہ اگر دستر خوان پر مختلف قسم کے کھانے ہوں تو پھر مختلف جگہوں سے کھا سکتا ہے۔[1]

کونسا کھانا بیماری ہے؟

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”جس کھانے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام نہ لیا جائے وہ بیماری ہے، اس میں بَرَکت نہیں ہوتی۔ اِس کا کفّارہ یہ ہے کہ اگر ابھی دستر خوان نہ اُٹھایا گیا ہو تو بِسْمِ اللہ پڑھ کر کچھ کھا

(1) . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمة، الفصل الاول، ۸/۶، تحت الحدیث: ۴۱۵۹ ملخصاً۔

لے اور دستر خوان اٹھالیا گیا ہو تو بِسْمِ اللہ پڑھ کر اُنگلیاں چاٹ لے۔"[1] ہر صاحِبِ شان کام شُروع کرنے سے قبل بِسْمِ اللہ پڑھنا سنّتِ مبارکہ ہے۔ اِسی طرح کھانے یا پینے سے قَبْل بھی بِسْمِ اللہ پڑھنا سُنّت ہے اور اس کی بڑی بَرَکتیں ہیں۔

مغفرت کی بشارت:

حضرتِ سیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "آدمی کے سامنے کھانا رکھا جاتا ہے اور اٹھانے سے پہلے ہی اُس کی مغفِرت ہو جاتی ہے، کیونکہ جب کھانا رکھا جاتا ہے تو وہ بِسْمِ اللہ کہتا ہے اور جب اٹھایا جاتا ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتا ہے۔"[2]

زَہر بے اثر ہو گیا:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کسی نے عرض کی: ہمیں کوئی ایسی نشانی بتایئے جس سے ہم پر اسلام کی حقّانِیّت واضح ہو اور ہم اسلام لے آئیں۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے زہرِ قاتِل منگوایا اور "بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" پڑھ کر اُسے کھالیا۔ بِسْمِ اللہ کی بَرَکت سے زہر نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر کوئی اثر نہ کیا۔ یہ منظر دیکھ کر مَجُوسی بے ساختہ پکار اُٹھے، دینِ اسلام حق ہے۔[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ کھانے پینے سے قبل "بِسْمِ اللہ" شریف پڑھ لینے سے جہاں عظیم ثواب ملتا ہے وہیں دنیوی نقصان سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

مدنی گلدستہ

"بغداد" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کھانا بِسْمِ اللہ پڑھ کر، سیدھے ہاتھ سے اور اپنی طرف سے کھانا چاہیے۔

1 . . . جامع صغیر، حرف الکاف، ص ۳۹۴، حدیث: ۶۳۲۷۔

2 . . . جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص ۱۲۲، حدیث: ۱۹۷۴۔

3 . . . تفسیر کبیر، النکت المستخرجۃ من البسملۃ، الثامنۃ عشرۃ، ۱/ ۱۵۵ ملخصاً۔

(2) دوسروں کے سامنے سے کھانا خلافِ مُرَوَّت ہے البتہ اگر دستر خوان پر مختلف قسم کے کھانے ہوں تو پھر مختلف جگہوں سے کھانے میں حرج نہیں۔

(3) جس کھانے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام نہ لیا جائے وہ بیاری ہے اور اس میں برکت نہیں ہوتی۔

(4) اگر چند افراد مل کر کھا رہے ہوں تو سب کو بِسْمِ اللہ پڑھنی چاہیے۔

(5) ہر جائز ونیک کام بِسْمِ اللہ پڑھ کر شروع کرنا سنتِ مبارکہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کھانے سے پہلے بِسْمِ اللہ پڑھنے، سیدھے ہاتھ سے اور اپنی طرف سے کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:729

بھول کا ازالہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَذْکُرِ اسْمَ اللہِ تَعَالٰی فَاِنْ نَسِیَ اَنْ یَذْکُرَ اسْمَ اللہِ تَعَالٰی فِیْ اَوَّلِہٖ فَلْیَقُلْ: بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لے، اگر شروع میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لینا بھول جائے تو یوں کہے: "بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے اِس (کھانے) کی ابتدا و انتہا۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلامی اَحکام وآداب دوسروں تک پہنچانا ایک اہم دینی فریضہ ہے۔ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جہاں ضرورت محسوس فرماتے لوگوں کی اصلاح ضرور فرماتے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کو ہر شے کے چھوٹے بڑے آداب سکھا دیئے۔ لہٰذا ہر صاحبِ علم کو چاہیے کہ حسبِ موقع اپنے متعلقین کی اصلاح و بہتری کے لئے انہیں دِینی اَحکام سے آگاہ کرتا رہے۔ جہاں انفرادی طور پر سمجھانا مناسب ہو وہاں انفرادی طور پر سمجھایا جائے اور جہاں سب کو سمجھانا مقصود ہو وہاں عمومی مسئلہ

---

1 . . . ابو داود، کتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام، ۳/ ۴۸۷، حدیث: ۳۷۶۷۔

بیان کر دیا جائے۔ جیسا کہ حدیثِ مذکور میں کسی کو مُعَیَّن کئے بغیر بیان کر دیا گیا کہ کھانے سے پہلے بِسْمِ الله پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر بِسْمِ اللهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ پڑھ لے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کا ہر کام یہاں تک کہ کھانا پینا، سونا جاگنا وغیرہ بھی **الله** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے اور اسی کی خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔

کھانے سے پہلے ذِکْرُ الله کا مطلب:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(یہاں) **الله** کے ذکر سے مراد بِسْمِ الله شریف پڑھنا ہے کہ کھانے کے وقت یہ ہی ذِکْرُ الله سنت ہے۔ ہر وقت کا ذِکر علیحدہ ہے۔ خوشی کی خبر سننے کے وقت کا ذکر ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰه، غم کی خبر کا ذکر ہے اِنَّا لِلّٰه (یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْن)، بُری بات سننے کے وقت کا ذکر ہے لَاحَوْلَ (وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه) تو کھانے کے وقت کا ذکر ہے بِسْمِ الله، بلکہ وضو کرتے وقت، سوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بِسْمِ الله پڑھنا سنت ہے۔ اس جگہ بعض علماء نے فرمایا کہ ذِکْرُ الله سے مراد ہر ذکر ہے حتّٰی کہ اگر کھاتے وقت کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے تو بھی یہ فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ بہر حال قوی یہ ہے کہ یہاں ذِکْرُ الله سے مراد بِسْمِ الله شریف ہے۔"[1]

اَوَّل آخر سے مراد:

مرآۃ المناجیح میں ہے: اَوَّل آخر سے مراد کھانے کی ساری حالت ہے۔ جو شخص کھانا کھاتے وقت بِسْمِ الله پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب یاد آجائے تب یہ کہہ لے۔ بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانا کھا چکنے، ہاتھ دھو لینے، کلی کر لینے کے بعد یاد آئے تب بھی یہ ہی کہہ لے مگر صحیح یہ ہے کہ کھانے کے دوران یاد آتے وقت ہی کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کر دے بعدِ فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔[2]

مدنی گلدستہ

"حطیم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۹ ملتقطاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۹ ملخصاً۔

(1) جو کھانا کھانے سے پہلے بِسْمِ الله پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر بِسْمِ اللهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ کہہ لے۔

(2) نیکی کی دعوت اس انداز میں دینی چاہیے کہ سننے والوں کو ترغیب ملے اور کسی کی دل آزاری بھی نہ ہو۔

(3) ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی امت کو ہر شے کے چھوٹے بڑے آداب سکھادیئے جو ان پر عمل کرے گا دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو گا۔

(4) بندۂ مومن اپنا ہر کام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع اور ختم کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کھانے کی ابتدا میں تسمیہ بھول جانے کی صورت میں کھانے کے درمیان بِسْمِ اللهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ کہہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ **اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!   صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:730

شیطان اور اس کے چیلوں سے حفاظت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لِاَصْحَابِهِ: لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ: اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ: اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو اپنے گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ نہ تمہارے لئے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا اور جب کوئی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لئے بغیر گھر میں داخل ہو جائے تو شیطان کہتا ہے کہ تم نے رات گزارنے کی جگہ پالی اور جب وہ کھاتے وقت بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے: تم نے رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا پالیا۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے اور کھاتے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لینے

---

[1] ...مسلم، کتاب الاشربة، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما، ص ۱۲۰۸، حدیث: ۵۲۶۲۔

سے سب گھر والے شیطان مَردُود اور اس کے چیلوں کے شر سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔اس طرح وہ گھر برائیوں، لڑائی جھگڑوں اور دیگر آفات و بلیّات سے محفوظ رہتا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بلکہ ہر جائز و نیک کام سے پہلے بِسْمِ اللہ ضرور پڑھ لیا کرے تاکہ اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام کی برکتیں نصیب ہوں۔

شیطانوں کی محرومی:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”جب کوئی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانے سے قبل بِسْمِ اللہ پڑھ لے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے: نہ یہاں تمہارے لئے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا یعنی اہلِ خانہ نے تم سے اپنی جان اور کھانا محفوظ کر لیا ہے اب یہاں تمہیں نہ رہائش ملے گی نہ کھانا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ شیطان کا یہ کلام اہل خانہ کے لئے بطورِ بد دعا ہوتا ہے یعنی جیسا تم نے ہمیں محروم کیا ایسے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں کھانے سے محروم کرے۔بندہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل ہو جائے تو شیطان کو اس کے کاموں میں مداخلت کا موقع مل جاتا ہے، مگر جب وہ اپنے جمیع احوال میں ذِکرِ الٰہی کا پابند رہے تو شیطان اسے بہکانے پر قادر نہیں ہوتا اور اس سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے۔“[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: (نہ تمہارے لئے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا) شیطان کا یہ خطاب اپنی ذُرِّیت سے ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اس خطاب میں قرین (ہر انسان کے ساتھ رہنے والا ایک شیطان) بھی داخل ہو کہ وہ بھی اس بِسْمِ اللہ کی برکت سے نہ کھائے اور ہمارے گھر میں رہنے سہنے سے محروم ہو جائے اور اس کے شر سے محفوظ ہو جائے اور **اللہ** کے ذِکر سے غافل اس نعمت سے محروم رہے۔دوپہر کے کھانے کو (عربی میں) ”غَدَا“ کہتے ہیں اور بعد دوپہر سے رات تک کے کھانے کو ”عَشَا“ کہا جاتا ہے، یہاں مراد مطلقًا کھانا ہے جو شخص صبح کو یہ عمل کرے تو ناشتہ اور دوپہر کے کھانے سے شیطان محروم ہو گا جو بعد دوپہر یہ عمل کرے تو رات کے کھانے سے وہ محروم رہے گا۔[2]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/ ۷، تحت الحدیث: ۴۱۶۱ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۹ ملخصاً۔

گھر میں داخل ہونے کا طریقہ:

ہر شخص گھر میں داخل ہوتے وقت پوری بِسْمِ اللہ پڑھ کر داہنا قدم پہلے دروازہ میں داخل کرے پھر گھر والوں کو سلام کرتا ہوا گھر میں آئے، اگر کوئی نہ ہو تو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" کہہ دے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ اوّل دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے ہیں تو بِسْمِ اللہ اور قُلْ هُوَ اللہ (مکمل سورت) پڑھ لیتے ہیں کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔[1]

مدنی گلدستہ

"عرفات" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اپنی جان و مال کو شیطان کے شر سے بچانے کا بہترین ذریعہ ذکرِ الٰہی میں مشغولیت ہے۔

(2) شیطان انسان کے کاموں میں اسی وقت مداخلت کرتا ہے جب وہ انہیں ذِکْرُ اللہ سے غافل پاتا ہے۔

(3) جس کھانے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لیا جائے وہ شیطان اور اس کے چیلوں کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(4) شَیاطین اُسی گھر میں بسیرا کرتے ہیں جس کے مکین اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لئے بغیر گھر میں داخل ہوتے ہوں۔

(5) بِسْمِ اللہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر گھر میں داخل ہونا رزق میں برکت اور گھر میں اتفاق کا سبب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت بِسْمِ اللہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 731

کھانے میں شیطان کی شرکت

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَاَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهُ وَاِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۹ملخصا۔

كَاَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا ثُمَّ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَاَخَذَ بِيَدِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَاِنَّهُ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهِ فَاَخَذْتُ بِيَدِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اِنَّ يَدَهُ فِي يَدِي مَعَ يَدَيْهِمَا ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى وَاَكَلَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ کھانے پر حاضر ہوتے تو جب تک حضور پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شروع نہ فرماتے ہم اپنے ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھاتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک بچی آئی گویا اسے دھکیلا گیا ہو، اس نے آتے ہی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک اعرابی آیا گویا اسے دھکیلا گیا ہو اس نے بھی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور فرمایا: شیطان اُس کھانے کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام نہ لیا جائے، شیطان اس بچی کے ساتھ آیا تاکہ اس کے ساتھ کھانا کھالے مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر وہ اس اعرابی کو لایا تاکہ اس کے ساتھ کھالے لیکن میں نے اسے بھی پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ اُس کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لیا یعنی بِسْمِ اللہ کہی اور کھانا تناول فرمایا۔

صحابۂ کرام اور تعظیمِ نبی:

اس حدیثِ مبارکہ سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی محبت و تعظیمِ نبوی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وہ حضرات اپنے محترم و مکرم نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پہلے کوئی بھی کام شروع نہ فرماتے، کسی بھی معاملہ میں آپ سے آگے نہ بڑھتے، ان کے پیشِ نظر وہ آیات ہوتی تھیں جن میں آداب و تعظیمِ نبی کا حکم تھا، جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

[1] ... مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ص ۸۲۰، حدیث: ۵۲۵۹۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱ (پ۲۶، الحجرات: ۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

تفسیرِ خزائنُ العرفان میں اس کے تحت مذکور ہے: یعنی تمہیں لازم ہے کہ اَصلاً تم سے تقدیم (آگے بڑھنا) واقع نہ ہو، نہ قول میں، نہ فعل میں کہ تقدیم کرنا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ادب و احترام کے خلاف ہے۔ بارگاہِ رسالت میں نیازمندی و آداب لازم ہیں۔[1]

کھانے کی ابتدا کون کرے؟

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا کھانے میں پہل نہ کرنا تعظیمِ نبی اور حصولِ برکت کے لئے تھا۔ روایت میں ہے: ”جب کھانا رکھا جائے تو قوم کا امیر، میزبان یا قوم کا بہتر شخص ابتدا کرے۔“[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”جب کسی بزرگ کے ساتھ دستر خوان پر حاضر ہو تو ان سے پہلے کھانا شروع نہ کرے کہ اس میں بے ادبی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ سارے کھانے والے بالغ ہوں ان میں ایک بزرگ باقی خُدَّام، لیکن اگر کھانے والوں میں کوئی ناسمجھ بچہ بھی ہو تو وہ پہلے کھانا شروع کر سکتا ہے بلکہ اس کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں اور کھانا کھاچکنے پر اس کے ہاتھ پیچھے دھلائے جائیں کیونکہ بچے آہستہ آہستہ کھاتے ہیں، دیر تک کھاتے ہیں اور کھانا سامنے آنے پر زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔“[3]

شیطان کے لئے کھانا حلال ہونے سے مراد:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جس کھانے پر بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی جائے اُس کھانے کا شیطان کے لئے حلال ہونے سے مراد یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ کا ترک شیطان کے لئے کھانے کی اجازت ہے جیسا کہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا اس کے لئے کھانے سے رُکاوٹ ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس مردود کو کھانے میں

---

1 . . . تفسیر خزائن العرفان، پ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الثالث، ۸/۲۵، تحت الحدیث: ۴۲۲۷۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/۴۹۔

تصرُّف کا اختیار مل جاتا ہے مگر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لے لیا جائے تو وہ مداخلت نہیں کر سکتا۔“(1)

شیطان بچی اور اَعرابی کو کیوں لایا؟

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بِسْمِ اللہ پڑھ کر کھاتا دیکھ کر شیطان کو ان کے ساتھ کھانے کی جرأت نہ ہوئی اس لیے وہ پہلے بچی کو لایا پھر اَعرابی کو تاکہ یہ بِسْمِ اللہ پڑھے بغیر کھائیں اور ان کے ذریعے وہ بھی کھالے کیونکہ اگر جماعت میں ایک آدمی بھی بغیر بِسْمِ اللہ کے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو بچے بِسْمِ اللہ پڑھ سکتے ہوں وہ بِسْمِ اللہ پڑھ کر کھایا کریں ورنہ شیطان کھانے میں شریک ہو گا۔ ہاں بالکل بے سمجھ بچہ جو صحیح بول نہ سکے اس حکم سے علیحدہ ہے۔(2)

مدنی گلدستہ

”صحابی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جب کھانا رکھا جائے تو قوم کا امیر، میزبان یا قوم کا بہتر شخص ابتدا کرے۔

(2) دستر خوان پر کوئی بزرگ موجود ہوں تو ان سے پہلے کھانا شروع کرنا بے ادبی ہے۔ ہاں! کوئی ناسمجھ بچہ ہو تو پہلے اسے کھلایا جائے کیونکہ کھانا سامنے آنے کے بعد بچے زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تعظیم وادبِ نبی کی وجہ سے کسی معاملہ میں نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے آگے نہ بڑھتے تھے۔

(4) اگر جماعت میں سے کوئی ایک بغیر بِسْمِ اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔

(5) جو بچے بِسْمِ اللہ پڑھ سکتے ہوں انہیں بھی کھانے سے پہلے بِسْمِ اللہ پڑھنی چاہئے تاکہ شیطان کھانے میں شریک نہ ہو۔ ہاں بالکل چھوٹے بچے اس حکم سے علیحدہ ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے کھانے کو شیطان سے بچائے، ہمیں کھانا کھانے کی ابتدا میں بِسْمِ اللہ پڑھنے اور

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الثالث، ۸/ ۲۵، تحت الحدیث: ۴۲۲۳ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۴۹ ماخوذاً۔

شریکِ طعام ہونے والے کو بھی بِسْمِ اللہ پڑھنے کی ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:732

شیطان نے قے کر دی

عَنْ اُمَیَّۃَ بْنِ مَخْشِیٍّ الصَّحَابِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جَالِسًا وَرَجُلٌ یَاْکُلُ فَلَمْ یُسَمِّ اللہَ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مِنْ طَعَامِہٖ اِلَّا لُقْمَۃٌ فَلَمَّا رَفَعَھَا اِلٰی فِیْہِ قَالَ: بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ثُمَّ قَالَ: مَا زَالَ الشَّیْطَانُ یَاْکُلُ مَعَہٗ فَلَمَّا ذَکَرَ اسْمَ اللہِ اسْتَقَاءَ مَا فِیْ بَطْنِہٖ.(1)

ترجمہ: صحابیِ رسول حضرت سَیِّدُنا اُمیہ بن مَخْشِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما تھے قریب ہی ایک شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لئے بغیر کھانا کھا رہا تھا یہاں تک کہ کھانے کا ایک لقمہ باقی رہ گیا جب وہ لقمہ اپنے منہ کی طرف لایا تو کہا: "بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ" یہ دیکھ کر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکرائے پھر فرمایا: "شیطان اس کے ساتھ کھا رہا تھا مگر جب اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لیا تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔"

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نظر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ اگر کھانے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان کو ساتھ کھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ وہ انسان کے ہر کام میں مداخلت کی کوشش کرتا ہے جیسے ہی اسے ربّ کی یاد سے غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر کے بہت سی دینی و دنیاوی بھلائیوں سے دور کر دیتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے غیب دان آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھیں وہ سب کچھ دیکھ لیتی ہیں جو ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شیطان مردود کو اس شخص کے ساتھ کھاتے ہوئے اور بِسْمِ اللہ پڑھنے پر قے کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان کے شر سے بچنے

(1) ... ابوداود، کتاب الاطعمة، باب التسمیة علی الطعام، ۳/۴۸۸، حدیث: ۳۷۶۸۔

کا بہترین ذریعہ ذِکرِ الٰہی ہے۔

شیطان کے قے کرنے سے مراد:

صَدْرُ الشَّرِیعَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے ہیں: "اس کے یہ معنٰی بھی ہوسکتے ہیں کہ بِسْمِ اللہ نہ کہنے سے کھانے کی برکت جو چلی گئی تھی واپس آگئی۔"[1] مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: "جیسے ہمارا معدہ مکھی والا کھانا ہضم نہیں کر سکتا ایسے شیطان کا معدہ بِسْمِ اللہ والا کھانا ہضم نہیں کرتا اگرچہ اس کا قے کیا ہوا کھانا ہمارے کسی کام کا نہیں مگر وہ مردود تو بیمار بھی پڑ جاتا ہے اور بھوکا بھی رہ جاتا ہے اور ہمارے کھانے کی فوت شدہ برکت لوٹ آتی ہے غرضیکہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اُس کے دو نقصان۔ اور ممکن ہے کہ وہ مردود آئندہ ہمارے ساتھ بغیر بِسْمِ اللہ والا کھانا بھی اس ڈر سے نہ کھائے کہ شاید یہ بیچ میں بِسْمِ اللہ پڑھ لے اور مجھے قے کرنی پڑے۔ غالبًا وہ شخص اکیلا کھا رہا تھا اگر حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ہوتا تو بِسْمِ اللہ نہ بھولتا کیونکہ وہاں تو حاضرین بلند آواز سے بِسْمِ اللہ کہتے تھے اور ساتھیوں کو بھی بِسْمِ اللہ کہنے کا حکم کرتے تھے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"زم زم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جس کھانے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام نہ لیا جائے اس میں شیطان شامل ہو جاتا ہے۔

(2) ہمارے غیب دان آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

(3) اگر کھانے سے پہلے بِسْمِ اللہ پڑھنا یاد نہ رہے تو یاد آنے پر بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لیا جائے۔

(4) شیطان انسان پر اس وقت حملہ آور ہوتا ہے جب وہ ذِکرِ الٰہی سے غافل ہوتا ہے۔

---

1 ...بہارِ شریعت، ٣/٣٦١، حصہ ١٦۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ٦/٣٠ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے کھانے کو شیطان سے بچائے، ہمیں کھانے سے پہلے بِسْمِ اللہ اور ابتدا میں بھول جانے کی صورت میں بعد میں بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:733

اگر یہ بسم اللہ پڑھ لیتا تو۔۔۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَاْکُلُ طَعَامًا فِی سِتَّۃٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَجَاءَ اَعْرَابِیٌّ فَاَکَلَہٗ بِلُقْمَتَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اَمَا اِنَّہٗ لَوْ سَمّٰی لَکَفَاکُمْ۔ (1)

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا اور دو لقموں میں سارا کھانا کھا گیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر یہ بِسْمِ اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کفایت کر جاتا۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ مل کر کھانا سنتِ مبارکہ ہے۔ جب سب مل کر کھا رہے ہوں تو سب ہی کو بِسْمِ اللہ پڑھنی چاہیے اگر کسی ایک نے بھی بِسْمِ اللہ ترک کر دی تو شیطان کو ساتھ کھانے کا موقع مل جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی کو سمجھانا مقصود ہو تو اسے اس کی غلطی کا نقصان اور اس سے بچنے کا فائدہ بتا دیا جائے تاکہ اس کی دل آزاری بھی نہ ہو اور اسے اپنی غلطی کا احساس بھی ہو جائے۔

کھانا سب کو کفایت کیسے کرتا؟

دلیل الفالحین میں ہے: اگر وہ شخص بِسْمِ اللہ پڑھ لیتا تو کھانے میں برکت دی جاتی اور وہ کھانا اسے اور سب موجودین کو کفایت کر جاتا لیکن اس نے بِسْمِ اللہ ترک کر دی تو کھانے سے برکت اٹھالی گئی اور وہ سارا کھانا دو لقموں ہی میں ختم ہو گیا۔ (2)

---

1 . . . ترمذی، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی التسمیة علی الطعام، ۳/ ۳۴۰، حدیث: ۱۸۶۵۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی التسمیة فی اولہ والحمد فی آخرہ، ۳/ ۲۲۱، تحت الحدیث: ۷۳۱۔

مدنی گلدستہ

”بقیع“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مل کر کھانا سنتِ مبارکہ ہے۔

(2) کسی کو سمجھانا مقصود ہو تو اس انداز میں سمجھایا جائے کہ اس کی دل آزاری بھی نہ ہو اور اسے اپنی غلطی کا اِحساس بھی ہو جائے۔

(3) جب کھانے پر بِسْمِ اللہ نہ پڑھی جائے تو کھانے سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

(4) بابرکت کھانے کی تھوڑی سی مقدار بھی بہت سے افراد کو کافی ہو جاتی ہے جبکہ بے برکتی والا کھانا کثیر مقدار میں ہونے کے باوجود تھوڑے سے افراد کو بھی کفایت نہیں کرتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے کھانے کو بے برکتی سے بچائے اور ہمیں سنت کے مطابق کھانا تناول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:734

کھانے کے بعد کی ایک دعا

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَانَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَہُ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا. (1)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب دستر خوان اٹھالیا جاتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دعا پڑھتے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بہت زیادہ پاکیزہ اور برکت والی ہیں، اے ہمارے رب! نہ اس کھانے سے کفایت کی گئی، نہ اس کھانے کو چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ ہم اس سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔

(1) . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب مایقول اذا فرغ من طعامہ، ۳/۵۴۳، حدیث: ۵۴۵۸۔

دعا کی وضاحت:

کھانے کے بعد مانگی جانے والی اس دعا کی وضاحت ”مرآۃ المناجیح“میں تین طرح سے کی گئی ہے: (1)بچا ہوا وہ کھانا جو سامنے سے اٹھایا جارہا ہے ابھی یہ ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو، نہ مُنْقَطَع ہوا ہو، نہ ہی ہم اس سے بے نیاز ہوئے ہوں، بلکہ یہ ہمیں دوبارہ بھی عطا کیا جائے۔(2)ہم اپنے رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی جا چکی ہو، نہ ختم ہوئی ہو، نہ آخری حمد ہو اور نہ آئندہ ہم اس سے بے نیاز ہوئے ہوں، بلکہ ہم بار بار اپنے رب کی حمد کرتے رہیں، اس کی نعمتوں کے گُن گاتے رہیں۔(3)ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں، آئندہ بھی حمد کریں، نہ حمد چھوڑیں، نہ آئندہ اپنے رب کی حمد سے مستغنی و بے نیاز ہوں۔ پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور حسبِ حال بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیے۔[1] تفہیم البخاری میں ہے: حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ دستر خوان پر کھانا اور یہ دعا کرنا حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی عادت شریف تھی اور دستر خوان اُٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ جب کھانے سے فارغ ہو جاتے۔”غَیْرَ مَکْفِیٍّ“کے معنیٰ یہ ہیں: اے اللہ! یہ جو ہم نے کھایا ہے یہ مابعد کے لئے کافی نہ ہو اور یہ آخری کھانا نہ ہو بلکہ اس کے بعد منقطع نہ ہو اور ہماری ساری عمر یہ نعمت مُسْتَمِر (جاری) رہے کسی وقت بھی ختم نہ ہو۔”لَا مُوَدَّعٍ“یعنی ہم سے وداع نہ ہو اور یہ آخری طعام نہ ہو۔”لَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ“یعنی ہم اسے مُستغنی نہ ہوں یہ پہلے معنیٰ کی تاکید ہے۔[2]

کامل کھانا:

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: جس دستر خوان پر چار باتیں جمع ہو جائیں وہ کامل ہو جاتا ہے: (1)کھانا بِسْمِ اللہ پڑھ کر کھایا جائے (2)کھانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھ لی جائے (3)کھانے والے زیادہ ہوں اور (4)کھانا حلال ہو۔[3] اگر سب مل کر کھا رہے ہوں تو کھانے کے بعد کی دعائیں بلند آواز سے اُسی وَقت پڑھی جائیں جب سب فارِغ ہو جائیں ورنہ آہستہ پڑھی جائیں تاکہ جو کھا رہا ہو وہ شرمندہ نہ ہو۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۷ملخصا۔

2 ... تفہیم البخاری، ۸/ ۵۴۲ملخصا۔

3 ... کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، الباب الاول فی الاکل، ۸/ ۱۱۳، حدیث: ۴۰۸۲۱، الجزء الخامس عشر۔

مدنی گلدستہ

”اجمیر“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کھانا کھا کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کرنا رضائے الٰہی کا باعث ہے۔

(2) جس حلال کھانے پر کثیر لوگ جمع ہوں، اس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰه اور بعدِ فراغت اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہہ لی جائے تو وہ کھانا کامل و بابرکت ہو جاتا ہے۔

(3) عملِ خیر کا ثواب اسی وقت ملتا ہے جب وہ خالص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو۔

(4) کھانا کھا کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا سنتِ مبارکہ ہے۔

(5) کھانے کے بعد دعا وغیرہ بُلند آواز سے اُسی وَقت پڑھی جائے جب سب کھانے سے فارِغ ہو جائیں ورنہ آہستہ پڑھی جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کھانے کے بعد اس کی دعا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 735

سابقہ گناہوں کی مغفرت

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ.[1]

ترجمہ: حضرت معاذ بن اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جو کھانا کھائے پھر یہ کہے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری قوت و طاقت کے بغیر مجھے یہ عطا فرمایا۔“

---

1 . . . ابوداود، کتاب اللباس، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ۴/ ۵۹، حدیث: ۴۰۲۳۔

تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”زبان سے یہ (مذکورہ دعائیہ) کلمات کہے اور دل میں عقیدہ رکھے کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے میرے علم و عقل کا نتیجہ نہیں صرف میرے رب کا فضل ہے ورنہ مجھ سے اچھے اچھے مارے مارے پھر رہے ہیں، بڑی مصیبتوں میں ہیں، تو اِنْ شَآءَ الله مغفرت ہوگی۔“(1)

کونسے گناہ معاف ہوتے ہیں؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ”ظاہر یہ ہے کہ یہاں صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے نہ کہ کبیرہ گناہوں کی معافی۔“(2)

مذکورہ دعا بہت سی خوبیوں کا مجموعہ ہے جن میں سے چند یہ ہیں: یہ دعا پڑھنے والا اپنے ربِّ کریم کا شکر ادا کرتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُنْعِمِ حقیقی ہونے کا اقرار کرتا ہے، اپنے اوپر اس کی نعمت کا اظہار کرتا ہے، اس کے سامنے اپنی عاجزی وانکساری اور مسکینی کا اعتراف کرتا ہے۔ اس دعا کی برکت سے بندے کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے، یہ نعمت زائل نہیں ہوتی، اس کا شمار شکر گزار بندوں میں ہوتا ہے، سنت پر عمل کا ثواب ملتا ہے۔ ان کے علاوہ کئی دِینی و دُنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

شکر کا فائدہ:

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ”شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی اصل یہ ہے کہ آدمی نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرے اور حقیقتِ شکر یہ ہے کہ مُنْعِم (نعمت دینے والے) کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس کا خُوگر بنائے۔ یہاں ایک باریکی (اہم بات) ہے وہ یہ کہ بندہ جب **اللہ** تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم و احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں **اللہ** تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۱۰۷۔

2 ... فیض القدیر، حرف المیم، ۶/۱۱۰، تحت الحدیث: ۸۵۱۷۔

کہ مُنعِم کی مَحبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف اِلتفات (رغبت) باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقوں کا ہے۔ اللہ تعالٰی اپنے فضل سے ہمیں شکر کی توفیق عطا فرمائے۔[1]

گناہوں سے پاک ہونے کا نسخہ:

حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: "جو کھانا کھا کر سیر ہو جائے اور پانی پی کر سیر اب ہو جائے اور یہ دعا پڑھے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ دعا یہ ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَاَشْبَعَنِیْ وَسَقَانِیْ وَاَرْوَانِیْ یعنی تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے مجھے کھلایا اور سیر کر دیا اور مجھے پلایا اور سیر اب کر دیا۔"[2]

مدنی گلدستہ

"نعمت" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ہر نعمت کے حصول پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا نعمتوں کو بڑھاتا اور ربّ کی رضا دِلواتا ہے۔

(2) ہمیں جو نعمتیں مل رہی ہیں وہ محض ہمارے ربّ کریم کے فضل و کرم سے مل رہی ہیں۔

(3) چھوٹی چھوٹی دعاؤں پر مغفرت فرما دینا یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہم گناہ گاروں پر بہت بڑی عنایت ہے۔ اگر اُس کریم رب کا کرم شاملِ حال نہ ہو تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں۔

(4) کھانے اور پینے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائے، کھانے اور پینے کے بعد شکر ادا کرنے اور ناشکری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۱۳، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۷۔

[2] ... کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، الباب الاول فی الاکل، ۸/۱۰۸، حدیث: ۴۰۷۶۹، الجزء الخامس عشر۔

باب نمبر:101

کھانے میں عیب نہ نکالنے کا بیان

کھانے میں عیب نہ نکالنا اور کھانے کی تعریف کرنا مستحب ہے

کھانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہت پیاری اور اہم نعمت ہے، اس میں عیب نکالنا نہایت ہی قبیح یعنی برا اور غیر اخلاقی عمل ہے، کھانے میں عیب لگانے سے کھانا پکانے والے یا میزبان کی دل آزاری بھی ہو سکتی ہے اور مسلمان کی دل آزاری ممنوع ہے، لہٰذا کھانے میں عیب نکالنے سے بچنا چاہیے۔ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانے میں کبھی عیب نہ نکالتے، پسند آتا تو تناول فرمالیتے پسند نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے مگر کبھی بھی نہ تو کھانے کو بُرا کہتے نہ کھانا پیش کرنے والوں کو ڈانٹتے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"کھانے میں عیب نہ نکالنے اور کھانے کی تعریف کرنے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ امام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:736

کبھی کسی کھانے کو عیب نہ لگایا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: مَا عَابَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَھَاہُ اَکَلَہُ وَاِنْ کَرِھَہُ تَرَکَہُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "**رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہ لگایا، پسند آیا تو تناول فرمالیا پسند نہ آیا تو چھوڑ دیا۔"

کھانے میں عیب نہ نکالنے کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** "(حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے) کھانے پکانے میں کبھی عیب نہ نکالا کہ نمک کم ہے یا زیادہ جیسا بعض لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ بغیر عیب نکالے کھانا کھاتے ہی نہیں۔"[2] اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کھانے میں عیب نکالنے کے متعلق فرماتے ہیں: "کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر پر بھی نہ چاہیے مکروہ و خلافِ سنت ہے۔ (سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی) عادتِ کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو

---

1 ... بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ماعاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاما، ۳/ ۵۳۱، حدیث: ۵۴۰۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۴۔

تناول فرمایا ورنہ نہیں اور پرائے گھر عیب نکالنا تو (اس میں) مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمالِ حرص و بے مروتی پر دلیل ہے۔ "گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں" یہ عیب نکالنا ہے اور اگر کوئی شے اسے مُضِر (نقصان دیتی) ہے اسے نہ کھانے کے عذر کے لئے اس کا اظہار کیا نہ کہ بطورِ طعن و عیب مثلاً اس میں مرچ زائد ہے میں اتنی مرچ کا عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں اور اتنا بھی (اس وقت ہے کہ جب) بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اور تکلیف نہ کرنی پڑے مثلاً دو قسم کا سالن ہے، ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے بتادے اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے اب اگر (یہ) نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اس کے لئے کچھ اور منگوانا پڑے گا اُسے ندامت ہوگی اور تنگ دست ہے تو تکلیف ہوگی ایسی حالت میں مُرُوَّت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔"[1]

نعمتوں میں عیب نہیں نکالنا چاہیے:

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث پاک نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسنِ ادب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جب کوئی شخص کھانے کو ناپسند کرتا ہے تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رزق کو مسترد کرتا ہے لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں عیب نہیں نکالنا چاہیے بلکہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ہمیں نعمتیں دینا واجب نہیں، ہاں وہ اپنے فضل و کرم سے ہر آن ہم پر اپنی نعمتوں کی برسات فرماتا ہے۔"[2] امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: "کھانے میں کسی قسم کا عیب نہ لگایئے مثلاً یہ مت کہئے کہ ٹیسٹی (لذیذ) نہیں، کچا رہ گیا ہے، نمک کم ہے، تیکھا بہُت ہے یا پھیکا پھیکا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پسند ہے تو کھا لیجئے، ورنہ ہاتھ روک لیجئے۔ ہاں پکانے والے کو مرچ مَصالَحہ کی کمی بیشی کیلئے ہدایت دینا مقصود ہو تو تنہائی میں رہنمائی میں مُضائقہ نہیں۔ پھلوں کو عیب لگانا انسان کے پکائے ہوئے کھانے کے مقابلے میں زیادہ بُرا ہے کہ کھانا پکانے میں انسانی ہاتھوں کا زیادہ دخل ہے جبکہ پھلوں کے مُعاملے میں ایسا نہیں۔"[3]

1 ... فتاوی رضویہ، ۲۱/ ۶۵۲۔ 2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاطعمة، باب ماعاب النبی علیه السلام طعاما، ۹/ ۴۷۸ ملخصا۔

3 ... فیضان سنت، باب آداب طعام، ۱/ ۳۱۳۔

مدنی گلدستہ

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کھانے میں کبھی عیب نہ نکالا، پسند فرماتے تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

(2) کھانے میں عیب نکالنا مکروہ و خلاف سنت ہے۔

(3) اپنے گھر میں بھی کھانے میں عیب نہ نکالے اور باہر بھی کھانے میں عیب نہ نکالے کہ اس میں مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور یہ بات کمالِ حرص و بے مروتی کی دلیل بھی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کھانے میں عیب نکالنے سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:737

سرکہ بہترین سالن ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اَھْلَہُ الْاُدْمَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ فَدَعَا بِہٖ فَجَعَلَ یَاْکُلُ وَیَقُوْلُ: نِعْمَ الْاُدْمُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاُدْمُ الْخَلُّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے گھر والوں سے کھانا طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کی: ہمارے پاس سرکہ کے سوا کچھ نہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سرکہ منگایا اور اسے تناول کرتے ہوئے فرمانے لگے سرکہ بہترین سالن ہے، سرکہ بہترین سالن ہے۔“

سرکہ کھانا انبیائے کرام کی سنت ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”سرکہ

1 . . . مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب فضیلۃ الخل والتادم بہ، ص ۸۷۳، حدیث: ۵۳۵۲۔

طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ ارزاں غذا ہے، حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں۔ عرب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رس انگور کا سرکہ ہوتا ہے گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ "[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "سالن اس چیز کو کہتے ہیں جس سے روٹی کھائی جائے اور وہ روٹی کی اصلاح کرے۔ حدیث مذکور میں کھانے کی چیزوں میں میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب اور نفس کو لذیذ کھانوں سے روکنے کی تعلیم ہے۔ دو دفعہ یہ فرمانا کہ "سرکہ بہترین سالن ہے۔" یہ تاکید اور عوام الناس کے دلوں کو تسلی دینے کے لئے ہے۔"[2]

سرکہ کی فضیلت میں دو فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔"[3] **(2)** "اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! سرکہ میں برکت عطا فرما کہ یہ مجھ سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہو گا وہ گھر کبھی محتاج نہیں ہو گا۔"[4]

مدنی گلدستہ

"مکہ" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) سرکہ طبی لحاظ سے بہت مفید ہے اور یہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت بھی ہے۔

(2) کھانے میں میانہ روی اختیار کی جائے اور نفس کو لذیذ کھانوں کا عادی نہ بنایا جائے۔

(3) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سرکہ کے متعلق برکت کی دعا فرمائی اور جس گھر میں سرکہ ہے وہ گھر سالن سے خالی نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سن کی نیت سے سرکہ کھانے کی توفیق عطا فرمائے اور سادہ غذا استعمال کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ١٩ ملخصاً۔
2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ٣/ ٥٢٣ ملخصاً۔
3 ... ترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الخل، ٣/ ٣٢٢، حدیث: ١٨٤٨۔
4 ... ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الائتدام بالخل، ٤/ ٣٢، حدیث: ٣٣١٨۔

باب نمبر:102

روزہ دار مہمان میزبان سے کیا کہے؟

اگر روزہ دار کے سامنے کھانا آئے اور وہ روزہ نہ توڑنا چاہے تو کیا کہے؟

روزہ بلاوجہ توڑنا جائز نہیں البتہ بعض صورتوں میں نفلی روزہ توڑ دینے اور بعد میں اس کی قضا کر لینے کی شرعاً اجازت ہے۔ جیسے روزہ دار کسی کے ہاں گیا وہاں کھانا پیش کیا گیا اگر نہ کھائے گا تو میزبان کو تکلیف ہو گی اور وہ ناراض ہو گا تو اس صورت میں نفلی روزہ توڑنا جائز ہے اور اس کی قضا واجب ہے، البتہ اگر کوئی روزہ توڑے بغیر میزبان کی دل آزاری سے بچنا چاہے تو شریعتِ مطہرہ نے اس کا بھی طریقہ ارشاد فرمایا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"اگر روزہ دار کے سامنے کھانا آئے اور وہ روزہ نہ توڑنا چاہے تو کیا کہے؟"** اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:738

میزبان کے لیے دعا

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا دُعِیَ اَحَدُكُمْ، فَلْيُجِبْ، فَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ قبول کرے اور اگر وہ روزہ دار ہو تو (میزبان کے لئے) دعا کرے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا کھالے۔"

شریعت میں اِحترامِ مسلم کی پاسداری:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "فَلْيُصَلِّ کے معنی میں اختلاف ہے، جمہور علما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ مہمان (اگر روزہ دار ہو یا کسی اور وجہ سے کھانا نہ کھا سکتا ہو تو) میزبان کے لئے دعائے مغفرت و دعائے برکت کرے کیونکہ اَلصَّلَاۃ کا لغوی معنی دعا ہے اور فَلْيُصَلِّ کا یہ بھی معنی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد رکوع و سجود والی شرعی نماز ہے (کہ مہمان اگر روزہ دار ہو اور کھانا نہ کھانا چاہتا ہو تو

[1] ... مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابة الداعی الی دعوة، ص ٥٧٦، حدیث: ٣٥٢٠۔

میزبان کے گھر نفل) نماز پڑھے تا کہ اہلِ خانہ و حاضرین کے لئے فضل و برکت نازل ہو۔[1]

فیضانِ سنت، جلد اول، ص1078 پر ہے: "نَفْل روزہ بِلا عذر توڑ دینا ناجائز ہے۔ مہمان کے ساتھ اگر میزبان نہ کھائے گا تو اُسے ناگوار ہو گا یا مہمان اگر کھانا نہ کھائے گا تو میزبان کو اَذِیَّت ہو گی تو نَفْل روزہ توڑ دینے کے لئے یہ عذر ہے بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ اِس کی قضا رکھ لے گا اور ضَحْوَۂ کُبریٰ (یعنی زوال) سے پہلے توڑ دے بعد کو نہیں۔ دعوت کے سبب ضَحْوَۂ کُبریٰ سے پہلے (نفل) روزہ توڑ سکتا ہے جبکہ دعوت کرنے والا محض اس کی موجودگی پر راضی نہ ہو اور اس کے نہ کھانے کے سبب ناراض ہو بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ بعد میں رکھ لے گا، لہٰذا اب روزہ توڑ لے اور اس کی قضا رکھے۔ لیکن اگر دعوت کرنے والا محض اس کی موجودگی پر راضی ہو جائے اور نہ کھانے پر ناراض نہ ہو تو روزہ توڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ نَفْل روزہ زَوال کے بعد ماں باپ کی ناراضی کے سَبَب توڑ سکتا ہے اور اِس میں عَصْر سے پہلے تک توڑ سکتا ہے بعدِ عَصْر نہیں۔"

مدنی گلدستہ

"روزہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مسلمان بھائی کی دعوت کو اس کی دل جوئی کیلئے عذر نہ ہونے کی صورت میں قبول کر لینا چاہیے۔

(2) میزبان کی ناراضگی و دل آزاری کی صورت میں نفلی روزہ توڑنا جائز ہے اور اس کی قضا واجب ہے۔

(3) میزبان کی دِل آزاری سے بچنے کیلئے چاہیے کہ میزبان کے لئے دعائے خیر کرے وہاں کچھ دیر نماز پڑھ لے اس سے میزبان بھی خوش ہو جائے گا اور روزہ بھی نہ توڑنا پڑے گا۔

(4) ماں باپ کی ناراضگی کے سَبَب نفل روزہ عصر سے قبل توڑا جا سکتا ہے بعد میں نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِحترامِ مسلم کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کی دل آزاری کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... شرح مسلم للنووی، کتاب النکاح، باب الامر باجابة الداعی الی دعوة، ۵/ ۶/ ۲۳۶، الجزء التاسع ملخصا۔

باب نمبر:103

بن بُلائے مہمان کے بارے میں باب

جس آدمی کو دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی چلا جائے تو جسے دعوت دی گئی ہے وہ میزبان سے کیا کہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شریعتِ مطہرہ ہمیں ہر اُس کام سے منع کرتی ہے جو کسی بھی پہلو سے معیوب ہو اور لوگ بھی اسے ناپسند کرتے ہوں، کسی کے گھر بن بلائے دعوت پر خود چلے جانا یا جن کو دعوت دی گئی ہے ان کے ساتھ چلے جانا اخلاقاً و مروتاً نامناسب فعل ہے، ہوسکتا ہے اس طرح بن بلائے چلے جانا میزبان کو ناگوار لگے اور وہ واپس لوٹا دے اور پھر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ بالفرض جنہیں دعوت دی گئی ہے اگر ان کے ساتھ کوئی دوسرا بھی چلا جائے تو انہیں کیا کرنا چاہیے؟ ریاض الصالحین کا یہ باب اس بارے میں ہے کہ **"جس آدمی کو دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی چلا جائے تو وہ میزبان سے کیا کہے؟"** اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 1 حدیث ذِکر فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:739

دعوت میں کوئی بن بلائے آجائے تو۔۔۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: دَعَا رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لِطَعَامٍ صَنَعَہُ لَہُ خَامِسَ خَمْسَۃٍ، فَتَبِعَھُمْ رَجُلٌ، فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنَّ ھٰذَا تَبِعَنَا، فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْذَنَ لَہُ، وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ، قَالَ: بَلْ آذَنُ لَہُ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو مسعود بدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھانے کی دعوت دی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سمیت اس نے پانچ افراد کو دعوت پر بلایا۔ ایک شخص ان افراد کے پیچھے آگیا۔ جب دروازے پر پہنچے تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میزبان سے فرمایا: "یہ شخص ہمارے پیچھے آگیا ہے اگر تم چاہو تو اجازت دو اور اگر چاہو تو لوٹا دو۔" میزبان نے عرض کیا: "یارسولَ اللہ! میں نے اُسے اجازت دے دی۔"

1 . . . مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب ما یفعل الضیف اذا تبعہ غیر من دعاہ صاحب الطعام۔۔۔ الخ، ص۸۶۲، حدیث: ۵۳۰۹ بتغیر۔

اِضافی شخص کی اجازت لے لیجئے:

مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جتنے اَفراد کی دعوت کی جائے اتنے ہی دعوت میں شریک ہوں اور اگر بالفرض کوئی فرد یا چند افراد زائد ہوں تو میزبان سے ان کے بارے میں بھی اجازت لے لی جائے، اگر میزبان اجازت دے دے تو ٹھیک ورنہ احسن طریقے سے انہیں لوٹا دیا جائے۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بغیر بلائے ہوئے ایک شخص کے بارے میں میزبان سے اجازت طلب فرمائی اور اگر میزبان پر زائد افراد کا آنا گراں ہو تو ایسی صورت میں اجازت لیے بغیر زائد اَفراد کو لوٹا دیا جائے بلکہ ایسی صورت میں پہلے سے ہی کوشش کی جائے کہ زائد اَفراد ساتھ نہ آئیں۔

واہ کیا بات ہے میرے آقا کی۔۔۔!

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہ! یہاں تو ایک زائد شخص کے لیے اجازت حاصل فرما رہے ہیں اور حضرت جابر و طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے گھر چار پانچ آدمیوں کی دعوت میں کئی سو حضرات کو لے گئے اور کھانا کھلایا، یہاں مسئلہ شرعی بتانا مقصود ہے اور وہاں اپنی ملکیت اور سلطنتِ خداداد کا اظہار مقصود کہ حضور ہم سب کے مالک ہیں، ساری امت حضور کی لونڈی غلام، مالک کو حق ہے کہ اپنے غلام کی دعوت میں جسے چاہے بلائے، کیونکہ غلام کا مال مالک کا مال ہے، نیز وہاں اُن صدہا حضرات کو حضور نے خود اپنے معجزے سے کھانا کھلایا کہ وہاں کھانا کھانے سے کم نہ ہوا، جو چیز خرچ کرنے سے کم نہ ہو وہاں بلانے نہ بلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کنویں، دریا سے بغیر بلائے سب پانی پیتے ہیں مگر گھڑے کا پانی مالک سے پوچھ کر، ایصال ثواب کا بھی یہی حکم ہے، اگر کسی خاص میت کے لیے کھانا پکایا گیا ہے تو تم اس کے ساتھ ساری امتِ رسول کو ثواب پہنچا سکتے ہو۔ اس سے دعوت کے متعلق بہت سے مسائل معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے۔ ❁ دوسرے یہ کہ بلایا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی ناخواندہ (یعنی جس کو دعوت میں نہیں بلایا گیا اس) کو نہ لے جائے اِلَّا بِالْعُرْف (یعنی اگر ایسا کرنے کا عرف ہو تو پھر ساتھ لے جا سکتا ہے) چنانچہ بادشاہ کی دعوت میں اس کا باڈی گارڈ عملہ جا سکتا ہے کہ

اب اِس پر عرف قائم ہے۔ ❁ تیسرے یہ کہ ناخواندہ شخص کے لیے اجازت لی جائے۔ ❁ چوتھے یہ کہ ناخواندہ بغیر اجازت داعی (یعنی بلانے والے) کے گھر میں داخل نہ ہو۔ ❁ پانچویں یہ کہ مہمان کھاتے وقت کسی آجانے والے آدمی کو آرڈر نہ کرے کہ آؤ کھانا کھالو کیونکہ مہمان کھانے کا مالک نہیں۔ ❁ چھٹے یہ کہ دسترخوان دوسرے دسترخوان والے کو کوئی چیز اس دسترخوان کی نہ دے ہاں ایک دسترخوان کے لوگ ایک دوسرے کو جو چاہیں دیں۔ بعض فقہا تو فرماتے ہیں کہ مہمان اجنبی کتے کو ہڈی بھی نہیں ڈال سکتا (فی زمانہ ہڈی کا کوئی منع نہیں کرتا)، اگر مالک کا کتا ہے تو اس کو ڈالے۔ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ اگر مہمان کسی وجہ سے خود کھانا نہ کھائے تو اپنا حصہ دوسرے کو بغیر اجازت کھلا سکتا ہے۔ وَاللهُ اَعْلَم [1]

مدنی گلدستہ

"اللہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا میزبان سے دوسرے شخص کے لئے اجازت طلب فرمانا تعلیم اُمّت کے لئے تھا۔

(2) کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے اور نہ ہی بلایا ہوا آدمی اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو لے کر جائے جسے دعوت میں بلایا نہیں گیا۔

(3) مدعو افراد کے ساتھ زائد افراد ہوں تو انہیں چاہیے کہ ان کی میزبان سے اجازت لے لیں۔

(4) اگر مہمان کسی وجہ سے خود کھانا نہ کھائے تو اپنا حصہ دوسرے کو بغیر اجازت کھلا سکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دعوت کو اس کے آداب کے مطابق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/۶۷۔

باب نمبر:104

اپنے قریب سے کھانے کا بیان

اپنے قریب سے کھانے اور جو کھانے کے آداب نہ جانتا ہو اسے سمجھانے اور ادب سکھانے کا بیان

مِل جُل کر کھانا کھاتے وقت بعض اَفراد اس انداز سے کھاتے ہیں کہ دوسروں کے لئے تشویش، تکلیف یا نفرتِ طبع کا باعث بنتے ہیں، بعض اَفراد دوسروں کے سامنے سے کھانے کی چیز اٹھالیتے ہیں، بعض افراد اپنے سامنے سے کھانے کے بجائے ہر طرف ہاتھ پھیرتے رہتے ہیں، یہ انداز نفرت و تشویش کا باعث ہے جبکہ اِسلام محبت و مُوانَست کا درس دیتا اور آخرت کی حرص کے علاوہ ہر حرص کی کاٹ کرتا ہے۔ اسی طرح بعض اَفراد کھانا کھانے کے دوران دیگر خلافِ سنت یا خلاف ادب اُمور کے مرتکب ہوتے ہیں مثلاً بلا اِجازتِ شرعی اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھاتے ہیں ایسے اَفراد کو سمجھانا چاہیے اور کھانے کے آداب سکھانے چاہئیں کہ بِسْمِ الله پڑھ کر، سیدھے ہاتھ سے اور برتن کے اُس حصے سے کھائیں جو اُن کے قریب ہو۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”اپنے قریب سے کھانے اور جو کھانے کے آداب نہ جانتا ہو اسے سمجھانے اور ادب سکھانے“** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:740

برتن میں ہر طرف ہاتھ مت مارو

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا غُلَامُ! سَمِّ اللهَ تَعَالٰى، وَكُلْ بِیَمِیْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا یَلِیْكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا عُمر بن ابو سلمہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی پرورش میں تھا، کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ برتن میں ہر طرف گھومتا تھا تو **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: ”اے بچے! بِسْمِ الله پڑھ کر سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی جانب سے کھاؤ۔“

---

1 . . . بخاری، کتاب الاطعمة، باب التسمية علی الطعام والاكل باليمين، ۳/ ۵۲۱، حدیث: ۵۳۷۶۔

کھانے کے تین آداب:

حضرت عُمر بن ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رَبیب (سوتیلے بیٹے) اور اُم المومنین اُم سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے فرزند ہیں۔ نابالغ ہونے کی بنا پر کھانے کے آداب سے واقف نہ تھے۔ اِس حدیث شریف میں کھانے کے تین آداب بیان کئے گئے ہیں: ❁ بِسْمِ اللہ پڑھ کر کھانا ❁ داہنے ہاتھ سے کھانا اور ❁ اپنے سامنے سے کھانا۔ یہ تینوں حکم جمہور علما کے نزدیک اِستحبابی ہیں۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بِسْمِ اللہ پڑھے اور داہنے ہاتھ سے پئے، یہی سنت ہے۔ نیز یہ تینوں اُمور سنّت عَلَی الْعَین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی نے اِن پر عمل کیا تو کافی نہیں بلکہ ہر شخص کو اِن پر عمل کرنا ہو گا۔ اگر اکیلا کھائے تب بھی یہی آداب پیشِ نظر رکھے۔ اگر برتن میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہوں تو جہاں سے چاہے کھا سکتا ہے۔[1] صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد اَمجد علی اَعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب کھانا ایک قسم کا ہو تو ایک جگہ سے کھائے ہر طرف ہاتھ نہ مارے۔ ہاں! اگر طباق میں مختلف قسم کی چیزیں لاکر رکھی گئیں، اِدھر اُدھر سے کھانے کی اجازت ہے کہ یہ ایک چیز نہیں۔"[2] دوسرے کے سامنے سے کھانا اُسی وقت منع ہے جب کہ اُس کی رضا معلوم نہ ہو اگر یہ معلوم ہو کہ اُسے برا نہ لگے گا تو کھا سکتے ہیں۔[3]

نوٹ: اس حدیث کی مزید وضاحت کے لئے "فیضانِ ریاض الصالحین" جلد 3، باب نمبر 38 حدیث نمبر 299 کا مطالعہ فرمائیں، نیز کھانا کھانے کے آداب و سنن کے لئے "آدابِ طعام" کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث نمبر: 741

حکم نبوی سے روگردانی کا انجام

عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِشِمَالِہٖ فَقَالَ: کُلْ بِیَمِیْنِکَ، قَالَ: لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ: لَا اسْتَطَعْتَ، مَا مَنَعَہُ اِلَّا الْکِبْرُ، فَمَا رَفَعَہَا اِلٰی فِیْہِ۔[4]

---

1. ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/۵، ۶، تحت الحدیث: ۴۱۵۹ ماخوذا۔
2. ۔۔۔ بہار شریعت، ۳/۳۷۸، حصہ ۱۶۔
3. ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب فی وجوب امرہ اھلہ واولادہ۔۔۔الخ، ۲/۱۳۱، تحت الحدیث: ۳۰۰۔
4. ۔۔۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ص ۸۶۱، حدیث: ۵۲۶۸۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا سلمہ بن اَکْوَع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔“ اُس نے کہا: ”میں اِس کی طاقت نہیں رکھتا۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تو کبھی طاقت نہ رکھے۔“ (راوی فرماتے ہیں کہ) اُسے (حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حکم ماننے سے) تکبر نے منع کیا تھا۔ پھر وہ کبھی اپنا سیدھا ہاتھ منہ کی طرف نہ اُٹھا سکا۔

اُلٹے ہاتھ سے کھانے کی وجہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مفتی اَحمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”زمانۂ جاہلیت میں سردار لوگ اُلٹے ہاتھ سے کھاتے تھے، معمولی آدمی داہنے ہاتھ سے۔ یہ شخص کوئی سردار تھا جو اس متکبرانہ عادت سے الٹے ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ اس نے شرمندگی مٹانے کے لئے کہا کہ میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے منہ تک نہیں پہنچتا۔ اِسی پر یہ جواب اِرشاد ہوا یعنی اب تک تو منہ تک آتا تھا اب نہ آسکے گا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے اَعضا بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زیرِ فرمان ہیں، وہ شخص علاج کرتے کرتے تھک گیا مگر اس کا ہاتھ منہ تک نہ اُٹھ سکا۔“[1]

رسولُ اللہ نے دعائے ضَرَر کیوں فرمائی؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اس شخص کے لئے سرکارِ دوعالَم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِس لئے دعائے ضرر فرمائی کہ اُس نے اپنا جھوٹا عذر بیان کیا اور تکبر کی وجہ سے حق بات سے رُک گیا یعنی بغیر کسی مجبوری کے سیدھے ہاتھ سے کھانا نہیں کھایا۔ علامہ طِیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مَا مَنَعَہُ اِلَّا الْکِبْرُ یعنی اُسے تکبر نے روک دیا تھا۔“ یہ راوی کا قول ہے اور یہ اس لئے بیان کیا ہے تاکہ رحمت عالَم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دُعائے ضرر کرنے کی وجہ معلوم ہوجائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو رحمۃٌ لِّلْعٰلَمِین ہیں، پھر آپ کسی کے لئے دعائے ضرر کیسے کرسکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ آپ نے یہ دعا اس لئے کی کہ اس

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۸ / ۲۱۲۔

نے تکبر کی بنا پر دائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھایا اگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے اس حکم پر عمل نہ کرتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی بھی اس کے لئے دعائے ضرر نہ فرماتے۔"[1]

اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھانا:

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "کوئی شخص اُلٹے ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے پیئے کیوں کہ اُلٹے ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔"[2] الٹے ہاتھ سے کھانا اُس وقت ممنوع ہے جب سیدھا ہاتھ صحیح وسالم ہو۔ اگر سیدھے ہاتھ میں کوئی تکلیف ہو تو اُلٹے ہاتھ سے کھانے میں کوئی کراہیت نہیں۔[3]

نوٹ: مزید شرح کے لئے فیضانِ ریاض الصالحین، جلد2، باب:16، حدیث نمبر 159 کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

"عاجزی" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جب بھی کھانا کھائیں بِسْمِ اللہ پڑھ کر، سیدھے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھائیں۔

(2) حسب موقع اپنے متعلقین کی اصلاح کرتے رہنا چاہئے کہ اس سے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔

(3) جہاں تک ہوسکے بزرگوں کے حکم کی فوراً تعمیل کریں کہ ان کی نافرمانی میں سراسر نقصان ہے۔

(4) تکبر بہت بری صفت ہے، متکبر آدمی دنیا و آخرت میں نقصان اٹھاتا ہے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبیوں بالخصوص امام الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا ہر وقت مقبول ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سنت کے مطابق کھانا کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فی المعجزات، ۱۰ / ۲۳۳، تحت الحدیث: ۵۹۰۲ ملخصا۔

2 . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ص ۸۶۱، حدیث: ۵۲۶۷۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمحافظۃ علی السنۃ وآدابھا، ۱ / ۳۲۱، تحت الحدیث: ۱۶۰۔

باب نمبر:105

دو دو کھجوریں مِلا کر کھانے کی مُمَانَعَت کا بیان

مل کر کھاتے وقت دوسروں سے اجازت لئے بغیر دو دو کھجوریں وغیرہ ملا کر کھانے کی ممانعت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِین اِسلام میں حقوق العباد کی بہت اہمیت ہے، اِسلام جہاں اُخروی کامیابی کے اُصول بتاتا ہے وہیں دُنیوی کامیابی کے طریقے بھی بیان کرتا ہے، اِسلامی اَحکامات پر عمل کرنے والا دنیا وآخرت میں کامیاب ہے، دِینِ اِسلام کا ایک حکم یہ ہے کہ جب چند لوگ مل کر کھا رہے ہوں تو ہر اُس عمل سے بچا جائے جو دوسروں کے لئے باعثِ اذیت ہو، مثلاً اگر کھانے میں کھجوریں یا کوئی اور ایسی چیز ہو جو ایک ایک کھائی جاتی ہے تو شرکاء کی اجازت کے بغیر ایک ساتھ دو دو کھجوریں نہ کھائی جائیں کہ لوگ اسے برا محسوس کریں گے اور اس سے انہیں تکلیف ہو گی۔ ریاض الصالحین کا یہ باب اسی بارے میں ہے کہ **"مل کر کھاتے وقت دوسروں کی اجازت کے بغیر کھجوریں وغیرہ دو دو ملا کر نہ کھائی جائیں۔"** اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:742

مِل کر کھانے کا ایک ادب

عَنْ جَبَلَۃَ بْنِ سُحَیْمٍ قَالَ: اَصَابَنَا عَامُ سَنَۃٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَیْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْرًا، وَکَانَ عَبْدُ اللہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا یَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَاْکُلُ، فَیَقُوْلُ: لَا تُقَارِنُوا، فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نَھَی عَنِ الْاِقْرَانِ، ثُمَّ یَقُوْلُ اِلَّا اَنْ یَسْتَاْذِنَ الرَّجُلُ اَخَاہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جَبَلَہ بن سُحَیْم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے زمانے میں ہم قحط سالی کا شکار ہو گئے، تو ہمیں ایک ایک کھجور کھانے کو ملتی، ہم کھجوریں کھا رہے تھے کہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ہمارے پاس سے گزرے اور فرمایا: "دو دو کھجوریں ملا کر مت کھاؤ! بے شک! نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے، ہاں! کوئی اپنے دوسرے بھائی سے اجازت لے کر کھا سکتا ہے۔"

---

1 . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب القران فی التمر، ۳/ ۵۴۰، حدیث: ۵۴۴٦۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ حکم قحط سالی کے زمانہ میں ہے یا جب ہے جبکہ چھوارے تھوڑے ہوں کھانے والے زیادہ ہوں اگر یہ دو دو چھوارے کھائے تو دوسرے ساتھی بھوکے رہ جائیں گے، اگر اکیلا کھا رہا ہے یا کھانے میں وُسعت ہے تو چاہے چار چار کھائے یہ بھی خیال رہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کہ کھانا مشترکہ ہو یا کسی کے گھر سب کی دعوت ہو اور اگر کھانا اس کا اپنا ہے جیسے چاہے کھائے۔ اس حدیث سے ساتھ کھانے سے بہت سے حکم نکل سکتے ہیں، اگر چند شخصوں نے مل کر ہانڈی پکائی ہے اور ساتھ ہی کھا رہے ہیں تو ہر شخص دوسروں کا خیال رکھ کر بوٹیاں کھائے۔[1]

مدنی گلدستہ

”حسنین“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کھانے کا ایک ادب یہ ہے کہ دورانِ طعام اس عمل سے بچا جائے جو دوسروں کے لئے باعثِ تکلیف ہو۔

(2) کسی کے ہاں دعوت پر جائیں تو حرص و طمع سے بچتے ہوئے ایثار و خیر خواہی والا انداز اختیار کیا جائے۔

(3) جب مشترکہ کھانے میں کوئی ایسی چیز ہو جو ایک ایک کر کے کھائی جاتی ہے جیسے کھجوریں وغیرہ تو شرکا سے اجازت لئے بغیر ایک ساتھ دو دو ملا کر نہ کھائے۔

(4) اپنی کھجوریں دو دو تین تین ملا کر جس طرح چاہیں کھا سکتے ہیں مگر دوسرے بھی ساتھ ہوں تو ادب کا تقاضا یہی ہے کہ ایک ایک ہی کھائی جائے۔

(5) اسلام کے اَحکامات پر عمل کرنے والا دنیا و آخرت میں کامیاب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حرص سے بچنے اور ایثار و خیر خواہی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۲۔

باب نمبر:106

سیر نہ ہونے والا کیا کہے، کیا کرے؟

جو کھانا کھائے اور پھر بھی سیر نہ ہو تو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ”کھانا“ کھانا ایک ایسی ضرورت ہے جس سے کوئی بھی جاندار (انسان، پالتو، جنگلی جانور، درندے، پرندے، حشراتُ الارض یعنی کیڑے مکوڑے وغیرہ) مستغنی نہیں، کوئی زیادہ کھاتا ہے کوئی متوسط اور کوئی بہت کم، البتہ جتنی بھوک ہو اتنا کھانا اور جب بھوک لگے اسی وقت کھانا ہی زیادہ بہتر ہے، لیکن بعض اَفراد کو اِس بات کی شکایت ہوتی ہے کہ وہ کھانا اپنے حساب سے کھاتے ہیں لیکن پھر بھی سیر نہیں ہوتے، یا یوں کہہ لیجئے کہ اُن کے کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ تو ایسا کیا کیا جائے یا کیا کہا جائے کہ کھانے میں برکت ہو اور بندہ کھانا کھائے تو سیر ہو جائے؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ شریعت مُطَہَّرَہ نے اِس معاملے میں بھی ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب اِسی بات کے بیان میں ہے کہ **”جو کھانا کھائے اور پھر بھی سیر نہ ہو تو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟“** اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:743

کھانے میں برکت کا نسخہ

عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ، قَالَ: فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: فَاجْتَمِعُوا عَلٰى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا وحشی بن حرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے؟ فرمایا: ”شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟“ عرض کی: جی ہاں! فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر، مِل کر کھایا کرو، تمہارے لئے اس میں برکت دی جائے گی۔“

---

[1] ... ابو داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی الاجتماع علی الطعام، ۳/۴۸۶، حدیث: ۳۷۶۴۔

مِل کر کھانے میں برکت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** ”(صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”ہم کھاتے ہیں سیر نہیں ہوتے“) یعنی ہم کھاتے زیادہ ہیں اور سیری کم ہوتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو قناعت اور قُوَّۃ عَلَی الطَّاعۃ نصیب ہو وہ کم میسر ہوتی ہے۔“ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟“) یعنی گھر والے ایک ایک کر کے الگ الگ کھاتے ہیں جمع ہو کر ایک ساتھ نہیں کھاتے۔ سُبْحَانَ اللہ! یہ ہے مرض کا بیان اور یہ ہے حکیم مطلق کی تشخیص اور پہچان۔ (اب تم کھانا مل کر کھاؤ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس میں تمہیں برکت دے گا) یہ ہے ان حکیم مطلق صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علاج فرمانا کہ جمع ہو کر ایک ساتھ کھانے میں برکت ہے۔ خیال رہے کہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ ﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾ (پ ۱۸، النور: ۶۱) یعنی تم پر گناہ نہیں مل کر کھاؤ یا الگ الگ کیونکہ آیت کریمہ میں الگ الگ کھانے کے جواز کا ذکر ہے اور اس حدیثِ پاک میں مل کر کھانے کے استحباب کا تذکرہ ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”رب“ کے 2 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 2 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام طبیب مطلق ہیں، جسمانی وروحانی تمام اَمراض کا نہ صرف علاج فرماتے ہیں بلکہ اس سے شفا بھی عطا فرماتے ہیں۔

(2) بِسْمِ اللہ پڑھ کر، مل کر کھانے سے برکت ہوتی ہے اور بندہ سیر ہو جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بِسْمِ اللہ پڑھ کر اور مل کر کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۳۔

باب نمبر:107

درمیان سے کھانے کی مُمَانَعَت کا بیان

برتن کے کنارے سے کھانے کے حکم اور درمیان سے کھانے کی ممانعت کا بیان

بعض اُمور کھانا کھانے کے دوران بے برکتی پیدا کرتے ہیں اِن میں سے ایک برتن کے درمیان سے کھانا ہے حالانکہ سنت یہ ہے کہ برتن کے اَطراف سے کھایا جائے اور ہر شخص اپنے قریبی کنارے سے کھائے کیونکہ درمیان میں برکت نازل ہو کر اَطراف میں پھیل جاتی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"برتن کے کنارے سے کھانے کے حکم اور درمیان سے کھانے کی ممانعت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:744

کھانے کے درمیان میں برکت کا نزول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْبَرَکَۃُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ فَکُلُوا مِنْ حَافَتَیْہِ وَلَا تَاْکُلُوا مِنْ وَسَطِہٖ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "برکت کھانے کے درمیان میں نازل ہوتی ہے لہٰذا کناروں سے کھاؤ اور درمیان میں سے نہ کھاؤ۔"

کناروں سے کھاؤ، بیچ میں سے نہ کھاؤ!

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ہر شخص اپنے سامنے والے کنارے سے کھائے بیچ پیالے سے نہ کھائے کیونکہ درمیانِ پیالہ نزولِ رحمت کی جگہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے کھانے کے وقت بھی رحمت باری کا نزول ہوتا ہے خاص کر جبکہ سنت کی نیت سے کھایا جائے۔"[2] عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّؤُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں:

---

1. ۔۔۔ ترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الاکل من وسط الطعام، ۳/۲/۱۴، حدیث: ۱۸۱۲۔
2. ۔۔۔ مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۳ملتقطاً۔

"کناروں سے کھانے کا حکم اِستحبابی اور بیچ میں سے کھانے کی ممانعت تنزیہی ہے۔"[1] یاد رہے کہ بیچ میں سے نہ کھانے سے مراد یہ نہیں کہ بیچ کا حصہ آخر تک نہ کھایا جائے اور یوں ہی چھوڑ دیا جائے بلکہ اِس سے مراد یہ ہے کہ اِسے آخر میں کھایا جائے۔

درمیان سے کھانے کی ممانعت کیوں؟

برتن کے بیچ میں سے کھانے سے منع کرنے کی ایک وجہ تو یہی ہے جو حدیثِ مذکور میں وارد ہوئی کہ بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے اگر وہی حصہ کھالیا جائے تو برکت ہر طرف کیونکر سرایت کرے گی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی وُجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً: "بیچ سے کھانا حرص کی علامت ہے، ہر شخص کا حق اپنے قریبی کنارے پر ہے اور بیچ کا حصہ قدرِ مشترک ہے۔"[2] کھانے کو اَطراف سے کھایا جائے اور بیچ میں ہاتھ مارنے سے بچا جائے تو یہ نفاست کے قریب ہے اِس طرح کھانا بچ جانے پر دوبارہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔[3]

برکت بیچ ہی میں کیوں نازل ہوتی ہے؟

اگر ہر شخص آداب کا خیال رکھتے ہوئے اپنے سامنے والے کنارے سے کھائے اور بیچ میں ہاتھ مارنے سے بچے تو برکت کھانے کے بیچ میں نازل ہو کر ہر طرف سرایت کر جائے گی۔ اور بیچ میں برکت نازل ہونے کا یہ فائدہ ہو گا کہ ہر شخص تک برکت برابر پہنچے گی۔[4] دوسری وجہ یہ ہے کہ درمیانی حصہ اَفضل واَعلیٰ ہوتا ہے لہٰذا وہیں نزولِ خیر وبرکت ہوتا ہے۔[5]

ہر قسم کا کھانا اپنی طرف سے کھاؤ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "چاہے کھانا شوربے والا ہو یا جامد جیسے

---

1 . . . التیسیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۲۸۰ ماخوذاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الثانی، ۸/ ۴۳، تحت الحدیث: ۴۲۱۱ ماخوذاً۔

3 . . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/ ۴۱۱، تحت الحدیث: ۱۹۵۹ ملخصاً۔

4 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الثانی، ۸/ ۴۳، تحت الحدیث: ۴۲۱۱ ماخوذاً۔

5 . . . لمعات التنقیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الثانی، ۷/ ۲۵۸، تحت الحدیث: ۴۲۱۱۔

ثرید وغیرہ بیچ میں سے نہ کھایا جائے۔"[1] امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "کنارے علیحدہ کر کے روٹی درمیان سے نہ کھائے بلکہ کناروں سمیت کھائے۔ کھانے والے زیادہ ہوں اور روٹی کم ہو تو روٹی کے ٹکڑے کر لیے جائیں تاکہ کھانے میں آسانی رہے۔"[2]

حدیث نمبر: 745

بیچ کو چھوڑ دو، اس میں برکت دی جائے گی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا: الْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَضْحَوا وَسَجَدُوا الضُّحٰى أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، يَعْنِيْ وَقَدْ ثُرِدَ فِيْهَا، فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ قَالَ رَسُوْلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ جَعَلَنِيْ عَبْدًا كَرِيْمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَنِيْدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوْا مِنْ حَوَالَيْهَا، وَدَعُوْا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيْهَا.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبدُ اللہ** بن بُسْر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک پیالہ تھا جسے غَرَّاء کہا جاتا تھا، اسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوا اور نمازِ چاشت پڑھ لی گئی تو وہ پیالہ لایا گیا، اس میں ثَرِید تھا، لوگ اس پر جمع ہو گئے، پھر جب زیادہ ہو گئے تو رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھٹنوں کے بل (دوزانو) بیٹھ گئے۔ ایک اَعرابی نے عرض کی: یہ کس طرح کا بیٹھنا ہے؟ تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "**اللہ** تعالٰی نے مجھے کرم والا بندہ بنایا ہے اور مجھے سرکش متکبر نہیں بنایا۔" پھر فرمایا: "اس کے کناروں سے کھاؤ اور درمیان کو چھوڑ دو اس میں برکت دی جائے گی۔"

درمیان سے کھانے کی ممانعت:

مذکورہ حدیث پاک میں بھی یہی مذکور ہے کہ جب کھانا کھایا جائے تو درمیان سے نہیں کھانا چاہیے بلکہ کناروں سے کھانا چاہیے کہ درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے اور پھر وہ اَطراف میں پھیل جاتی ہے، اگر

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی الامر بالاکل من جانب القصعۃ۔۔۔الخ، ۳/ ۲۰ ۲، تحت الحدیث: ۴۲ ۷۔

2 . . . احیاء العلوم، ۲/ ۱۷۔

3 . . . ابو داود، کتاب الاطعمۃ، باب ما جاء فی الاکل من اعلی الصحفۃ، ۳/ ۴۹ ۴، حدیث: ۳۷۷۳۔

درمیان سے کھایا جائے گا تو اس سے برکت اٹھالی جائے گی۔

حدیث سے ماخوذ دیگر مسائل:

⊛ قَصْعَة یہ بڑا پیالہ تھا جیسا کہ آجکل بڑے کُڑھے یا کڑاہیاں ہوا کرتی ہیں۔ ثَرِید اس کھانے کو کہتے ہیں جو روٹی کے ٹکڑوں کو شوربے وغیرہ میں ملا کر بنایا جائے۔ ⊛ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب جگہ تنگ ہو تو دو زانو (گھٹنوں کے بل) بیٹھنا مستحب ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”یارب! کرم کر“ کے 9 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) برتن کے درمیان میں سے کھانا بے برکتی کا سبب ہے۔

(2) برکت کھانے کے درمیان میں نازل ہوتی ہے۔

(3) مسلمانوں کے کھانے کے وقت بھی رحمت باری کا نزول ہوتا ہے۔

(4) برتن کے بیچ میں سے کھانا حرص کی علامت ہے۔

(5) روٹی کو بھی ابتداءً وسط سے نہ کھایا جائے بلکہ اسے کناروں کی گولائی سے کھایا جائے۔

(6) برکت والی چیز کو باقی رکھا جائے اور اُسے زائل ہونے سے بچایا جائے۔

(7) ہر قسم کا کھانا درمیان سے نہ کھایا جائے چاہے شوربے والا ہو یا بغیر شوربے کا۔

(8) برتن کا بھی کوئی نام رکھا جاسکتا ہے جبکہ خلافِ شرع نہ ہو۔

(9) سرکشی و تکبر اچھی چیز نہیں، بندگی و عاجزی ہی میں عظمت و بزرگی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کھانے کی سنتوں اور آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ۔۔۔ دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی الامر بالاکل من جانب القصعۃ۔۔۔الخ، ۳/ ۲۳۱، تحت الحدیث: ۷۴۳ ملخصاً۔

باب نمبر:108

ٹیک لگا کر کھانے کے مکروہ ہونے کا بیان

جو کام اچھے انداز سے کیا جائے وہ فائدہ منداور قابل تعریف ہوتا ہے جبکہ نامناسب انداز سے کیا جانے والا کام مُضِر یعنی نقصان دہ اور قابل مذمت ہوتا ہے۔ شریعتِ مُطَہَّرہ نے جہاں دیگر اُمُور کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی ہے وہیں کھانے پینے کے انداز و آداب بھی بیان فرمائے ہیں۔ شریعت و سنت کے مطابق کھانے میں فائدہ ہی فائدہ ہے جبکہ خلافِ شریعت کام میں سراسر نقصان۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ کوئی بھی سنت نقصان دہ نہیں ہوتی، ہر سنت میں جسمانی و روحانی فائدہ ضرور ہوتا ہے، ہاں! خلافِ سنت کام ضرور جسمانی و روحانی نقصان کا باعث بنتا ہے۔ ٹیک لگا کر کھانا سنت نہیں، بلکہ روحانی وجسمانی نقصان کا باعث ہے روحانی طور پر اس لئے کہ یہ غرور و تکبر پیدا کرتا ہے اور جسمانی طور پر اس لئے کہ معدے اور پیٹ کے امراض کا باعث بنتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"ٹیک لگا کر کھانے کے مکروہ ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2احادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:746

میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا

عَنْ اَبِی جُحَیْفَۃَ وَھْبِ بْنِ عَبْدِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: لَا آکُلُ مُتَّکِئًا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَبُو جُحَیْفَہ وَہب بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔"

ٹیک لگا کر نہ کھانے سے مراد:

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِنْ مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی اِس حدیث مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں: "یعنی میں جب کھانا کھاتا ہوں تو اُس شخص کی طرح جم کر نہیں بیٹھتا جو بہت زیادہ کھانے کا اِرادہ رکھتا ہو میں تو تھوڑا کھاتا ہوں اس لئے میں اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے کوئی جلدی اٹھنے والا ہو۔"[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الآکل متکئا، ۳/ ۵۲۸، حدیث: ۵۳۹۸۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب الاطعمۃ، باب الآکل متکئا، ۱۲/ ۱۹۲، تحت الحدیث: ۵۳۹۸۔

”ڈٹ کر کھانا سُنّت نہیں، زیادہ کھانے کو جی چاہے تو اپنے آپ کو اِس طرح سمجھایئے کہ صِرف زبان کی نوک سے جڑ تک لذّت رہتی ہے حلق میں پہنچتے ہی لذّت ختم ہو جاتی ہے تو لمحہ بھر کے ذائقے کی خاطِر سنّت کا ثواب چھوڑنا دانشمندی نہیں۔ نیز زیادہ کھانے سے طبیعت بوجھل ہو جاتی، عبادت میں سُستی آتی، مِعدہ خراب ہوتا اور بعضوں کو موٹاپا آتا ہے۔ قَبض، گیس شوگر اور دل وغیرہ کی بیماریوں کا اِمکان بڑھتا ہے۔“[1]

ٹیک لگا کر کھانے کا حکم:

”ٹیک لگا کر کھانا کھانا مکروہ ہے۔“ ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے مکروہ ہونے کی علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں: **(1)** یہ متکبرین کا طریقہ ہے کیونکہ یہ عجمی بادشاہوں سے چلتا ہوا آیا ہے وہ تکبرًا ٹیک لگا کر کھاتے تھے۔[2] **(2)** طب کی رُو سے بھی نقصان دہ ہے کہ اِس طرح کھانے سے پیٹ بڑھ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ **(3)** اِس طرح بیٹھنے سے معدہ دب جاتا ہے اور کھانا معدے میں نہیں اُترتا۔ **(4)** اس طرح بیٹھنے سے کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے۔[3] چار زانو (پالتی مارے) بیٹھنا، کسی گدّے یا نرم بستر پر بیٹھنا، دیوار، کرسی یا کسی اور چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھنا، ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر سہارا لینا۔ ان تمام طریقوں سے کھانا خلافِ مستحب ہے۔[4]

حدیث نمبر: 747

کھجور کھانے کا ایک انداز

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسًا مُقْعِیًا یَاْکُلُ تَمْرًا.[5]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ سُرین پر بیٹھے دونوں گھٹنے کھڑے کئے کھجور تناول فرما رہے ہیں۔“

---

1. . . فیضان سنت، باب آدابِ طعام، ۱/ ۳۱۷۔
2. . . عمدۃ القاری، کتاب الاطعمۃ، باب الآکل متکئا، ۱۴/ ۴۰۸، تحت الحدیث: ۵۳۹۸ ملخصا۔
3. . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/ ۱۱، تحت الحدیث: ۴۱۶۸ ماخوذا۔
4. . . حاشیۃ السندی علی ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الآکل متکئا، ۴/ ۱۰، تحت الحدیث: ۳۲۶۲ ماخوذا۔
5. . . مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب استحباب تواضع الآکل وصفۃ قعودہ، ص ۸۷۰، حدیث: ۵۳۳۱، بدون قولہ: جالسا۔

بغیر ٹیک لگائے کھانا سنت ہے:

مذکورہ حدیث پاک میں اِس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سُرین پر بیٹھے دونوں گھٹنے کھڑے کئے اور بغیر ٹیک لگا کر کھجور تناول فرمائی، معلوم ہوا کہ بغیر ٹیک لگائے کھانا سنت ہے۔ ''جب بھی کھانا کھائیں تو بیٹھ کر کھائیں کہ یہ سنت ہے۔ بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُلٹا پاؤں بچھادیں اور سیدھا کھڑا رکھیں یا سُرین پر بیٹھ جائیں اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھیں یا دوزانو بیٹھیں۔''[1] (تینوں میں سے جس طرح بھی بیٹھیں گے سنت ادا ہو جائے گی۔) علامہ عبد المصطفٰی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اگر بھاری بدن یا کمزور ہونے کی وجہ سے اِس طرح نہ بیٹھ سکے تو پالتی مار کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔''[2]

مدنی گلدستہ

''اللہ'' کے 4 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اوراِن کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ڈٹ کر کھانا سنّت نہیں، اِس سے جسم بوجھل ہو جاتا اور عبادت میں سُستی آتی ہے۔

(2) ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے، اس سے بیماری بھی پیدا ہو سکتی ہے۔

(3) بیٹھ کر کھانا کھانا سنت ہے۔ اس طرح کہ اُلٹا پاؤں بچھادے اور سیدھا کھڑا رکھے یا سُرین پر بیٹھ جائے اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھے یا دوزانو بیٹھے۔

(4) مجبوری ہو تو پالتی مار کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کھانے کی سنتوں اور آداب پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ٣/ ٥١٨۔

2 ... جنتی زیور، ص٣٩٨۔

باب نمبر:109

تین اُنگلیوں سے کھانے اور انگلیاں چاٹنے کا بیان

تین اُنگلیوں سے کھانے اور انگلیاں چاٹنے کے مستحب ہونے، چاٹنے سے پہلے انگلیاں پوچھنے کے مکروہ ہونے، برتن صاف کرنے نیز گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھانے کے مستحب ہونے اور انگلیاں چاٹنے کے بعد ہاتھ اور پاؤں وغیرہ پر ملنے کے جواز کا بیان

اچھی نیت کی بدولت مومن اپنے ہر جائز کام کو نیکی اور باعثِ ثواب بنا سکتا ہے۔ کھانا کھانا بھی ایک جائز عمل ہے اچھی نیت اور سنت کے مطابق کھانے سے یہ عمل بھی باعثِ ثواب بن سکتا ہے۔ جہاں کھانے کی اور کئی سنتیں اور آداب ہیں وہیں تین انگلیوں سے کھانا، گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھالینا، کھانے کے بعد انگلیاں اور برتن چاٹ لینا بھی مستحب ہے جبکہ چاٹے بغیر یونہی برتن یا انگلیاں دھو لینا مکروہ ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"تین اُنگلیوں سے کھانے اور انگلیاں چاٹنے کے مستحب ہونے، چاٹنے سے پہلے انگلیاں پوچھنے کے مکروہ ہونے، برتن صاف کرنے نیز گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھانے کے مستحب ہونے اور انگلیاں چاٹنے کے بعد ہاتھ اور پاؤں وغیرہ پر ملنے کے جواز"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 7 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:748

کھانے کے بعد اُنگلیاں چاٹنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ طَعَاماً، فَلَا یَمْسَحْ اَصَابِعَہُ حَتّٰی یَلْعَقَھَا اَوْ یُلْعِقَھَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کھانا کھا چکے تو اُس وقت تک اپنی اُنگلیاں نہ پونچھے جب تک اُنھیں چاٹ نہ لے یا (دوسرے کو) چٹا نہ دے۔"

کیا پتا اِسی حصے میں برکت ہو:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اِرشاد فرماتے ہیں: کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لینی

[1] ... بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب لعق الاصابع ومصھا قبل ان تمسح بالمندیل، ۳/ ۵۴۲، حدیث: ۵۴۵۶ بتغیر قلیل۔

چاہئیں، کیا پتا کھانے کے اِسی حصے میں برکت ہو۔"[1] صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اَعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ایسے شخص کو چٹادے جو کراہت و نفرت نہ کرتا ہو، مثلاً تلامذہ و مریدین کہ یہ استاد و شیخ کے جھوٹے کو تبرک جانتے ہیں اور بڑی خوشی سے استعمال کرتے ہیں۔"[2]

ٹشو پیپر سے بھی ہاتھ پونچھ سکتے ہیں:

ہاتھ چاٹ لینے کے بعد ٹشو پیپر سے بھی پونچھے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ طریقت امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: "ٹشو پیپر سے ہاتھ پونچھنے اور ٹوائیلٹ پیپر سے جائے اِستِنجاء خشک کرنے کی عُلَما اِجازت دیتے ہیں کیوں کہ یہ اِسی کام کیلئے ہے، اس پر کچھ لکھا نہیں جاتا۔[3] یاد رہے کھانے کے بعد انگلیوں کو کاغذ سے پونچھنا مکروہ ہے۔"[4]

حدیث نمبر:749

تین اُنگلیوں سے کھانا سنّت ھے

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَأْكُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ فَاِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا.[5]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا کعب بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تین اُنگلیوں سے کھانا تناول فرمارہے ہیں اور کھانے سے فراغت کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی مبارک انگلیاں چاٹ لیں۔"

بلاضرورت تین سے زائد اُنگلیاں استعمال نہ کریں:

مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اِس حدیث کی شرح

1 ... دلیل الفالحین، باب فی استحباب الاکل بثلاث اصابع۔۔۔الخ، ۳/ ۲۲۴، تحت الباب مفہوماً۔

2 ... بہارِ شریعت، ۳/ ۳۶۳، حصہ ۱۶۔

3 ... فیضانِ سنت، باب فیضان بسم اللہ، ص۱۱۹ ملخصاً۔

4 ... بہارِ شریعت، ۳/ ۴۹۷، حصہ ۱۶۔

5 ... مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ۔۔۔الخ، ص ۸۶۵، حدیث: ۵۲۹۸۔

میں فرماتے ہیں: ”یعنی روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے۔ انگوٹھا، کلمہ کی انگلی، بیچ کی انگلی۔ سنت یہ ہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے، بلاضرورت زیادہ انگلیاں استعمال نہ کرے، چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جاسکتے ہی نہیں اس لیے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے۔“[1] ”جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانے کا ذکر آیا ہے وہاں یا تو مائع (پتلی) چیز کھانا مراد ہے یا ایسا کبھی کبھی ہوا جو کہ بیانِ جواز کے لئے تھا ورنہ تین انگلیوں سے ہی کھانے کی عادتِ مبارکہ تھی۔“[2]

حدیث نمبر:750

کھانے کے بعد برتن چاٹنے کا حکم

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: اِنَّكُمْ لَاتَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ”رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انگلیاں اور برتن چاٹ لینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ برکت کھانے کے کس حصے میں ہے۔“

برتن چاٹنے سے مراد:

یاد رہے کہ برتن چاٹ لینے سے مراد یہ نہیں کہ اسے زبان لگا کر چاٹا جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ برتن کو انگلیوں سے صاف کر کے انگلیوں کو چاٹ لیا جائے چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے: ”برتن کو انگلیوں سے پونچھ کر چاٹ لے۔“[4]

برتن چاٹنے کی حکمتیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”برتن چاٹنے میں کھانے کا ادب ہے، اِس کو بربادی سے بچانا ہے، برتن یوں ہی چھوڑ دینے سے اِس پر مکھیاں

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/ ۹، تحت الحدیث: ۴۱۶۳۔

3 ... مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ...الخ، ص ۸۶۵، حدیث: ۵۳۰۰ بتغیر۔

4 ... بہارِ شریعت، ۳/ ۳۷۸، حصہ ۱۶۔

بِھِنبِھِناتی ہیں، برتن میں لگے ہوئے کھانے کے اجزاء مَعَاذَاللہ عَزَّوَجَلَّ نالیوں، گندگیوں میں پھینک دیئے جاتے ہیں، جس سے اُس کی سخت بے اَدَبی ہوتی ہے۔ اگر ایک وقت میں ہر فرد چند دانے بھی برتن میں چھوڑ کر ضائع کر دے تو روزانہ کئی من کھانا برباد ہو گا۔ برتن چاٹ لینے سے عاجزی وانکساری بھی پیدا ہوتی ہے، غرضیکہ برتن چاٹنے میں کئی حکمتیں ہیں۔“[1]

برتن چاٹ لینے کے بارے میں مزید چند احادیث مبارکہ:

(1) جس نے کسی پیالے میں کھایا پھر اس کو چاٹا تو وہ پیالہ اس کیلئے استغفار کرے گا۔[2] **(2)** جو پیالہ کھانے کے بعد چاٹ لیا جائے وہ چاٹنے والے کے لئے یوں دعا کرتا ہے: ”یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے نارِ جہنم سے آزاد فرما جس طرح اس نے مجھے شیطان سے چھٹکارا دلایا۔“[3] **(3)** میرے نزدیک پیالہ چاٹ لینا پیالہ بھر کھانا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔[4] **(4)** جس نے برتن اور انگلیوں کو چاٹا **اللہ** اس کو دنیا اور آخرت میں شکم سیر فرمائے گا۔[5]

حدیث نمبر: 751

گِرا ہوا لُقمہ اُٹھا کر کھا لینے کا حکم

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ، فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَاْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ، فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ.[6]

ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”جب کسی کا لقمہ گر جائے تو اُسے اُٹھا کر صاف کر کے کھا لے، شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور جب تک

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۷، ۳۸ ملخصاً۔
2 ... مسند امام احمد، مسند البصریین، حدیث نبیشۃ الھذلی، ۷/ ۳۸۲، حدیث: ۲۰۷۵۰۔
3 ... کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، قسم الاقوال، ۸/ ۱۱۱، حدیث: ۴۰۸۲۲، الجزء: ۱۵۔
4 ... کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، قسم الاقوال، ۸/ ۱۱۱، حدیث: ۴۰۸۲۱، الجزء: ۱۵۔
5 ... معجم کبیر، رجال لم یسموا عن العرباض، ۱۸/ ۲۶۰، حدیث: ۶۵۳۔
6 ... مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ... الخ، ص ۸۶۵، حدیث: ۵۳۰۱۔

اُنگلیاں چاٹ نہ لے رُومال سے صاف نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ برکت کھانے کے کس حصے میں ہے۔“

لقمہ گر جائے تو۔۔۔:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی اَحمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”اگر گرے ہوئے لقمہ میں مٹی وغیرہ پاک چیز لگ گئی ہے تو اسے صاف کر کے لقمہ کھائے یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ اس میں مال ضائع کرنا ہے اور ربّ تعالٰی کی نعمت کی ناقدری ہے کہ اس چھوڑے ہوئے لقمہ کو یا تو شیطان کھالے گا یا اسکے ضائع ہونے پر خوش ہو گا، دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا کچھ بھی نہ چھوڑے سب ہی چاٹ لے۔“[1] مذکورہ حدیث میں اگرچہ لقمہ گر جانے کا ذکر ہے لیکن یہ حکم عام ہے یعنی اگر کوئی بھی کھانے کی چیز گر جائے تو یہی عمل کیا جائے جو اوپر مذکور ہوا، مزید یہ بھی یاد رہے کہ یہ اسی صورت میں ہے کہ لقمہ صاف کرنا ممکن ہو اگر مٹی صاف نہ ہو سکے تو کھانے کی اجازت نہیں کہ صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔

گرا ہوا کھانا کھالینے کے فضائل:

(1) کھانے کے دَوران اگر کوئی دانہ یا لقمہ وغیرہ گر جائے تو اُٹھا کر پُونچھ کر کھالیجئے کہ مغفرت کی بِشارت ہے۔**(2)** حدیثِ پاک میں ہے: ”جو کھانے کے گِرے ہوئے ٹکڑے اُٹھا کر کھائے وہ فَراخی (یعنی خوش حالی) کی زندگی گزارتا ہے اور اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کم عقلی سے محفوظ رہتی ہے۔**(3)** حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نَقْل فرماتے ہیں: ”روٹی کے ٹکڑوں اور ریزوں کو چُن لیجئے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ خوش حالی نصیب ہو گی۔ بچے صحیح و سلامت اور بے عَیب ہوں گے اور وہ ٹکڑے حُوروں کا مہر بنیں گے۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۱، ۱۲ ملخصاً۔

2 ... فیضانِ سنت، باب آداب طعام، ۱/ ۳۱۵۔

حدیث نمبر:752

شَیطان کے لئے کھانا مت چھوڑو

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الشَّیْطَانَ یَحْضُرُ اَحَدَکُمْ عِنْدَ کُلِّ شَیْءٍ مِنْ شَاْنِہٖ، حَتّٰی یَحْضُرَہُ عِنْدَ طَعَامِہٖ، فَاِذَا سَقَطَتْ لُقْمَۃُ اَحَدِکُم فَلْیَاْخُذْھَا فَلْیُمِطْ مَا کَانَ بِھَا مِنْ اَذًی، ثُمَّ لِیَاْکُلْھَا وَلَا یَدَعْھَا لِلشَّیْطَانِ، فَاِذَا فَرَغَ فَلْیَلْعَقْ اَصَابِعَہٗ فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ فِیْ اَیِّ طَعَامِہِ الْبَرَکَۃُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "بے شک! شیطان ہر کام کے وقت تمہارے پاس آجاتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی، لہٰذا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھالے، شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔"

برکت سمیٹ لیجئے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "انسان نہیں جانتا کہ برکت کھانے کے کس حصے میں ہے؟ جو کھالیا اُس میں یا جو انگلیوں پر باقی ہے اس میں یا جو برتن پر لگا رہ گیا ہے اس میں یا پھر جو گر گیا اس میں، لہٰذا چاہیے کہ سب کھالے تاکہ برکت حاصل ہو جائے۔"[2]

حدیث نمبر:753

کھانے کے کسی بھی حصے میں برکت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَہُ الثَّلَاثَ وَقَالَ: اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَۃُ اَحَدِکُم فَلْیَاْخُذْھَا وَلْیُمِطْ عَنْھَا الْاَذٰی وَلْیَاْکُلْھَا وَلَا یَدَعْھَا لِلشَّیْطَانِ، وَاَمَرَنَا اَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَۃَ وَقَالَ: اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِکُمُ الْبَرَکَۃُ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "**رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانا

---

1 . . . مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ۔۔۔الخ، ص ۸۶۵، حدیث: ۵۳۰۳۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الأمر بالمحافظۃ علی السنۃ، ۱/ ۳۲۷، تحت الحدیث: ۱۶۵۔

3 . . . مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ۔۔۔الخ، ص ۸۶۵، حدیث: ۵۳۰۶۔

تناوُل فرماتے تو اپنی (مبارک) اُنگلیاں تین مرتبہ چاٹتے اور فرمایا کرتے کہ "جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اُسے چاہیے کہ اُٹھا کر صاف کر کے کھالے، شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔" اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں برتن صاف کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ "تم نہیں جانتے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔"

تین مرتبہ انگلیاں چاٹنا:

اُنگلیاں تین تین بار چاٹنی چاہئیں، اگر پھر بھی انگلیوں پر غذا باقی رہ جائے تو زیادہ بار چاٹ لیجئے یہاں تک کہ غذا کا اثر نظر نہ آئے۔ شمائلِ ترمذی میں ہے: "سلطانِ دوجہاں، شہنشاہِ کون و مکان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کھانے کے بعد) اپنی مبارک انگلیاں تین تین مرتبہ چاٹا کرتے تھے۔"[1]

انگلیاں چاٹنے کی ترتیب:

حضرت سَیِّدُنا کعب بن عُجْرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں نے سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو انگوٹھا، شہادت والی اور درمیانی انگلی ملا کر تین اُنگلیوں سے کھاتے دیکھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں پُونچھنے سے پہلے چاٹ لیا، سب سے پہلے درمیانی پھر شہادت والی اور پھر انگوٹھا شریف چاٹا۔"[2]

حدیث نمبر:754

کھانے کے بعد وُضُو ضروری نہیں

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ سَاَلَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فقال: لَا، قَدْ كُنَّا زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِيْلًا فَاِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ اِلَّا اَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَاَقْدَامَنَا ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلَا نَتَوَضَّأُ.[3]

ترجمہ: حضرت سیدنا سعید بن حارث رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے

---

1 . . . شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ آکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ٩٥، حدیث: ١٣٠۔

2 . . . مجمع الزوائد، کتاب الاطعمۃ، باب لعق الصحفۃ والاصابع، ٥/ ٢٩، حدیث: ٧٩٢١۔

3 . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب المندیل، ٣/ ٥٣٢، حدیث: ٥٤٥٧۔

پوچھا: ”کیا آگ پر پکائی گئی چیز کھانے کے بعد وضو ضروری ہے؟“ فرمایا: ”نہیں! ہم حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے زمانے میں اِس قسم کا (یعنی آگ پر پکا ہوا) کھانا کم ہی پاتے تھے، جب کبھی ایسا کھانا میسر آتا تو رُومال نہ پاتے تھے بلکہ ہتھیلیوں، پنڈلیوں اور قدموں پر (ہاتھ) مل لیتے، پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔“

پنڈلیوں اور قدموں سے ہاتھ پونچھنے کی وجہ:

فقیہ اعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”پانی کی قلت کی وجہ سے ایسا کیا کرتے تھے نیز اُس عہد میں کپڑے کی بھی کمی تھی، عام طور پر لوگ رومال نہیں رکھتے تھے اور آج جبکہ پانی کی بھی فراوانی ہے اور کپڑے کی بھی تو مستحب یہ ہے کہ (چاٹنے کے بعد) ہاتھ دھو لیا جائے اور کپڑے سے پونچھ لیا جائے اس لئے کہ اس میں صفائی زیادہ ہے۔“(1)

کھانا کھا کر ہاتھ منہ دھونا مستحب ہے:

کھانا کھا کر ہاتھ منہ دھونا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مفتی اَحمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز کھا کر ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بہتر ہے۔ پھل فروٹ کھانے کے بعد اِس کی ضرورت نہیں، نیز ایک بار حضور علیہ السَّلام نے گوشت کھا کر ہاتھ دھوئے، کلی کی اور فرمایا آگ کی پکی چیز کا وضو یہ ہے، اس صورت میں یہ حدیث منسوخ نہیں، کھانا کھا کر ہاتھ دھونا مستحب ہے۔“(2) حدیث پاک میں ہے: ”وضو نہیں کرتے تھے۔“ یعنی (نہ تو کھانے والا وضو کرتے تھے کہ) دونوں ہاتھوں کو دھوتے اور نہ ہی وضو شرعی (یعنی نماز والا وضو) کرتے تھے۔“(3)

پکے ہوئے کھانوں سے پرہیز:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی اِس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام

---

(1)... نزہۃ القاری، ۵/ ۴۲۶ ملتقطاً۔

(2)... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۴ ملتقطاً۔

(3)... حاشیۃ السندی علی ابن ماجۃ، کتاب الاطعمۃ، باب مسح الید بعد الطعام، ۳/ ۱۹، تحت الحدیث: ۳۲۸۲۔

عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان عموماً پکے ہوئے کھانوں سے پرہیز کیا کرتے تھے (اور کھجور و پانی پر ہی گزارہ کرتے) اور نفس کی لذتوں سے اِعراض کرکے فقط اِس کے واجبی حقوق ہی ادا کرتے تھے۔"(1)

رُوح کی موت:

آہ! صد کروڑ آہ! ہمارے زمانے میں فوڈ کلچر کو عام کیا جارہا ہے اور نہ صرف پکے ہوئے کھانوں کی بھرمار ہے بلکہ اعلیٰ سطحی مرغن کھانے عام ہوتے جارہے ہیں اور اب تو گھر کے پکے ہوئے کھانوں کو بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ ہوٹلوں کے فاسٹ فوڈ (تیکھے کھانوں) کی طرف دُور دراز کے سفر کی صعوبتیں جھیل کر جایا جاتا ہے۔ مزید بر آں اب تو زیادہ کھانا کھانے کے مقابلے بھی ہوا کرتے ہیں۔ ہمیں یاد نہیں کہ پوری اِسلامی تاریخ میں کہیں بھی کبھی بھی زیادہ کھانا کھانے کی تعریف کی گئی ہو بلکہ اسکی مذمت و نقصانات ہی بیان ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ اگرچہ مذکورہ قسم کے کھانے کھانا شرعاً جائز ہے لیکن اِن میں اِنہماک و کثرت شریعت و طب دونوں کی رُو سے اچھی نہیں۔ اِسلام میں فاقہ کشوں اور روزہ رکھنے والوں نیز کم کھانے والوں کی فضیلت تو ہے لیکن زیادہ کھانے کا مقابلہ کرنے والوں کی کوئی فضیلت نہیں بلکہ مذمت ہے۔ آجکل نئی نئی ڈشیں کھانے پر فخر کیا جاتا ہے لیکن افسوس بزرگوں کے واقعات تو بالکل اِسکے برعکس ہیں۔ مثلاً: ❁ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اختیاری طور پر بھوک برداشت فرماتے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفاتِ ظاہری تک اہل بیتِ اطہار عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے کبھی جو کی روٹی بھی دو روز برابر نہ کھائی بلکہ پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا دولت سرائے اَقدس میں آگ نہ جلتی، چند کھجوروں اور پانی پر گزر بسر کی جاتی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کئی راتیں مسلسل فاقہ فرماتے، ❁ صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں پر پتھر بندھا ہوا دکھایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے شکمِ اطہر سے کپڑا اٹھایا اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے، ❁ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام جب مَدیَن کے کنویں پر تشریف لائے تو کمزوری کے باعث ترکاری کی سبزی آپ عَلَیۡہِ السَّلَام کے پیٹ مبارک کے باہر سے نظر آتی تھی اور جن چالیس دنوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ہم کلام ہونے کا شرف پایا آپ عَلَیۡہِ السَّلَام نے کچھ

(1) ... دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی استحباب الاکل بثلاث اصابع۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۳۸، تحت الحدیث: ۷۵۲۔

نہیں کھایا، ❁ حضرت داود عَلَیْہِ السَّلَام جو شریف کی روٹی نمک کے ساتھ تناول فرماتے، ❁ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام درخت کے پتے تناول فرماتے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوب ڈٹ کر کھا لینے کی عادت بنانا باعث غفلت ہے، جب بھی کھائیں بھوک کے تین حصے کرلیں ایک حصہ غذا کے لئے، ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ ہوا کے لئے۔ بھوک کے فضائل اور پیٹ بھرنے کے نقصانات جاننے کے لئے شیخ طریقت امیر اہل سنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تالیف **"فیضانِ سنت"** کے باب **"آداب طعام"** اور **"پیٹ کا قفل مدینہ"** کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔

مدنی گلدستہ

"حبیب خدا" کے 7 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) کھانا کھانے کے بعد انگلیاں اور برتن چاٹ لینا سنت ہے۔

(2) تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے اور ضرورتاً چار یا پانچ انگلیاں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔

(3) گرا ہوا لقمہ اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہیے۔

(4) خوب ڈٹ کر کھانے کی عادت بنانے سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔

(5) کھانے کے کسی بھی حصے میں برکت ہو سکتی ہے لہٰذا کھانے کا کوئی جزء بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

(6) انگلیاں چاٹنے کے بعد ہی رومال وغیرہ سے صاف کی جائیں تاکہ انگلیوں پر لگا ہوا کھانا ضائع نہ ہو۔

(7) شیطان انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے، ہر کام سنت کے مطابق کر کے شیطان کو رُسوا کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَدائیں اپنانے اور ہر کام سنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر: 110

مِل کر کھانے کا بیان

کھانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، شکر کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کھانا سنت کے مطابق کھایا جائے، مل کر کھانے میں اُخروی بھلائیاں بھی ہیں اور دُنیاوی فوائد بھی۔ مثلاً مل کر کھانے سے برکت ہوتی ہے، کم کھانا زیادہ اَفراد کو کفایت کر جاتا ہے، بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے، شیطان ذلیل ورُسوا ہوتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"مل کر کھانے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر: 755

دو افراد کا کھانا تین کو کافی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَعَامُ الِاثْنَیْنِ کَافِی الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ کَافِی الْاَرْبَعَةِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "دو افراد کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین افراد کا چار کو کافی ہے۔"

مل کر کھانے میں برکت ہے:

حضرت سیدنا امام مُہَلَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور اور اسی طرح کی دیگر کئی اَحادیث میں باہم ہمدردی اور بقدرِ کفایت رزق پر قناعت کرنے پر اُبھارا گیا ہے۔ اِس حدیثِ پاک میں بیان کردہ مقدار میں حصر نہیں کہ دو کا کھانا تین ہی کو کافی ہو گا بلکہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ جب دو آدمی کھا رہے ہوں تو تیسرے کو بھی شامل کرلیں، چوتھا آئے تو اسے بھی شامل کرلیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ "مل کر کھاؤ علیحدہ علیحدہ نہ کھاؤ کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کفایت کرتا ہے۔" معلوم ہوا کہ مل کر کھانے کی برکت سے دو کا کھانا تین کو کفایت کرتا ہے اور جب زیادہ لوگ جمع ہو کر کھائیں گے تو برکت بھی زیادہ ہو گی۔"[2] عَلَّامَہ مُلَّا

---

1. . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ۳/۵۲۶، حدیث: ۵۳۹۲۔
2. . . . دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی تکثیر الایدی علی الطعام، ۳/۲۳۹، تحت الحدیث: ۷۵۳۔

عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ جتنے کھانے سے دو آدمی سیر ہو جاتے ہیں وہی کھانا تین آدمیوں کو بطورِ قناعت کفایت کرتا ہے اور اِس سے انہیں عبادت پر قوت حاصل ہوتی ہے اور کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ حدیث پاک کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ بقدرِ کفایت کھائے، سیر ہو کر نہ کھائے اور جو ضرورت سے زیادہ ہو وہ کسی محتاج کو دے دے۔“[1]

کھانے میں محتاجوں کا حصہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیث پاک سے یہ مدنی سوچ ملی کہ ہمیشہ مل کر کھانا چاہیے کہ اس میں برکت ہے اور اس برکت کی وجہ سے تھوڑا سا کھانا بھی زیادہ لوگوں کو کافی ہو جاتا ہے اور بہت زیادہ سیر ہو کر کھانے سے بھی گریز کرنا چاہیے کہ اسے ناپسند کیا گیا ہے ہمیشہ بھوک سے کچھ کم کھائیں اور اپنے کھانے میں کچھ نہ کچھ حصہ غریبوں اور محتاجوں کے لیے بھی رکھیں اس سے ہماری ضرورت بھی پوری ہو گی اور وہ لوگ بھی بقدرِ کفایت پیٹ بھر سکیں گے جنہیں کھانا میسر نہیں ہوتا۔ منقول ہے کہ قحط سالی کے دوران حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”میں ارادہ کرتا ہوں کہ ہر گھر میں اتنے افراد (کھانے کے لیے) بھیج دوں جتنے اس گھر میں موجود ہوں کیونکہ کوئی شخص اپنی آدھی خوراک پر کفایت کرنے سے ہلاک نہیں ہو گا۔“[2] (اور دوسروں کا بھی گزارہ ہو جائے گا۔)

حدیث نمبر: 756

چار افراد کا کھانا آٹھ کے لیے کافی

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: طَعَامُ الْوَاحِدِ یَکْفِی الِاثْنَیْنِ، وَطَعَامُ الِاثْنَیْنِ یَکْفِی الْاَرْبَعَۃَ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَۃِ یَکْفِی الثَّمَانِیَۃَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”ایک کا کھانا دو کو کافی ہے اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہے۔“

---

1. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/۱۷، تحت الحدیث: ۴۱۷۷ ملتقطاً۔
2. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/۱۷، تحت الحدیث: ۴۱۷۸۔
3. ...مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب فضیلۃ المواساۃ فی الطعام القلیل...الخ، ص ۸۷۷، حدیث: ۵۳۶۸۔

کبھی کم کھائے کبھی روزے رکھے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ زیادہ نازک حالات کے لیے ہے جب کہ کھانے میں بہت ہی کمی ہو جائے، ان ہنگامی حالات میں آدھا پیٹ کھانا چاہیے اتنے کھانے سے بھی انسان مرتا نہیں کام چل جاتا ہے بلکہ ارزانی (یعنی فراوانی) کے زمانہ میں بھی مسلمان کو چاہیے کہ کبھی روزہ رکھے کبھی کم کھائے تاکہ مصیبت پڑنے پر بھوک برداشت کر سکے۔ ہر ماہ میں تین روزے سنت ہیں اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کھانا الگ الگ نہ کھاؤ مجتمع ہو کر کھاؤ جماعت میں برکت ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیشہ جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔“[1]

معلوم ہوا کہ جب بھی کھانا کھائیں تو اپنے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرلیں اور خاص طور پر دعوت وغیرہ میں جب کھانا کم ہو اور کھانے والے زیادہ ہوں تو اس بات کا زیادہ خیال رکھا جائے۔

مدنی گلدستہ

”برکت“ کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کھانا کم ہو تو پیٹ بھر کر کھانے کے بجائے بقدرِ کفایت کھا کر بقیہ کسی ضرورت مند کو دے دیں۔

(2) کثرتِ رزق کے وقت کم کھانا چاہیے اور بھوک برداشت کرنے کیلئے نفلی روزے بھی رکھنے چاہئیں۔

(3) مل کر کھانے سے کھانے میں برکت پیدا ہوتی ہے اور کم کھانا زیادہ افراد کو کفایت کر جاتا ہے۔

(4) سیر ہو کر کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے کہ حدیثِ پاک میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۷۔

باب نمبر: 111

پینے کے آداب کا بیان

پینے کے آداب اور پیتے ہوئے برتن سے باہر تین بار سانس لینے اور پہلے آدمی کے بعد برتن کو دائیں سے دائیں چلانے کے مستحب ہونے اور پینے کے دوران برتن میں سانس لینے کے مکروہ ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس کے بارے میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے راہنمائی نہ فرمائی ہو یہاں تک کہ پینے کے بارے میں بھی ہمیں احکام بتادیئے کہ پانی یا کوئی بھی چیز پینے سے پہلے برتن میں اچھی طرح دیکھ لے کہ کہیں کوئی موذی چیز تو نہیں، پینے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ شریف پڑھے اور پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، چوس چوس کر پیئے، تین سانس میں پیئے، برتن میں سانس نہ لے، ہر بار سانس لینے کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے اور دوبارہ پینے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ شریف پڑھے، کھڑے ہو کر نہ پیئے۔ اگر دوسروں کو پانی یا کوئی مشروب پلا رہا ہے تو پلاتے وقت اپنی سیدھی طرف سے ابتدا کرے اور دائیں سے دائیں پلاتا جائے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"پینے کے آداب اور پیتے ہوئے برتن سے باہر تین بار سانس لینے اور پہلے آدمی کے بعد برتن کو دائیں سے دائیں چلانے کے مستحب ہونے اور پینے کے دوران برتن میں سانس لینے کے مکروہ ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 5 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر: 757

تین سانس میں پانی پینا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَانَ یَتَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلَاثًا. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ "نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیتے وقت تین بار سانس لیتے تھے۔"

حدیث نمبر: 758

اُونٹ کی طرح ایک سانس میں مت پیو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا

1 . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی نفس الاناء۔۔۔الخ، ص ۸۶۳، حدیث: ۵۲۸۷۔

كَشُرْبِ الْبَعِيرِ وَلٰكِنِ اشْرَبُوا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو بلکہ دو یا تین سانسوں میں پیو اور جب پیو تو بِسْمِ اللہ پڑھو اور جب برتن کو منہ سے ہٹاؤ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو۔“

دونوں اَحادیث میں تطبیق:

پہلی حدیث میں تین سانس کے ساتھ پینے کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث پاک میں دو یا تین سانس میں پینے کا ذکر ہے۔ ان دونوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”دوسری حدیث میں دو مرتبہ سانس لینے کی تصریح نہیں ہے بلکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ دو بار سانس لینا بھی کافی ہے، لیکن اصل اور مستحب یہ ہے کہ تین سانس میں ہی پیا جائے۔“[2]

برتن سے منہ علیحدہ کرکے سانس لینا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پہلی حدیث پاک میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پانی نوش فرمانے کا ذکر ہے کہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پانی نوش فرماتے تو دو یا تین سانس میں پیتے اور یہ سانس برتن سے باہر لیتے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پانی پیتے میں برتن سے علیحدہ منہ کرکے تین سانسیں لیتے تھے۔ پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت، پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دوسرا سانس شریف ہوا، پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے یہ تیسرا سانس ہوا یعنی دوران پینے میں دو سانس لیتے تھے اور کُل تین سانس، یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہ ہی سنت ہے۔ مگر خیال رہے کہ یہ سانسیں برتن سے منہ الگ کرکے ہیں۔[3]

---

1 ... ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ما جاء فی التنفس فی الاناء، ۳/ ۳۵۲، حدیث: ۱۸۹۲۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب بنفسین او ثلاثۃ، ۱۴/ ۲۲۷، تحت الحدیث: ۵۶۳۱۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۹۔

ایک سانس میں پینا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ایک سانس میں پانی یا کوئی مشروب پینا جائز ہے یا نہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے؟ حضرت سَیِّدُنا سعید بن مسیب اور حضرت سَیِّدُنا عطاء بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے ایک سانس میں پانی پینے کی اجازت دی ہے جبکہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، حضرت امام طاؤس، حضرت عکرمہ عَلَیْہِمَا الرَّحْمَہ کے نزدیک ایک سانس میں پانی پینا مکروہ ہے۔ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ شیطان کا پینا ہے۔ حضرت امام اَثْرَم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اَحادیث بظاہر مختلف ہیں اور ہمارے نزدیک ایک سانس، دو سانسوں، تین سانسوں میں یا اس سے زیادہ سانسوں میں پینا جائز ہے کیونکہ روایات کا اختلاف تسہیل (آسانی) پر دلالت کرتا ہے لیکن تین سانسوں میں پینا مستحسن (اچھا) ہے۔[1]

تین سانسوں میں کیا کہے؟

حدیث پاک کے آخر میں فرمایا کہ برتن منہ سے ہٹانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو، یہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا خواہ ہر سانس کے بعد ہو یا آخر میں ہو۔[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: یعنی جب پینے لگو تو بِسْمِ اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی) فرماتے ہیں: بِسْمِ اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے پہلی سانس لینے پر کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، دوسری سانس لینے پر کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ رَبِّ الْعٰلَمِیْن، تیسری سانس پر کہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔[3]

مدنی گلدستہ

”حدیث“ کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب بنفسین او ثلاثۃ، ۱۳/ ۶۲۷، تحت الحدیث: ۵۶۳۱۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، باب الاشربۃ، ۸/ ۱۰۳، تحت الحدیث: ۴۲۷۸۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۷۔

(1) پانی یا کوئی بھی مشروب ہو تین سانس میں پینا اور ہر سانس برتن سے باہر لینا سنتِ مبارکہ ہے۔

(2) حدیث پاک میں ایک سانس میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے کہ یہ جانوروں کا طریقہ ہے۔

(3) پینے سے پہلے بِسْمِ الله اور پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہنا چاہیے۔

(4) شیطان ایک سانس میں پیتا ہے۔

الله عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کی ادائیگی کرتے ہوئے تین سانس میں پینے، پیتے وقت بِسْمِ الله پڑھنے اور پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:759

برتن میں سانس لینے کی مُمانَعت

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُتَنَفَّسَ فِی الْاِنَاءِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ بیشک حضور نبی کریم رءُوف رَّحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ شارِحین نے برتن میں سانس نہ لینے کی مختلف حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔"[2] مزید ایک جگہ ارشاد فرمایا: "برتن میں سانس لینا جانوروں کا کام ہے۔ بعض لوگوں کو گندہ دہنی کی بیماری ہوتی ہے ان کی پھونک سے پانی میں بدبو

---

1 . . . مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهة التنفس فی نفس الاناء۔۔۔الخ، ص ۸۶۳، حدیث: ۵۲۸۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۶۱۔

پیدا ہو جاتی ہے اس لیے ہر شخص ان دونوں یعنی برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے پرہیز کرے، حضور کے احکام میں صدہا حکمتیں ہیں۔"[1]

عُمْدَۃُ الْقَارِی میں ہے: "برتن میں سانس لینے سے اسی طرح منع کیا گیا ہے جیسا کہ کھانے اور پینے میں پھونک مارنے سے۔ ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ کھانے یا مشروب میں پھونک مارنے سے لُعاب کے چھینٹیں کھانے یا مشروب میں پڑ جائیں اور دوسرا شخص جو اسے کھانا یا پینا چاہتا ہے وہ کھانے پینے سے کراہت محسوس کرے، پس اسی وجہ سے منع فرمایا کہ دوسرے کے لئے کھانا خراب نہ ہو جائے یہ صورت اس وقت ہے جب کوئی دوسرا شخص کھانے پینے میں ساتھ شریک ہو لیکن اگر وہ اکیلا کھا رہا ہو یا پی رہا ہو یا پھر اسے علم ہو کے ساتھ کھانے پینے والے کو میرے پھونک مارنے یا برتن میں سانس لینے سے گھن نہیں آئے گی تو پھر برتن میں سانس لینے میں کوئی حرج نہیں۔"[2]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:760

دائیں جانب سے اِبتدا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلَبَنٍ قَدْ شِیْبَ بِمَاءٍ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ اَعْرَابِیٌّ وَعَنْ یَسَارِہٖ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَشَرِبَ ثُمَّ اَعْطَی الْاَعْرَابِیَّ وَقَالَ: اَلْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا جس میں پانی ملایا گیا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دائیں جانب ایک اَعرابی (دیہاتی) بیٹھا تھا اور بائیں جانب حضرت سَیِّدُنا ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دودھ نوش فرمانے کے بعد اعرابی کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: سیدھی طرف سے پھر سیدھی طرف سے (یعنی آگے دیتے جاؤ)۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۷ ملخصاً۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب النہی عن التنفس فی الاناء، ۱۴/ ۲۲۶، تحت الحدیث: ۵۶۳۰۔

3 ... بخاری، کتاب الاشربۃ، باب الایمن فالایمن فی الشرب، ۳/ ۵۹۰، حدیث: ۵۶۱۹۔

حدیث نمبر: 761

دائیں طرف والے کو فوقیت حاصل ہے

عَنْ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ! لَا أُوْثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں ایک مشروب پیش کیا گیا جسے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نوش فرمایا، آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا اور بائیں جانب عمر رسیدہ لوگ بیٹھے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لڑکے سے پوچھا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ (پہلے) میں اِن (بڑوں) کو دے دوں؟ لڑکے نے عرض کی: "نہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانب سے ملنے والے حصے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے برتن اس لڑکے کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

سیدھی جانب سے ابتدا کرنا سنت ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیثِ مبارکہ میں دائیں طرف سے ابتدا کرنے کا ذکر ہے اور اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دائیں طرف سے ابتدا کرنا اس قدر محبوب تھا کہ بارگاہِ رسالت میں دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھا تھا اور بائیں جانب حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دودھ نوش فرمانے کے بعد بچا ہوا مبارک دودھ پہلے اعرابی کو عطا فرمایا۔ اعرابی کو پہلے دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ دائیں جانب بیٹھا تھا۔

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: علامہ مہلب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ کھانے پینے اور تمام چیزوں میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا سنت مبارکہ ہے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے یہ بتانے کے لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دائیں جانب والوں کو فضیلت عطا

[1] ... بخاری، کتاب الاشربة، باب هل یستاذن الرجل من عن یمینه فی الشرب... الخ، ۳/۵۹۰، حدیث: ۵۶۲۰۔

فرمائی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس اعرابی کو پہلے اس لئے عطا فرمایا کہ وہ دائیں جانب بیٹھا تھا اور دائیں جانب سے ابتدا کرنا سنتِ مبارکہ ہے۔ اگر دائیں جانب کوئی نہ ہو تو پہلے بڑے کو دیا جائے پھر اس کے بعد جو بڑا ہو اسے دیا جائے یوں ترتیب وار ہو۔[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”کھانے پینے کی ترتیب میں قربِ مرتبہ کا اعتبار نہیں قربِ مکان کا لحاظ ہے اور داہنا شخص بائیں سے قریب تر ہوتا ہے۔ نماز کی امامت میں اعلیٰ و افضل و اعلم کو مقدم رکھا جاتا ہے، یہ ترتیب عقل کے بھی مطابق اور قرین قیاس ہے۔“[2] دوسری حدیث پاک میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ اقدس میں دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا اور بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانی نوش فرمانے کے بعد دائیں جانب بیٹھے لڑکے سے پوچھا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ پہلے بائیں جانب بیٹھے لوگوں کو یہ پانی دے دوں؟ لڑکے نے نفی میں جواب دیتے ہوئے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانب سے ملنے والے حصے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانی کا برتن اس لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اُخروی اُمور میں بخل کرنا محمود ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: وہ لڑکا حضرت عبداللہ ابن عباس تھے جو بالکل نو عمر تھے رَضِیَ اللہُ عَنْہُ۔ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لڑکے سے پوچھا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ (پہلے) میں ان کو دوں؟) معلوم ہوا کہ یہ حقِ عبد ہے اگر بندہ خود اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی ہو جاوے تو فبہا (تو دے دیا جائے) ورنہ اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو نہ دیا جائے۔ (لڑکے نے عرض کی: ”نہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانب سے ملنے

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب الایمن فالایمن فی الشرب، ۱۲/ ۱۹۹، تحت الحدیث: ۵۶۱۹ ملتقطاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ٦/ ٧٥۔

والے حصے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔)اس سے معلوم ہوا کہ دُنیاوی اُمور میں ایثار کرنا سخاوت ہے، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾(پ۲۸، الحشر: ۹)(ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔)مگر اُخروی اُمور میں ایثار نہ کرنا، بُخل کرنا محمود ہے، یہ بخل قابلِ ستائش ہے۔ یہاں پانی کم نہ تھا جس کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہوتا بلکہ بلاواسطہ حضور کا پس خوردہ (بچاہوا پانی) پینا مطلوب تھا جو کبھی کسی کو خوش نصیبی سے میسر ہوتا ہے۔ یہاں (صاحب)مرقات نے فرمایا کہ اِسناد جتنی چھوٹی ہو اتنی اعلیٰ اور قوی ہے اور خرقہ نبویہ جس قدر زیادہ واسطوں سے پہنچے اتنا اشرف ہوتا ہے کہ اس میں بہت برکتیں شامل ہوتی ہیں لہٰذا حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا خلیفہ چہارم ہونا بہت ہی محبوب ہے کہ آپ کو حضور کی خلافت تین واسطوں سے پہنچی جس میں بہت برکتیں ان واسطوں کی بھی شامل ہوگئیں بہرحال یہ عمل شریف بہت ہی اعلیٰ ہے۔(چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے برتن اس لڑکے کے ہاتھ میں رکھ دیا۔)اس سے معلوم ہوا کہ حکم اور مشورہ میں فرق ہے یہاں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابن عباس کو حکم نہ دیا تھا بلکہ مشورہ فرمایا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم یہ تمہارا حق دوسرے کو دے دیں۔ حضرت ابن عباس نے مشورہ قبول نہ کیا بلکہ نہایت ادب و احترام اور اچھی معذرت سے اپنا حق خود لے لیا۔ اس سے بہت سے مسائل شریعت و طریقت کے حل ہوتے ہیں۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نیک کاموں میں ایثار نہ کرے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ دونوں اَحادیث کو ذِکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”ان دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا کا زیادہ حق دار اور زیادہ مناسب دائیں جانب والا ہے، اگرچہ وہ مفضول (کہ کم فضیلت والا) اور بچہ ہی ہو اور اگر مصلحت ہو تو اس سے اجازت لی جائے، وہ راضی ہوجائے تو بائیں جانب والے کو دے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوسری صورت میں اجازت طلب کی پہلی

1 ... مرآۃ المناجیح،۶/ ۷۵۔

صورت میں طلب نہیں کی، غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ کم عمر صاحبزادے حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے، اور بڑی عمر والے قریش میں سے آپ کے رشتے دار تھے، اس جماعت کی تالیف قلب کے لیے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اجازت طلب فرمائی تاکہ یہ لوگ رنجیدہ نہ ہوں اور ثابت قدمی کے مقام سے پھسل نہ جائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی محبت اور ان کا اخلاص راسخ تھا، وہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ کریمہ سے واقف تھے، اور ان کے رنجیدہ ہونے کا وہم وگمان بھی نہ تھا، اگر آپ اَعرابی سے اجازت طلب فرماتے تو چونکہ وہ نئے نئے جاہلیت سے نکل کر اسلام لائے تھے، اس لیے ممکن تھا وہ وحشت میں مبتلا ہو جاتے لہٰذا ان کی تالیفِ قلبی کا یہی طریقہ تھا کہ ان سے اجازت طلب نہ کی جاتی۔ بعض شارحین نے کہا کہ آخری صورت میں دودھ کا وہ پیالہ اس صاحبزادے کی ملکیت تھا اس لیے ان سے اجازت طلب کی گئی، وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔

اس جگہ قابلِ ذِکر بات یہ ہے کہ فقہاءِ کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرب کا ذریعہ بننے والے امور اور نیک کاموں میں ایثار جائز نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اگر واجبات میں ایثار ہو تو حرام ہوگا اور اگر فضائل و مستحبات میں ہے تو مکروہ ہوگا۔ ہم چند مثالوں کے ساتھ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں، مثلاً ایک شخص کے پاس وضو کا پانی ہے وہ دوسرے کو دے دیتا ہے، اور خود تیمم کرکے نماز پڑھتا ہے یا اس کے پاس ستر ڈھانپنے کے لیے کپڑا ہے وہ دوسرے کو دے کر خود برہنہ نماز پڑھتا ہے تو یہ طریقہ جائز نہیں ہوگا یا ازراہِ تواضع پہلی صف اور امام کی نزدیکی کا دوسرے کے لیے ایثار کرتا ہے اور خود دوسری صف میں امام سے دور کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے، تو یہ مناسب نہ ہوگا۔ قابلِ تعریف ایثار وہ ہے جو دنیاوی اُمور میں ہو نہ کہ طاعات اور نیکیوں میں، اسی لیے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ایثار نہ کرنے پر ان کی تائید کی اور اس کے ترک کرنے پر ان کی مذمت نہ فرمائی۔ مخفی نہ رہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس لیے اجازت طلب کی تھی کہ اگر وہ اجازت دے دیتے ہیں اور راضی ہو جاتے تو درست ہوتا۔ اس سے تو ایثار کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس معاملے کو اُمورِ دنیا میں سے قرار دے کر اجازت طلب کی، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ پیالے

میں دودھ یا پانی تھا جس سے دنیاوی نفع حاصل کیا جاتا ہے، اور جب دیکھا کہ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسے اطاعت اور ذریعۂ تَقَرُّب سمجھ رہے ہیں کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بقیہ افضل ترین ذریعۂ قُرب اور عظیم برکت ہے اس لئے انہیں ایثار کا حکم نہیں دیا اور ایثار کے ترک کرنے پر ان کی تائید فرمائی۔ معلوم ہوا کہ نیک کاموں میں ایثار نہیں ہے کیونکہ اس میں قربِ باری تعالیٰ کو چھوڑنا اور اس سے اِعراض کرنا ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

"ایثار" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کھانے پینے کی چیز تقسیم کرنے میں سیدھی جانب سے ابتدا کرنی چاہیے کہ یہ سنتِ مبارکہ ہے۔

(2) حضور نبی کریم، رَءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سیدھی جانب کو پسند فرماتے تھے، جب کوئی چیز تقسیم فرماتے تو پہلے سیدھی جانب والوں کو عطا فرماتے۔

(3) دُنیاوی چیزوں میں بخل کرنا ممنوع ہے جبکہ اُخروی چیزوں میں بخل اچھا اور قابلِ تعریف ہے۔

(4) جس کا حق پہلے بنتا ہے اسے ہی مقدم کیا جائے اگر کسی وجہ سے دوسرے کو مقدم کرنا ہو تو حق والے سے اجازت لی جائے۔

(5) پسندیدہ ایثار وہ ہے جو دنیاوی اُمور میں ہو جبکہ طاعات اور نیک کاموں میں ایثار پسندیدہ نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت پر عمل کی نیت سے سیدھی جانب سے ابتدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... اشعة اللمعات، کتاب الاطعمة، باب الاشربة، ۳/ ۵۶۱ ملخصا، لمعات التنقیح، کتاب الاطعمة، باب الاشربة، ۷/ ۳۰۹۔

باب نمبر:112

مَشک سے مُنہ لگا کر پینے کی کراہت کا بیان

مشکیزے وغیرہ سے منہ لگا کر پانی پینے کے مکروہ تنزیہی ہونے اور تحریمی نہ ہونے کا بیان

اِسلام نے جس طرح کھانا کھانے کے آداب بیان کئے ہیں اِسی طرح پانی پینے کے آداب کو بھی بیان فرمایا ہے بلکہ اس باب میں بھی ہماری بھرپور راہنمائی فرمائی ہے۔ بعض لوگ مشکیزوں اور صراحیوں وغیرہ سے منہ لگا کر پانی پی لیا کرتے تھے، اِسلام نے ہمیں یہ ادب سکھایا کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پانی نہ پیا جائے۔ آج کل لوگ ٹونٹیوں وغیرہ سے منہ لگا کر پانی پی لیتے ہیں اس میں بھی کسی موذی چیز کا منہ میں چلے جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"مشکیزے وغیرہ سے منہ لگا کر پانی پینے کے مکروہِ تنزیہی ہونے اور تحریمی نہ ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 3 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:762

مَشک سے منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت

عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ. يَعْنِي: اَنْ تُكْسَرَ اَفْوَاهُهَا وَيُشْرَبُ مِنْهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مشکوں کے مونہوں کو موڑنے سے منع فرمایا۔ (امام زہری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:) یعنی (اس بات سے کہ) مشکوں کے مونہوں کو موڑ کر اِن سے پانی پیا جائے۔[2]

بغیر منہ موڑے پینا بھی منع ہے:

حدیث کے الفاظ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشکوں کے منہ موڑ کر پانی پینا منع ہے اور بغیر منہ موڑے اُن سے منہ لگا کر پانی پی سکتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بہر صورت ایسا کرنا منع ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ

---

1 ... بخاری، کتاب الاشربۃ، باب اختنات الاسقیۃ، ۳/ ۵۹۲، حدیث: ۵۶۲۵۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب اختنات الاسقیۃ، ۱۴/ ۲۲۳، تحت الحدیث: ۵۶۲۵۔

مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ارشاد فرماتے ہیں: ”یہ نہی مُطلق ہے اگرچہ حدیث میں منہ موڑ کر پینے کی قید ہے۔“[1]

منع کرنے کی حکمتیں:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: اِس ممانعت میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ ممکن ہے کہ مشکیزے میں کوئی زہریلا کیڑا ہو جو اس طرح پینے سے منہ کے ذریعے پیٹ میں چلا جائے، ممکن ہے کہ مشکیزے کا منہ چوڑا ہو، پانی زیادہ گرے، کپڑے بھیگ جائیں (اور پانی کا اِسراف ہو) نیز پھر مشکیزہ کا پانی اِستنجے کے قابل نہ رہے کیونکہ پس خوردہ (جھوٹے) پانی سے استنجا کرنا منع ہے۔ جن روایات میں ہے کہ حضور اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا وہاں مشکیزہ چھوٹا تھا اور اُس کا منہ بہت چوڑا نہ تھا اور خبر تھی کہ پانی صاف ہے لہٰذا یہ حدیث اُس سے مُتعارض نہیں یا وہ حدیث بیانِ جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیانِ اِستحباب کے لیے۔ مِرقات میں اِس جگہ ہے کہ ایک شخص نے بطورِ آزمائش مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تو اُس کے منہ میں سانپ چلا گیا یا مقصد یہ ہے کہ اِس طرح ہمیشہ پینا ممنوع ہے کبھی اتفاقًا پی لینا جائز ہے۔[2] اور النہایہ و حاشیہ سُنن ابنِ ماجہ میں ہے کہ اِس طرح پیتے رہنے سے مشکیزے کا منہ گندہ اور بدبودار ہو جاتا ہے جس سے دوسرے مسلمان کو اَذِیَّت ہوتی ہے۔[3]

حدیث نمبر:763

مَشک وغیرہ پر منہ لگا کر نہ پیئیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: نَھٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَنْ یُشْرَبَ مِنْ فِیِ السِّقَاءِ اَوِ الْقِرْبَۃِ.[4]

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی کراھۃ الشرب من فم القربۃ۔۔۔الخ، ۳/۲۴۵، تحت الحدیث: ۷۶۰۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۰۔

3 . . . النھایۃ لابن اثیر، باب الخاء مع النون، ۲/ ۷۷، انجاح الحاجۃ حاشیۃ سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربۃ، باب الشرب من فی السقاء، ص ۲۴۴۔

4 . . . بخاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب من فم السقاء، ۳/ ۵۹۴، حدیث: ۵۶۲۷، ۵۶۲۸۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات سے منع فرمایا کہ مشک کے منہ سے پیا جائے (راوی کو شک ہے کہ حدیث میں سِقَاء فرمایا یا قِرْبَہ)۔

قِرْبَہ اور سِقَاء دونوں مشک کے نام ہیں، ان میں فرق یہ ہے کہ قِرْبَہ اُس مَشک کو کہتے ہیں جو صِرف پانی کے لئے ہوتی ہے جبکہ سِقَاء وہ مشک ہے جو دودھ اور پانی دونوں کے لیے ہوتی ہے۔[1]

صُراحی سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت و حکمت:

اس حدیث سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مشکیزوں کے منہ موڑ کر پانی پینے پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ عام ہے یعنی چاہے ایسی چیز سے منہ لگا کر پانی پیے جس کا منہ موڑا جاسکے یا ایسی چیز سے جس کا منہ موڑا نہ جاسکے جیسے کہ مٹی کے وہ برتن (صراحی، مٹکا وغیرہ) جو آگ میں پکائے جاتے ہیں۔ بہر صورت منہ لگا کر پینا منع ہے۔[2] علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صُراحی کے منہ سے منہ لگا کر ہرگز کبھی پانی نہ پیو کیونکہ اَوَّلاً تو یہ خلافِ تہذیب ہے دوسرے یہ خطرہ ہے کہ صراحی میں کوئی کیڑا مکوڑا چھپا ہو اور وہ پانی کے ساتھ پیٹ میں چلا جائے۔"[3]

عمدۃ القاری میں ہے: اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا ہے کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے مشک کے منہ سے پینے کی ممانعت کراہتِ تنزیہی کے لئے ہے تحریمی کے لئے نہیں۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے اتفاق کے دعویٰ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ امام ابو بکر اثرم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا ہے: ممانعت کی اَحادیث جواز کی اَحادیث کے لئے ناسخ ہیں کیونکہ صحابہ پہلے مشک کے منہ سے پانی پیتے تھے حتّٰی کہ چھوٹا سا سانپ کسی شخص کے پیٹ میں چلا گیا جس نے مشک کے منہ سے پانی پیا تھا تو پھر یہ جواز منسوخ کر دیا گیا۔ ممانعت کی یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص مشک کے منہ سے پئے گا وہ اِس بات سے بے خوف و خطر نہیں ہو گا کہ پانی کے ساتھ حشرات الارض (کیڑے مکوڑوں) میں سے کوئی چیز مشک کے اندر ہو اور وہ پینے

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب من فم السقاء، ۱۴ / ۲۲۵، تحت الحدیث: ۵۶۲۷۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب من فم السقاء، ۱۴ / ۲۲۴، تحت الباب ملخصا۔

3 ... جنتی زیور، ص ۵۵۹ ملخصا۔

والے کے منہ کے ذریعے اُس کے پیٹ میں چلی جائے۔ اِسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس آدمی نے خود مشک میں پانی بھرا ہو اور وہ یہ دیکھ رہا ہو کہ مشک کے اندر صرف پانی ہی گیا ہے اور پھر وہ مشک کے منہ کو ڈوری سے باندھ دے پھر جب اس کو ضرورت ہو تو وہ مشک کے منہ سے پی لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اب یہ خطرہ نہیں ہے کہ کوئی کیڑا وغیرہ اُس کے منہ میں چلا جائے اور اِس صورت کو حدیث کی ممانعت شامل نہیں اور اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ایک روایت میں یوں ہے کہ ”نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مشکیزے کو منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا۔“ کیونکہ اس سے مشکیزے کا منہ بدبودار ہو جائے گا، یہ ممانعت عام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشکیزے کو منہ لگا کر پینے سے بسا اوقات حاجت سے زائد پانی منہ میں چلا جاتا ہے تو بندہ اس بات سے محفوظ نہیں رہ پائے گا کہ پانی اس کے حلق میں پھنس جائے یا پانی باہر گرنے سے اس کے کپڑے آلودہ ہو جائیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشکیزے کو منہ لگا کر پانی زور سے کھینچنے سے بسا اوقات دل کے قریب کمزور نسیں کٹ جاتی ہیں جو بسا اوقات ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔[1]

پانی پینے کے چند آداب:

(1) بیٹھ کر **(2)** بِسْمِ اللہ پڑھ کر **(3)** اُجالے میں دیکھ کر **(4)** چوس کر **(5)** تین سانس میں پیئیں **(6)** پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہیں **(7)** بچا ہوا پانی مت پھینکیں۔

حدیث نمبر: 764

اتفاقاً کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے

عَنْ اُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ اُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ.[2]

ترجمہ: حضرت حسان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بہن حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ ثابت کبشہ بنتِ ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے یہاں تشریف لائے اور لٹکے

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب من فم السقاء، ۱۴/ ۲۲۵، تحت الحدیث: ۵۶۲۸۔

2 ... ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذلک، ۳/ ۳۵۵، حدیث: ۱۸۹۹۔

ہوئے مشکیزے کے منہ سے کھڑے کھڑے پانی نوش فرمایا۔ پھر میں مشکیزے کی طرف اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس کا منہ (تبرکاً) کاٹ لیا۔

برکت والی جگہ کی حفاظت:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اُس صحابیہ نے اِس وجہ سے مشکیزے کا منہ کاٹا تھا تاکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دہنِ اَقدس لگنے کی جگہ محفوظ رکھ سکیں اور اس سے برکت حاصل کریں اور اسے ضائع ہونے سے بچائیں۔ یہ حدیث (مشکیزے سے منہ لگا کر اور کھڑے کھڑے پینے کے) بیانِ جواز پر محمول ہے اور سابقہ دو حدیثیں (جن میں نہی وارد ہے) بیانِ افضل واَکمل پر محمول ہیں۔[1]

ایمان کی نشانی:

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی مذکورہ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرات صحابہ وصحابیات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کتنی والہانہ اور عاشقانہ محبت تھی کہ جس چیز کو بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے تعلق ہو جاتا تھا وہ چیز ان کی نظروں میں باعثِ تعظیم اور لائقِ احترام ہو جایا کرتی تھی کیوں نہ ہو کہ یہی ایمان کی نشانی ہے کہ مسلمان نہ صرف حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات سے محبت کرے بلکہ حضور کی ہر ہر چیز سے بھی محبت کرے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر چیز کو اپنے لئے قابلِ تعظیم جانے اور اس کا ایمانی محبت کے ساتھ اعزاز واکرام کرے۔“[2]

کھڑے کھڑے پانی پینا مکروہِ تنزیہی ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مشکیزے کے منہ سے پانی پینے اور کھڑے کھڑے پانی پینے پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ کراہتِ تنزیہہ کے لئے ہے نہ کہ تحریم کے لئے یا یہ بیان کرنے کے لئے کہ اُس وقت اِسی طرح پینا ممکن تھا۔[3]

---

1 . . . ریاض الصالحین، کتاب آداب الطعام، باب کراھۃ الشرب ۔۔۔ الخ، ص ۲۴۸، تحت الحدیث: ۷۶۴۔

2 . . . جنتی زیور، ص ۵۳۷۔

3 . . . دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی کراھۃ الشرب من فم القربۃ ۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۶۶، تحت الحدیث: ۷۶۲۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پینا اور کھڑے کھڑے پینا دونوں جائز ہیں۔ جہاں ممانعت آئی وہاں ممانعت تنزیہی یا خلافِ اَولیٰ مراد ہے۔[1]

حتی الامکان بیٹھ کر ہی پینا چاہئے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ ان اَحادیث میں جو کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور وہ احادیث جو کہ منع پر دلالت کرتی ہیں ان میں کس طرح جمع و تطبیق ممکن ہے؟ تو اس کے جواب میں ہمارے شیخ نے فرمایا ہے کہ ان دونوں میں یہ فرق کیا جائے مثلاً مشک لٹکی ہوئی ہو اور جس کو پانی پینے کی ضرورت ہو وہاں کوئی ایسا برتن نہ ہو جس میں پانی ڈال کر وہ پی سکے اور وہ اپنے ہاتھ میں مشک کا پانی لے کر پینے پر قادر بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں مشک کے منہ سے پانی پینا جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے لہٰذا جن احادیث میں جواز ہے وہ اسی صورت پر محمول ہیں اور جب کوئی عذر نہ ہو تو پھر ممانعت کی احادیث پر عمل کیا جائے۔ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ جو احادیث مشک کے منہ سے پانی پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں ان میں رسولُ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فعل بیان کیا گیا اور جن احادیث میں ممانعت کی گئی ہے ان میں رسولُ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قول بیان کیا گیا ہے اور رسولِ پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قول فعل پر راجح ہوتا ہے۔[2]

مشکیزے کا منہ کاٹنے کی وجہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: مشکیزے کے منہ کا چمڑا جسے حضورِ انور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لب لگے تھے اُن صحابیہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کاٹ کر رکھ لیا۔ کیوں؟ اِس کی تین وجہ ہیں: ❁ ایک شفا کے لئے تاکہ مدینہ کے بیماروں کو اس چمڑہ کو ڈبو کر پانی پلایا کروں۔ ❁ تبرک کے لئے کہ اپنے پاس برکت کے لئے رکھ لیا اور ❁ اس

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۸۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب من فم السقاء، ۱۴/ ۲۲۴، تحت الباب۔

لئے کہ کسی اور کا منہ اُسے نہ لگے کہ یہ بے ادبی ہے اسے حضور کا منہ شریف لگا ہے۔ ترمذی نے حضرت اُمِّ سلیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا یہ ہی واقعہ نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو مقبول بندوں کا منہ لگ جائے وہ شفا بن جاتی ہے۔ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قمیض حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی آنکھ کی شفا بن گئی جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جسم شریف سے لگی ہوئی چیز سے برکت لینا جائز ہے، وہ متبرک ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

"قرآنِ پاک" کے 7 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) مشک، صراحی، مٹکے اور ٹونٹی وغیرہ سے منہ لگا کر پینا منع ہے۔

(2) بلا عذر کھڑے ہو کر پانی نہیں پینا چاہیے۔

(3) جھوٹے پانی سے استنجا کرنا منع ہے۔

(4) اسلام صفائی وستھرائی کا درس دیتا ہے۔

(5) جن اشیاء کو اللہ والوں سے نسبت ہو جائے وہ بابرکت ہوتی ہیں، ان کی حفاظت کرنا سنتِ صحابہ ہے۔

(6) جس چیز کو مقبول بندوں کا منہ لگ جائے وہ شفا بن جاتی ہے۔

(7) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَفعال کو اپنے افعال جیسا نہ سمجھا جائے ان میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اداؤں کو اپنانے اور پانی پینے کی سنتوں اور آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۸ ملخصاً۔

باب نمبر: 113

مشروبات میں پھونک مارنے کی کراہت کا بیان

کھانے پینے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ کھانا کھاتے وقت ہر اُس عمل سے بچا جائے جس سے دوسروں کو گھن یا تکلیف محسوس ہوتی ہو۔ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے ساتھ کھانے والے گھن محسوس کرتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منہ بدبودار ہوتا ہے جس کی وجہ سے پھونک مارنے سے مشروب بھی بدبودار ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا منہ بیماری والا ہوتا ہے ان کے پھونک مارنے میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ مشروب میں بھی بیماری والے جراثیم آجائیں نیز پینے کی چیز میں سانس لینا اور پھونک مارنا جانوروں کا طریقہ ہے جسے لوگ ناپسند کرتے ہیں اس لئے کھانے پینے کے دوران ہر موقع پر ایسی حرکات سے بچنا چاہیے جو دوسروں کے لئے تکلیف اور نفرت کا باعث ہوں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"مشروبات میں پھونک مارنے کی کراہت"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر: 765

پھونک مارنے کی مُمانَعت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ فَقَالَ رَجُلٌ: اَلْقَذَاةُ اَرَاهَا فِی الْاِنَاءِ فَقَالَ: اَهْرِقْهَا. قَالَ: اِنِّیْ لَا اَرْوٰی مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ قَالَ: فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذًا عَنْ فِیْكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کی: "اگر برتن میں تنکا وغیرہ دیکھوں تو کیا کروں؟" فرمایا: "اسے انڈیل دو۔" عرض کی: "میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا۔" فرمایا: "تو پھر پیالے کو منہ سے ہٹا کر سانس لے لیا کرو۔"

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "پھونک مارنا پانی میں ہو یا دودھ میں یا کسی اور پینے کی چیز میں، پھر خواہ ٹھنڈا کرنے کے لیے ہو یا تنکا وغیرہ دور کرنے کے لیے اور خواہ پانی میں پھونک مارے یا کھانے میں سب ممنوع ہے۔ (حدیث پاک میں بیان ہوا کہ ایک شخص نے عرض کی:) اگر برتن میں کوڑا تنکا نظر آئے تو میں کیا کروں وہ تو پھونک سے ہی دفع ہو سکتا ہے اور آپ حضور پھونک سے منع

[1] ... ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ النفخ فی الشرب، ۳/ ۳۵۳، حدیث: ۱۸۹۴۔

فرماتے ہیں۔(ارشاد فرمایا: اسے انڈیل دو۔) اس طرح کہ برتن سے تھوڑا پانی گرادو جس سے وہ کوڑا بھی گر جائے یا چمچہ یا کسی تنکے سے الگ کر دو بہر حال پھونک نہ مارو۔ سائل کا مقصد یہ ہے کہ آپ برتن میں پھونک مارنے سے منع فرماتے ہیں اور میں ایک سانس میں پانی وغیرہ سے سیر نہیں ہوتا دوسری تیسری سانس ضرور لینا پڑتی ہے وہ سانس برتن ہی میں لی جاوے گی تو پھر پھونکنا ہو گیا۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چند سانسوں میں (پینا) ہو مگر سانس برتن میں نہ لو برتن منہ سے ہٹا کر لو۔ خیال رہے کہ تین سانس سے پینا بہتر ہے ایک سانس سے پینا جائز۔"[1]

حدیث نمبر:766 **برتن میں سانس لینے کی ممانعت**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

کھانے پینے کی اشیاء میں پھونک مارنا:

کھانے پینے کی اشیاء میں پھونک مارنا، اسی طرح کوئی چیز پیتے وقت برتن ہی میں سانس لینا منع ہے۔ اس ممانعت میں کئی حکمتیں ہیں۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "مشروبات میں پھونک مارنے اور سانس لینے کی ممانعت اس لئے ہے تاکہ تھوک وغیرہ اُڑ کر کھانے پینے کی اشیاء میں نہ گرے۔ بسا اوقات منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور پھونک مارنے کی صورت میں مشروب بھی بدبودار ہو سکتا ہے کیونکہ پانی میں رِقَّت ولَطافت ہوتی ہے اس لئے وہ چیزوں کو جلد جذب کر لیتا ہے۔ پانی میں سانس لینا جانوروں کا طریقہ ہے، جب وہ برتن وغیرہ میں پانی پیتے ہیں تو گھونٹ بھرنے کے بعد اسی میں سانس لیتے ہیں، پھر دوبارہ پینا شروع کر دیتے ہیں۔ پانی پیتے وقت سانس لینے کی حاجت ہو تو برتن منہ سے ہٹا کر سانس لیا جائے۔ گرم اشیاء کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بھی پھونک نہ ماری جائے بلکہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کیا جائے۔ پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو انگلی کے علاوہ کسی چیز سے نکال دیا جائے یا اتنا پانی بہا دیا جائے کہ تنکا بہہ جائے۔ انگلی سے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۷۔

2 ... ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ النفخ فی الشرب، ۳/ ۳۵۳، حدیث: ۱۸۹۵۔

نہ نکالا جائے کہ اس سے طبیعت کو گِھن محسوس ہوتی ہے۔‘‘[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ’’برتن میں سانس لینا جانوروں کا کام ہے، نیز سانس کبھی زہریلی ہوتی ہے اس لیے برتن سے الگ منہ کرکے سانس لو۔ گرم دودھ یا چائے کو پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرو بلکہ کچھ ٹھہرو قدرے ٹھنڈی ہوجائے پھر پیو، اگر پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو کچھ گرادو پھونک سے الگ نہ کرو۔ بعض لوگوں کو گندہ دہنی (منہ میں بدبو) کی بیماری ہوتی ہے ان کی پھونک سے پانی میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اس لیے ہر شخص ان دونوں سے پرہیز کرے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے۔‘‘[2]

مدنی گلدستہ

’’آبِ کوثر‘‘ کے 6 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اِنسان کو ہر اُس کام سے بچنا چاہیے جو لوگوں کے لئے نفرت کا باعث ہو۔

(2) کھانے پینے کی اَشیاء میں پھونک مارنا ممنوع و مکروہ ہے۔

(3) کوئی چیز پیتے وقت گلاس وغیرہ میں سانس نہیں لینا چاہیے، برتن کو منہ سے ہٹا کر سانس لینا چاہیے۔

(4) کھانے پینے کی اشیاء کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ان میں پھونک نہ ماری جائے بلکہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کیا جائے۔

(5) پانی میں رِقَّت و لطافت ہوتی ہے اس لئے وہ چیزوں کو جلد جذب کرلیتا ہے۔

(6) پانی میں کوئی تنکا وغیرہ ہو تو پھونک مارنے کی بجائے کسی چیز سے نکال دیا جائے یا پانی کے ساتھ بہا دیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے اور سانس لینے سے بچائے اور ہمیں کھانے پینے کے آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، باب الاشربۃ، ۸/ ۱۰۳، تحت الحدیث: ۴۲۷۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۷۔

باب نمبر:114

بیٹھ کر پینے کی افضلیت کا بیان

پانی وغیرہ کھڑے ہو کر پینا جائز ہے مگر بیٹھ کر پینا افضل و اکمل ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بیٹھ کر پانی وغیرہ پینا سنت ہے، اگر اس سنت پر عمل کیا جائے تو دِین و دنیا کی بے شمار برکتیں ملتی ہیں۔ انسان کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی ایک حکمت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر جب پانی پیا جاتا ہے وہ فوراً تمام اَعضا کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور یہ نقصان دہ ہے، نیز تہذیب و وقار کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بیٹھ کر ہی کھایا پیا جائے۔ بلا عذر بطورِ فیشن کھڑے ہو کر کھانا پینا غیر اِسلامی رسم ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ خیال رہے کہ کھڑے ہو کر کھانا پینا ناجائز و حرام نہیں بلکہ جائز ہے مگر افضل و اَولیٰ یہی ہے کہ بیٹھ کر کھایا پیا جائے کہ یہ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتِ مبارکہ ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز اور بیٹھ کر پینے کی افضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 6 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:767

آبِ زم زم کھڑے ہو کر پینا چاہیے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں زَم زَم کا پانی پیش کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زم زم شریف کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا کرتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ادا غور سے ملاحظہ فرمایا کرتے تاکہ اس پر عمل پیرا ہوں اور دوسروں تک پہنچائیں۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: یہ بھی سنت ہے کہ آبِ زم زم کھڑے ہو کر پیے، تعظیم کے لئے۔ اس پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے:

---

1 ...مسلم، کتاب الاشربة، باب فی الشرب من زمزم قائما، ص ۸۶۲، حدیث: ۵۲۸۰۔

❁ ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل عَلَیْهِ السَّلَام کی ایڑی سے پیدا ہوا۔ ❁ دوسرے یہ کہ اس میں حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا لُعاب شریف ملا ہوا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک بار زم زم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔[1] صَدْرُ الشَّرِیْعَه حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”وضو کا پانی اور آبِ زم زم کھڑے ہو کر پیا جائے، باقی دوسرے پانی کو بیٹھ کر۔“[2]

حدیث نمبر:768

پانی کھڑے ہو کر پینا

عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: اَتٰی عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَۃِ فَشَرِبَ قَائِمًا وَقَالَ: اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ فَعَلْتُ.[3]

ترجمہ: حضرت سیدنا نزّال بن سَبْرہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم ”بابِ رَحْبَہ“ پر تشریف لائے، پھر کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا: ”میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایسے ہی پیتے دیکھا جیسا تم مجھے دیکھ رہے ہو۔“

دو برکت والے پانی:

بہارِ شریعت میں ہے: لوگ مُطلقاً کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ بتاتے ہیں حالانکہ وضو کے پانی کا یہ حکم نہیں بلکہ اس کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ اسی طرح آبِ زم زم کو بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ یہ دونوں پانی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر جب پانی پیا جاتا ہے وہ فوراً تمام اعضا کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور یہ مُضِر ہے، مگر یہ دونوں (پانی) برکت والے ہیں اور ان سے مقصود تبرُّک ہے، لہٰذا ان کا تمام اَعضاء میں پہنچ جانا فائدہ مند ہے۔[4]

کھڑے ہو کر پینا مُطلقاً ممنوع نہیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: کوفہ کی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۱۔
2 ... بہار شریعت، ۳/ ۳۸۸، حصہ ۱۶۔
3 ... بخاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب قائما، ۳/ ۵۸۹، حدیث: ۵۶۱۵۔
4 ... بہار شریعت، ۳/ ۳۸۴، حصہ ۱۶۔

جامع مسجد کے صحن میں ایک خاص چبوترہ تھا جہاں بیٹھ کر حضرت علی المرتضیٰ (کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم) لوگوں کے مقدمات طے فرماتے اسے "رَحْبہ" کہتے تھے۔ وہ جگہ اب بھی موجود ہے اور اس پر ایک محراب بنادی گئی ہے جسے "محرابِ علی" کہتے ہیں۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا: میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایسے پیتے دیکھا جیسے تم نے مجھے دیکھا ہے۔ یعنی لوگ سمجھتے ہیں کہ پانی کھڑے ہو کر پینا مطلقاً ممنوع ہے حالانکہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ وضو کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ معلوم ہوا کہ وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے یا یہ مطلب ہے کہ (عام پانی) کھڑے ہو کر پینا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر پیے۔ تمام فقہاء کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔ ہاں بیٹھ کر پینا مستحب ہے۔ [1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ واضح ہو چکا ہے کہ اَحادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت آئی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا عمل اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔ مواہبِ لدُنیہ میں حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا۔ امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کھڑے ہو کر پانی پیتے تھے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ اجازت کی احادیث ممانعت والی احادیث کی ناسخ ہیں لیکن یہ کہنا کہ ممانعت کی احادیث نے اجازت کو منسوخ کر دیا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ کوفہ میں امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا عمل اس کے مُنافی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ احادیث میں تعارُض نہیں ہے کیونکہ نہی تنزیہی ہے اور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کھڑے ہو کر پانی پینے کا عمل بیانِ جواز کے لئے ہے۔ جب نہی تنزیہی ہے تو اَولیٰ اور زیادہ محبوب یہ ہے کہ کھڑا ہو کر نہ پیے۔ [2]

حدیث نمبر:769 کبھی کبھی کھڑے ہو کر کھانا پینا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: کُنَّا نَاکُلُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۱ ملخصا۔ 2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاشربۃ، ۳/ ۵۵۸۔

وَنَحْنُ نَمْشِیْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِیَامٌ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہم حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ مبارک کہ میں چلتے ہوئے کھالیتے اور کھڑے کھڑے پی لیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بعض چیزیں چلتے پھرتے اور کھڑے کھڑے کھالیا کرتے تھے مگر یہ صرف وہی چیزیں ہوا کرتیں جو عموماً چلتے پھرتے کھالی جاتی ہیں جیسے کھجور، دانے، چنے وغیرہ۔ ہاں کھانا وغیرہ بیٹھ کر ہی کھانا سنت ہے، کوئی مجبوری ہو تو دوسری بات ہے۔ بطورِ فیشن کھڑے کھڑے کھانا تہذیب و اسلامی طریقے کے خلاف ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنتوں سے محبت عطا فرمائے اور پابندِ سنت بنائے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے: ''شارحین فرماتے ہیں کہ چلتے ہوئے کھانا اور کھڑے ہو کر پینا اگرچہ جائز ہے اور اصل جواز باقی ہے تاہم مختار اور اَولیٰ یہ ہے کہ چلنے اور سواری کی حالت میں کھانا خلافِ ادب ہے اور اسی طرح کھڑے ہو کر پینا۔''(2)

حدیث نمبر:770

کھڑے یا بیٹھے پینا

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا.(3)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن شعیب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھڑے، بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔

کھڑے ہو کر پینے کی وجہ:

شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ کریمہ بیٹھ کر پینے ہی کی تھی، مگر کبھی کبھی بیانِ جواز کے لئے کھڑے ہو کر بھی پی لیا کرتے تھے۔''(4)

---

1 . . . ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی النھی عن الشرب قائما، ۳/ ۳۵۰، حدیث: ۱۸۸۷۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاشربۃ، ۳/ ۵۲۲۔

3 . . . ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشرب قائما، ۳/ ۳۵۱، حدیث: ۱۸۹۰۔

4 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاشربۃ، ۳/ ۵۲۲۔

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دو مرتبہ بیانِ جواز کے لئے یا کسی ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر پانی پیا ورنہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیشہ بیٹھ کر ہی پانی پیتے اور یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔"[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: "کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے موقعہ پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا۔ باقی پانی بیٹھ کر پئے یا یہ کھڑے ہو کر پینا بیانِ جواز کے لیے تھا بیٹھ کر پینا بیانِ استحباب کے لیے ہے لہٰذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔"[2]

حدیث نمبر: 771

کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. وَقَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا لِاَنَسٍ: فَالْاَكْلُ؟ قَالَ: ذٰلِكَ اَشَرُّ اَوْ اَخْبَثُ.[3] وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا.[4]

ترجمہ: حضرت سیدنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: تو کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: یہ تو بہت زیادہ بُرا اور خبیث کام ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھڑے ہو کر پینے پر ڈانٹ ڈپٹ فرمائی ہے۔

ممانعت تنزیہی ہے:

مِرقاۃ المفاتیح میں ہے: قاضی عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: اس ممانعت میں کھڑے ہو کر پینے پر تنبیہ و تادیب اَولیٰ و بہتر کی ترغیب ہے۔ خیال رہے کہ کھڑے ہو کر پینا مکروہِ تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔[5]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: کوئی چیز

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمة، باب الاشربة، ۸/ ۱۰۳، تحت الحدیث: ۴۲۷۶۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۶ ملخصا۔

3 ... مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية الشرب قائما، ص ۸۶۲، حدیث: ۵۲۷۵۔

4 ... مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية الشرب قائما، ص ۸۶۲، حدیث: ۵۲۷۷۔

5 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمة، باب الاشربة، ۸/ ۹۳، تحت الحدیث: ۴۲۶۶ ملخصا۔

کھڑے ہو کر پینا ممنوع ہے پانی ہو یا دودھ یا شربت یا اور کوئی چیز، یہ حکم استحبابی ہے یعنی بیٹھ کر پینا مستحب ہے۔اس حکم سے تین پانی مستثنیٰ ہیں: آبِ زمزم،وضو کا بچا ہوا پانی اور بزرگوں کا پس خوردہ (جھوٹا)پانی کہ ان تینوں پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔[1]

کھڑے ہو کر پئے تو قے کر دے

حدیث نمبر:772

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِیَ فَلْيَسْتَقِئْ.[2]

ترجمہ:حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا:”تم میں سے کوئی بھی کھڑے ہو کر نہ پئے،جو بھول کر پی لے تو قے کر دے۔“

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِنْ مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں:محدثین کرام رَحِمَهُمُ الله السَّلَام کے نزدیک یہ نہی استحباب پر محمول ہے اور یہاں اَولیٰ واکمل عمل کی ترغیب ہے۔یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا خلافِ مستحب ہے،لہٰذا بیٹھ کر پانی پینا چاہیے کہ یہ اَولیٰ واکمل ہے۔کھڑے ہو کر پینے سے اَخلاط کو تحریک ملتی ہے جس سے جسم کو نقصان ہوتا ہے اور اس کا علاج قے کرنا ہے،اس لئے قے کا حکم دیا گیا۔ حدیثِ مذکور میں قے کرنے کا حکم بھولنے والے کے ساتھ خاص نہیں،جان بوجھ کر پینے والے کا بھی یہی حکم ہے بلکہ اس کے لئے تو بدرجہ اَولیٰ ہے۔[3] اِمَام نَوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں:یہاں قے کرنے کا حکم بطورِ وجوب نہیں بلکہ بطریقِ استحباب ہے۔چنانچہ جو کھڑے کھڑے پانی پی لے اسے قے کرنا مستحب ہے واجب نہیں،کیونکہ جب امر کو وجوب پر محمول کرنا مشکل ہو تو استحباب پر محمول کیا جاتا ہے۔[4]

اَحادیثِ مبارکہ میں تطبیق:

اس باب میں دو طرح کی احادیث آئی ہیں بعض میں کھڑے ہو کر پینے کا ثبوت ہے جبکہ بعض میں

1 . . . مرآۃ المناجیح،۶/ ۷۰۔

2 . . . مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية الشرب قائما، ص ۸۶۲، حدیث: ۵۲۷۹۔

3 . . . ارشاد الساری، کتاب الاشربة، باب الشرب قائما، ۱۲/ ۳۱۲، تحت الحدیث: ۵۶۱۷۔

4 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربة، باب فی الشرب قائما، ۷/ ۱۹۵، الجزء الثالث عشر۔

کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت کا بیان ہے۔ محدثینِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے ان اَحادیث میں تطبیق بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اِرْشَادُ السَّارِی میں ہے: ''کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت والی احادیث میں محدثین کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے کئی موقف ہیں۔ سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ انہیں کراہتِ تنزیہی پر محمول کیا جائے اور جن احادیث میں کھڑے ہو کر پینے کا ثبوت ہے انہیں بیانِ جواز کے لئے مانا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت اس لئے ہے کہ یہ طبّی اعتبار سے مُضر ہے۔ بیٹھ کر پینے سے پانی بتدریج اعضاء کی طرف منتقل ہوتا ہے اس طرح حلق و جگر میں درد کی بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے۔ جبکہ کھڑے ہو کر پینے کی صورت میں ان بیماریوں میں مبتلا ہونے کا واضح خطرہ موجود ہوتا ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

''مسجدِ قبا'' کے 7 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہِ تنزیہی ہے، ناجائز و گناہ نہیں البتہ بیٹھ کر پینا اَولیٰ و اکمل اور مستحب ہے۔

(2) حضور عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کا کبھی کبھی کھڑے ہو کر پانی پینا بیانِ جواز کے لئے تھا۔

(3) کھانے میں شمار نہ ہونے والی چیزیں جیسے چنے دانے کھجور وغیرہ چلتے پھرتے کھڑے کھڑے کھا سکتے ہیں۔

(4) جو بغیر کسی عذر کے کھڑے ہو کر پانی پی لے اسے قے کر دینے کا حکم استحبابی ہے۔

(5) بیٹھ کر پانی پینا سنت ہے اس کی برکت سے حلق و جگر کے کئی اَمراض سے حفاظت رہتی ہے۔

(6) آبِ زمزم، وضو کا بچا ہوا پانی اور بزرگوں کا جھوٹا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔

(7) جہاں حاجت ہو وہاں اصل مسئلہ وضاحت کے ساتھ بتا دینا چاہیے تاکہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں۔

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سنت کے مطابق کھانے اور پینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

[1] . . . ارشاد الساری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب قائما، ۱۲ / ۳۱۳، تحت الحدیث: ۵٦۱۷۔

باب نمبر:115 پلانے والے کا آخر میں پینا مُستَحَب ہے

مسلمان کے ہر کام میں بھلائی ہے بشرطیکہ وہ کام شریعت کے بتائے ہوئے طریقے پر اور اچھی نیت سے کیا جائے۔ مثلاً اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کرنا یعنی انہیں کھانا کھلانا یا پانی وغیرہ پلانا بھی کارِ ثواب ہے اور اس میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ خدمت کرنے والا خیر خواہی کرتے ہوئے پہلے دوسروں کو کھلائے یا پلائے اور خود آخر میں کھائے یا پیے۔ مُرَوَّت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسا کرنے سے دوسروں کے دلوں میں خوشی داخل ہوتی ہے۔ آخر میں پلانے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ خود پیاسا ہونے کی صورت میں اسے دوسروں کی پیاس کا احساس رہے گا اور اسے ایثار کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"لوگوں کو پلانے والے کے لیے خود آخر میں پینا مستحب ہے۔"** اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک ذِکر فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:773 لوگوں کو پلانے والا خود آخر میں پیئے

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: سَاقِی الْقَوْمِ آخِرُھُمْ شُرْبًا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوقتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "لوگوں کو پلانے والا خود آخر میں پیے۔"

تھوڑے پانی سے بہت سے لوگ سیراب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک ایک طویل حدیث کا جز ہے پوری حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کسی سفر میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ تھے، راستے میں پانی کی قلت ہوگئی، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وضو کے لیے ایک برتن تھا جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا، جب صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے پیاس کی شدت کی شکایت کی تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا "تم پر ہلاکت نہ آئے گی۔" اور وضو کا برتن منگایا پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس برتن

1 . . . ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء ان ساقی القوم آخرھم شربا، ۳/۳۵۶، حدیث: ۱۹۰۱۔

سے پانی انڈیلنے لگے اور ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو پلانے لگے جب تمام حضرات نے پانی دیکھا تو اس پر ٹوٹ پڑے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اخلاق اچھے رکھو تم سب سیر ہو جاؤ گے۔“ حضرت ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: لوگوں نے ایسا ہی کیا (یعنی نظم وضبط کے ساتھ پانی لینے لگے) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پھر پانی انڈیلنے لگے اور میں پلانے لگا یہاں تک کہ میرے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا کوئی باقی نہ رہا (یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معجزہ تھا کہ تھوڑے سے پانی سے بہت سارے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اپنی ضروریات پوری کیں)، پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا: پیو۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جب تک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پانی نوش نہیں فرمائیں گے میں نہیں پیوں گا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: قوم کو پلانے والا خود آخر میں پیتا ہے۔ میں نے پانی پیا پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نوش فرمایا۔[1]

قاسمِ نعمت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی قانون یہ ہے کہ پلانے والا پیچھے پیئے، کھلانے والا پیچھے کھائے ہم ہیں پلانے والے اس لیے ہم تمہارے بھی بعد پئیں گے۔ خیال رہے کہ ربّ تعالیٰ کی طرف سے قاسم (تقسیم کرنے والے) حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے اور تاقیامت ہیں اور حضورِ انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی طرف سے قاسم حضرت ابو قتادہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) تھے حقیقتاً پلانے والے حضورِ انور تھے ظاہری ساقی (پلانے والے) ابو قتادہ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ساقی تو حضرت ابو قتادہ تھے۔[2]

کھلانے والا بھی آخر میں کھائے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حوالے سے فرماتے

---

1 ... مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب في المعجزات، ۲/ ۳۹۰، حديث: ۵۹۱۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۲۲۴ ملخصاً۔

ہیں: ”یہ دودھ، پانی وغیرہ پلانے کے آداب میں سے ہے یونہی جو شخص لوگوں میں گوشت، فروٹ وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اس کو چاہیے کہ وہ خود آخر میں کھائے۔“ حضرت ابنِ رسلان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ہے اگر کسی شخص کو لوگوں کے معاملات پر حاکم بنایا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر وہ کام کرے جس سے لوگوں کو نفع پہنچے اور ان سے تکلیف دور ہو اور لوگوں کی بھلائی وخیر خواہی کو اپنی بھلائی وخیر خواہی پر مقدم رکھے۔ اسی طرح کھانا کھلانے، پانی پلانے میں بزرگوں سے ابتدا کرے پھر جو اس کے برابر میں ہوں اسی طرح ترتیب سے کھلائے پلائے پھر آخر میں جو بچے اسے خود کھائے پیئے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”آبِ زم زم“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) مسلمان بھائیوں کی خدمت اور ان کی خیر خواہی کرنا ثواب کا کام ہے۔

(2) کھلانے پلانے میں قانون یہ ہے کہ کھلانے پلانے والا خود آخر میں کھائے پیئے۔

(3) کھلانے پلانے کے بعد خود آخر میں کھانا پینا یہ دوسروں پر ایثار ہے۔

(4) کھلانے پلانے میں بزرگوں سے ابتدا کرنی چاہیے۔

(5) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تا قیامت قاسمِ نعمت (نعمتیں تقسیم کرنے والے) ہیں۔

(6) لوگوں کی بھلائی وخیر خواہی کو اپنی بھلائی وخیر خواہی پر مقدم رکھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کھلانے پلانے میں سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی استحباب کون ساقی القوم آخرھم شربا، ۳/۲۵۴، تحت الحدیث: ۷۷۱۔

باب نمبر:116

مختلف برتنوں کے استعمال کا بیان

سونے چاندی کے علاوہ دیگر پاکیزہ برتنوں میں اور نہر وغیرہ سے برتن اور ہاتھ کے بغیر منہ لگا کر پینا جائز ہے نیز سونے چاندی کے برتن کھانے پینے، طہارت اور دیگر تمام ضروریات میں استعمال کرنا منع ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کھانا پینا انسان کی بنیادی ضرورت ہے کہ جس کے بغیر نہ تو انسان عبادت کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے دیگر معاملات سرانجام دے سکتا ہے اور کھانے پینے کے لئے برتنوں کا استعمال یہ ایک قدیم روایت ہے جو کہ ہر دور میں کچھ تبدیلی کے ساتھ آج ہمارے درمیان بھی موجود ہے۔ کھانے پینے اور طہارت کے لئے مختلف چیزوں سے بنے برتن استعمال کئے جاتے ہیں: مثلاً سونا، چاندی، تانبا، پیتل، لکڑی، مٹی، پتھر وغیرہ۔ سونے چاندی کے سوا ہر قسم کے برتن کا استعمال جائز ہے جبکہ تانبے اور پیتل کے برتنوں پر قَلعی (سفید رنگ کی ملائم دھات) ہونی چاہیے کہ بغیر قَلعی ان کے برتن استعمال کرنا مکروہ ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام و ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اس بارے میں ہے کہ **"سونے چاندی کے علاوہ دیگر پاکیزہ برتنوں میں اور نہر وغیرہ سے برتن اور ہاتھ کے بغیر منہ لگا کر پینا جائز ہے نیز سونے چاندی کے برتن کھانے پینے، طہارت اور دیگر ضروریات میں استعمال کرنا منع ہے۔"** اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 5 احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:774

پتھر کے برتن کا استعمال

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاۃُ فَقَامَ مَنْ کَانَ قَرِیْبَ الدَّارِ اِلٰی اَھْلِہٖ وَبَقِیَ قَوْمٌ فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَۃٍ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ یَّبْسُطَ فِیْہِ کَفَّہٗ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ کُلُّھُمْ. قَالُوا: کَمْ کُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِیْنَ وَزِیَادَۃً.[1]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ وَلِمُسْلِمٍ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دَعَا بِاِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَاُتِیَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِیْہِ شَیْءٌ مِنْ مَاءٍ فَوَضَعَ اَصَابِعَہٗ فِیْہِ. قَالَ اَنَسٌ: فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَی الْمَاءِ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ

---

[1] . . . بخاری، کتاب الوضوء، باب الغسل و الوضوء فی المخضب والقدح۔۔۔ الخ، ۱ / ۹۰، حدیث: ۱۹۵۔

مَا بَيْنَ السَّبْعِيْنَ اِلَى الثَّمَانِيْنَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نماز کا وقت ہوا تو جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ اٹھے اور (وضو کرنے کے لئے) اپنے گھروں کو چلے گئے، کچھ لوگ باقی رہ گئے، پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں پتھر کا ایک برتن لایا گیا وہ برتن اتنا چھوٹا تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دستِ مبارک اس میں نہ آسکتا تھا، اس سے تمام صحابہ کرام نے وضو کیا، لوگوں نے حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا، آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ فرمایا: "اسّی (80) سے کچھ اوپر۔" بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانی کا ایک برتن منگوایا، تو ایک کُشادہ گہرا پیالہ لایا گیا اس میں کچھ پانی تھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی انگلیاں مبارک اس میں رکھ دیں۔ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی انگلیوں سے پانی نکلتا ہوا دیکھ رہا تھا، میں نے وضو کرنے والوں کا اندازہ لگایا تو وہ ستّر (70) سے اسّی (80) کے درمیان تھے۔

ایک معجزے کا ذِکر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک معجزے کا ذِکر ہے کہ پتھر کا ایک چھوٹا سا برتن جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دَستِ اقدس بھی پورا نہ جاسکتا تھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس برتن میں اپنی مبارک انگلیاں رکھیں جن سے پانی نکلنا شروع ہوا اور ستر (70) سے زائد صحابہ کرام نے اس چھوٹے پتھر کے برتن سے وضو کیا۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: ظاہر یہ ہے کہ پانی خود انگلیوں کے درمیان یعنی گاہیوں میں سے ایسے پھوٹا جیسے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہوتا ہے۔ حضور کا یہ معجزہ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے اس معجزہ سے افضل اور عجیب تر ہے کہ پتھر سے پانی کے چشمے پھوٹے۔[2]

---

1 ...بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من التور، ۱/ ۹۱، حدیث: ۲۰۰۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ۸/ ۲۲۰۔

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مذکورہ احادیث پاک سے ضمناً پتھر کے برتن کے استعمال کو بیان فرمایا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام نے جس برتن سے وضو فرمایا وہ برتن پتھر کا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پتھر کے برتن سے وضو کرنا یا دیگر ضروریات میں پتھر کا برتن استعمال کرنا جائز ہے۔ صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سونے چاندی کے سوا ہر قسم کے برتن کا استعمال جائز ہے، مثلاً تانبے، پیتل، سیسہ، بلور وغیرہا۔ مگر مٹی کے برتنوں کا استعمال سب سے بہتر کہ حدیث میں ہے کہ ”جس نے اپنے گھر کے برتن مٹی کے بنوائے، فرشتے اُس کی زیارت کو آئیں گے۔“[1]

حدیث نمبر:775

پیتل کے برتن کا استعمال

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَاَخْرَجْنَا لَہُ مَاءً فِیْ تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّاَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے پیتل کے ایک برتن میں پانی پیش کیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے وضو فرمایا۔

پیتل کا برتن قلعی کیا ہو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں پیتل کے برتن کے استعمال کا ذکر ہے کہ نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاں تشریف لے گئے تو حضرت عبد اللہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وضو کے لئے پیتل کے برتن میں پانی پیش کیا جس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وضو فرمایا۔ دلیل الفالحین میں ہے: ”معلوم

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۳۹۶، حصہ ۱۶۔

2 ... بخاری، کتاب الوضوء، باب الغسل والوضوء فی المخضب والقدح ۔۔۔ الخ، ۱/ ۹۱، حدیث: ۱۹۷۔

ہوا کہ پیتل کے برتن سے وضو کرنا یا دیگر ضروریات میں پیتل کے برتن کو استعمال کرنا منع نہیں اور بعض کا منع فرمانا حدیث کے خلاف ہے تو ایسی صورت میں اختلاف سے بچنے کے لئے پیتل کے برتن سے اجتناب کرنا مستحب نہیں۔"[1] یہ بھی یاد رہے پیتل کا برتن بغیر قلعی کئے ہوئے استعمال نہ کیا جائے۔ صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: تانبے اور پیتل کے برتنوں پر قلعی (سفید رنگ کی ملائم دھات) ہونی چاہیے، بغیر قلعی ان کے برتن استعمال کرنا مکروہ ہے۔[2]

مذکورہ حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "تانبے پیتل وغیرہ جواہرِ ارض کے برتن سے وضو کرنا، اس میں کھانا پینا سب بلا کراہت جائز ہے۔ ایسے برتنوں سے وضو کرنے میں کچھ نقصان نہیں ہوتا ہاں بغیر قلعی کے برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بے قلعی کا برتن جسمانی ضَرر کا باعث ہے اور مٹی کا برتن تانبے پیتل کے برتن سے افضل ہے۔ علماء نے وضو کے آداب و مستحبات سے یہ بھی شمار کیا ہے کہ مٹی کے برتن سے وضو کیا جائے۔ اسی طرح مٹی کے برتن میں کھانا کھانا تواضع کے قریب تر ہے۔"[3]

حدیث نمبر: 776

پیٹ کے بَل جُھک کر پینا

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دَخَلَ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَہُ صَاحِبٌ لَہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنْ کَانَ عِنْدَکَ مَاءٌ بَاتَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ فِیْ شَنَّۃٍ وَ اِلَّا کَرَعْنَا.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ ایک صحابی بھی تھے۔ آپ

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی جواز الشرب من جمیع الاوانی الطاھرۃ۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۵۵، تحت الحدیث: ۷۷۳ ملخصاً۔

2 . . . بہار شریعت، ۳/ ۳۹۶، حصہ ۱۶۔

3 . . . فیوض الباری، ۱/ ۳۸۲۔

4 . . . بخاری، کتاب الاشربۃ، باب شرب اللبن بالماء، ۳/ ۵۸۸، حدیث: ۵۲۱۳۔

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (انصاری سے) فرمایا: اگر تمہارے پاس مشکیزے میں رات کا بچا ہوا پانی ہے (تو لے آؤ) ورنہ ہم (نہر سے) منہ لگا کر پی لیں گے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک ریاض الصالحین میں یہاں تک ہی ہے جبکہ بخاری شریف کی روایت میں مزید یہ ہے کہ اُن انصاری نے عرض کی: میرے پاس رات کا بچا ہوا پانی ہے۔ چنانچہ وہ چھپر کی طرف گئے، پیالہ میں پانی انڈیلا پھر اس میں بکری کا دودھ ملا کر حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیش کر دیا جسے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نوش فرمایا پھر وہ انصاری دوبارہ پانی ملا دودھ لائے تو اُن صحابی نے پیا جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ تھے۔[1]

نہر سے منہ لگا کر پینے کی کراہت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جن انصاری صحابی کے پاس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے اُن کا نام ابو الہیثم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ صحابی حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انصاری سے فرمایا: "اگر تمہارے پاس مشکیزے میں رات کا بچا ہوا پانی ہے (تو لے آؤ)۔" شَن پرانے مشکیزے کو کہتے ہیں جو عموماً پانی کو ٹھنڈا رکھتا ہے چونکہ وہ گرمی کا موسم تھا اور رات کا بچا ہوا پانی طلب فرمانے کی حکمت یہ تھی کہ رات کا بچا ہوا پانی ٹھنڈا اور صاف ہوتا ہے اسی وجہ سے رات کا بچا پانی طلب فرمایا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا کہ "ورنہ ہم نہر سے منہ لگا کر پی لیں گے۔" عربی میں کَرَعْ اس طرح پینے کو کہتے ہیں جس میں برتن یا ہاتھ استعمال نہ ہو یعنی نہر وغیرہ سے منہ لگا کر پی لینا۔ یہ فرمانا بیانِ جواز کے لئے تھا کیونکہ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں اس طرح پانی پینے کی ممانعت ہے اور اس طرح پیٹ کے بل جھک کر پانی پینا مکروہِ تنزیہی ہے۔[2] حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 . . . بخاری، کتاب الاشربۃ، باب شرب اللبن بالماء، ۳/۵۸۸، حدیث: ۵۶۱۳ ملخصا۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب ادب الطعام، باب فی جواز الشرب من جمیع الاوانی الطاہرۃ۔۔۔الخ، ۳/۲۵۵، تحت الحدیث: ۷۶۴ ملخصا۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پیٹ کے بل جُھک کر پانی میں منہ ڈال کر پینے سے منع فرمایا۔[1]

حدیث نمبر:777 سونے چاندی کے برتن میں پینا منع ہے

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نَهَانَا عَنِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ وَالشُّرْبِ فِی آنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ: هِیَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَهِیَ لَکُمْ فِی الْاٰخِرَةِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں: نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ریشمی کپڑوں کے استعمال اور سونے چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا اور فرمایا: یہ ان (کفار) کے لئے دنیا میں ہے اور تمہارے لئے آخرت میں۔

مسلمان کا زیور:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ریشم پہننے اور سونے چاندی کے برتن میں پینے کی ممانعت کو بیان کیا گیا ہے مزید فرمایا گیا ہے کہ یہ نعمتیں کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت یعنی جنت میں۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: جس کپڑے کا تانا (یعنی وہ دھاگا جو کپڑا بننے کے لئے لمبائی میں استعمال ہوتا ہے) بانا (وہ دھاگا جو کپڑا بننے کے لئے چوڑائی میں استعمال ہوتا ہے) یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے، عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اُون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے، دریائی ریشم یا سَن (ایک پودا) کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباج نہیں۔ کفار اگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم انہیں نہ روکو نہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے اِنْ شَآءَ اللّٰہ خوب استعمال کرنا، اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مَردوں نے سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیئے تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا، مسلمان کا

---

1 . . . ابن ماجه، کتاب الاشربة، باب الشرب بالاكف والكرع، ۴/۸۲، حدیث: ۳۴۳۱۔

2 . . . بخاری، کتاب الاشربة، باب الشرب فی آنیة الذهب، ۳/۵۹۳، حدیث: ۵۶۳۲۔

زیور علم اور ہتھیار ہیں۔[1]

حدیث نمبر:778

اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والے

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ آنِیَۃِ الْفِضَّۃِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارَ جَھَنَّمَ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: اِنَّ الَّذِیْ یَاْکُلُ اَوْ یَشْرَبُ فِیْ آنِیَۃِ الْفِضَّۃِ وَالذَّھَبِ.[3] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: مَنْ شَرِبَ فِیْ اِنَاءٍ مِنْ ذَھَبٍ اَوْ فِضَّۃٍ فَاِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارًا مِنْ جَھَنَّمَ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ”جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے۔“ اور دوسری روایت میں ہے کہ ”جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“

سونے چاندی کے برتن کا استعمال حرام ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ اَحادیث مبارکہ میں سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے پر وعید بیان کی گئی ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے والا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا یا کسی اور طریقے سے ان کو استعمال کرنا ناجائز و حرام ہے جس کی سزا نارِ جہنم ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ چاندی سونے کے برتن میں کھانا، پینا، اس کے چمچے استعمال کرنا، اس کی انگیٹھی میں خوشبو سلگانا، اس کی عطر دانی سے عطر لگانا، اس کے برتن سے وضو یا غسل کرنا، اس کے برتنوں سے چھت یا گھر سجانا، اس کی گھڑی میں وقت دیکھنا، اس کے قلم سے لکھنا، مرد وعورت،

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۸۴ ملخصاً۔

2 . . . بخاری، کتاب الاشربۃ، باب آنیۃ الفضۃ، ۳/ ۵۹۳، حدیث: ۵۶۳۴۔

3 . . . مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اوانی الذھب والفضۃ۔۔۔الخ، ص ۸۸۰، حدیث: ۵۳۸۶۔

4 . . . مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اوانی الذھب والفضۃ۔۔۔الخ، ص ۸۸۰، حدیث: ۵۳۸۷۔

چھوٹے بڑے سب کو حرام ہے۔ عورتوں کو چاندی سونے کے صرف زیور پہننے کی اجازت ہے باقی دیگر استعمال ان کو بھی ویسے ہی حرام ہیں جیسے مردوں کو حرام ہیں۔[1] صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا (یعنی دھونی لینا) منع ہے اور یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے، عورتوں کو ان کے زیور پہننے کی اجازت ہے، زیور کے سوا دوسری طرح سونے چاندی کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز ہے۔ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں منہ دیکھنا، ان کی قلم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔ سونے چاندی کی آرسی (ایک زیور جو عورتیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہنتی ہیں، اس میں شیشہ جڑا ہوتا ہے) پہننا عورت کے لیے جائز ہے، مگر اُس آرسی میں منہ دیکھنا عورت کے لیے بھی ناجائز ہے۔ سونے چاندی کی چیزوں کے استعمال کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ ان کو استعمال کرنا ہی مقصود ہو اور اگر یہ مقصود نہ ہو تو ممانعت نہیں، مثلاً سونے چاندی کی پلیٹ یا کٹورے میں کھانا رکھا ہوا ہے اگر یہ کھانا اسی میں چھوڑ دیا جائے تو اضاعتِ مال ہے اُس کو اُس میں سے نکال کر دوسرے برتن میں لے کر کھائے یا اُس میں سے پانی چلّو میں لے کر پیا یا پیالی میں تیل تھا، سر پر پیالی سے تیل نہیں ڈالا بلکہ کسی برتن میں یا ہاتھ پر تیل اس غرض سے لیا کہ اُس سے استعمال ناجائز ہے، لہٰذا تیل کو اُس میں سے لے لیا جائے اور اب استعمال کیا جائے یہ جائز ہے اور اگر ہاتھ میں تیل کا لینا بغرضِ استعمال ہو جس طرح پیالی سے تیل لے کر سر یا داڑھی میں لگاتے ہیں، اس طرح کرنے سے ناجائز استعمال سے بچنا نہیں ہے کہ یہ بھی استعمال ہی ہے۔[2] مزید فرماتے ہیں: ”جس برتن میں سونے چاندی کا کام بنا ہوا ہے اس کا استعمال جائز ہے، جبکہ موضعِ استعمال میں سونا چاندی نہ ہو، مثلاً کٹورے یا گلاس میں چاندی کا کام ہو تو پانی پینے میں اس جگہ منہ نہ لگے جہاں سونا یا چاندی ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ وہاں ہاتھ بھی نہ لگے اور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۷۳۔

2 ... بہار شریعت، ۳/ ۳۹۵، حصہ ۱۶ ملخصاً۔

قولِ اَوّل اَصح (زیادہ صحیح) ہے۔"(1)

مدنی گلدستہ

"جَنَّتُ الفِردَوس" کے 10 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کا معجزہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پتھر سے پانی نکالنے والے معجزہ سے افضل اور عجیب تر ہے۔

(2) پتھر کا برتن وضو یا دیگر ضرویات کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔

(3) جس گھر میں مٹی کے برتن ہوں فرشتے اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں۔

(4) پیتل کا برتن استعمال کرنا درست ہے لیکن بغیر قلَعی اس کا استعمال مکروہ ہے۔

(5) ریشم کا لباس مرد کو حرام ہے البتہ تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اُون کا تو اس کا پہننا حلال ہے۔

(6) عِلمِ دِین اور جہاد کے ہتھیار مسلمانوں کا زیور ہیں۔

(7) پیٹ کے بل جھک کر نہر وغیرہ میں منہ ڈال کر پانی پی سکتے ہیں لیکن اس طرح پینا مکروہِ تنزیہی ہے۔

(8) سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے۔

(9) عورتوں کو سونے چاندی کے صرف زیور پہننے کی اجازت ہے باقی سونے چاندی کا دیگر استعمال ان کو بھی ویسے ہی حرام ہے جیسے مَردوں کو حرام ہے۔

(10) سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے والا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مٹی کے برتنوں میں کھانے پینے کی توفیق دے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے بچائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۳۹۶، حصہ ۱۶۔

کتابُ اللِّبَاس

باب نمبر:117 مختلف رنگ اور اَقسام کے کپڑے پہننے کا بیان

سفید کپڑا پہننے کا استحباب اور ریشم کے علاوہ کپاس، سوت، بالوں اور اون سے بنے ہوئے سرخ، سبز، زرد اور سیاہ رنگ کے کپڑے پہننے کا جواز

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! لباس اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ایسی نعمت ہے جو ضرورت کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے اور زینت کے لیے بھی۔ لباس میں عمامہ، قمیص، شلوار، جُبہ، ٹوپی، چادر، تہبند وغیرہ جو کچھ بھی پہننے میں آئے سب شامل ہیں۔ ”اتنا لباس جس سے ستر عورت ہو جائے اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچے فرض ہے، خاص موقع پر مثلاً جمعہ یا عید کے دن عمدہ کپڑے پہننا مباح ہے۔ اس قسم کے کپڑے روز نہ پہنے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اِترانے لگے اور غریبوں کو جن کے پاس ایسے کپڑے نہیں ہیں نظرِ حقارت سے دیکھے، لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے، بہتر یہ ہے کہ اُونی یا سوتی یا کَتان کے کپڑے بنوائے جائیں جو سنت کے موافق ہوں، نہ نہایت اعلیٰ درجہ کے ہوں نہ بہت گھٹیا بلکہ مُتَوَسِّط قسم کے ہوں کہ جس طرح بہت اعلیٰ درجہ کے کپڑوں سے نمود ہوتی ہے، بہت گھٹیا کپڑے پہننے سے بھی نمائش ہوتی ہے۔“[1] حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مختلف رنگ اور اَقسام کا کپڑا زیبِ تن فرمایا ہے لیکن سفید کپڑا پہننا سب سے افضل ہے۔ ریشم کا لباس پہننا ممنوع ہے، اسی طرح تکبر کے طور پر پہنے جانے والا لباس بھی ممنوع ہے۔ عورتوں کو مَردانہ لباس اور مَردوں کو زنانہ لباس پہننا منع ہے، مرد مردانہ اور عورت زنانہ لباس پہنے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”سفید کپڑے پہننے کے اِستحباب اور ریشم کے علاوہ کپاس، سوت، بالوں اور اُون سے بنے ہوئے سرخ، سبز، زرد اور سیاہ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیتِ کریمہ اور 10 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... بہار شریعت، ۳/ ۴۰۹، حصہ ۱۶ ملتقطاً۔

(1) لباس پہننے کے فوائد

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًاؕ-وَ لِبَاسُ التَّقْوٰىۙ-ذٰلِكَ خَیْرٌؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا۔ (پ۸، الاعراف: ۲۶)

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّین عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرتِ حواء عَلَیْہَا السَّلَام کو زمین پر اُترنے کا حکم دیا اور زمین کو ان کے ٹھہرنے کی جگہ بنایا تو زمین پر وہ تمام چیزیں بھی اُتاریں جن کی انہیں دِین ودنیا میں حاجت تھی اور لباس بھی اُن چیزوں میں تھا کہ جو اُن پر اُتاری گئیں کیونکہ لباس وہ چیز ہے جس کی دِین ودنیا میں ضرورت ہے، لباس کا دِینی فائدہ یہ ہے کہ یہ ستر کو چھپاتا ہے اور نماز کے درست ہونے کے لیے سترِ عورت (ناف سے گھٹنے تک پردہ) کرنا شرط ہے اور اس کا دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ یہ سردی وگرمی سے بچاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیت میں اپنے بندوں پر احسان جتایا ہے کہ اس نے انہیں ایسا لباس عطا کیا ہے جس سے وہ اپنے شرم کی چیزیں چھپاتے ہیں۔“[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”کپڑے دو قسم کے عطا فرمائے، ستر پوشی والے جیسے گاڑھا کھدر اور دوسرے سوتی کپڑے اور دوسرے زینت والے جیسے باریک ململ ریشمی اعلیٰ درجے کے اُونی کپڑے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لباس سے ستر بھی زینت بھی۔ اس ستر اور زینت میں چند احتمال ہیں، ایک یہ کہ لباسِ فرضی ستر ہے جو کہ صرف ناف سے گھٹنے تک ہے اور لباسِ سنت زینت ہے کہ کُرتہ تہبند عمامہ جوتا زینت ہے، یہ سنت ہے، دوسرے یہ کہ موٹے لباس صرف ستر ہیں جیسے ٹاٹ کمبل وغیرہ، اعلیٰ درجے کا لباس لٹھا ململ وغیرہ زینت۔ تیسرے یہ کہ روزانہ اور کام کاج کا لباس ستر ہے، خاص موقع کا لباس زینت جیسے جمعہ، عیدین، شادی بیاہ دوستوں کی ملاقات کا لباس۔“ مزید فرماتے ہیں:

---

1 . . . تفسیر خازن، پ۸، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۶، ۲/ ۸۵۔

”خیال رہے کہ تقویٰ کو خیر فرمایا چند وجہ سے، ایک یہ کہ جسمانی لباس پھٹ گل جاتا ہے تقویٰ ابد الآباد (یعنی ہمیشہ ہمیشہ) تک ساتھ رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جسمانی لباس ہر مومن و کافر کو مل جاتا ہے جیسے دولہا کے سر کی بکھیر ہر ایک لوٹ لیتا ہے مگر لباسِ تقویٰ خاص پیاروں کو ہی ملتا ہے۔ جیسے برات کا کھانا جوڑے اگرچہ وہ بھی دولہا کا صدقہ ہے مگر ملتا ہے خاص دوستوں خاص کمینیوں کو۔ تیسرے یہ کہ جسمانی لباس ہر جگہ مل کارخانوں میں بنتا ہے مگر لباسِ تقویٰ خاص مدینہ منورہ میں بنتا ہے، اَولیاء اللہ کی دُکانوں ان کے آستانوں سے ملتا ہے جیسا کارخانہ اعلیٰ ویسا کپڑا اعلیٰ۔“[1]

(2) گرمی اور جنگ میں پہننے کا لباس

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ (پ۱۴، النحل: ۸۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے گرمی سے محفوظ رکھنے والے اور جنگ میں حفاظت کرنے والے لباس کا ذکر فرمایا ہے۔ عَلَّامَہ اِسْمَاعِیل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”پہناوے سے مراد ہر وہ چیز ہے جو لباس کے طور پر پہنی جائے یعنی تمہارے لیے روئی، سوت اور اون سے کپڑے تیار کیے تاکہ تمہیں گرمی سے محفوظ رکھیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ گرمی کے ساتھ سردی کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ تو اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ گرمی کی ضد ہونے کی وجہ سے سردی پر بھی اس کی دلالت پائی جا رہی ہے جبکہ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب میں لوگ گرمی سے بچنے کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں کیونکہ گرم علاقہ ہونے کی وجہ سے وہاں گرمی شدید ہوتی ہے جبکہ وہاں کی سردی اتنی سخت نہیں ہوتی۔ ہاں! عرب کے مقابلہ میں روم کے علاقوں میں سردی کی شدت بہت زیادہ ہوتی ہے اسی لیے مشہور ہے کہ گرمی تو انسان کو صرف تکلیف پہنچاتی

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ۸، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۶، ۸ / ۳۶۴، ۳۶۵ ملتقطاً۔

ہے مگر سردی تو انسان کو ہلاک ہی کر دیتی ہے۔"[1] عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "(اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا کہ کچھ پہناوے بنائے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں) یعنی زرہ، جنگی پوشاک اور وہ تمام لباس جو جنگ میں اسلحہ کے لیے پہنے جاتے ہیں مطلب یہ کہ تمہارے لیے ایسے لباس بنائے کہ جو تمہیں جنگ میں اسلحہ (یعنی نیزہ، تلوار اور تیروں وغیرہ) سے محفوظ رکھیں۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:779

سفید لباس پہنو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "سفید لباس پہنا کرو کیونکہ وہ تمہارے کپڑوں میں بہترین ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔"

فرشتوں کا لباس:

مذکورہ حدیث پاک میں سفید کپڑے پہننے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ "سفید رنگ کا لباس تمام لباس سے افضل ہے، اور یہ ان فرشتوں کا لباس ہے کہ جنہوں نے غزوۂ اُحد کے دن اور اس کے علاوہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد کی تھی، حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی سفید لباس زیب تن فرماتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دلاتے اور مُردوں کو سفید کپڑے میں کفن دینے کا حکم ارشاد فرماتے تھے۔"[4]

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "سفید لباس سب سے بہترین لباس ہے

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۸۱، ۵/۶۲ ملخصاً۔

2 . . . تفسیر خازن، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۸۱، ۳/۱۲۷۔

3 . . . ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما یستحب من الاکفان، ۲/۳۰۱، حدیث: ۹۹۶۔

4 . . . عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض، ۱۵/۶۲۳، تحت الباب۔

کیونکہ اسے رنگنے کی تکلیف نہیں اُٹھانی پڑتی اور اس پر گندگی بھی نہیں لگی رہتی کیونکہ سفید ہونے کی وجہ سے اس پر داغ چھپتا نہیں فوراً ظاہر ہو جاتا ہے اور اسے دور کر دیا جاتا ہے اور رنگین کپڑے تکبر اور فخر کے لیے بھی پہنے جاتے ہیں جبکہ سفید کپڑا بہت عام ہوتا ہے اور بآسانی مُیَسَّر آجاتا ہے لیکن جب دنیادار لوگوں نے سفید کپڑے کی چمکائی اور صفائی میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا تو زُہد اختیار کرنے والے ایک طبقے نے سفید کپڑے کو ترک کر دیا اور انہوں نے سیاہ اور اس جیسے دوسرے کپڑے پہن لیے کیونکہ ان کپڑوں پر داغ واضح نہیں ہوتا اور اسی لیے انہیں بار بار دھونے کی تکلیف بھی نہیں اُٹھانی پڑتی یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف سفید لباس ہی نہیں پہنتے تھے بلکہ طبعیت کے موافق سبز، سرخ، سفید اور دیگر رنگوں کے لباس بھی زیبِ تن فرماتے تھے۔"[1] مذکورہ حدیث پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ تم اپنے مُردوں کو سفید کپڑے میں کفن دیا کرو۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ حکم اِستحبابی ہے کہ زندوں اور مُردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ، پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"سفید" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) سفید لباس تمام لباسوں میں افضل ہے اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے پہننے کی ترغیب دلائی ہے۔

(2) غزوۂ اُحد کے دن حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد کیلئے آنے والے فرشتوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔

(3) سفید لباس پہننا مستحب ہے اور یہ رنگین لباس سے بہتر ہے کیونکہ اس پر داغ واضح ہو جاتا ہے اور اسے دھو دیا جاتا ہے جبکہ رنگین کپڑوں پر داغ واضح نہیں ہوتے، رنگین کپڑے تکبر و فخر کے لیے بھی پہنے جاتے ہیں۔

---

1 . . . فیض القدیر، حرف الخاء، ۳/ ۶۲۴، تحت الحدیث: ۴۰۶۲۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۶۳۔

(4) مُردوں کو سفید کپڑے میں کفن دینا مستحب ہے اور عورت کو ریشمی، سوتی، سُرخ، پیلا یا کسی اور رنگ کا کفن دینا جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سفید لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:780

پاکیزہ اور ستھرا لباس

عَنْ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِلْبَسُوا الْبَیَاضَ فَاِنَّہَا اَطْہَرُ وَاَطْیَبُ وَکَفِّنُوْا فِیْہَا مَوْتَاکُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سَمُرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ نہایت ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔''

سفید کپڑے کی خصوصیات:

مذکورہ حدیث پاک میں سفید لباس پہننے کی ترغیب دی گئی ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''اَطْیَبُ بنا ہے طَیِّبٌ سے اگر طَیِّبٌ خبیث کا مقابل ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے جیسے ربّ تعالیٰ کا فرمان: ﴿لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ﴾ (پ۷، المآئدۃ: ۱۰۰) (ترجمۂ کنزالایمان: ستھرا اور گندہ برابر نہیں۔) ورنہ اس کے معنی ہوتے ہیں پسندیدہ شرعاً یا عقلاً یا طبعاً یہاں اس ہی آخری معنیٰ میں ہے یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھو لیا جاتا ہے، رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے، نیز رنگین کپڑے کے دھونے میں رنگ ڈھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں، نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ عارضی، جتنا حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیاہ عمامہ

---

[1] ... ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی لبس البیاض، ۴/ ۳۷۰، حدیث: ۲۸۱۹۔

باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری والا جوڑا پہنا یا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیانِ جواز کے لیے ہے یہ فرمانِ عالی بیانِ استحباب کے لیے۔ بعض طلباء صوفیاء رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اس لیے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں ورنہ مسلمان کے لیے سفید کپڑا بہت ہی بہتر ہے۔"(1)

ظاہر و باطن کو سفید رکھو:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے مرقاۃ میں اِس حدیث پاک کے تحت سفید لباس پر بڑی اعلیٰ گفتگو فرمائی ہے، اس میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے کہ سفید لباس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر کو صاف رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے باطن کو بھی حسد، خیانت، عداوت اور تمام بُرے اخلاق سے پاک کرے کہ یہ چیزیں نجاستِ حکمیہ سے مشابہت رکھتی ہیں بلکہ یہ چیزیں حقیقی نجاست ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ انسان کا ظاہر اس کے باطن پر دلالت کرتا ہے، بدن اور کپڑوں کی ظاہری طور پر صفائی ستھرائی اور ان کی تزیین و آرائش باطن کے معاملے میں گہرا اثر رکھتی ہے، اسی لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ (پ۲۹، المدثر: ۳، ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

تو اس آیت مبارکہ میں ظاہر و باطن کو جمع کیا گیا ہے، اور حدیث شریف میں بھی اس بات کی طرف ایک پوشیدہ اشارہ ہے کہ دنیا میں سفید لباس پہننا زیادہ پسندیدہ ہے کہ اس سے اہلِ آخرت کا لباس یاد آتا ہے۔ پھر جان لو کہ کفن میں سفید کپڑا سب سے افضل اس لیے ہے کہ میت کو بار بار فرشتوں کے رُوبرُو ہونا پڑتا ہے اور یہ ایسا ہی معاملہ ہے جیسے کسی محفل یعنی علما و اکابرین سے ملاقات کے لیے یا جماعت کے لیے مسجد میں جانے والا اچھا لباس پہنتا ہے اسی طرح مُردے کو فرشتوں کی مجلس میں جانے کے لیے سفید کفن دیا جاتا ہے۔ اور عید کے لباس کے بارے میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس دن زیادہ قیمتی لباس پہننا چاہیے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت اور اس کے احسانات اور زینت کا اظہار ہو اور اس کی تائید وہ حدیث پاک کرتی ہے کہ جو جامع

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۴ ملخصاً۔

صغیر میں بِرِوایت امام بیہقی نقل کی گئی ہے، چنانچہ حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ ”حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عیدین اور جمعہ کے دن اپنی سُرخ چادر پہنتے تھے۔“ اور یہاں سرخ چادر سے مراد یہ ہے کہ اس چادر پر سرخ دھاریاں یعنی لکیریں تھیں۔[1]

مدنی گلدستہ

”سفید لباس“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ نہایت سُتھرا اور پاکیزہ ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔“

(2) رنگین کپڑے کے دھونے میں رنگ ڈُھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں اور سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ عارضی ہے۔

(3) جس طرح ظاہری طور پر سفید و صاف لباس پہننا چاہیے اسی طرح اپنے باطن کو بھی حسد، خیانت، دھوکہ دہی اور تمام بُری صفات سے پاک رکھنا چاہیے۔

(4) بدن اور لباس وغیرہ کو پاک وصاف رکھنے سے باطن پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔

(5) سفید لباس پہننا اس لیے بھی افضل ہے کہ اس سے اہلِ آخرت کا لباس یاد آتا ہے۔

(6) مُردے کو سفید کفن دینا اس لیے بھی افضل ہے کہ وہ فرشتوں کے مقابل ہوتا ہے، جس طرح زندگی میں انسان علماء و صلحاء سے ملاقات کے وقت اچھا لباس پہنتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد فرشتوں کے رُوبَرو ہونے کی وجہ سے مُردے کو بھی بہترین رنگ یعنی سفید کپڑے میں کفنایا جاتا ہے۔

(7) عید کے دن اعلیٰ اور قیمتی کپڑا پہننا افضل ہے تاکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور اُس کے اِحسانات کا خوب اِظہار ہوسکے۔

---

[1] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ۸/۱۴۵، تحت الحدیث: ۴۳۴۷ ملخصاً۔

(8) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عیدین اور جمعہ میں سُرخ دھاریوں والی چادر پہنتے تھے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں پاکیزہ اور ستھرا سفید لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے مُردوں کو بھی سفید کپڑے میں کفنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:781

کبھی آپ سا حسین نہ دیکھا

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا وَلَقَدْ رَاَیْتُہُ فِیْ حُلَّۃٍ حَمْرَاءَ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْہُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا براء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میانہ قد تھے اور میں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سُرخ حُلہ میں دیکھا تو میں نے آپ سے زیادہ حسین کبھی کوئی نہ دیکھا۔"

سُرخ کپڑے پہننے کا حکم:

مذکورہ حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا براء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سُرخ جوڑے میں دیکھا۔ "یہاں سرخ سے مراد خالص (معصفر یعنی کُسُم میں رنگا ہوا) سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص (مُعَصْفَر) سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مُخَطَّط بِالْاَحْمَرْ (سرخ دھاری والا) مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سُرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حُلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حُلہ یمنی تھا حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو یمنی لباس محبوب تھا۔"[2]

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "(مُعَصْفَر یعنی کُسُم کا رنگا ہوا) سُرخ رنگ والا کپڑا اکثر فقہاء کے نزدیک ممنوع ہے، جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سرخ حُلّہ پہنا تھا یعنی اِزار اور چادر سرخ پہنے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں سُرخ غیر مُعَصْفَر (یعنی کُسُم کے علاوہ کسی اور چیز

1 ... بخاری، کتاب اللباس، باب الثوب الاحمر، ۴/ ۶۴، حدیث: ۵۸۴۸ بتغیر قلیل۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۹۔

سے رنگے ہوئے) دھاگے تھے۔ خطابی نے کہا دھاگے کو سرخ رنگ دے کر کپڑا بُنا جائے تو وہ منع نہیں، ممنوع وہ ہے جو بُننے کے بعد سرخ رنگ کیا جائے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جس کپڑے میں سرخ کے علاوہ اور رنگ مثلاً سیاہ و سفید ہو تو حرج نہیں، جن اَحادیث میں سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مذکور ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس میں سرخ لکیریں تھیں خالص سرخ نہ تھا۔"[1]

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "کُسُم[2] کا رنگا ہوا سرخ اور کیسر[3] کا (رنگا ہوا) زرد (کپڑا) جنہیں مُعَصْفَر و مُزَعْفَر کہتے ہیں مَرد کو پہننا ناجائز و ممنوع ہے اور ان سے نماز مکروہِ تحریمی اور خالص سرخ غیر مُعَصْفَر میں اِضطرابِ اَقوال ہے (یعنی مختلف اقوال ہیں) اور صحیح و مُعْتَمَد جواز بلکہ علامہ حسن شرنبلالی (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے فرمایا: اس کا پہننا مستحب۔ حق یہ کہ اَحادیثِ نہی (یعنی جن اَحادیث میں منع ہے) سرخ مُعَصْفَر (یعنی کُسُم سے رنگے ہوئے کپڑے) کے بارے میں ہیں۔ جیسے حدیث اِبنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور اَحادیث جواز (یعنی جن احادیث میں اجازت ہے) سرخ غیر معصفر میں اور حضور اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سرخ جوڑا پہننا بیانِ جواز کے لئے ہے۔"[4] مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ "یہ فرمان ترکیبی ہے یعنی قریباً درمیانہ تھے کیونکہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قدرے طویل قد تھے۔"[5]

مدنی گلدستہ

"مدینہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حُلّہ میں دو کپڑے ہوتے ہیں، ایک اِزار اور ایک چادر۔

---

1 ... تفہیم البخاری، ۹/ ۱۰۷۔

2 ... کڑ کا پھول جس سے شہاب (یعنی نہایت سرخ رنگ) نکلتا ہے اس سے سرخ کپڑے رنگے جاتے ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۰۶۹)

3 ... زعفران، زرد رنگ کا ایک نہایت خوشبودار پھول۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۳۲)

4 ... فتاوی رضویہ، ۲۲/ ۱۹۶، ۱۹۷ ملتقطاً۔

5 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۹۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو حلہ زیبِ تن فرمایا تھا وہ یمنی حلہ تھا اور وہ پورا سرخ نہیں تھا بلکہ اس پر سرخ اور ہرے رنگ کی دھاریاں تھیں اور اس کا کپڑا سوتی تھا۔

(3) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یمنی لباس کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

(4) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام درمیانہ قامت ہیں، نہ آپ کا قد زیادہ لمبا نہ پست بلکہ قدرے طویل ہے۔

(5) مردوں کے لیے کُسُم سے رنگا ہوا سرخ لباس پہننا منع ہے اور اس میں نماز مکروہِ تحریمی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:782

حضور نے سُرخ لباس زیب تن فرمایا

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَھْبِ بْنِ عَبْدِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّةَ وَھُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّةٍ لَہٗ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْئِہٖ فَمِنْ نَاضِحٍ وَنَائِلٍ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ سَاقَیْہِ فَتَوَضَّاَ وَاَذَّنَ بِلَالٌ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاہُ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا یَقُوْلُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا: حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ثُمَّ رُکِزَتْ لَہٗ عَنَزَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْہِ الْکَلْبُ وَالْحِمَارُ لَا یُمْنَعُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو جُحَیْفَہ وہب بن عبد **اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مکہ مکرمہ میں دیکھا، آپ وادیٔ اَبْطَح میں چمڑے کے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے، حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے وضو کا پانی لے کر باہر تشریف لائے، تو کسی کو اس کے چھینٹے نصیب ہوئے اور کسی نے وہ پانی حاصل کر لیا اتنے میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سُرخ جوڑا پہنے باہر تشریف لائے گویا کہ میں اِس وقت بھی رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اذان دی، میں اُن کے منہ کی طرف دیکھنے

[1] ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب سترۃ المصلی، ص ۲۰۳، حدیث: ۱۱۱۹۔

لگا، وہ منہ کو دائیں جانب پھیر کر حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ کہتے اور بائیں جانب پھیر کر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے تھے، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے ایک نیزہ گاڑا گیا اور آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، آپ کے آگے سے کُتے اور گدھے گزر رہے تھے لیکن انہیں روکا نہیں جاتا تھا۔"

تبرکات سے برکت حاصل کرنا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سرخ جوڑا زیبِ تن فرمایا۔ "سُرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا (مُعَصْفَر یعنی کُسُم کا رنگا ہوا سرخ) کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مَرد کے لیے منع ہے بلکہ سُرخ خُطُوط (یعنی سُرخ دھاگوں) سے مُخَطَّط (دھاری دار تیار کردہ) کپڑا مراد ہے یا سرخ سُوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہٰذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔"[1]

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنَا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وضو کا پانی لے کر باہر تشریف لائے تو کسی کو صرف اس کے چھینٹے نصیب ہوئے اور کسی کو وہ پانی نصیب ہوا اس کے بعد حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے وضو فرمایا۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی ایک بات جو پہلے واقع ہوئی اسے بعد میں اور جو بعد میں ہوئی اسے پہلے بیان کیا گیا ہے، یہاں حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا پانی لے کر آنا پہلے بیان کیا گیا ہے اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وضو کرنا بعد میں لیکن در حقیقت حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہلے وضو فرمایا اور اس کے بعد حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے وضو کا پانی لے کر خیمے سے باہر تشریف لائے اور پھر لوگوں نے اس پانی سے برکت حاصل کی۔ نیز اس حدیث پاک میں بزرگوں کے تبرکات اور ان کے لباس، کھانے پینے اور وضو کے پانی وغیرہ سے جو بچ جائے اس سے برکت حاصل کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔"[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے خیمہ میں وضو کیا، غسالہ (استعمال شدہ پانی) ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب سترۃ المصلی...الخ، ۲/ ۲۱۹، الجزء الرابع۔

باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کرلیں، صحابہ کرام (رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ) اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے، اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیوں کہ وہ پانی حضور کے اَعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہوگیا اور نور گر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکادیتی ہے، حضور کے جسمِ اَطہر سے لگا ہوا پانی رُوح واِیمان مہکادے گا۔"[1] حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے ایک نیزہ گاڑا گیا اور آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، آپ کے آگے سے کُتے اور گدھے گزر رہے تھے لیکن انہیں روکا نہیں جاتا تھا" کیونکہ امام کا سُترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"جنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) بزرگوں کے تبرکات اور ان کے لباس، کھانے پینے اور وضو کے پانی وغیرہ سے جو بچ جائے اس سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے غسالہ سے برکتیں حاصل کرتے تھے کہ حضور کے اعضاء سے لگا ہوا پانی نورانی اور نور گر ہے، جسمِ اَطہر سے لگا ہوا پانی روح وایمان کو مہکا دیتا ہے۔

(3) امام کا سُترہ ساری جماعت کا سُترہ ہوتا ہے اور اس کے آگے سے گزرنا جائز ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ممنوعہ سُرخ کپڑے پہننے سے بچائے اور بزرگانِ دِین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 783

دو سبز رنگ کے کپڑے

عَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ملخصاً۔ 2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۔

ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو رِمثہ رَفاعہ تیمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ پر سبز رنگ کے دو کپڑے تھے۔"

جنتیوں کا لباس:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سبز رنگ کا کپڑا بھی زیب تن فرمایا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو رِمثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دو سبز رنگ کے کپڑوں میں دیکھا۔ "یہ دو کپڑے قمیض اور تہبند شریف تھے اور یہ دونوں بالکل سبز تھے یا ان میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، نیز جنتیوں کا لباس بھی سبز ہو گا، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۲۱) (ترجمۂ کنز الایمان: ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے۔) اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے ہرے رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے اور اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔"[2] عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "سبز لباس اہلِ جنت کا لباس ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ﴾ (پ ۱۵، الکھف: ۳۱) ترجمۂ کنز الایمان: "اور سبز کپڑے کریب (ریشم کے باریک) اور قنادیز (موٹے) کے پہنیں گے۔" اور یہی بات سبز رنگ کی فضیلت اور اس میں رغبت کے لیے کافی ہے۔"[3]

مدنی گلدستہ

"نبی" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سبز رنگ کا لباس بھی زیبِ تن فرمایا ہے۔

---

1 . . . نسائی، کتاب الزینۃ، باب لبس الخضر من الثیاب، ص ۸۴۳، حدیث: ۵۳۲۹۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۱۵ ملخصا۔

3 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب اللباس، باب الثیاب الخضر، ۹/ ۱۰۲۔

(2) اہلِ جنت کا لباس بھی سبز رنگ کا ہے۔

(3) مرد کے لیے سبز رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے اور اگر اس لیے پہنے کے حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی سبز رنگ کا لباس پہنا ہے تو پھر مستحب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں لباس پہننے کی سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:784

سیاہ عمامہ پہننا

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ.(1)

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فتح مکہ کے روز (مکہ معظمہ میں) داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔“

فتح مکہ کے دِن سیاہ عمامہ پہننے کا راز:

مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے دن جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ سر اَقدس پر سجایا ہوا تھا۔ جَمْعُ الْوَسَائِل میں ہے: ”(فتح مکہ کے دن) سیاہ عمامہ شریف سجانے میں راز یہ تھا کہ اس (سیاہ عمامہ) میں اشارہ ہے کہ یہ دِین تبدیل ہونے والا نہیں ہے جیسا کہ سیاہ رنگ تبدیل نہیں ہوتا جبکہ دوسرے رنگ (کہ وہ جلدی) بدل جاتے ہیں۔“(2)

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصًا خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصًا محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔“(3)

---

1 ... مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ص ۵۴۴، حدیث: ۱۳۵۸۔

2 ... جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۰۴، الجزء الاول۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۰۳۔

ایک اِشکال اور اُس کا جواب:

مذکورہ حدیثِ پاک پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس حدیثِ پاک میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فتحِ مکہ کے روز جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا جبکہ ایک دوسری حدیثِ پاک میں ہے کہ آپ کے سر پر خود تھا تو بظاہر یہ دونوں روایات مُتضاد نظر آتی ہیں لیکن ان احادیث میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ ”یا تو حدودِ حرم میں داخلہ کے وقت حضورِ انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حدودِ حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے ہوئے تھے اور بیتُ اللہ شریف میں یعنی مسجدِ حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا۔“[1] حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دے سکتے ہیں کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود یعنی لوہے کی ٹوپی تھی لیکن بعد میں آپ نے عمامہ شریف پہن لیا اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے خطبہ مکہ مکرمہ پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد کعبہ معظمہ کے دروازے کے پاس دیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آپ نے خود پہنا ہوا تھا اور بعد میں خود اُتار کر عمامہ شریف پہنا۔“[2]

مدنی گلدستہ

”حرم“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) فتحِ مکہ کے روز جب حضور عَلَیْہِ السَّلَام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔

(2) فتحِ مکہ کے دن سیاہ عمامہ شریف سجانے میں یہ راز تھا کہ اس سیاہ عمامہ میں اشارہ ہے کہ یہ دین تبدیل

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۰۳۔

2 ... اکمال المعلم، کتاب الحج، باب النھی عن حمل السلاح بمکۃ بلا حاجۃ، ۴/ ۴۷۶، تحت الحدیث: ۱۳۵۸ ملخصاً۔

ہونے والا نہیں ہے جیسا کہ سیاہ رنگ تبدیل نہیں ہوتا۔

(3) سیاہ عمامہ پہننا جائز ہے مگر خصوصاً محرم میں خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا روافض سے تشبیہ کی وجہ سے منع ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمامہ شریف کی سنت اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:785

سیاہ عمامہ پہنے خطبہ دینا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ قَدْ اَرْخٰی طَرَفَیْھَا بَیْنَ کَتِفَیْہِ۔[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ۔[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید عَمرو بن حُرَیْث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”گویا کہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھ رہا ہوں آپ پر سیاہ عمامہ شریف تھا اور آپ نے اس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔“ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ کے سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔

عمامہ کے متعلق مدنی پھول:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ خطبہ و نماز عمامہ کے ساتھ بہتر ہے۔ ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔ ❁ دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔ ❁

1 . . . مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ص ۵۴۴، حدیث: ۱۳۵۹ بتغیر قلیل۔

2 . . . مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ص ۵۴۴، حدیث: ۱۳۵۹۔

تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے، شملہ ضرور چاہیے۔ ❁ چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت ابو درداء (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُما) اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے، اسی سنت کی بنا پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عبد الرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"خطبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مرض وفات کے خطبہ میں سیاہ عمامہ شریف پہنا تھا۔

(2) خطبہ و نماز عمامہ میں بہتر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔

(3) سیاہ عمامہ پہننا بھی سنت ہے اور عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں، بغیر شملہ کا عمامہ خلاف سنت ہے۔

(4) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کی ادائیگی کی نیت سے عمامہ شریف پہننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:786

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.[2]

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۴۴ ملخصاً۔

2 ... مسلم، کتاب الجنائز، باب في كفن الميت، ص ٣٦٥، حدیث: ٩٤١۔

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سحول کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ۔“

(امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں:) سحول یمن کا ایک علاقہ ہے جس کی طرف سحولی کپڑے منسوب ہیں۔

اونی اور ریشمی کفن خلافِ سنت ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کفن مبارک بیان کیا گیا ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سوتی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے، اُونی یا ریشمی کفن سنت کے خلاف ہے بلکہ مرد کے لیے ریشمی کفن حرام ہے۔ یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قمیص مراد نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اُتار لی گئی تھی، لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص، ازار اور لفافہ کہ وہاں کفن کی قمیص مراد ہے۔ عمامہ کے متعلق بعض علما نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ تھا، اس بنا پر مشائخ، علما، صوفیا کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم“[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”بعض متاخرین نے اَشراف (سادات) کے لیے کفن میں عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ عمامہ کا شملہ میت کے چہرے کی طرف رکھیں پشت کی جانب نہ رکھیں جس طرح زندگی میں پشت کی جانب ڈالتے ہیں۔ عمامہ سے مراد وہ کپڑا ہے جس کے تین بل آجائیں، امام احمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک اسی طرح ہے۔“[2] فتاویٰ امجدیہ میں ہے: ”کفن میں عمامہ ہونا علما و مشائخ کیلئے جائز، عوام کیلئے مکروہ ہے۔“[3]

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۶۲۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، باب غسل المیت و تکفینہ، ۱/ ۶۷۱۔

3 . . . فتاویٰ امجدیہ، ۱/ ۳۶۷ ملخصا۔

مدنی گلدستہ

”کعبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

(2) سفید کپڑے کا کفن دینا سنت ہے، اونی اور ریشمی کپڑے کا کفن خلاف سنت ہے بلکہ مرد کے لیے ریشمی کفن حرام ہے۔

(3) بعض علماء متاخرین نے مشائخ و علما کو کفن میں عمامہ دینا مستحب قرار دیا ہے۔

(4) کفن میں جب عمامہ دیا جائے گا تو اس کا شملہ میت کے ایک پہلو میں رکھیں پشت پر اس طرح نہ ڈالیں جس طرح زندگی میں ڈالتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مُردوں کو سنت کے مطابق کفن دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:787

سیاہ اُون سے بنی ہوئی چادر پہننا

عَنْ عائشۃ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاۃٍ وَعَلَیْہِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک صبح سیاہ اون سے بنی ہوئی چادر پہن کر باہر تشریف لائے جس پر کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔“

[1] ... مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب التواضع فی اللباس...الخ، ص ۸۸۸، حدیث: ۵۴۴۵۔

اُون کا کپڑا سب سے پہلے کس نے پہنا؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں اس بات کی دلیل ہے کہ بالوں یعنی اون کا لباس اور سیاہ رنگ کا لباس پہننا جائز ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ غیر جاندار چیز کی تصویر بنانا جائز ہے۔“[1] صَدْرُ الشَّرِیْعَہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اُون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ کپڑے پہنے۔ حدیث میں ہے کہ اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلّت ہے اور آخرت میں نور ہے اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کملی ہوتی، مگر دل مَخزنِ اَنوارِ الٰہی اور مَعْدنِ اَسرار نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباسہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقرا اور غربا کو کہاں ملیں، انھیں تو امرا اور رُؤسا استعمال کرتے ہیں۔“[2]

مدنی گلدستہ

”صوفی“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سیاہ اون سے بنی ہوئی ایسی چادر بھی استعمال فرمائی ہے کہ جس پر اونٹوں کے کجاووں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔

(2) اون اور سیاہ رنگ کا ایسا لباس پہننا جائز ہے کہ جس پر غیر جاندار چیز کی تصویر بنی ہوئی ہو۔

(3) اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

---

1. . . . دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی استحباب الثوب الابیض۔۔۔الخ، ۳/ ۲۶۴، تحت الحدیث: ۷۸۵۔
2. . . . بہار شریعت، ۳/ ۴۱۶، حصہ ۱۶۔

وَالسَّلَام نے یہ کپڑے پہنے۔

(4) صُوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگانِ دِین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صُوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سادہ لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے اور غیر شرعی فیشن والے لباس سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

تنگ آستین والا جبہ

حدیث نمبر:788

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْ مَسِیْرٍ فَقَالَ لِیْ: اَمَعَکَ مَاءٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِہٖ فَمَشٰی حَتّٰی تَوَارٰی فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ ثُمَّ جَاءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَیْہِ مِنَ الْاِدَاوَۃِ فَغَسَلَ وَجْھَہٗ وَعَلَیْہِ جُبَّۃٌ مِنْ صُوْفٍ فَلَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُّخْرِجَ ذِرَاعَیْہِ مِنْھَا حَتّٰی اَخْرَجَھُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّۃِ فَغَسَلَ ذِرَاعَیْہِ وَمَسَحَ بِرَاْسِہٖ ثُمَّ اَھْوَیْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّیْہِ فَقَالَ: دَعْھُمَا فَاِنِّیْ اَدْخَلْتُھُمَا طَاھِرَتَیْنِ وَمَسَحَ عَلَیْھِمَا.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: وَعَلَیْہِ جُبَّۃٌ شَامِیَّۃٌ ضَیِّقَۃُ الْکُمَّیْنِ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَنَّ ھٰذِہِ الْقَضِیَّۃَ کَانَتْ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات سفر میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ تھا، آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ پس آپ سواری سے نیچے تشریف لائے اور ایک طرف چل پڑے یہاں تک کہ رات کی سیاہی میں اوجھل ہو گئے پھر واپس تشریف لائے تو میں نے برتن سے آپ پر پانی ڈالا اور آپ نے چہرۂ انور دھویا، آپ اونی جبہ زیب تن کیے ہوئے تھے، (چونکہ جبہ تنگ تھا تو) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے بازو باہر نہ نکال سکے لہٰذا آپ

---

1 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب جبۃ الصوف فی الغزو، ۴/ ۵۰، حدیث: ۵۷۹۹ بتغیر۔

2 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین، ص ۱۶۹، حدیث: ۶۲۹۔

3 . . . بخاری، کتاب المغازی، باب: ۸۳، ۳/ ۱۵۰، حدیث: ۴۴۲۱ ماخوذاً۔

نے جبہ کے نیچے سے نکال کر انہیں دھویا اور سر کا مسح کیا، پھر میں آپ کے موزے اُتارنے کے لیے نیچے جھکا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”انہیں چھوڑ دو میں نے انہیں وضو کر کے پہنا ہے اور پھر آپ نے ان پر مسح فرمایا۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”آپ نے تنگ آستین والا شامی جبہ پہنا ہوا تھا۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ ”یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا۔“

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا زمین پر پہلا لباس:

مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اون کے تنگ آستین والا شامی جبہ زیب تن فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ تنگ آستین والا جبہ روم کا تھا۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان ان دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”بعض روایات میں ہے کہ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے شامی جبہ پہنا، چونکہ اس زمانہ میں شام روم کا ماتحت تھا اس لیے ملک شام کو بھی روم کہہ دیا جاتا تھا یا مطلب ہے کہ بنا ہوا روم کا تھا سلا ہوا شام کا بہر حال احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ کپڑا اونی ہوتا تھا موٹا بنا ہوا بہت سادہ۔ حضرات صوفیا کرام بھی اکثر صوف یعنی اونی کپڑے پہنتے ہیں اس لیے انہیں صوفی کہا جاتا ہے یعنی صوف پہننے والے حضرت آدم و حوا نے زمین پر آکر پہلے اونی کپڑا پہنا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اکثر صوف پہنتے اور درختوں کے پھل وغیرہ کھاتے تھے، جہاں شام آجاتی سو رہتے تھے۔ خواجہ حَسَن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی سب کا لباس صوف یعنی اُون کا تھا، فقہا فرماتے ہیں کہ سفر میں تنگ آستین کی قمیص افضل ہے اور گھر کھلی آستین کی قمیص بہتر ہے۔ صحابہ کرام کی آستین ایک بالشت چوڑی ہوتی تھیں۔“[1]

کفار کے بنائے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم:

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ”حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غنیمتًا آیا ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۹۱۔

وضع کا لباس پہننا جائز ہے، ان کپڑوں پر خواہ مخواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے حیرہ کے حُلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں، ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہد نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو۔"[1] حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ جبہ اس قدر تنگ تھا کہ اس سے بازو باہر نکالنا مشکل ہو گئے تو آپ نے انہیں جبہ کے نیچے سے نکال کر دھویا۔ "نیچے قمیض اور تہبند بھی تھا، ورنہ بے پردگی ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکٹ اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

پنجتن پاک کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضرت آدم وحوا عَلَیْہِمَا السَّلَام نے زمین پر آنے کے بعد سب سے پہلے اون کا کپڑا پہنا۔

(2) فقہاء فرماتے ہیں کہ سفر میں تنگ آستین کی قمیص افضل ہے اور گھر کھلی آستین کی قمیص بہتر ہے۔

(3) صحابہ کرام کی آستین ایک بالشت چوڑی ہوتی تھی۔

(4) کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کا لباس پہننا جائز ہے جبکہ وہ ان کی علامت نہ ہو۔

(5) بیک وقت کرتہ، واسکٹ اور اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شریعت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے اور غیر شرعی لباس سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۳۵ ملتقطاً۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۳۵۔

باب نمبر:118

قمیص پہننے کے مستحب ہونے کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے ہمیں لباس کی دولت عطا کی جس کے ذریعے ہم ستر پوشی کے ساتھ ساتھ سردی، گرمی کے اثرات سے بھی خود کو محفوظ کرتے ہیں اور یہی لباس ہماری زینت کا سبب اور شخصیت کا آئینہ دار بھی ہے۔ لباس میں عمامہ، قمیص، شلوار، جُبہ، ٹوپی، چادر، واسکٹ، کوٹ، تہبند وغیرہ جو کچھ بھی پہننے میں آئے سب شامل ہیں۔ ہر قوم کا جدا جدا لباس ہوتا ہے مگر مسلمان کا لباس سب سے ممتاز ہے چنانچہ لباس کے مذکورہ فوائد حاصل کرنے کے لئے لوگ مختلف طرح کے لباس استعمال کرتے ہیں لیکن ہمارے پیارے پیارے آقا مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام ملبوسات میں سے قمیص بہت پسند تھی۔ قمیص وہ مبارک لباس ہے جس کا ذِکر قرآنِ مجید میں بھی ہے اور یہ ہمارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علاوہ دیگر انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی بھی سنت ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"قمیص پہننے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیث پاک ذِکر فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:789

پسندیدہ لباس

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ اَحَبَّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصُ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کپڑوں میں سب سے زیادہ قمیص پسند تھی۔

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مبارک قمیص:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کپڑوں میں سب سے زیادہ قمیض کو پسند فرماتے۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ثِیاب جمع ہے ثَوْبٌ کی، پہننے کے کپڑے کو

---

[1] ... ابوداود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمیص، ۴/۶۰، حدیث: ۴۰۲۵۔

ثَوبٌ کہا جاتا ہے خواہ سِلا ہوا ہو یا بغیر سِلا لہٰذا بے سلا تہبند بھی ثَوب ہے اور سِلا ہوا پاجامہ کرتا بھی ثَوب۔ قمیص سے مراد سوتی قمیص ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے کبھی اونی قمیص نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بو دیتی ہے۔ قمیص کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سِرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیص میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ اَحادیث میں وارد ہے۔ سنت یہ ہی ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک، جن روایات میں ہے کہ حضورِ انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیص کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیص کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ [1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا محبوب ترین لباس قمیص مبارک تھی اگرچہ تہبند اور چادر شریف بھی بکثرت زیب تن فرماتے تھے لیکن قمیص کا پہننا زیادہ پسندیدہ تھا۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا لباس سوتی، تنگ دامن اور آستین والا تھا اور آپ کی قمیص مبارک میں بٹن لگے ہوئے تھے۔" [2]

قمیص پہننے کا مسنون طریقہ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: (حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) جب قمیص پہنتے تو قمیص کا داہنہ حصہ پہلے پہنتے بایاں حصہ بعد میں اس طرح کہ اَوَّلاً داہنا ہاتھ شریف داہنی آستین میں ڈالتے پھر بایاں اور اُتارنے میں اس کے برعکس۔ [3] صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ دامن کی لمبائی آدھی پنڈلی تک ہو اور آستین کی لمبائی زیادہ سے زیادہ انگلیوں کے پوروں تک اور چوڑائی ایک بالشت

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۰ ملخصا۔

2 ... مدارج النبوۃ، باب یازدھم درعادات شریف درطعام وشراب ... الخ، ۱/ ۴۷۳۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۰۔

ہو۔[1] حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نیا کپڑا پہنتے، اُس کا نام لیتے عمامہ یا قمیص یا چادر پھر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ۔[2] (ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرا شکر ہے جیسے تو نے مجھے یہ (کپڑا) پہنایا، ویسے ہی میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور جس مقصد کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔)

مدنی گلدستہ

”صالِحین“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو لباس میں سب سے زیادہ قمیص پسند تھی۔

(2) آپ نے کبھی اُونی قمیص نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بو دیتی ہے۔

(3) قمیص کا فائدہ یہ ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔

(4) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قمیص میں گریبان نہ تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے۔

(5) جب آپ قمیص پہنتے تو داہنا ہاتھ داہنی آستین میں ڈالتے پھر بایاں اور اتارنے میں اس کے خلاف۔

(6) آدھی کلائی تک آستینیں رکھنا خلاف سنت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں فیشن والے لباس سے بچائے اور محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۴۰۹، حصہ ۱۶۔

2 ... ترمذی، کتاب اللباس، باب مایقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ۳/ ۲۹۷، حدیث: ۱۷۷۳ بتغیر قلیل۔

باب نمبر:119

لباس کے آداب کا بیان

قمیص، آستین، تہبند کی لمبائی اور عمامہ کا کنارہ کس قدر لمبا ہونا چاہیے نیز اس کا بیان کہ ان میں سے کسی چیز کو تکبر کے طور پر لٹکانا حرام اور بلا تکبر لٹکانا مکروہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت ہی بڑا فضل اور اِحسان ہے کہ اُس نے ہمیں مختلف قسم کے لباس عطا فرمائے جس کے ذریعے ہم اپنے تن کو ڈھانپتے ہیں اور زیب و زینت حاصل کرتے ہیں۔ دِین اسلام جس طرح دیگر اُمور میں ہماری راہنمائی کرتا ہے اِسی طرح لباس کے معاملے میں بھی ہماری راہنمائی فرماتا ہے کہ لباس پہننے میں کن کن چیزوں کو مد نظر رکھا جائے، کیسا لباس پہنا جائے اور لباس کی لمبائی کتنی ہو۔ چنانچہ ہمارے لیے یہ حد مقرر فرمائی کہ نہ تو شہرت والا لباس پہنیں اور نہ ہی ایسا لباس پہنیں کہ جس کی وجہ سے لوگ ہمیں حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ یونہی نہ تو بطورِ تکبر اتنے لمبے کپڑے پہنیں کہ ٹخنوں سے نیچے لٹک جائیں اور نہ ہی اتنے چھوٹے ہوں کہ لوگ مذاق اُڑانے لگیں بلکہ قمیص، آستین، تہبند کی لمبائی اور عمامہ کا شملہ سنت کے مطابق ہونا چاہیے نیز کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا اگر تکبر کی نیت سے ہو تو حرام اور اس پر جہنم کی وعید ہے اور اگر تکبر کی نیت نہ ہو تو مکروہ۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"قمیص، آستین، تہبند کی لمبائی اور عمامہ کا کنارہ کس قدر لمبا ہونا چاہیے نیز اس کا بیان کہ ان میں سے کسی چیز کو تکبر کے طور پر لٹکانا حرام اور بلا تکبر لٹکانا مکروہ ہے۔"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 12 اَحادیث مبارکہ ذکر فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:790

آستین کی لمبائی کتنی ہو؟

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیَّۃِ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ کُمُّ قَمِیْصِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الرُّسْغِ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اسماء بنت یزید انصاریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہ

(1) . . . شمائل ترمذی، باب ما جاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۵۴، حدیث: ۵۶۔

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی آستین کلائی تک تھی۔

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: لہٰذا سنت یہ ہی ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جُبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیص کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیص کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ شَلُوکے (کہنیوں تک آستینوں والا کُرتا جو کمر تک ہوتا ہے) یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔[1]

ہاف آستین میں نماز پڑھنا کیسا؟

آدھی آستین والا کُرتہ یا قمیص پہن کر نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے جبکہ اُس کے پاس دوسرے کپڑے موجود ہوں۔ صدرُ الشَّریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جس کے پاس کپڑے موجود ہوں اور صرف نیم آستین (یعنی آدھی آستین) یا بنیان پہن کر نماز پڑھتا ہے تو کراہت تنزیہی ہے اور کپڑے موجود نہیں تو کراہت بھی نہیں۔[2]

حدیث نمبر: 791

نظر رحمت سے محرومی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ: یَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ اِزَارِیْ یَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَفْعَلُهُ خُیَلَاءَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو شخص تکبر کرتے ہوئے کپڑا لٹکائے گا قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظر رحمت

1. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۰۔
2. ... فتاویٰ امجدیہ، ۱/ ۱۹۳۔
3. ... بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ازارہ من غیر خیلاء، ۴/ ۴۵، حدیث: ۵۷۸۴ بتغیر۔

نہیں فرمائے گا۔" حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک کہ میں اس کا خیال نہ رکھوں تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔"

حدیث نمبر:792

تکبر سے تہبند لٹکانے کی مذمت

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا جو تکبر سے اپنا تہبند لٹکاتا ہے۔"

تکبر کی نیت کے بغیر تہبند لٹکانا منع نہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیثِ مبارکہ میں ایک ہی بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص تکبر کی نیت سے تہبند کو لٹکائے گا یعنی ٹخنوں سے نیچے کرے گا قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا اور اگر تکبر کی نیت نہ ہو یا کوئی مجبوری ہو کہ جس کے سبب لباس کو ٹخنوں سے نیچے کرنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "جس شخص نے تکبر کی نیت کے بغیر تہبند کو لٹکایا تو اس میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح کسی تکلیف کو دور کرنے کے لیے بھی لباس کو لٹکانا جائز ہے مثلاً ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم یا خارش وغیرہ ہو اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو مکھیاں اور دوسرے کیڑے مکوڑے اس پر بیٹھ کے اسے تکلیف دیں گے اور قمیص، تہبند یا چادر کے علاوہ کوئی اور چیز ڈھانپنے کے لیے نہ ہو تو گویا یہ ایسا ہی ہے جیسے علاج کے لیے شرمگاہ کو کھولنا جائز ہے۔"[2] (یعنی ایسی صورت میں تہبند، چادر یا لمبی قمیص کو ٹخنوں سے نیچے کرنا جائز ہے۔)

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "علامہ کرمانی نے کہا: کپڑا گھسیٹ کر غرور سے

---

1 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، ۴/ ۴۶، حدیث: ۵۷۸۸۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب من جر ازارہ من غیر خیلاء، ۱۵/ ۴، تحت الباب۔

چلنا حرام ہے اگر غرور سے نہ ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ محدثین نے کہا: قمیص کا کنارا اور تہبند کا نچلا حصہ نصف پنڈلی تک لٹکانا مستحب ہے اور ٹخنوں تک بلا کراہت جائز ہے۔ اگر ٹخنوں سے نیچے غرور سے کرے تو مکروہِ تحریمی ہے ورنہ تنزیہاً مکروہ ہے۔[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”فخریہ طور پر یا فیشن یا یہود و نصاریٰ کی نقل کے لیے (ٹخنوں سے) نیچے پاجامے پہننا دوزخ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے فقہا فرماتے ہیں کہ فیشن یا شیخی کے لیے نیچے پاجامہ پہننا مکروہِ تحریمی ہے اس کے بغیر مکروہِ تنزیہی یا خلافِ مستحب۔“[2]

صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے تہبند لٹکنے کی وجہ:

تفہیم البخاری اور عمدۃ القاری میں حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کے تہبند لٹکنے کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ”حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کی کمر کبڑی (یعنی جھکی ہوئی) تھی اس لئے تہبند آگے سے زمین پر گھسنے لگتا تھا نیز آپ کا بدن نحیف (دبلا پتلا) تھا اس لئے دائیں بائیں جانب تہبند گھسنے لگتا تھا کیونکہ غالباً نحیف انسان اپنا تہبند برابر نہیں باندھ سکتا۔“[3] (یعنی اس کے کمزور اور دبلے پتلے بدن کی وجہ سے تہبند ایک جگہ نہیں ٹھہرتا آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے جس کے سبب ڈھیلا ہو جاتا ہے۔) عمدۃ القاری میں مزید ہے: ”معلوم ہوا کہ جس کا تہبند اُس کے قصد و ارادہ کے بغیر لٹک جائے اس میں کوئی حرج نہیں۔“[4]

نیت کے بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس سے ثابت ہوا کہ اَعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور نیت کے بدلنے سے اَحکام بھی بدل جاتے ہیں، حدیث پاک میں ذکر کی گئی وعید اُن لوگوں کے لیے ہے جو خود پسندی اور تکبر کی وجہ سے تہبند لٹکانے والے ہیں اور جن کی یہ نیت نہ ہو وہ اس حکم میں داخل نہیں۔[5]

---

1. ... تفہیم البخاری، ۹/ ۴۵۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۲۔
3. ... عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب من جر ازارہ من غیر خیلاء، ۱۵/ ۵، تحت الحدیث: ۵۷۸۴، تفہیم البخاری، ۹/ ۴۵ ملخصاً۔
4. ... عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب من جر ازارہ من غیر خیلاء، ۱۵/ ۵، تحت الحدیث: ۵۷۸۴۔
5. ... دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی صفۃ طول القمیص والکم والازار۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۶۸، تحت الحدیث: ۷۸۹۔

پاجامہ ٹخنوں سے اُوپر رکھنا سنت ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: عرب کے رئیس لوگ شیخی میں تہبند بہت نیچا رکھتے تھے جیسے ہمارے ہاں گاؤں کے چوہدری بہت نیچے باندھتے ہیں ان کے متعلق یہ وعید ہے اسی لیے بَطَرًا (تکبر) کی قید لگائی گئی، اگر بغیر فخر کے تہبند نیچا ہو تو یہ وعید نہیں، ہاں سنت یہ ہی ہے کہ مرد کا تہبند یا پاجامہ ٹخنہ سے اوپر رہے۔[1]

مدنی گلدستہ

"عاجزی" کے 5 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو تکبر کی وجہ سے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا، قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

(2) کپڑا گھسیٹ کر غرور سے چلنا حرام ہے۔

(3) تکبر کی نیت نہ ہو یا کسی عذرِ صحیح کے سبب ٹخنوں سے نیچے کپڑا کیا تو حرج نہیں۔

(4) قمیص کا کنارا اور تہبند کا نچلا حصہ نصف پنڈلی تک لٹکانا مستحب ہے۔

(5) سنت یہ ہے کہ مرد کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر رہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کی نیت سے اپنا پاجامہ، شلوار یا تہبند کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:793

ٹخنوں سے نیچے والا کپڑا جہنم میں ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۹۴ ملتقطاً۔

فَفِي النَّارِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہے وہ جہنم میں ہے۔“

جہنمیوں کا لباس:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بیان کردہ حدیث پاک میں اُن لوگوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جو تکبر کرتے ہوئے اپنے لباس کو ٹخنوں سے نیچے لٹکاتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں یہ وعید ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہے وہ جہنم میں ہے۔“ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے تہبند جہنمیوں کا لباس ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ حصہ تہبند کا دوزخ میں جائے گا اس شخص کو ساتھ لے کر، یہ مطلب نہیں کہ تہبند تو دوزخ میں جاوے اور یہ متکبر سیدھا جنت میں، یہاں بھی تکبر شیخی فیشن کے لیے تہبند نیچا رکھنا مراد ہے۔ یہ حکم مَردوں کے لیے ہے عورتوں کو ٹخنہ کے نیچے تہبند رکھنا چاہیے تاکہ ان کی پنڈلی کا کوئی حصہ حتی کہ ٹخنہ بھی نہ کھلے کہ یہ ستر عورت ہے۔“[2] حدیث میں تہبند کا ذِکر ہے لیکن یہ حکم قمیص وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ علامہ کرمانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ مطلق ہے اس کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے یعنی جو لباس غرور و تکبر سے ٹخنوں سے نیچے کرے اس کا یہ حکم ہے۔“[3]

تہبند کی تخصیص کی وجہ:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بعض شارحین نے کہا: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا مذموم ہے اور جہنمیوں کے اَفعال میں سے ہے۔ خیال رہے کہ اکثر طور پر گھسیٹنے اور لٹکانے کی مذمت تہبند کے بارے میں وارد ہے اور اس پر شدید وعید واقع ہوئی ہے۔ تحقیق یہ ہے

---

1 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، ۴/ ۴۶، حدیث: ۵۷۸۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۹۴ ملتقطاً۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، ۱۵/ ۷، تحت الحدیث: ۵۷۸۷۔

کہ لٹکانا تمام کپڑوں میں پایا جاتا ہے جو کپڑا سنت کی موافقت اور حاجت سے زیادہ ہو وہ لٹکانے میں داخل ہے۔ تہبند کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں یہ عمل عموماً زیادہ واقع ہوتا ہے کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں اکثر لوگوں کا لباس تہبند اور اوپر لپیٹنے والی چادر تھا اسی وجہ سے تہبند کا ذکر کیا۔"[1]

حدیث نمبر:794

تین نامراد لوگ

عَنْ اَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ: فَقَرَاَھَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ: اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: اَلْمُسْبِلُ اِزَارَہٗ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تین لوگوں سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ انہیں پاک فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔" حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ کلمات تین بار ارشاد فرمائے۔ حضرت ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: وہ لوگ تو نامراد ہوئے اور خسارے میں پڑ گئے، یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ کون ہیں؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "(1) کپڑا لٹکانے والا (2) اِحسان جتانے والا اور (3) جھوٹی قسم کے ساتھ سودا بیچنے والا۔" اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: "تہبند لٹکانے والا۔"

تین بڑے کام:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مذکورہ تین لوگوں سے کلام نہ فرمانے کا مطلب یہ ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن سے اِعراض فرمائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

1. ...اشعة اللمعات، کتاب اللباس، الفصل الاول، ۳/ ۵۷۴ ملخصاً۔
2. ...مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار...الخ، ص ۶۵، حدیث: ۲۹۳۔
3. ...مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار...الخ، ص ۶۶، حدیث: ۲۹۴۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے رضامندی کا کلام نہ فرمائے گا بلکہ ناراضی و سختی والا کلام فرمائے گا۔ ”نہ ہی ان کی طرف نظر فرمائے گا۔“ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن سے اِعراض فرمائے گا اور ان کی طرف رحمت ولطف والی نظر نہ فرمائے گا۔ ”نہ انہیں پاک فرمائے گا۔“ یعنی ان کو گناہوں کے میل سے پاک نہ فرمائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی تعریف نہ فرمائے گا۔ ”اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ علامہ واحدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ عذاب ایسا ہو گا جس کی تکلیف دلوں پر چھا جائے گی۔ عذاب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو عاجز کر دے اور مشقت میں ڈال دے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مذکورہ کلمات تین بار اس لئے ارشاد فرمائے تاکہ سامعین کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے۔ حضرت ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”وہ لوگ نامراد ہوئے اور خسارے میں پڑے“ یعنی وہ لوگ تو تباہ ہو گئے جن کے بارے میں یہ وعید ہے۔ ”**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ کون لوگ ہیں؟“ تاکہ ان کے اوصاف کے ذریعے انہیں پہچانا جا سکے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کپڑا لٹکانے والا“ یعنی تکبر کرتے ہوئے کپڑے کو لٹکانے والا۔ ”احسان جتانے والا“ یعنی جس پر احسان کیا ہو اس کے سامنے اپنے احسان کو جتانا، اگر بار بار ایسا کیا جائے تو یہ کبیرہ گناہ بن جائے گا ورنہ ایک بار کرنا بھی حرام ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۴) (ترجمۂ کنز الایمان: اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر۔) ”اور جھوٹی قسم کے ساتھ سودا بیچنے والا۔“ یعنی کثرت سے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان بیچنے والا جیسے کہ کوئی کہے: **اللہ** کی قسم! یہ بہت اچھا ہے، **اللہ** کی قسم! یہ بہت نایاب ہے۔[1]

تین قسم کے لوگ تین عنایتوں سے محروم:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: کلام سے مراد محبت کا کلام ہے، دیکھنے سے مراد کرم کا دیکھنا ہے اور پاک فرمانے سے مراد گناہ بخشنا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں پر یہ تینوں کرم ہوں گے مگر اِن تین قسم کے لوگ اِن تینوں عنایتوں سے محروم رہیں گے لہٰذا اِن

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی صفۃ طول القمیص والکم والازار۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۷۰، ۲۷۱، تحت الحدیث: ۷۹۲ ملخصاً۔

سے بچتے رہو۔ یعنی جو فیشن کے لیے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ تہبند استعمال کریں جیسے آجکل جاہل لوگوں کا طریقہ ہے اور جو کسی کو کچھ صدقہ و خیرات دے کر اُن کو طعنے دیں، اِحسان جتائیں، لوگوں میں اُنہیں بدنام کر دیں کہ فلاں آدمی ہمارا دست نگر رہ چکا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دے کر مال فروخت کریں۔ (1)

مدنی گلدستہ

”اَہلِ صُفّہ“ کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) غرور و تکبر اور فیشن کے لئے اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا جہنمی ہے۔

(2) ٹخنوں سے اوپر شلوار، پاجامہ یا تہبند وغیرہ رکھنا یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کو ٹخنہ کے نیچے رکھنا چاہیے تاکہ ان کی پنڈلی کا کوئی حصہ حتی کہ ٹخنہ بھی نہ دِکھے کہ یہ ستر عورت ہے۔

(3) زمانہ رسالت میں اکثر لوگوں کا لباس تہبند اور اوپر لپیٹنے والی چادر تھا اسی وجہ سے اَحادیث میں عام طور پر تہبند لٹکانے کی مذمت کی گئی ہے۔

(4) تہبند لٹکانے والا، اِحسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبت والے کلام، اس کی نظرِ رحمت اور اس کی بخشش سے محروم رہے گا۔

(5) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام نہ فرمانے سے مراد محبت کا کلام نہ فرمانا ہے اور نہ دیکھنے سے مراد کرم کا نہ دیکھنا ہے اور پاک نہ فرمانے سے مراد گناہوں کا نہ بخشنا ہے۔

(6) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بسا اوقات اپنی بات کو تین بار دہراتے تاکہ سننے والے کو اچھی طرح سمجھ آجائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے، اِحسان جتلانے اور جھوٹی قسم کھانے سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۴۴ ملخصا۔

حدیث نمبر:795

کپڑا لٹکانا کن کن چیزوں میں ہے؟

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللہُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اَلْاِسْبَالُ فِي الْاِزَارِ وَالْقَمِيصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللہُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اِسْبَال (کپڑا لٹکانا) تہبند، قمیص اور عمامہ میں ہے جس نے تکبر کی وجہ سے (ان میں سے) کسی چیز کو لٹکایا قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔

اِسبال کی تعریف:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں تین چیزوں یعنی تہبند، قمیص اور عمامہ میں اِسبال کا ذکر ہے۔ اِسبال کا لغوی معنٰی ہے: "چھوڑنا اور لٹکانا۔" اِسبال کی شرعی تعریف کرتے ہوئے صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اِسبال یعنی کپڑا حدِ مُعتَاد سے بافراطِ دراز رکھنا منع ہے۔"[2] یعنی عام طور پر عادۃً جتنا کپڑا لٹکایا جاتا ہے اس سے زیادہ لٹکانا اِسبال ہے۔ تینوں چیزوں میں اِسبال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قمیص وغیرہ میں اِسبال کی صورت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: صرف نیچا تہبند ہی مکروہ و ممنوع نہیں بلکہ عمامہ کا شملہ، کُرتے کا دامن بھی اگر ضرورت سے زیادہ نیچا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے اور اس پر بھی یہی وعید ہے نیز عمامہ کا شملہ نصف پیٹھ تک چاہیے بعض نَشَست گاہ تک رکھتے ہیں (یہ) ممنوع ہے اور قمیض کا دامن بعضے عرب ٹخنوں کے نیچے رکھتے ہیں (یہ بھی) ممنوع ہے۔[3]

---

1 ... ابوداود، کتاب اللباس، باب فی قدر موضع الازار، ۴/ ۸۳، حدیث: ۴۰۹۴۔

2 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۳۲، حصہ ۳۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۲ ملخصاً۔

شلوار و تہبند میں اِسبال کی صورت:

صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: پائچوں میں اِسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہوں۔[1] اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین وملت، پروانہ شمع رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: پائچوں کا کعبین (یعنی ٹخنوں) سے نیچا ہونا جسے عربی میں اِسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب و تکبر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد (ہے)۔[2] فتاویٰ عالمگیری میں ہے: کسی آدمی کا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا کر چلنا اگر تکبر کی بنا پر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔[3]

عمامہ میں اِسبال کی صورت:

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین وملت، پروانۂ شمع رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: شملے کی اَقَل (یعنی کم از کم) مقدار چار انگشت (یعنی چار انگل) ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ اور بعض نے نشست گاہ (یعنی بیٹھنے کی جگہ) تک رخصت دی یعنی اس قدر کہ بیٹھنے سے موضعِ جلوس (یعنی بیٹھنے کی جگہ) تک پہنچے، اور زیادہ راجح یہی ہے کہ نصف پشت (یعنی آدھی پیٹھ) سے زیادہ نہ ہو جس کی مقدار تقریباً وہی ایک ہاتھ ہے۔ حد سے زیادہ داخلِ اِسراف ہے اور بہ نیتِ تکبر ہو تو حرام، یونہی نشست گاہ سے بھی نیچا مثلاً رانوں یا زانوں تک یہ سخت شَنِیع و مَمنُوع (یعنی بُرا و منع) اور بعض انسانِ بدوضع آوارہ رِندوں (یعنی آوارہ گردوں) کی وضع (یعنی انداز) ہے۔ ڈیڑھ ہاتھ کا شملہ اگر بہ نیت تکبر نہ ہو تو اسے حرام کہنا نہ چاہیے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ بعض علمانے مَوضعِ جُلُوس تک بھی اجازت دی مگر حرام کہنے والے کو گنہگار بھی نہ کہیں گے جبکہ اس نے حرام بمعنیٰ عام یعنی ممنوع لیا ہو جو مکروہِ تحریمی کو شامل ہے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ میں

---

1 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۳۲، حصہ ۳۔

2 ... فتاوی رضویہ، ۲۲/ ۱۶۴۔

3 ... فتاوی ہندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس...الخ، ۵/ ۳۳۳۔

ہے: پگڑی کے شملہ کی کم سے کم مقدار چار انگلیوں کے برابر ہے اور شملے کو اتنا لمبا رکھنا کہ آدھی پشت سے بھی آگے چلا جائے بدعت ہے کپڑا لٹکانے میں اِسراف ہے جو ممنوع ہے اور اگر تکبر اور تفاخر کے طور پر ہو تو حرام ہے۔ ورنہ مکروہ اور خلافِ سنت ہے۔[1] مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”دامنوں اور پائنچوں میں اِسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہوں اور آستینوں میں انگلیوں سے نیچے اور عمامہ میں یہ کہ بیٹھنے میں دبے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”عمامہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) عام طور پر عادۃً جتنا کپڑا لٹکایا جاتا ہے اس سے زیادہ لٹکانا اِسبال کہلاتا ہے اور حدیث پاک میں اِسبال کی ممانعت ہے۔

(2) صرف تہبند کو ہی ٹخنوں سے نیچا کرنا مکروہ و ممنوع نہیں بلکہ عمامہ کا شملہ، کُرتے کا دامن بھی اگر ضرورت سے زیادہ نیچا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے اور اس پر بھی وعید ہے۔

(3) پائنچوں کا ٹخنوں سے نیچے ہونا اگر تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ہے۔

(4) دامنوں اور پائنچوں میں اِسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہوں اور آستینوں میں انگلیوں سے نیچے اور عمامہ میں یہ کہ بیٹھنے میں دبے۔

(5) شملہ کی کم سے کم مقدار چار انگلیوں کے برابر ہے اور شملے کو اتنا لمبا رکھنا کہ آدھی پشت سے بھی آگے چلا جائے خلافِ سنت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق لباس پہننے اور لباس میں تکبر کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ... فتاویٰ رضویہ، ۲۲/ ۱۸۲۔

2 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۳۲، حصہ ۳۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:796

ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے سے بچو

عَنْ اَبِی جُرَیٍّ جَابِرِبْنِ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: رَاَیْتُ رَجُلًا یَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَاْیِہٖ لَا یَقُوْلُ شَیْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْہُ قُلْتُ: مَنْ ھٰذَا؟ قَالُوْا: رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم. قُلْتُ: عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللہِ مَرَّتَیْنِ قَالَ: لَا تَقُلْ عَلَیْكَ السَّلَامُ عَلَیْكَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی قُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ قَالَ: قُلْتُ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللہِ؟ قَالَ: اَنَا رَسُوْلُ اللہِ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَہٗ كَشَفَہٗ عَنْكَ وَاِذَا اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَہٗ اَنْبَتَھَا لَكَ وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَہٗ رَدَّھَا عَلَیْكَ قَالَ: قُلْتُ: اِعْھَدْ اِلَیَّ. قَالَ: لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَہٗ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِیْرًا وَلَا شَاةً وَلَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَاَنْ تُكَلِّمَ اَخَاكَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَیْہِ وَجْھُكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَارْفَعْ اِزَارَكَ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَیْتَ فَاِلَی الْكَعْبَیْنِ وَاِیَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّھَا مِنَ الْمَخِیْلَةِ وَاِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَةَ وَاِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَیَّرَكَ بِمَا یَعْلَمُ فِیْكَ فَلَا تُعَیِّرْہُ بِمَا تَعْلَمُ فِیْہِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَیْہِ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو جُرَی جابر بن سُلَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عمل کرتے ہیں، وہ جو بات کہتا ہے لوگ اسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ میں نے دو مرتبہ عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! عَلَیْكَ السَّلَام (آپ پر سلام ہو)۔ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "عَلَیْكَ السَّلَام" نہ کہو کہ "عَلَیْكَ السَّلَام" مُردوں کا سلام ہے بلکہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ" کہو، میں نے عرض کی: کیا آپ **اللہ** کے رسول ہیں؟ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ہاں، میں اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں کہ جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اُسی کو پُکارتے ہو پھر وہ تکلیف کو دور فرما دیتا ہے،

1 . . . ابو داود، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار، ۴/۷۸، حدیث: ۴۰۸۴۔

جب تم قحط سالی کا شکار ہوتے ہو تو اُسی کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے لیے سبزیاں اُگاتا ہے، اور جب تم کسی بے آب و گیاہ جنگل میں ہوتے ہو اور تمہاری سواری گم ہو جاتی ہے تو اُسی کو پکارتے ہو اور وہ تمہاری سواری واپس کر دیتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: مجھے وصیت فرمایئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "کسی کو گالی نہ دو۔" حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: اس کے بعد سے میں نے کسی آزاد، غلام، اونٹ اور بکری کو گالی نہیں دی، نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "کسی نیکی کو حقیر نہ جانوں اور جب اپنے (مسلمان) بھائی سے گفتگو کرو تو خندہ پیشانی سے پیش آؤ کہ یہ نیکی ہے، تہبند کو آدھی پنڈلی تک اُٹھا کے رکھو اگر یہ نہ ہو تو ٹخنوں تک اور اس سے نیچے تہبند لٹکانے سے بچو کہ یہ تکبر ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی شخص تمہیں کسی ایسی بات پر گالی دے یا عار دلائے کہ جسے وہ تم میں پاتا ہے تو تم اسے کسی ایسی بات پر عار نہ دلاؤ جسے تم اس میں پاتے ہو، بیشک اس کا وبال اسی پر ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نیکی کی دعوت دیتے ہوئے اچھے کام کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کی وصیت ارشاد فرمائی اور ان ہی کاموں میں سے تہبند کو آدھی پنڈلی تک یا ٹخنوں تک رکھنے کا حکم فرمانا اور اسے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی ممانعت بھی ہے کہ یہ تکبر ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔

عَلَیْكَ السَّلَام نہ کہو:

حضرت سَیِّدُنا ابو جُرَی جابِر بن سُلَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عمل کرتے ہیں، وہ جو بات کہتا ہے لوگ اسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں "یعنی آپ کی ہر بات مانتے ہیں وجہ نہیں پوچھتے۔ صَدَرُوْا صُدُوْرٌ سے بنا جس کے معنی ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا۔" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں یعنی میں نے اُمَرا حکام اور بادشاہوں کے خدّام بھی دیکھے مگر کسی کے خدّام ایسے بندۂ بے دام نہ پائے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے اعلیٰ ہیں اس لیے تعجب سے پوچھا۔ (میں نے دو مرتبہ عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! عَلَیْكَ السَّلَام (آپ پر سلام ہو)۔) مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط

تھا۔ معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دیناواجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے۔ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”عَلَیْکَ السَّلَام“ نہ کہو کہ یہ مُردوں کا سلام ہے بلکہ ” اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ “ کہو۔) اس جملہ کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں: ایک یہ کہ قبرستان میں جاکر مُردوں کو ”عَلَیْکَ السَّلَام“ کہو مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ کفارِ عرب قبرستان جاکر مُردوں کو یہ سلام کرتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جب مُردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو”عَلَیْکَ السَّلَام“ کہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ ”عَلَیْکَ السَّلَام“ کہنا مُردوں کے لیے مناسب ہے زندے سلام تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ سے کریں اور جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَام بولیں۔

تیسری توجیہ قوی ہے۔ (حضرت سَیِّدُنَا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: مجھے وصیت فرمایئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کسی کو گالی نہ دو۔) اگر سَبّ (یعنی گالی) سے مراد فُحش گالی ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان فُحش گو نہیں ہوتا اور اگر بُرا کہنا مُراد ہے تو اگرچہ بعض وقت کسی کو برا کہنا جائز تو ہوتا ہے مگر اس سے بچنا بہتر، ان صحابی نے اس بہتر پر عمل کیا۔ (نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کسی نیکی کو حقیر نہ جانوں اور جب اپنے (مسلمان) بھائی سے گفتگو کرو تو خندہ پیشانی سے پیش آؤ کہ یہ نیکی ہے۔) یعنی اگر خدا تجھے تھوڑی نیکی کی بھی توفیق دے تو اسے کر گزر اور خدا کا بہت شکر کر، موقع کو غنیمت جان کہ کبھی تھوڑی نیکی سے ہی نجات ہوجائے گی اور شکر کی توفیق سے آئندہ بڑی نیکیاں بھی نصیب ہوجائیں گی۔ (تہبند کو آدھی پنڈلی تک اُٹھاکے رکھو اگر یہ نہ ہو تو ٹخنوں تک اور اس سے نیچے تہبند لٹکانے سے بچو۔) یہ حکم مرد کے لیے ہے کہ اسے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ یا تہبند رکھنا بطریق تکبر حرام ہے اور بے پرواہی سے خلاف اولیٰ لہذا ٹخنوں کے اوپر رکھے، عورتوں کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے چاہیے۔ (اور اگر کوئی شخص تمہیں کسی ایسی بات پر گالی دے یا عار دلائے کہ جسے وہ تم میں پاتا ہے تو تم اسے کسی ایسی بات پر عار نہ دلاؤ جسے تم اس میں پاتے ہو۔) یہ انتہائی حُسنِ اخلاق کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے تو تم اس کے عیب نہ کھولو مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بدنصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنتِ الٰہیہ ہے، دیکھو ولید ابنِ مغیرہ نے نبی کریم

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مجنون کہا تو رب تعالیٰ نے جو ستارِ عیوب ہے سورۂ نون میں اس کے دس عیب کھولے حتّٰی کہ اخیر میں فرمایا: ﴿ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ ﴾ (پ ۲۹، القلم: ۱۳) کہ وہ حرام کا تُخم ہے لہٰذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں۔ اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال۔ (بیشک اس کا وبال اسی پر ہے۔) خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے مگر دینی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے۔ محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کر جاتے ہیں غیبت یا عیب لگانے کے لیے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کے لیے کہ اس کے راویوں میں چونکہ فلاں عیب ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے فضائلِ اعمال میں کام آئے گی، احکام میں کام نہ دے گی۔ (1)

مشکل کشائی:

مذکورہ حدیث میں جو تکلیف ٹالنے، قحط سالی دور کرنے اور بے آب و گیاہ جنگل میں مدد کرنے کا ذکر ہے اس کے متعلق **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ممکن ہے یہاں تینوں صیغے متکلم کے ہوں اور اَلَّذِی رسول کی صفت ہو یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ لوگوں کی مصیبتیں ٹالتا ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ دعائیں حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تینوں صیغے مخاطب کے ہوں اور اَلَّذِی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صفت ہو یعنی میں اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں کہ اگر تو مصیبتوں میں میرے وسیلہ سے اس سے دعائیں کرے تو پروردگار تیری آفتیں ٹال دے۔“ (2)

مدنی گلدستہ

”مُشکِل کشا“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۰۷ تا ۱۱۰ ملتقطا۔
2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۰۸ ملخصا۔

(1) عَلَیْكَ السَّلَام کہنا مُردوں کا سلام ہے اور حدیث پاک میں ان الفاظ سے سلام کرنے کی ممانعت ہے۔

(2) مسلمان فُحش گو نہیں ہوتا یعنی کسی کو گالی وغیرہ نہیں دیتا اگرچہ بعض اوقات کسی کو بُرا کہنا جائز ہے مگر اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔

(3) کسی نیکی کو حقیر نہیں جاننا چاہیے، اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چھوٹی نیکی کی توفیق بھی دے تو اسے کر گزرنا چاہیے کہ کبھی چھوٹی نیکی ہی ذریعہ نجات بن جاتی ہے۔

(4) مَردوں کے لیے شلوار، تہبند یا پاجامہ کو تکبر کی نیت سے ٹخنوں سے نیچے رکھنا حرام ہے اور لاپرواہی کی وجہ سے ہو تو نامناسب، لہٰذا مَردوں کا لباس ٹخنوں سے اُوپر ہونا چاہیے، جبکہ عورتوں کا لباس ٹخنوں سے نیچے ہو۔

(5) ذاتی معاملات میں اگر کوئی ہمارے عیب کھولے تو بدلے میں ہمیں اس کے عیب نہیں کھولنے چاہئیں کہ کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے۔

(6) اگر کوئی بدنصیب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنتِ الٰہیہ ہے۔ اپنے دشمن کو معافی دینا کمال اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال ہے۔

(7) رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ لوگوں کی مصیبتیں ٹالتا ہے، قحط سالی دور کرتا ہے اور مشکلات میں ان کی مدد کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دی ہوئی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 797

تہبند لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا رَجُلٌ یُصَلِّیْ مُسْبِلٌ اِزَارَہُ قَالَ لَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَقَالَ لَہُ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا لَكَ اَمَرْتَہُ

اَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ؟ قَالَ: اِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهُ وَاِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہمارے درمیان ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے فرمایا: ''جاؤ وضو کرو۔'' وہ گیا اور وضو کر کے حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''جاؤ دوبارہ وضو کرو۔'' ایک شخص نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا بات ہے آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا پھر کچھ نہ کہا۔ ارشاد فرمایا: ''وہ تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا، بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کپڑا لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں فرماتا۔''

دوبارہ وضو کا حکم دینے کی حکمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث میں ذکر ہے کہ ایک شخص (ٹخنوں سے نیچے) تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا، نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے حکم ارشاد فرمایا کہ جاؤ وضو کرو، وہ وضو کر کے آیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوبارہ حکم ارشاد فرمایا: جاؤ دوبارہ وضو کرو۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: وہ شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا یہ فعل تکبر اور بڑائی کی وجہ سے تھا، ممکن ہے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے دوبارہ وضو کرنے کا جو حکم ارشاد فرمایا وہ تہبند لٹکانے کے گناہ کے کفارے کے طور پر ہو کہ ایک حدیثِ پاک میں آیا ہے: ''طہارت گناہوں کا کفارہ ہے۔'' تہبند لٹکانے والے کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا لیکن نماز لوٹانے کا حکم ارشاد نہ فرمایا کیونکہ نماز صحیح تھی اگرچہ قبولیت کے درجے کو نہ پہنچی تھی جیسا کہ حدیث میں حضور نے فرمایا: ''بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تہبند لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں فرماتا۔''[2]

تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک

---

1. . . ابو داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، ۴/۷۹، حدیث: ۴۰۸۶۔
2. . . دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی صفۃ طول القمیص والکم والازار ۔۔۔ الخ، ۳/۲۷۵، تحت الحدیث: ۷۹۵ ملخصاً۔

کے تحت فرماتے ہیں: یعنی فیشن اور تکبر کے طریقہ پر اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کا پہناوا ہے یہ مکروہِ تحریمی ہے۔ اگر فیشن سے نہ ہو تو مضائقہ نہیں، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ کے پیٹ پر تہبند رُکتا نہ تھا ڈھلک جاتا تھا جس سے ٹخنوں کے نیچے ہو جاتا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سوال کیا، فرمایا: "تم ان لوگوں میں سے نہیں جو تکبر کی نیت سے ایسا کرتے ہیں۔" لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہاں وضو کا حکم دینا یا اس لیے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لیے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا، ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو، ہاتھ پاؤں ڈھلنے سے دِل غرور و تکبر سے ڈھل جائے۔ بعض صوفیا فرماتے ہیں: پاک کپڑوں میں رہنا، پاک بستر پر سونا ہمیشہ باوضو رہنا دِل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ اُن کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ [1]

مدنی گلدستہ

"سُنّت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جس کا تہبند، شلوار وغیرہ حالتِ نماز میں ٹخنوں سے نیچے ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

(2) تہبند لٹکانے کی وجہ سے وضو واجب نہیں ہوتا حدیث پاک میں وضو کا حکم دینا اِس لیے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے۔

(3) وضو کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق لباس زیب تن کرنے اور اپنے پائنچے ٹخنوں سے اونچے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۶۸ ملخصاً۔

حدیث نمبر:798

بہترین آدمی

عَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرٍ التَّغْلِبِيِّ قَالَ: اَخْبَرَنِي اَبِي وَكَانَ جَلِيْسًا لِاَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ وَكَانَ رَجُلًا مُتَوَحِّدًا قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ اِنَّمَا هُوَ صَلَاةٌ فَاِذَا فَرَغَ فَاِنَّمَا هُوَ تَسْبِيْحٌ وَتَكْبِيْرٌ حَتّٰى يَاْتِيَ اَهْلَهُ فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِي يَجْلِسُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ اِلٰى جَنْبِهِ: لَوْ رَاَيْتَنَا حِيْنَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ فَحَمَلَ فُلَانٌ وَطَعَنَ فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّي وَاَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ كَيْفَ تَرٰى فِي قَوْلِهِ؟ قَالَ: مَا اُرَاهُ اِلَّا قَدْ بَطَلَ اَجْرُهُ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ آخَرُ فَقَالَ: مَا اَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا فَتَنَازَعَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ''سُبْحَانَ اللهِ! لَا بَاْسَ اَنْ يُؤْجَرَ وَيُحْمَدَ'' فَرَاَيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذٰلِكَ وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَاْسَهُ اِلَيْهِ وَيَقُوْلُ: اَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ فَمَا زَالَ يُعِيْدُ عَلَيْهِ حَتّٰى اِنِّي لَاَقُوْلُ لَيَبْرُكَنَّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ.

قَالَ: فَمَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَلْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ كَالْبَاسِطِ يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا'' ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْاَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهِ وَاِسْبَالُ اِزَارِهِ'' فَبَلَغَ خُرَيْمًا فَعَجَّلَ فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَرَفَعَ اِزَارَهُ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''اِنَّكُمْ قَادِمُوْنَ عَلٰى اِخْوَانِكُمْ، فَاَصْلِحُوْا رِحَالَكُمْ، وَاَصْلِحُوْا لِبَاسَكُمْ حَتّٰى تَكُوْنُوْا كَاَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ فَاِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ.''[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا قیس بن بشر تغلبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے میرے والد نے بتایا اور وہ

---

[1] ... ابوداود، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار، ۴/ ۸۰، حدیث: ۴۰۸۹۔

حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہم نشین تھے کہ دمشق میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ میں سے ایک صحابی رہتے تھے انہیں سَہل بن حَنْظَلِیَّہ کہا جاتا تھا جو گوشہ نشین رہتے اور لوگوں کے پاس بہت کم بیٹھا کرتے تھے، صرف نماز میں مشغول رہتے اور جب فارغ ہوتے تو (مسجد سے) گھر کی طرف لوٹنے تک تسبیح و تکبیر میں مصروف رہتے۔ ایک دن وہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتایئے جو ہمارے لیے فائدہ مند ہو اور آپ کو نقصان نہ دے، توانہوں نے کہا: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک چھوٹا لشکر بھیجا جب وہ لشکر واپس لوٹا تو ان میں سے ایک شخص آیا اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس میں بیٹھ گیا، اور اپنے ساتھ بیٹھے شخص سے کہنے لگا: کاش! آپ نے ہمیں اس وقت دیکھا ہوتا جب دشمن سے ہمارا آمنا سامنا ہوا۔ فلاں آدمی نے نیزہ اٹھایا اور (دشمن پر وار کرتے ہوئے) کہنے لگا: یہ لو میری طرف سے اور میں قبیلہ غفار کا فرزند ہوں۔ آپ کا اس غفاری لڑکے کے اس قول کے بارے میں کیا خیال ہے؟ دوسرے آدمی نے جواب دیا: میرے خیال میں اس غفاری لڑکے کا اجر ضائع ہو چکا ہے۔ ایک اور آدمی نے یہ بات سنی تو کہا: میں اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ چنانچہ وہ دونوں اس معاملے میں جھگڑنے لگے یہاں تک کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سن لیا اور ارشاد فرمایا: ”سُبْحَانَ اللہ! اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ اسے آخرت میں ثواب دیا جائے اور دنیا میں تعریف کی جائے۔“ حضرت سَیِّدُنا بشر بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ بات سن کر خوش ہوئے اور ان کی طرف سر اٹھا کر پوچھنے لگے: کیا آپ نے بھی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ بات سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بار بار ان سے پوچھتے رہے یہاں تک کہ میں نے کہا: یہ ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے والے ہیں (جیسا کہ شاگرد استاد کے آگے گھٹنے ٹیکتا ہے)۔ دوسرے دن وہ صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتایئے جو ہمارے لیے فائدہ مند ہو اور آپ کو نقصان نہ دے۔ انہوں نے کہا: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں فرمایا: ”(جہاد کے لیے) گھوڑوں پر خرچ کرنے والا اس آدمی کی طرح

ہے جو صدقہ کرنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے اور اسے بند نہیں کرتا۔“حضرت سَیِّدُنا بشر بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: وہ صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک دن پھر ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتایئے جو ہمارے لیے فائدہ مند ہو اور آپ کو نقصان نہ دے، تو انہوں نے کہا: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”خُرَیم اَسدی بہترین آدمی ہے کاش اس کے بال لمبے اور تہبند ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتا۔“ سَیِّدُنا خُرَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے چُھری لے کر کانوں تک بال کاٹ ڈالے اور تہبند کو آدھی پنڈلیوں تک اٹھالیا۔ حضرت سَیِّدُنا بشر بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: وہ صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک دن پھر ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتایئے جو ہمارے لیے فائدہ مند ہو اور آپ کو نقصان نہ دے، تو انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا کہ ”تم اپنے بھائیوں کے پاس آرہے ہو، اپنے کَجاوے اور اپنا لباس درست کرلو یہاں تک کہ تم لوگوں میں تِل کی مانند (خوبصورت و منفرد) نظر آنے لگو، بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ فحش بکنے اور بدحال رہنے کو پسند نہیں فرماتا۔“

سہل بن حنظلیہ کا تعارف:

حضرت سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے والد کا نام ربیع بن عمرو ہے، حنظلیہ یا تو ان کی پردادی کا نام ہے یا ان کی والدہ کا نام۔ حضرت سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیعت رضوان میں شریک تھے، گوشہ نشین عابد تھے، شام میں قیام رہا، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دور خلافت کی ابتدا میں دمشق میں وفات پائی۔[1] مذکورہ حدیث پاک میں درج ذیل چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

دشمن پر رُعب ڈالنے کے لیے بڑائی بیان کرنا:

(1) جہاد میں دشمن کے سامنے ان پر رُعب ڈالنے کے لئے اپنی بڑائی بیان کرنا جیسا کہ مذکورہ حدیث پاک میں ہے کہ ”فلاں آدمی نے ایک نیزہ اٹھایا اور (دشمن پر وار کرتے ہوئے) کہنے لگا: یہ لو میری طرف سے

[1] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ۸/ ۲۴۰، تحت الحدیث: ۴۳۶۱۔

اور میں ایک غفاری لڑکا ہوں۔" **عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** یہاں اس بات کا جواز ہے کہ حالت جنگ میں انسان اپنے دشمن پر رُعب ڈالنے کے لیے اپنا نام لے کر اپنی تعریف کرے یا اپنا نسب اور بڑائی بیان کرے جبکہ اس سے **مقصود** دشمن کو ڈرانا ہو۔ جب اس غفاری لڑکے کا یہ معاملہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**سُبْحَانَ اللہ!** اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ اسے آخرت میں ثواب دیا جائے اور دنیا میں تعریف کی جائے۔" یعنی آخرت میں بھی اسے ثواب دیا جائے گا اور دنیا میں بھی اس کی تعریف کی جائے گی یہاں بہادر شخص کو حالت جنگ میں اپنی بڑائی بیان کرنے پر ابھارا گیا ہے جبکہ اس سے مقصود کفار پر دہشت طاری کرنا ہو نہ کہ غرور و تکبر وغیرہ۔

ہمیشہ صدقہ کرنے والا:

(2) جہاد کے لیے اپنا مال و اسباب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں دینا۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ "(جہاد کے لیے) گھوڑوں پر خرچ کرنے والا یعنی اس کو چَرانے والا، اس کو پانی پلانے والا، اس کو چارہ وغیرہ کھلانے کے لیے اپنا مال خرچ کرنے والا" اس آدمی کی طرح ہے جو صدقہ کرنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے اور اسے بند نہیں کرتا۔" یعنی جو ہمیشہ صدقہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ کھولے رکھتا ہے اور ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے اسے روکتا نہیں بلکہ صدقہ کر دیتا ہے۔[1]

مرد کو لمبے بال رکھنا:

(3) "خُرَیْم اَسَدی بہترین آدمی ہے کاش اس کے بال لمبے اور تہبند ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتا۔" **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** سر کے بالوں کا کچھ دراز ہونا (یعنی کندھوں تک ہونا اس سے نیچے نہ ہونا) ممنوع نہیں مگر چونکہ ان کی نیت اظہارِ فخر کی تھی اس لیے اس سے منع فرما دیا گیا اس لیے بالوں کے ساتھ درازی تہبند کا ذکر فرمایا ورنہ خود حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال شریف کبھی دراز ہوتے تھے (جو کبھی کبھار مبارک شانوں کو چھو جاتے تھے اس سے دراز نہ ہوتے تھے)۔ خیال

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی صفۃ طول القمیص والکم والازار۔۔۔ الخ، ۳/۲۷۷، ۲۷۸، تحت الحدیث: ۷۹۲ ملتقطا۔

رہے کہ مردوں کے لیے دونوں حکم ہیں یعنی سر کے بال کٹوانا تہبند اونچا پہننا، عورتوں کو یہ دونوں کام حرام ہیں عورتیں اپنے سر کے بال خود دراز رکھیں ہرگز نہ کٹوائیں تہبند نیچا باندھیں، ہاں اِحرام سے فارغ ہونے پر عورتیں بالوں کی نوکیں ایک پورا کٹوادیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ مرد کو لمبے بال رکھنا ان میں عورتوں کی سی مانگ چوٹی کرنا حرام ہے۔[1]

دوستوں سے اچھے حُلیے میں ملنا چاہیے:

(4) اپنے مسلمان بھائیوں سے ملاقات کے لیے ظاہری حلیہ کپڑے، عمامہ وغیرہ درست کر لینا چاہیے کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا: ”تم اپنے بھائیوں کے پاس آرہے ہو، اپنے کَجاوے“ یعنی اپنی سواری کہ جس پر تم سوار ہو۔ ”اور اپنا لباس دُرست کر لو۔“ یعنی چادر، تہبند اور عمامہ وغیرہ۔ ”یہاں تک کہ تم لوگوں میں تِل کی مانند (خوبصورت) نظر آنے لگو۔“ یہاں اس بات کو بیان کیا ہے کہ جب انسان اپنے دوستوں سے ملنے جائے تو اس کے کپڑے اور بدن صاف ہوں تاکہ دوستوں کو دیکھنے میں اچھا لگے کہ دوستوں کی نگاہیں ظاہر پر پڑیں گی نہ کہ باطن پر اور یہ طریقہ (یعنی ظاہری حلیہ کا اچھا ہونا) دوستوں کی مذمت و ملامت کے خوف سے بچنے اور ان کے دلوں میں ادب و احترام کو بڑھانے کا طریقہ ہے اور شریعت کو بھی یہ مطلوب ہے۔ حدیث پاک میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان مذمت والے کاموں سے بچے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے راحت کا طلبگار ہو اور ان کے دلوں کو خود سے مانوس کرے تاکہ وہ اسے بُرا اور بوجھ نہ سمجھیں اور یہ تمام اُمور مباحات میں سے ہیں تکبر میں شامل نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کو ظاہر کرنے کی قسم سے ہے۔[2]

مسلمان بھائیوں سے ملاقات کے لیے بننا سنورنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے بن سنور کے جانا یہ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عمل سے ثابت ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول پاک صَلَّی

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۷۰۔

2 ... دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی صفۃ طول القمیص والکم والازار۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۸۰، تحت الحدیث: ۷۹۶۔

اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب اپنے دولت کدے سے باہر تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو پانی کے عکس میں اپنا چہرہ مبارک ملاحظہ فرما کر عمامہ شریف اور گیسوؤں کو درست فرمایا تو حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عنہا نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی ایسا کر رہے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہاں! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کا بننا سنورنا اس وقت پسند فرماتا ہے جب وہ اپنے بھائیوں کے پاس جانے لگے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"مسلمان" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حالت جنگ میں انسان دشمن پر رُعب ڈالنے کے لیے اپنے نام و نسب کے ذریعے اپنی تعریف کر سکتا ہے جبکہ اس سے مقصود دشمن کو ڈرانا ہو نہ کہ غرور و تکبر۔

(2) جہاد کے لیے اپنا مال و اسباب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں دینے والا ہمیشہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔

(3) آدمی ایسے کاموں سے بچے جو اس کی مذمت اور ملامت کا باعث ہوں۔

(4) مرد کو فخر و غرور کے لئے لمبے بال رکھنا یا عورتوں کی طرح بالوں میں چوٹی رکھنا منع ہے۔

(5) اپنا حلیہ خراب رکھنے والا دوسروں کی مذمت اور ملامت کا شکار ہوتا ہے۔

(6) دوستوں سے ملاقات کے لیے جاتے وقت کپڑے اور بدن صاف ہو کہ ان چیزوں سے دوستوں کے دلوں میں ادب و احترام بڑھتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے ظاہر و باطن کو ستھرا رکھنے اور ایسے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو مذمت اور ملامت کا باعث ہوں۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ذم الجاہ والریاء، باب بیان حقیقۃ الریاء وما یراءی بہ، ۱۰ / ۹۳، ۹۴۔

حدیث نمبر:799

تہبند کی مقدار

عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِزْرَةُ الْمُسْلِمِ اِلٰى نِصْفِ السَّاقِ وَلَا حَرَجَ اَوْ لَا جُنَاحَ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ فَمَا كَانَ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَمَنْ جَرَّ اِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللهُ اِلَيْهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مسلمان کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہے اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ ٹخنوں اور پنڈلی کے درمیان ہو البتہ جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہے اور جو شخص فخر سے اپنے تہبند کو گھسیٹے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔“

حدیث نمبر:800

تہبند اونچا کرو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَرْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ اِزَارِيْ اسْتِرْخَاءٌ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ! اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ: ”زِدْ“ فَزِدْتُ فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اِلٰى اَيْنَ؟ فَقَالَ: اِلٰى اَنْصَافِ السَّاقَيْنِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس سے گزرا اور میرا تہبند لٹکا ہوا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے **عبد اللہ**! تہبند اونچا کرو۔“ میں نے اونچا کر دیا، پھر فرمایا: ”اور اونچا کرو۔“ میں نے اور اونچا کیا اس کے بعد میں ہمیشہ تہبند کا خیال رکھتا۔ کسی نے (سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے) پوچھا: کہاں تک اونچا کیا؟ فرمایا: آدھی پنڈلیوں تک۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ میں تہبند کی مقدار بیان کی گئی ہے کہ تہبند

---

1 . . . ابو داود، کتاب اللباس، باب فی قدر موضع الازار، ۴/ ۸۲، حدیث: ۴۰۹۳۔

2 . . . مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم جر الثوب خیلاء۔۔۔ الخ، ص ۸۹۰، حدیث: ۵۴۶۲۔

کہاں تک ہونا چاہیے جیسا کہ پہلی حدیث پاک میں فرمایا گیا: مسلمان کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے، اگر آدھی پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان ہو تو اس میں بھی حرج نہیں البتہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو کہ ٹخنوں سے نیچے ہونے پر جہنم کی وعید ہے اور یہ کام نظرِ رحمت سے محرومی کا سبب ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو تہبند اُونچا رکھنے کا جو فرمایا گیا اس کی وجہ ذکر کرتے ہوئے عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''تہبند کو اونچا رکھنے میں پاکیزگی وطہارت ہے۔''(1)

جب پاؤں دوزخ میں تو پاؤں والا بھی وہاں ہی ہوگا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (مسلمان کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے) یعنی مسلمانوں کے اِزار و تہبند باندھنے کی کیفیت یہ چاہیے کہ وہ نصف پنڈلی تک رہے، نصف سے مراد تقریباً آدھا ہے نہ کہ حقیقی آدھا لہٰذا کچھ اونچے نیچے ہونے میں حرج نہیں، یہ حد مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے تہبند یا پاجامے ٹخنوں کے نیچے تک ہونے چاہئیں کیونکہ ان کی پنڈلی سِتر میں داخل ہے جس کا چھپانا فرض ہے۔ عورتیں گھر میں رہتی ہیں گندی گلیوں سڑکوں میں انہیں چلنا پھرنا نہیں پڑتا ان کے لیے پاجامہ نیچا ہونا مضر نہیں، مردوں کو باہر چلنا پھرنا پڑتا ہے ان کے نیچے پائنچے نجس ہوجائیں گے اس لیے بھی یہ فرق کیا گیا۔ (اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ٹخنوں اور پنڈلی کے درمیان ہو۔) یعنی مرد ٹخنوں تک پاجامہ اور تہبند رکھ سکتے ہیں اس طرح کہ ٹخنے کھلے ہوں۔ (البتہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہے۔) اس حد سے نیچا تہبند مع پاؤں کے دوزخ میں ڈالا جائے گا اور جب پاؤں دوزخ میں گیا تو پاؤں والا بھی وہاں ہی گیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ عمل متکبرین اور فیشن ایبل لوگوں کا ہے، نیز ایسے تہبند اکثر نجس رہتے ہیں، راستہ کی گندگی ان کے نچلے کنارہ میں لگ جاتی ہے جس سے نماز درست نہیں ہوتی، اکثر ایسے تہبند میں اُلجھ کر گر جاتے ہیں خصوصاً زینہ پر چڑھتے اترتے۔ (اور جو شخص فخر سے اپنے تہبند کو گھسیٹے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔) فخر کی قید سے معلوم ہوا کہ یہ سزائیں اس صورت میں ہیں جب کہ فیشن

(1) ...دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی صفۃ طول القمیص والکم والازار...الخ، ۳/ ۲۸۱، تحت الحدیث: ۷۹۸۔

یا تکبر کے طور پر ہو، اگر کوئی شخص بے خیالی میں ایسا کر بیٹھے تو یہ حکم نہیں۔ [1]

حدیث نمبر: 801

عورتوں کے کپڑا لٹکانے کا حکم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ قَالَ: يُرْخِيْنَ شِبْرًا قَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ قَالَ: فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ. [2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا **فرماتے ہیں: رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو شخص تکبر کرتے ہوئے کپڑا لٹکائے گا قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔" حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: عورتیں اپنی چادروں کو کس طرح استعمال کریں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "ایک بالشت نیچے کریں۔" انہوں نے عرض کی: اِس طرح تو پاؤں کُھل جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: "ایک گز نیچے چھوڑ دیں لیکن اس سے زیادہ نہ کریں۔"

عورتوں کے ٹخنے ڈھکے رہیں:

"حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: عورتیں اپنی چادروں کو کس طرح استعمال کریں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ایک بالشت نیچے کریں۔" **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی بمقابلہ مرد کے ایک بالشت اپنا تہبند زیادہ رکھے۔ مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی سے ایک بالشت زیادہ لٹکائے تا کہ ٹخنے بھی ڈھکے رہیں۔ (انہوں نے عرض کی: اس طرح تو پاؤں کُھل جائیں گے۔) یعنی ایک بالشت زیادہ رکھنے میں اگرچہ بیٹھنے کی حالت میں تو اس کا ستر چھپا رہے گا مگر چلنے کی حالت میں اس کے قدم ضرور کھلیں گے یا بے احتیاطی میں پنڈلی بھی کھل جائے گی لہٰذا ایک بالشت زیادہ ہونے سے بھی ستر حاصل نہ ہوگا۔ (فرمایا: ایک گز نیچے چھوڑ دیں لیکن اس

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۱۔

2 ... ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی جر ذیول النساء، ۳/ ۲۸۴، حدیث: ۱۷۳۷۔

سے زیادہ نہ کریں۔) گز سے شرعی گز مراد ہے یعنی ایک ہاتھ یا دو بالشت جو کہ ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ ہوتے ہیں شریعت میں اسی گز کا اعتبار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو بالشت زیادہ رکھے اس سے زیادہ نہ کرے ورنہ زمین پر گھسیٹے گا اور نجس ہوتا رہے گا۔[1]

مدنی گلدستہ

”حجر اسود“ کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) مسلمان کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے اگر ٹخنوں اور آدھی پنڈلی کے درمیان ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔

(2) عورتوں کے پاجامے وغیرہ ٹخنوں سے نیچے ہونے چاہئیں کہ ان کی پنڈلی ستر میں داخل ہے۔

(3) مرد ٹخنوں تک پاجامہ، تہبند شلوار وغیرہ رکھ سکتے ہیں جبکہ ٹخنے کھلے ہوں۔

(4) ٹخنوں سے نیچا تہبند، پاجامہ، شلوار وغیرہ پاؤں سمیت دوزخ میں ڈالا جائے گا اور جب پاؤں دوزخ میں گیا تو پاؤں والا بھی وہاں جائے گا۔

(5) ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے کی سزا اس صورت میں ہے کہ جب فیشن یا تکبر کے طور پر ایسا کرے اگر کسی شخص کا تہبند، شلوار وغیرہ بے خیالی میں ٹخنے سے نیچا ہو جائے تو اس کے لیے یہ حکم نہیں۔

(6) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان پر عمل کرنے میں جلدی کرتے۔

(7) عورتوں کو بھی زمین پر کپڑا گھسیٹ کر چلنا منع ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق لباس پہننے اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۳۔

باب نمبر:120 بطورِ تواضُع عُمدہ لباس ترک کرنے کا اِستحباب

لباس جہاں باعثِ زینت وحفاظت ہے وہیں یہ انسان کے خیالات کا عکاس بھی ہے، اچھے لوگ کبھی بھی مسخروں والا بیہودہ لباس نہیں پہنتے، وہ کبھی اپنے لباس کی وجہ سے تکبر وعجب کا شکار نہیں ہوتے، بلکہ عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں، اظہارِ عاجزی کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ عمدہ لباس پہننے پر قادر ہونے کے باوجود سادہ لباس پہنا جائے، ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن بلکہ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قیمتی لباس پر قادر ہونے کے باوجود بطورِ تواضع سادہ لباس زیبِ تن فرماتے تھے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات پر **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کو فوقیت دے اور نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے استطاعت ہونے کے باوجود سادہ لباس پہنے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ دین ودنیا کی بھلائیاں نصیب ہوں گی حقیقت یہی ہے کہ جو حُسن وخوبی سادگی میں ہے وہ بناوٹی زیب وزینت میں نہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"بطورِ تواضع عمدہ لباس ترک کرنے کے استحباب"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوْ زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:802 عُمدہ لباس ترک کرنے کی فضیلت

عَنْ مَعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا معاذ بن انس رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس نے رضائے الٰہی کے لئے تواضع اختیار کرتے ہوئے عمدہ لباس ترک کیا حالانکہ وہ اس پر قادر تھا تو **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت اسے تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ ایمان کا جو جوڑا چاہے پہن لے۔"

[1] ...ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقاق والورع، باب ۳۹، ۴/۲۱۷، حدیث: ۲۴۸۹۔

پُرانا اور پیوند والا لباس افضل ہے:

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّءُوف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”جس نے قدرت ہوتے ہوئے بھی زیادہ قیمت والا خوبصورت کپڑا فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر تواضع کی وجہ سے ترک کر دیا نہ کہ اس لئے کہ لوگ اسے متواضع یا زاہد کہیں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا تاکہ لوگوں کے درمیان اسے شہرت عطا فرمائے اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کا جو جوڑا چاہے پہن لے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اون کا لباس پہنا اور بکریاں باندھی، اسی سے علامہ سہروردی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ بات اخذ کی ہے کہ پُرانا اور پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا افضل ہے۔“[1] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مذکورہ فضیلت صرف اس کے لیے ہے جس نے باوجودِ قدرت عمدہ لباس بطورِ تواضع چھوڑا ہو اور دنیا کی زیب و زینت ترک کر دی ہو، اور جو اس لئے عمدہ لباس نہ پہنے کہ اس کے پاس ہے ہی نہیں تو اسے یہ فضیلت حاصل نہ ہو گی۔ ہاں! اگر کوئی شخص یہ ارادہ کرے کہ اگر اسے اچھا لباس پہننے پر قدرت حاصل ہوئی تب بھی وہ تواضع کرتے ہوئے عمدہ لباس نہیں پہنے گا تو اسے اچھی نیت پر ثواب دیا جائے گا کیونکہ حدیث پاک میں ہے: ”نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“[2]

سادہ لباس کے بارے میں بزرگانِ دِین کے پانچ اَقوال:

(1) حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن شُبْرُمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”میرا بہترین لباس وہ ہے جو میری خدمت کرے اور میرا بدترین لباس وہ ہے جس کی میں خدمت کروں۔“ (2) ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”ایسا لباس پہنو کہ تم بازار میں موجود عام لوگوں کی طرح نظر آؤ، ایسا لباس مت پہنو جو تمہیں مشہور کر دے اور لوگوں کی نظریں تمہاری طرف اٹھیں۔“ (3) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کھردرا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے کسی نے اس بارے میں عرض کی، تو

---

1 . . . التیسیر، حرف المیم، ۲/ ۴۰۹۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی استحباب ترک الترفع فی اللباس تواضعا، ۳/ ۲۸۳، تحت الحدیث: ۸۰۰۔

فرمایا: ''ایسا لباس تواضُع کے زیادہ قریب ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان اس کی پیروی کریں۔'' **(4)** امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''کُھردرا اور موٹا لباس پہنو اور عجمیوں یعنی قیصر وکسریٰ کے لباس سے بچو۔'' **(5)** حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں عرض کی گئی: ''آپ عمدہ لباس کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا: ''بھلا غلام کو عمدہ لباس پہننے کی کیا ضرورت ہے، البتہ جب یہ دوزخ کی آگ سے آزادی پالے گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! پھر اسے ایسا لباس حاصل ہو گا جو کبھی بوسیدہ نہ ہو گا۔''(1)

مدنی گلدستہ

''تواضع'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو شخص قدرت کے باوجود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطر تواضع کرتے ہوئے عمدہ لباس ترک کردے تو قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے مخلوقات کے سامنے اختیار دے گا کہ ایمان کا جو جوڑا چاہے پہن لے۔

(2) جو شخص اس لیے سادہ لباس پہنے کہ لوگ اسے زاہد و متواضع کہیں تو ایسے شخص کو مذکورہ حدیث پاک میں بیان کردہ فضیلت حاصل نہیں ہو گی۔

(3) عمدہ لباس کے مقابلے میں تواضع کرتے ہوئے پُرانا اور پیوند لگا ہوا لباس پہننا افضل ہے۔

(4) جو یہ عزم کرے کہ اگر مجھے عمدہ لباس پہننے پر قدرت حاصل ہوئی تو میں تواضع کرتے ہوئے عمدہ لباس نہیں پہنوں گا تو اسے اچھی نیت پر ثواب دیا جائے گا۔

(5) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سادہ اور کُھردرا لباس پہننا پسند فرماتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی خاطر تواضع کرتے ہوئے سادہ لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے اور دِین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... احیاء العلوم، ۴/ ۴۰۷ تا ۴۰۵ ملتقطاً۔

باب نمبر:121

لباس میں میانہ روی کا بیان

لباس میں میانہ روی مستحب ہے اور بلاضرورت اور شرعی مقصد کے بغیر ایسا لباس نہ پہنے جو اسے عیب دار کر دے۔

ہر انسان کو اپنی حیثیت کے مطابق بہتر لباس پہننا چاہیے، اگر کسی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو اسے چاہیے کہ غرور و تکبر سے بچتے ہوئے اچھا اور عمدہ لباس پہنے تاکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی **نعمت** کا اظہار ہو۔ دولت مند کے لیے مناسب نہیں کہ بخل کرتے ہوئے یا بلاضرورت کسی وجہ سے گھٹیا لباس پہنے ہاں تواضع اور انکساری کے طور پر سادہ لباس پہننا تو بہت اچھی بات ہے۔ البتہ لباس میں میانہ روی اختیار کی جائے نہ اتنا زیادہ قیمتی لباس پہنے کہ جو شہرت کا باعث ہو اور نہ انتہائی کم قیمت والا لباس پہنے کہ جس سے لوگوں کی نظر میں حقیر ہو جائے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی "**لباس میں میانہ روی کے مستحب ہونے اور بلاضرورت اور کسی شرعی مقصد کے بغیر ایسا لباس کہ جو اسے عیب دار کردے اس کے نہ پہننے**" کے بیان میں ہے۔

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:803

نعمت کا اثر بندے پر ظاہر ہو

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللہَ یُحِبُّ اَنْ یَرٰی اَثَرَ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن شعیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے پر اپنی **نعمت** کا اثر دیکھنا پسند فرماتا ہے۔"

نعمت کو پوشیدہ رکھنا جائز نہیں:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں**: "جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ پسند فرماتا ہے کہ اس بندے کے اَحوال میں اس کا اثر ظاہر ہو، اس طرح کہ وہ مبالغہ

[1] ... ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء ان اللہ تعالی یحب ان یری۔۔۔ الخ، ۴/ ۳۷۴، حدیث: ۲۸۲۸۔

اور فضول خرچی کیے بغیر حالات اور قدرت کے مطابق اچھے، پاک صاف اور نئے کپڑے پہنے اور اس کی نیت نعمت کا ظاہر کرنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا ہو، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو اور حاجت مند زکوۃ اور صدقات حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف رجوع کریں، تکبر اور غرور مقصود نہ ہو۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ نعمت کا مخفی اور پوشیدہ رکھنا جائز نہیں، نعمت کو چھپانا گویا نعمت کی ناشکری ہے، اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو کسی انسان کو علم و فضل عطا کیا ہو اُسے ظاہر کرنا چاہیے تاکہ لوگ پہچانیں اور اس سے استفادہ کریں اور وہ ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ (پ۱، البقرۃ: ۳)[1] (ترجمۂ کنزالایمان: اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں) کے مصداق میں داخل ہو۔"

اخلاص سے نعمت کا اظہار بھی شکر ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس نے بندے کو جو نعمتیں عطا فرمائیں ہیں وہ اس کا اظہار کرے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جسے اچھا لباس پہننے کی قدرت عطا کی ہے اُسے چاہیے کہ اچھی نیت کے ساتھ عمدہ لباس پہنے کیونکہ "**اللہ** کی نعمت کا اِظہار اِخلاص کے ساتھ ہو تو یہ بھی شکر ہے اور اس لیے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباسوں میں بہتر پہننا مستحب ہے۔"[2] حضرت سَیِّدُنا ابو الاحوص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی وہ فرماتے ہیں: "میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھ پر معمولی کپڑا تھا، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس مال ہے؟" میں نے عرض کی: ہاں ہے۔ پوچھا: "کس قسم کا مال ہے؟" میں نے عرض کی: خدا کا دیا ہوا ہر قسم کا مال ہے۔ اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے، غلام۔ فرمایا: "جب خدا نے تمہیں مال دیا ہے تو اس کی نعمت اور اس کی بخشش کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیے۔"[3] یعنی قیمتی اور صاف کپڑے پہنو تاکہ لوگ سمجھیں کہ تم پر **اللہ** کا فضل ہے یہ بھی **اللہ** کا شکریہ ہے۔ شکر کے لیے اچھا لباس پہنے فخر کے لیے نہ پہنے، کبھی اچھا لباس پہنے شکر کے لیے کبھی معمولی پہنے انکسار کے طور پر۔ اپنے کو اچھے کھانے اچھے لباس کا

---

1 ... اشعۃ اللمعات، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ۵۸۶/۳۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷۔

3 ... نسائی، کتاب الزینۃ، باب الجلاجل، ص ۸۳۱، حدیث: ۵۲۲۴۔

عادی نہ بنائے کہ کبھی معمولی کھا پی نہ سکے۔“[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”جسے رب تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ بخل کی بنا پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے بلکہ کبھی اچھے کپڑے پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور فقرا اسے غنی سمجھ کر اس سے کچھ مانگ بھی سکیں، اگر اللہ نے عالمِ دِین بنایا ہے تو عالمانہ لباس پہنے تاکہ حاجتمند لوگ اس سے مسئلے پوچھ سکیں، ربّ کی نعمت کا اظہار بھی شکر ہے اس کی نعمت چھپانا کفران ہے۔ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ معمولی کپڑے پہننا ایمان سے ہے۔ وہاں تکبر تکلف کی ممانعت تھی یہاں شکر اور اظہارِ نعمت الٰہی کا حکم ہے، ایک ہی چیز ایک نیت سے بُری ہوتی ہے دوسری نیت سے اچھی۔“[2]

مدنی گلدستہ

”غارِ ثور“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ بندے کے اَحوال سے نعمت کا اظہار ہو۔

(2) قدرت ہو تو تکبر و غرور اور اِسراف کیے بغیر اچھی نیت کے ساتھ پاک صاف اور نئے کپڑے پہنیں۔

(3) نعمت کا مخفی اور پوشیدہ رکھنا جائز نہیں، نعمت کو چھپانا گویا نعمت کی ناشکری ہے۔

(4) آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق جائز لباس پہننا مستحب ہے۔

(5) کبھی اچھا لباس پہنے، کبھی معمولی، فقط اچھے کھانے اچھے لباس کا عادی نہ بنائے۔

(6) جسے ربّ تعالیٰ نے مال دیا ہے وہ بخل کی بنا پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے بلکہ کبھی اچھے کپڑے پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور فقرا اسے غنی سمجھ کر اس سے کچھ مانگ سکیں۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نعمتوں کا جائز طریقے سے اظہار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ناشکری کی آفت سے محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۱۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۱۱۔

باب نمبر:122

ریشم کے لباس کی مُمَانَعَت کا بیان

مَردوں کو ریشم کا لباس پہننے، اس پر بیٹھنے، ٹیک لگانے کی حرمت اور عورتوں کے لئے اس کے جواز کا بیان

دنیا انسان کے لئے آزمائش کی جگہ ہے، یہاں اسے کچھ چیزوں کے استعمال کی اجازت دی گئی اور کچھ سے منع کیا گیا۔ اَحکامات پر عمل اور ممنوعات سے بچنے پر بندے کے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی رکھی اور ممنوعات کے ارتکاب پر نقصان کی وعید سنائی گئی۔ ریشم کا استعمال بھی ان ہی ممنوعات میں سے ایک ہے۔ امتِ محمدیہ کے مَردوں کے لئے اس کا لباس پہننا، اس پر بیٹھنا ٹیک لگانا ناجائز و ممنوع جبکہ عورتوں کے لئے جائز ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”مَردوں کو ریشم کا لباس پہننے، اس پر بیٹھنے، ٹیک لگانے کی حرمت اور عورتوں کے لئے اس کے جواز“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 احادیث مبارکہ بیان کی ہیں۔

حدیث نمبر:804 مَردوں کے لئے ریشمی لباس کی مُمَانَعَت

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلْبَسُوْا الْحَرِيْرَ فَاِنَّ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ. [1]

ترجمہ: امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم لوگ ریشم کا لباس نہ پہنو کیونکہ جو دنیا میں ریشم پہنے گا آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔“

حدیث نمبر:805 آخرت میں کوئی حصہ نہیں

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ. [2] وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِي: مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ. [3]

1 . . . مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم لبس الحریر۔۔۔الخ، ص ۸۸۴، حدیث: ۵۴۱۰۔

2 . . . مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم لبس الحریر۔۔۔الخ، ص ۸۸۳، حدیث: ۵۴۰۹۔

3 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر۔۔۔اِلخ، ۵۹/۴، حدیث: ۵۸۳۵۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ریشم وہی پہنتا ہے جس کا کوئی حصہ نہیں۔'' اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ''جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''

حدیث نمبر:806 جنت میں ریشمی لباس سے محرومی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَبِسَ الْحَرِیرَ فِی الدُّنْیَا لَمْ یَلْبَسْہُ فِی الْاٰخِرَۃِ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہ پہنے گا۔''

حدیث نمبر:807 ریشم و سونا کس کے لئے حرام ہے؟

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِیْرًا فَجَعَلَہُ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَذَہَبًا فَجَعَلَہُ فِیْ شِمَالِہٖ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ ہٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ. (2)

ترجمہ: امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا: ''یہ دونوں چیزیں میری اُمّت کے مَردوں پر حرام ہیں۔''

حدیث نمبر:808 مَردوں کے لئے ناجائز عورتوں کے لئے جائز

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّہَبُ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ وَاُحِلَّ لِاُنَاثِہِمْ. (3)

---

1 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر...الخ، ۴/ ۵۹، حدیث: ۵۸۳۲۔

2 . . . ابو داود، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، ۴/ ۷۱، حدیث: ۴۰۵۷۔

3 . . . ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الحریر والذھب، ۳/ ۲۷۸، حدیث: ۱۷۲۶۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ریشم کا لباس اور سونا میری اُمَّت کے مَردوں پر حرام اور عورتوں کیلئے حلال کیا گیا ہے۔“

حدیث نمبر:809

چار چیزوں سے مُمانَعت

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: نَھَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِی اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَاَنْ نَّاْکُلَ فِیْھَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَیْہِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے، رِیشم و دِیباج کا لباس پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں اُمَّتِ محمدیہ کے مَردوں کے لئے ریشمی لباس پہننا منع ہے، جو دنیا میں بغیر عذرِ شرعی جان بوجھ کر ریشمی لباس پہنے گا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا اور وہاں اس کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔ ریشمی لباس تکبر کی علامت ہے، اس میں کفار اور عورتوں سے مشابہت ہے۔ مَردوں کے لئے ریشمی لباس میں خرابیاں ہی خرابیاں ہیں جبکہ اس سے بچنے میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہے اور جنت میں بطورِ انعام ریشمی لباس ملنے کی بشارت ہے۔

آخرت میں ریشمی لباس سے محرومی:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”جس نے دنیا میں غیر مشروع ریشمی لباس پہنا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ جو دنیا میں ریشم کو حلال سمجھ کر پہنے گا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا یا یہ فرمان زجر و توبیخ کے لئے ہے یا یہاں جنت میں داخل ہونے سے پہلے کی مدت مراد ہے کیونکہ اہل جنت کا لباس تو ریشم کا ہو گا۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اکثر نے یہ تاویل کی ہے کہ ریشمی لباس پہننے والا سابقین فائزین کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو گا۔[2]

1 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب افتراش الحریر، ۴/ ۶۰، حدیث: ۵۸۳۷۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الاول، ۸/ ۱۳۰، تحت الحدیث: ۴۳۱۶۔

فیض القدیر میں ہے: جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا کیونکہ اس نے ایسی چیز کے حصول میں جلدی کی جس کے بعد میں ملنے کا وعدہ تھا جیسا کہ وارث اگر اپنے مُورِث کو قتل کردے تو وہ میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح اس نے دنیا میں ریشم استعمال کر کے آخرت میں اپنے لئے حرام کر لیا) فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ﴾ (پ۲۶، الاحقاف: ۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: ”تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے۔“ اس وعید کا تقاضا تو یہی ہے کہ اسے آخرت میں ریشمی لباس نصیب ہی نہ ہو اور وہ جنت میں داخل نہ ہو مگر قرآنی آیات سے یہ بات ثابت ہے کہ توبہ سے وعید زائل ہو جاتی ہیں اسی طرح نیکیاں، مصائب پر صبر، دعا، شفاعت اور ارحم الرحمین کا عفو و کرم بھی گناہوں کو مٹا دیتا ہے کیونکہ جو ربّ سزا دینے پر قادر ہے وہ معاف کرنے پر بھی قادر ہے۔[1] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ریشم کی ممانعت عاقل بالغ مردوں کے لئے ہے اور ریشم سے مراد خالص ریشم ہے، اسی طرح وہ لباس بھی اس میں شامل ہے جو ریشم سے مرکب ہو، تو جس مسلمان نے ریشم کی حرمت معلوم ہونے کے باوجود، جان بوجھ کر بغیر کسی مجبوری کے ریشم پہنا اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ آخرت میں اسے نہ پہن سکے گا وہ اس طرح کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ریشم کی طلب اس کے دل سے نکال دے گا یہ نہیں کہ وہ طلب بھی کرے اور اسے نہ دی جائے کیونکہ یہ جنت کے اکرام کے منافی ہے کہ وہاں طلب کے باوجود کوئی چیز نہ ملے۔[2]

جنتیوں کا لباس:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: جو مسلمان ناجائز ریشم پہنے وہ اولاً ہی جنت میں نہ جاسکے گا کیونکہ ریشم کا لباس ہر جنتی کو ملے گا وہاں پہنچ کر، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝۲۳﴾ (پ۱۷، الحج: ۲۳) (ترجمۂ کنز الایمان: اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے۔) بعض

1 . . . فیض القدیر، حرف المیم، ۶/ ۲۸۳، تحت الحدیث: ۹۰۰۲۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی تحریم لباس الحریر ... الخ، ۳/ ۲۸۵، ۲۸۶، تحت الحدیث: ۸۰۲ ملخصاً۔

صورتوں میں اور بعض ریشم مرد کو حلال ہیں ان کے پہننے پر سزا نہیں۔ خیال رہے کہ کیڑے کا ریشم مرد کو حرام ہے، دریائی ریشم یا سن سے بنا ہوا نقلی ریشم حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں۔[1]

ریشم پہننے والے کا کوئی حصہ نہیں:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: دنیا میں ریشم پہننے والے کا جنت کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں یا آخرت کے اعتقاد میں کوئی حصہ نہیں۔ یہ کنایہ ہے جنت میں عدمِ دخول سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالی کی وجہ سے کہ "جنت میں اہل جنت کا لباس ریشم کا ہو گا۔" بہر حال کافر کے حق میں تو یہ وعید ظاہر ہے اور مومن کے لئے ڈانٹ ڈپٹ اور ڈرانا ہے۔[2]

ریشم کی ممانعت کی وجوہات:

مَردوں کے لئے ریشمی لباس کی ممانعت کیوں ہے؟ فقہائے کرام نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں: اسراف کی وجہ سے، تکبر کی وجہ سے، عورتوں یا کفار سے مشابہت کی وجہ سے جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے کہ "کفار کے لئے ریشمی لباس دنیا میں ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہو گا۔" علامہ ابنِ عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: صحیح یہ ہے ریشمی لباس اسراف کی وجہ سے منع ہے۔ حضرت سَیِّدُنا شیخ زین الدین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے فرمایا: (ممانعت کی وجہ اسراف نہیں کیونکہ) اسراف تو مردوں اور عورتوں دونوں ہی کے لئے ممنوع ہے بلکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مردوں کو ریشم پہننے سے اس لئے منع فرمایا کہ ریشمی لباس عورتوں کی زینت ہے اور عورتوں کو بناؤ سنگھار اور زینت کی اجازت دی گئی ہے جبکہ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ان مَردوں پر لعنت فرمائی گئی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۹۵۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الاول، ۸/۱۳۱، تحت الحدیث: ۴۳۲۰ ملخصاً۔

3 ... عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشہ۔۔۔الخ، ۱۵/۳۰، تحت الحدیث: ۵۸۲۸ ملخصاً۔

ریشم کے استعمال سے متعلق چند اہم مسائل:

ریشم کے استعمال سے متعلق دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب بہار شریعت، جلد سوم، حصہ 16، صفحہ 410 تا 415 سے کچھ مسائل پیش خدمت ہیں: **(1)** ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں۔ **(2)** مردوں کے لئے ریشم کے بچھونے پر بیٹھنا، لیٹنا اور اس کا تکیہ لگانا بھی ممنوع ہے اگرچہ پہننے میں بہ نسبت اس کے زیادہ برائی ہے مگر درمختار میں اسے مشہور کے خلاف بتایا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ **(3)** مردوں کے لئے ریشم کا لحاف اوڑھنا جائز نہیں ہے کہ یہ بھی پہننے میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔ **(4)** عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ **(5)** مردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک کی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز، یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو، لمبائی کا شمار نہیں۔ اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بُنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے اس طرح کے ہوتے ہیں، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ یعنی جبکہ اس کنارہ کی بناوٹ بھی ریشم کی ہو اور اگر سوت کی بناوٹ ہو تو چار انگل سے زیادہ بھی جائز ہے۔ **(6)** ریشم کی مچھر دانی مردوں کے لیے بھی جائز ہے، کیونکہ اس کا استعمال پہننے میں داخل نہیں۔ **(7)** مردوں کے لئے ریشم کے کپڑے میں تعویذ سی کر گلے میں لٹکانا یا بازو پر باندھنا ناجائز ہے کہ یہ پہننے میں داخل ہے۔ **(8)** مَردوں کے لئے ریشم کے مُصلّے پر نماز پڑھنا حرام نہیں مگر اس پر پڑھنا نہ چاہیے۔ **(9)** مکان کو ریشم، چاندی، سونے سے آراستہ کرنا مثلاً دیواروں، دروازوں پر ریشمی پردے لٹکانا اور جگہ جگہ قرینہ سے سونے چاندی کے ظروف و آلات رکھنا، جس سے مقصود محض آرائش و زیبائش ہو تو کراہت ہے اور اگر تکبر و تفاخر سے ایسا کرتا ہے تو ناجائز ہے۔ غالباً کراہت کی وجہ یہ ہو گی کہ ایسی چیزیں اگرچہ ابتداءً تکبر سے نہ ہوں، مگر بالآخر عموماً ان سے تکبر پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ **(10)** مردوں کے لئے ریشم کا رومال ناک وغیرہ پونچھنے یا وضو کے بعد ہاتھ منہ پونچھنے کے لیے جائز ہے یعنی جبکہ اس سے پونچھنے کا کام لے، رومال کی

طرح اُسے نہ رکھے اور تکبر بھی مقصود نہ ہو۔(11) نابالغ لڑکوں کو بھی ریشم کے کپڑے پہنانا حرام ہے اور گناہ پہنانے والے پر ہے۔ مزید تفصیل کیلئے بہار شریعت، جلد سوم، حصہ 16، ''لباس کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

مدنی گلدستہ

''ریشم نہ پہنو'' کے 10 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) اُمّتِ محمدیہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَردوں کے لئے ریشمی لباس پہننا ناجائز و حرام ہے۔

(2) مردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو، لمبائی کا شمار نہیں۔

(3) دنیا میں ریشمی لباس پہننے والے کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو گا۔

(4) عورتوں کے لئے ریشمی لباس جائز ہے ممانعت صرف مردوں کے لئے ہے۔

(5) جو چیز تکبر پیدا کرے اس کے استعمال سے بچنا چاہیے کہ تکبر بہت بڑی بُرائی ہے۔

(6) مَردوں کو زنانی وضع اختیار کرنا ناجائز و گناہ ہے لہٰذا انہیں ہر اس کام سے بچنا چاہیے جو عورتوں سے مشابہت کا باعث بنے۔

(7) اگر بچوں کو کوئی ممنوع چیز استعمال کرائی گئی تو گناہ استعمال کرانے والے پر ہو گا۔

(8) عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس کی وجہ سے انگلیاں اُٹھتی ہوں۔

(9) دنیا میں ممنوعاتِ شرعیہ کے اِرتکاب سے اُخروی نعمتوں میں کمی آجاتی ہے۔

(10) جنتیوں کا لباس ریشم کا ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ریشم کا لباس پہننے اور ریشم کے غیر شرعی استعمال سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:123

خارش زدہ کیلئے ریشمی لباس جائز ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ریشم کا استعمال مَردوں کیلئے اگرچہ ناجائز ہے لیکن بعض صورتوں میں اس کا استعمال جائز ہے جیسے مجاہد کے لئے جنگ کے موقعہ پر ایسا موٹا کپڑا پہننا جائز ہے جس کا بانا (چوڑائی کے رُخ) ریشم اور تانا (لمبائی کے رخ) سوت ہو۔[1] یونہی خارش زدہ کے لئے ریشم کے لباس کی اجازت دی گئی ہے تاکہ اسے کھجلی اور خارش سے راحت حاصل ہو۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"خارِش زدہ کے لیے رِیشمی لباس پہننے کے جواز"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:810

اِختیاراتِ مُصْطَفٰے کی ایک جَھلک

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: رَخَّصَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لِلزُّبَیْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فِیْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ لِحِکَّۃٍ بِہِمَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو خارش کے سبب ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دی۔

جوئیں دُور کرنے کے لئے ریشم کا استعمال:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ ریشمی لباس مَردوں کے لئے حرام ہے، مگر کسی مصلحت وحاجت کے وقت جائز ہے جیسے خارش و کھجلی اور جُوئیں دور کرنے کے لئے جائز ہے۔ خیال رہے کہ خارش کا سبب چبھنے والے تیز بخارات ہیں۔ خشک خارش کا سبب جلے ہوئے صفرا کا خون میں مخلوط ہونا ہے جبکہ تر خارش کا سبب نمکین بلغم کا خون میں مل جانا ہے اور یہ عموماً کثرت سے

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۴۱۰، حصہ ۱۶ ملخصاً۔

2 ... بخاری، کتاب اللباس، باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکۃ، ۴/ ۲۱، حدیث: ۵۸۳۹۔

نمکین، میٹھی اشیاء اور گرم سبزیاں کھانے سے پیدا ہوتی ہے۔[1]

مرد کو ایسا کپڑا پہننا جس کا تانا بانا دونوں ریشم کے ہوں بالاتفاق ناجائز ہے۔ اسی طرح اس پر بھی علما کا اتفاق ہے کہ جس کپڑے کا تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت کا ہو تو یہ بھی ہر شخص کو ہر حال میں حلال ہے۔ کسی واقعی عذر کھجلی اور جوؤں کی وجہ سے ریشم کا کپڑا پہننا مطلقاً حلال ہے جیسا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت زبیر اور عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو کھجلی کی وجہ سے رخصت عطا فرمائی۔ ریشم کے لباس میں برودت ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ جراثیم کُش ہو جاتا ہے نیز ریشم کے کپڑے پر جوؤں کا ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔[2]

مدنی گلدستہ

”نبی“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) ریشمی لباس مردوں کے لئے ناجائز ہے مگر کسی حاجت و بیماری کے وقت پہننے کی اجازت ہے۔

(2) حضور نبی کریم، رءُوْف رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مالکِ شریعت ہیں جس کے لئے جو چاہیں حرام فرمادیں جسے چاہیں اجازت عطا فرمادیں۔

(3) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم طبیبوں کے طبیب ہیں روحانی علاج کے ساتھ جسمانی علاج بھی فرماتے ہیں جیسا کہ ان دونوں حضرات کی خارش کا علاج ریشم سے فرمایا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے، غیر شرعی لباس پہننے سے بچائے اور نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . لمعات التنقیح، کتاب اللباس، الفصل الاول، ۷/ ۳۴۴، ۳۴۵، تحت الحدیث: ۴۳۲۶ ملتقطاً۔

2 . . . فیوض الباری، ۱۱/ ۵۴۳ ملخصاً۔

باب نمبر:124

چیتے کی کھال پر بیٹھنے کی مُمانَعَت کا بیان

چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت کا بیان

غرور و تکبر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سخت ناپسند ہے اور ہر وہ لباس یا استعمال کی چیز کہ جس سے انسان میں غرور و تکبر پیدا ہوتا ہو شریعت مُطَہَّرہ اُس سے منع فرماتی ہے۔ ریشمی کپڑا یا درندے کی کھال سواری پر رکھ کر اس پر سوار ہونا یا زمین پر بچھا کر اسے استعمال کرنے سے دل میں غرور و تکبر پیدا ہوتا ہے اسی وجہ سے اَحادیثِ مبارکہ میں ریشمی کپڑے اور درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 2 اَحادیث مبارکہ ذِکر فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:811 چیتے کی کھال پر نہ بیٹھو

عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: لَا تَرْکَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ریشم کے کپڑے اور چیتے کی کھال پر سوار نہ ہو۔"

حدیث نمبر:812 درندوں کی کھال پر بیٹھنے کی ممانعت

عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نَھٰی عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِی: نَھٰی عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ اَنْ تُفْتَرَشَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَبُو الْمَلِیح اپنے والد (اُسامہ بن عمیر) رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے درندوں کی کھال (پر بیٹھنے) سے منع فرمایا۔ ترمذی کی ایک روایت

1 . . . ابوداود، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، ۴/ ۹۲، حدیث: ۴۱۲۹۔

2 . . . ابوداود، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، ۴/ ۹۳، حدیث: ۴۱۳۲۔

3 . . . ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی النھی عن جلود السباع، ۳/ ۲۹۹، حدیث: ۱۷۷۷۔

میں ہے: درندوں کی کھال نیچے بچھانے سے منع فرمایا۔

متکبرین کی سواریاں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ احادیث میں ریشم کے کپڑے اور چیتے یعنی درندوں کی کھال کو سواری یعنی گھوڑے، اونٹ وغیرہ کی پیٹھ پر رکھ کر اس پر سوار ہونے یا ان کو زمین پر بچھا کر ان پر بیٹھنے کی ممانعت کا ذکر ہے اس کی وجہِ ممانعت ذکر کرتے ہوئے عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔“ امام بیہقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: شاید ممانعت اس وجہ سے ہے کہ درندوں کی کھال میں دِبَاغَت ٹھیک طرح سے نہیں ہوتی اور کھال پر بال وغیرہ باقی رہ جاتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا: ممانعت اس کھال کے بارے میں ہے جس کی دِبَاغَت ہی نہ ہوئی ہو یا یہ کہ یہ متکبرین اور اسراف کرنے والوں کی سواریاں ہیں (یعنی متکبر اور اسراف کرنے والے لوگ اپنی سواری پر درندوں کی کھال بچھا کر سوار ہوتے ہیں) اس وجہ سے منع ہے۔[1]

درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے تکبر پیدا ہوتا ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: گھوڑے کی کاٹھی پر ریشمی گدیلہ یا چیتے کی کھال ڈال کر اس پر سوار نہ ہو، درندوں جانوروں کی کھالوں کو پہننے یا بچھانے سے دل میں تکبر پیدا ہوتا ہے جیسے ہرن کی کھال پر بیٹھنے یا اسے پہننے سے نامردی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ بعض شارحین نے نِمَار کے معنی کیے ہیں دھاری دار کمبل مگر یہ قوی نہیں کیونکہ دھاری دار کمبل بچھانا ممنوع نہیں۔[2]

بکری کی کھال پر بیٹھنا:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب ”بہارِ

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی النھی عن افتراش جلود النمور۔۔۔الخ، ۳/ ۲۹۰، تحت الحدیث: ۸۱۰۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۱۵ ملخصاً۔

شریعت" جلد اوّل، صفحہ 402 پر ہے: "درندے کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو (یعنی دباغت کرکے اسے سکھالیا گیا ہو) نہ اس پر بیٹھنا چاہیے نہ نماز پڑھنی چاہیے کہ مزاج میں سختی اور تکبّر پیدا ہوتا ہے، بکری (بکرا) اور مینڈھے کی کھال پر بیٹھنے اور پہننے سے مِزاج میں نرمی اور اِنکسار پیدا ہوتا ہے۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطاؔر قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے بیٹھنے کی جگہ پر عُمُوماً بکری کی خشک کی ہوئی کھال بچھانے کا اہتمام فرماتے ہیں بلکہ بیان کے دوران بھی اکثر اوقات آپ کی جگہ پر بکری کی کھال بچھی ہوتی ہے۔

مدنی گلدستہ

"مدینہ" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ریشم کے کپڑے اور درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔

(2) درندوں کی کھال سواری پر رکھ کر یا زمین پر بچھا کر استعمال کرنے سے دل میں تکبر پیدا ہوتا ہے، یہ متکبر اور فضول خرچ لوگوں کا طریقہ ہے۔

(3) ہرن کی کھال پر بیٹھنے یا اسے پہننے سے نامردی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

(4) بکری اور مینڈھے کی کھال پر بیٹھنے اور پہننے سے مزاج میں نرمی اور انکساری پیدا ہوتی ہے۔

(5) درندے کی کھال اگرچہ دباغت کرکے سکھالی گئی ہو نہ اس پر بیٹھنا چاہیے نہ نماز پڑھنی چاہیے کہ مزاج میں سختی اور تکبُّر پیدا ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں درندے کی کھال اور ریشم پر بیٹھنے سے بچائے اور ہمیں نرم مزاجی وانکساری کی دولت نصیب فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:125

نئے کپڑے پہنتے وقت کیا پڑھے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہم پر اتنی کثیر نعمتیں ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں اور ملنے والی نعمت پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا مزید نعمتیں ملنے کا سبب ہے وہ نعمت چاہے کھانے پینے کی ہو یا دیگر استعمال کی چیزیں مثلاً لباس، جوتے وغیرہ اُن نعمتوں کے ملنے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد بجالانا ہی رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جب بھی ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والی کسی نعمت کے حقدار بنیں تو اس کو استعمال کرنے سے پہلے ربّ تعالیٰ کی حمد کریں اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت پر عمل کی نیت سے نئے کپڑے یا جوتے وغیرہ پہننے سے پہلے مسنون دعا پڑھیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب اسی بارے میں ہے کہ **"نئے کپڑے پہنتے وقت کیا پڑھنا چاہیے۔"** اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 حدیثِ پاک ذِکر فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:813

نیا لباس پہننے کی دعا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاہُ بِاسْمِہٖ عِمَامَۃً اَوْ قَمِیْصًا اَوْ رِدَاءً یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نیا کپڑا پہنتے، اُس کا نام لیتے عمامہ یا قمیص یا چادر پھر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو ہی تعریف کے لائق ہے، تو نے مجھے یہ (کپڑا) پہنایا، میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لیے یہ بنایا گیا، اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور جس مقصد کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب اللباس، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ۳/۲۹۷، حدیث: ۱۷۷۳۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نیا لباس زیب تن فرماتے تو پہلے اس لباس کا نام لے کر اسے معین فرماتے۔ مثلاً قمیص، عمامہ، چادر وغیرہ اور پھر بارگاہِ الٰہی میں اس نعمت کے شکر پر حمدِ الٰہی بجالاتے اور اس لباس کی بھلائی کو طلب کرنے اور اس کے شر سے بچنے کی دعا فرمانے کے بعد اسے زیب تن فرماتے۔ عَلَّامَہ عَبْدُالرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی حدیثِ پاک میں ذکر کی گئی دعا کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ دُعا پُرانا لباس پہنتے وقت بھی پڑھنا مستحب ہے۔"(1)

کپڑے میں خیر و شر کیا ہے؟

مُفَسّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضورِ اَنور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) حتَّی الامکان نیا کپڑا جمعہ کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا خیرات فرمادیتے تھے۔ پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا ہوں یا قمیص پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے، ان کی ہر ہر ادا پر کروڑوں درود۔ کپڑے کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے، کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ **اللہ** تعالیٰ ہی کے کرم سے خیر کر سکتا ہے شر سے بچ سکتا ہے، نیز کپڑا پہن کر حمد و شکر کرنا کپڑے کی خیر ہے اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر۔"(2)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: علامہ میرک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ کپڑے کی خیر اس کی بقا، صاف ستھرا ہونا اور ضرورت و حاجت کے لئے پہننا ہے۔ کپڑے کا مقصد گرمی و سردی سے بچنا اور ستر پوشی ہے اور جس مقصد کے لئے بنایا گیا اس کی بھلائی کے سوال کا مطلب یہ ہے کہ وہ کپڑا اس مطلوب تک پہنچائے جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے اور وہ عبادت اور اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت پر مدد حاصل کرنا ہے۔ کپڑے کا شر اس کا

---

1 . . . فیض القدیر، باب (کان) وھی الشمائل الشریفۃ، ۵/ ۱۲۵، تحت الحدیث: ۲۵۱۲۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۶۔

حرام و نجس ہونا، زیادہ عرصہ باقی نہ رہنا، گناہ و معاصی، فخر، خود پسندی اور غرور کا سبب بننا وغیرہ ہے۔[1]

اگلے پچھلے گناہ معاف:

حضرت سَیِّدُنا معاذ بن اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جو کپڑا پہنے پھر یہ کہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی کَسَانِیْ ھٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ یعنی تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور میری قوت و طاقت کے بغیر مجھے یہ عطا فرمایا۔'' تو اُس کے اگلے پچھلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔[2]

مدنی گلدستہ

''لباس'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کپڑا پہنتے وقت شکرِ الٰہی بجالانا اور دعا کرنا سنت ہے۔

(2) نیا کپڑا جمعہ کو پہنا جائے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا صدقہ کر دیا جائے۔

(3) کپڑے کی خیر اس کا لمبے عرصہ تک باقی رہنا، صاف ستھرا ہونا اور ضرورت و حاجت کے لئے پہننا ہے نیز کپڑے کی خیر یہ بھی ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے۔

(4) کپڑے کا مقصد گرمی و سردی سے بچنا اور ستر پوشی اور رب کی عبادت پر مدد حاصل کرنا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں لباس پہننے سے پہلے شکرِ الٰہی بجالانے اور مسنون دعا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ۸/ ۱۵۱، تحت الحدیث: ۴۳۴۳ ملخصاً

2 . . . ابو داود، کتاب اللباس، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ۴/ ۲۰، حدیث: ۴۰۲۳ ملتقطاً

باب نمبر:126

لباس میں دائیں جانب سے اِبتِدَا مُستَحَب ہے

ہر نیک و جائز و بزرگی والا کام جیسے مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سُرمہ لگانا، ناخن تراشنا اور لباس پہننا وغیرہ سیدھی طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔ مثلاً جب کرتا پہنیں تو پہلے سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر الٹی آستین میں الٹا ہاتھ، اسی طرح پاجامہ پہننے میں پہلے سیدھے پائنچے میں سیدھا پاؤں داخل کریں اور جب اتاریں تو بائیں جانب سے ابتدا کریں۔ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کرتا پہنتے تو داہنی طرف سے ابتدا فرماتے۔[1] اور جس کام میں بُزرگی والی بات نہیں جیسا کہ مسجد سے باہر آنا، ناک صاف کرنا اور لباس اُتارنا، ان اُمور میں بائیں جانب سے ابتِدا کی جائے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"لباس پہننے میں دائیں جانب سے ابتدا کرنے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب کے تحت کوئی آیت یا حدیث ذِکر نہیں فرمائی محض اتنا فرمایا کہ اس باب کا مقصود اور اس بارے میں احادیثِ صحیحہ پہلے گزر چکی ہیں۔ اس باب میں آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ ذِکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مصنف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کتاب الآداب کے تحت دائیں جانب سے ابتدا کے مستحب ہونے پر مستقل ایک باب ذکر فرمایا اور اس سے متعلقہ تمام آیات واحادیث وہاں بیان فرمادی ہیں۔ یہاں فقط باب کی ہیڈنگ ذکر فرما کے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ لباس پہننے میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔ دلیل الفالحین میں ہے: لباس پہننے میں دائیں جانب سے ابتدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے پہلے آستین میں داخل کرے، موزے، شلوار، جوتے وغیرہ میں بھی پہلے دائیں جانب کو داخل کرے پھر بائیں کو، اس کی وجہ یہ ہے کہ اعضا کو لباس پہنانا ان کی شرافت کی وجہ سے ہے اور اعضا میں دایاں عضو شرافت کا زیادہ مستحق ہے، اس باب کا مقصود ہر مکرم اور بزرگی والی چیز میں دائیں جانب کا استحباب ثابت کرنا ہے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمص، ۳/ ۲۹۷، حدیث: ۱۷۷۲۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب اللباس، باب فی استحباب الابتداء بالیمین فی اللباس، ۳/ ۲۹۲، تحت الباب۔

کتاب آداب النَّوم وغیرہ

سونے کی دعا کا بیان

باب نمبر:127

نیند اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت ہی پیاری نعمت ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو ہر انسان کے ساتھ لاحق ہوتی ہے۔ یہ انسانی زندگی کا ایک حصہ ہے جس سے انسان اپنے جسم کو آرام پہنچاتا ہے۔ دِین اسلام نے جہاں دیگر چیزوں کے آداب بیان فرمائے ہیں وہیں سونے کے بھی آداب بیان کئے ہیں، سوتے وقت سونے کی دعا پڑھنا بھی سونے کے آداب میں سے ہے۔ اگر ہم اپنے معاملات میں دِینِ اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ثواب بھی ملے گا اور اس کے علاوہ بے شمار دِینی و دُنیوی فوائد حاصل ہوں گے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **''سونے کی دعا''** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

سوتے وقت پڑھے جانے والے کلمات

حدیث نمبر:814

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا براء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بستر پر تشریف لاتے تو دائیں پہلو پر آرام فرماہوتے پھر یہ کلمات پڑھتے: ''اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنے نفس کو تیرے حوالے کیا، اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا، اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا، میں نے اپنی پشت تیری پناہ میں دی تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی جائے پناہ اور کوئی

1 . . . بخاری، کتاب الدعوات، باب النوم علی الشق الایمن، ۴/ ۱۹۳، حدیث: ۶۳۱۵ ۔

جائے نجات نہیں، میں تیری اُتاری ہوئی کتاب اور تیرے بھیجے ہوئے نبی پر ایمان لایا۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آرام فرمانے کے لیے جب اپنے مبارک بستر پر تشریف لاتے تو دائیں پہلو پر آرام فرما ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دائیں کروٹ پر سونا سنت مبارکہ ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سونے سے پہلے مذکورہ کلمات پڑھتے۔

خدا کے قرآن کے مومن:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وَجْہ سے مراد چہرہ یا توجہ یا دل کا رُخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہر و باطن کی طرف اشارہ ہے یعنی الٰہی میرا باطن بھی تیرے مُطِیع ہے کہ اس میں ریا (شرک) سرکشی نہیں اور میرا ظاہر بھی تیرا فرمانبردار کہ میرا کوئی عضو باغی نہیں، غرضکہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے، سوتے وقت یہ کلمات اِس لیے عرض کیے تاکہ معلوم ہو کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے۔(اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے) لہٰذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے اور میری معاش و معاد اچھی کردے، رغبت تو تفویض کے لحاظ سے ہے اور ہیبت اَلْجَاْتُ کے اعتبار سے ہے، چونکہ بیداری میں انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور با اختیار مگر سوجانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اِسی لیے اس موقعہ پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے، نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں اس لیے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدایا اب سب کچھ تیرے سپرد۔ (تیری بارگاہ کے سوا کوئی جائے پناہ اور کوئی جائے نجات نہیں۔) یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صِرف تو ہی دے سکتا ہے، تیرے غضب کی آگ کو صِرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اُونچے اُونچے کانپ جائیں اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی اُمید بندھ جائے۔ شعر

عَدل کریں تے تھَر تھَر کنبن اُچیاں شاناں والے
فَضل کریں تے بخشے جاوَن میں جیہے مُنہ کالے

(میں تیری اُتاری ہوئی کتاب اور تیرے بھیجے ہوئے نبی پر ایمان لایا۔) کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نبی سے مراد حضور محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں اور یہ الفاظ ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ فرماتے کہ میں اپنی رسالت پر ایمان لایا۔[1]

مذکورہ کلمات کی فضیلت:

حضرت سَیِّدُنا براء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو مذکورہ کلمات کہے پھر اسی رات مر جائے تو ایمان پر مرے گا۔“[2]

حدیث نمبر: 815

بستر پر جانے سے پہلے وضو

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ وَقُلْ... وَذَكَرَ نَحْوَهُ وَفِیْهِ: وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا براء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: ”جب اپنے بستر پر جانے کا اِرادہ کرو تو نماز جیسا وضو کر لو پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاؤ اور یہ کلمات کہو۔“ پھر آپ نے گزشتہ حدیث میں مذکور دعا ذکر کی اور فرمایا: ”تم ان کلمات کو (سونے سے پہلے) اپنی آخری بات بنالو۔“

باوضو سونے کا فائدہ:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: حدیث پاک میں سونے سے پہلے وضو کرنے کا حکم استحباب کے لیے ہے اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ بندہ طہارت اور پاکیزگی پر رات گزارے تاکہ اچانک موت آنے کی صورت میں وہ ہیئتِ کاملہ پر ہو۔ یہ بھی پتا چلا کہ موت کے لئے دل کی پاکیزگی کے ساتھ تیاری کرنا مستحب ہے کیونکہ بدن کی پاکیزگی سے دل کی پاکیزگی اولیٰ ہے۔ حدیث پاک

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/۵۔

2 ... بخاری، کتاب الدعوات، باب النوم علی الشق الایمن، ۴/۱۹۳، حدیث: ۶۳۱۵۔

3 ... بخاری، کتاب الدعوات، باب اذا بات طاهرا، ۴/۱۹۱، حدیث: ۶۳۱۱۔

میں دائیں کروٹ پر سونے کی تخصیص ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر سونے سے آدمی جلدی بیدار ہو جاتا ہے اور چونکہ دل بھی دائیں جانب مُعَلَّق رہتا ہے اس لیے انسان نیند سے بوجھل نہیں ہوتا۔ علامہ ابنِ جوزی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: اَطِبّا نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ دائیں کروٹ پر سونا بدن کی تندرستی کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے اور یہ بھی کہا کہ تھوڑی دیر دائیں کروٹ پر سوئے پھر بائیں کروٹ سوئے کہ سیدھی کروٹ پر لیٹنے سے کھانا نیچے اُترتا ہے اور بائیں کروٹ پر لیٹنے سے کھانا جلد ہضم ہوتا ہے۔ [1]

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سوتے وقت وضو اور دعا کرنا مستحب ہے کیونکہ سوتے ہوئے رُوح قبض ہو جائے تو اُس کا خاتمہ وضو اور دعا پر ہو گا۔ اگر سونے سے پہلے ہی وہ شخص متوضّی (باوضو) ہو تو تجدیدِ وضو (دوبارہ وضو) کی ضرورت نہیں کیونکہ مقصد یہ ہے کہ سونا طہارت پر ہو اور خواب سچا ہو اور شیطان اس کے ساتھ نہ کھیلے۔ [2]

وضو نہ کر سکے تو تیمم کرے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اگر سوتے وقت تمہارا وضو نہ ہو تو اس اہتمام سے وضو کر لو جس اہتمام سے نماز کے لیے کرتے ہو مع مِسواک و ادائے سُنن و مستحبات، یہ حکم اِستحبابی ہے، اگر اس وقت تیمم بھی کرے جب بھی اِنْ شَآءَ اللہ یہ ہی فائدہ ہو گا۔ [3]

نماز یا ذِکر میں شمار:

امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "تم بغیر وضو کے ہر گز نہ سونا کیونکہ روحیں اسی کیفیت پر اٹھائی جاتی ہیں جس کیفیت میں ان کو قبض کیا جاتا ہے۔" حضرت ابو توبہ عِجلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں جو شخص باوضو اپنے بستر پر گیا یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرتے ہوئے سویا تو اس کا بستر مسجد ہو گا اور اس کا شمار نماز پڑھنے والوں یا ذِکر کرنے والوں میں ہی ہو گا یہاں

---

1. ... فتح الباری، کتاب الدعوات، باب اذا بات طاهرا، ۱۲/ ۹۲، ۹۳، تحت الحدیث: ۱۱ ۶۳ ملتقطا۔
2. ... تفہیم البخاری، ۱/ ۵۲۹۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۶ ملتقطا۔

تک کہ وہ جاگ جائے۔[1]

دنیا و آخرت کی خیر ملنے کا نسخہ:

حضرت سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **فرمایا:** ”جو مسلمان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرتے ہوئے باوضو سوئے پھر رات کو وہ کسی وقت اٹھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دنیا و آخرت کی خیر کا سوال کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کو وہ خیر عطا فرماتا ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”طہارت“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دائیں کروٹ پر سونا سنتِ مبارکہ ہے۔

(2) دائیں کروٹ پر سونا صحت کے لیے مفید ہے اور اس طرح سونے سے انسان جلدی بیدار ہو جاتا ہے۔

(3) موت کے لئے دل کی پاکیزگی کے ساتھ تیاری کرنا مستحب ہے۔

(4) باوضو سونے سے خواب سچے آتے ہیں اور شیطان کے شر سے حفاظت ہوتی ہے۔

(5) سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے کہ وضو کی حالت میں فوت ہونے والا روزِ محشر باوضو اٹھایا جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق باوضو سونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:816

فجر کی سنتوں کے بعد آرام

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ اِحْدٰی عَشْرَۃَ

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الدعاء، باب اذا بات طاھرا، ۱۰ / ۸۳ ملتقطا۔

2 . . . ابو داود، کتاب الادب، باب فی النوم علی طھارۃ، ۴ / ۴۰۳، حدیث: ۵۰۴۲۔

رَكْعَةً فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَجِيءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں گیارہ رکعات پڑھتے جب صبح طلوع ہوتی تو دو مختصر رکعتیں پڑھتے پھر دائیں پہلو پر آرام فرماہوتے یہاں تک کہ مؤذن آکر آپ کو اِطلاع کرتا۔

آٹھ رکعت تہجد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: (نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں گیارہ رکعات پڑھتے) اس طرح کہ آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہوسکتی۔ (جب صبح طلوع ہوتی تو دو مختصر رکعتیں پڑھتے پھر دائیں پہلو پر آرام فرماہوتے) جب خوب روشنی ہوجاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو۔ (یہاں تک کہ مؤذن آکر آپ کو اطلاع کرتا) یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہوکر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں، آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطانِ اسلام، عالِمِ دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔[2]

دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: دائیں جانب سونا یہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہیئات میں سے ایک ہیئت ہے جو حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اختیار کیا کرتے تھے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے یہ ہیئت لیٹنے میں زیادہ مناسب اور ملائم ہے یا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

1 . . . بخاری، کتاب الدعوات، باب الضجع علی الشق الایمن، ۴/ ۱۹۱، حدیث: ۶۳۱۰۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۳۳، ۲۳۴ ملتقطا۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس لیے دائیں پہلو پر لیٹتے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے۔ (1)

سنت فجر کے بعد کچھ دیر لیٹنا مستحب ہے:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: اس حدیث میں دو باتیں ہیں۔ **پہلا** سنت فجر کے بعد سونا اور **دوسرا** دائیں پہلو پر سونا۔ **پہلی بات** کے متعلق تو یہ ہے کہ بعض ظاہر یہ اس سونے کو واجب قرار دیتے ہیں اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ بعض اسے فرض نماز کی صحت کی شرط قرار دیتے ہیں کہ اگر نہ سوئے گا تو اس کی فرض نماز باطل ہو جائے گی اور ایک جماعت اس وقت سونے کو مکروہ قرار دیتی اور بدعت کہتی ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اسے بدعت کہنا حق سے بعید بات ہے کیونکہ اس وقت نیند کے بارے میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ لہٰذا یوں کہا جائے گا کہ اولاً سونا جائز تھا بعد میں منسوخ ہو گیا یا اس وقت نیند کرنا حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خصائص میں سے ہے یا اس نیند کو راحت طلب کرنے کے ارادے سے لیٹنے پر محمول کیا جائے گا نہ کہ اس وقت سونے کو عبادت قرار دیا جائے۔ یوں ہی اس نیند کو واجب وضروری قرار دینا بھی بعید ہے کیونکہ اس بارے میں روایات مختلف آئی ہیں اور بعض روایات میں سونے کا ذِکر نہیں ہے صرف اس قدر آیا ہے کہ آپ سنتیں پڑھتے اور باہر مسجد کی طرف نکل آتے۔ قول مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر کچھ دیر آرام کرنا مستحب ہے مکروہ یا واجب نہیں۔ امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر ارادے سے سوئے کہ قدر آرام حاصل کر لے اور نمازِ تہجد کے باعث جو ثقل و تھکاوٹ لاحق ہو چکی ہے دور ہو جائے تو بہتر ہے۔ حضور پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اسی ارادے کے تحت نیند کرتے تھے۔ امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ **دوسری بات** یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دائیں پہلو پر سونا تو یہ آپ کی ہمیشہ عادت مبارکہ تھی۔ علما نے کہا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے تاکہ گہری نیند میں نہ سو جائیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نیند ہلکی رکھنے اور رات کو بیداری میسر آنے کے لئے دائیں پہلو کو اختیار فرمایا اور اس مقصد کے حصول کے لئے کم کھانا بھی ضروری ہے۔

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الدعاء، باب الضجع علی الشق الایمن، ۱۰/ ۸۲۔

واضح ہو کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی دو سنّتیں پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر سوجاتے تھے یہاں تک کہ آپ کے خراٹوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد اٹھتے اور تازہ وضو کئے بغیر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خصوصیات میں سے ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”سنت فجر“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) گھر میں فجر کی سنّتیں ادا کرکے فرض پڑھنے کے لیے مسجد جانا سنت ہے۔

(2) عشاء پڑھے بغیر تہجد ادا نہیں ہو سکتی۔

(3) فجر کی نماز اُجالے میں پڑھنا سنت ہے۔

(4) بادشاہِ اسلام اور عالمِ دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(5) دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے۔

(6) ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کی نیت سے گھر میں فجر کی سنّتیں ادا کرکے مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:817

سونے اور جاگنے کی دعا

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہُ مِنَ اللَّیْلِ وَضَعَ یَدَہُ تَحْتَ خَدِّہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیَا وَ اِذَا اسْتَیْقَظَ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ اللیل، ۱ / ۵۴۴ ملتقطاً۔

اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو بستر پر لیٹتے وقت دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے پھر فرماتے: ”اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْیَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا اور جیتا ہوں۔“ (یعنی سوتا اور جاگتا ہوں) اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جاگتے تو فرماتے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ یعنی تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں کہ جس نے ہمیں مرنے (سونے) کے بعد زندہ (بیدار) کیا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔“

لیٹنے کا سنت طریقہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو لیٹتے وقت اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور پھر سوتے وقت کی دعا پڑھتے اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نیند سے بیدار ہوتے تو جاگنے کی دعا پڑھتے، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے معاملات سے فراغت کے بعد جب سونے لگیں تو سنت پر عمل کی نیت سے سنت کے مطابق اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھیں اور سونے کی دعا پڑھ کر سوئیں اسی طرح جب نیند سے بیدار ہوں تو جاگنے کی دعا بھی پڑھیں۔ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین وملت، پروانہ شمع رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”سنّت یوں ہے کہ قُطب (یعنی شمال) کی طرف سر کرے اور سیدھی کروٹ پر سوئے کہ سونے میں بھی منہ کعبے کو ہی رہے۔“[2] دنیا میں ہر جگہ قُطب تارہ شمال کی جانب نہیں پڑے گا لہٰذا دُنیا کے کسی بھی حصے میں سوئیں اور سر یا پاؤں کسی بھی سَمت ہوں بس سیدھی کروٹ اس طرح سوئیں کہ چہرہ قبلے کی طرف رہے، سنّت ادا ہو جائے گی۔[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . بخاری، کتاب الدعوات، باب وضع الید الیمنی تحت الخد الایمن، ۴/ ۱۹۲، حدیث: ۶۳۱۴۔

2 . . . فتاویٰ رضویہ، ۲۳/ ۳۸۵۔

3 . . . تذکرۂ مجدد الف ثانی، ص ۱۴۔

موت کی تیاری:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو لیٹتے وقت دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے۔ ہو سکتا ہے یہ عاجزی کے اِظہار کے لئے ہو اور موت کے حال کا شعور دلانے کے لئے ہو۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ اس لیے کیا تا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت آپ کی اقتدا کرے اور موت سے بے خوف نہ ہو کہ نیند کی حالت میں اچانک موت آجائے گی اور اچانک موت کے آنے پر موت کی تیاری پر ہوں۔ پس نیند، بیداری اور اپنے تمام احوال میں موت کے لیے تیار رہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیَاءُ وَ اِلَیْکَ النُّشُوْر یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے نام سے مرتا اور جیتا ہوں اور تیری ہی طرف آنا ہے۔"[1]

نیند موت کا نمونہ ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سیدھی کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تا کہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔ یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، ربّ تعالیٰ کا نام شریف مُمِیْت بھی ہے اور مُحْیِی بھی یعنی مُمِیْت کے نام پر مروں گا اور مُحْیِی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں۔ یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نُشُور نَشَرٌ سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نُشُور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلبِ رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگنے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت

---

[1] . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الدعاء، باب وضع الید تحت الخد الیمنی، ۱۰ / ۸۴۔

جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ ﴾ (پ۸، الانعام:۱۲۲) (ترجمۂ کنز الایمان: اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا۔) اور فرماتا ہے:﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ﴾ (پ۲۰، النمل: ۸۰) (ترجمۂ کنز الایمان: بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے۔) ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل وکافر۔[1]

سونے کی نیتیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بلاشبہ اچھی نیت کرنا ایک ایسا عمل ہے جو محنت کے اعتبار سے بے حد ہلکا، لیکن اجر وثواب کے لحاظ سے حد درجہ عظیم ہے جتنی اچھی نیتیں زیادہ ہوں گی اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ہو گا لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہر نیک عمل سے پہلے اچھی اچھی نیتیں کرلیں حتّٰی کہ سونے سے پہلے بھی۔ شیخ طریقت امیر اہلسنت ابو بلال محمد الیاس عطّاؔر قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اپنے رسالے ”ثواب بڑھانے کے نسخے“ صفحہ 38 پر سونے کی یہ نیتیں بیان فرمائی ہیں: **(1)** احتیاطاً تجدیدِ ایمان اور ہر گناہ سے توبہ کروں گا۔ **(2)** باوضو، سونے کی دعا، آیۃُ الکُرسی وغیرہ پڑھ کر سب سے آخر میں سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْن پڑھوں گا۔ **(3)** سوتے وقت قبر میں سونے کو یاد کروں گا۔ **(4)** سیدھی کروٹ پر سیدھا ہاتھ رخسار (یعنی گال) کے نیچے رکھ کر قبلہ رو سوؤں گا۔ **(5)** معمول کے مطابق اوراد پڑھنے کے بعد کوشش کروں گا کہ زبان پر مسلسل ذِکْرُ اللہ جاری رہے اور اسی حالت میں نیند آجائے۔ **(6)** جاگنے پر مسنون دعا پڑھوں گا۔

مدنی گلدستہ

”قیامت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر سونا سنت مبارکہ ہے۔

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۰۴۔

(2) نیند، بیداری اور اپنے تمام اَحوال میں موت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

(3) نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تاکہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

(4) عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگنے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو بھی موت کہہ دیتے ہیں۔

(5) سونے سے پہلے اچھی اچھی نیتیں کرلیں کہ جتنی اچھی نیتیں زیادہ اتنا ثواب بھی زیادہ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سونے جاگنے میں سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:818

لیٹنے کا ناپسندیدہ طریقہ

عَنْ يَعِيْشَ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ اَبِيْ بَيْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى بَطْنِيْ اِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهِ فَقَالَ: اِنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ قَالَ: فَنَظَرْتُ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا یعیش بن طِخْفَہ غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص نے اپنے پاؤں سے مجھے حرکت دی اور کہا: "اس طرح لیٹنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہے۔" میں نے دیکھا تو وہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تھے۔

اُلٹا لیٹنا جہنمیوں کا طریقہ ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں لیٹنے کی ایک قبیح صورت یعنی پیٹ کے بل لیٹنے کا بیان ہے۔ پیٹ کے بل یعنی الٹا لیٹنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہے اور ہمیں ہر اس کام سے بچنا چاہیے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو

(1) ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی الرجل ینبطح علی بطنہ، ۴/ ۴۰۲، حدیث: ۵۰۴۰۔

ناپسند ہو۔ایک حدیث پاک میں الٹا لیٹنے کو جہنمیوں کا طریقہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو اُمامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ حُضُور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو مسجد میں اُلٹا سو رہا تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا: "اُٹھو! یہ جہنّمیوں کا لیٹنا ہے۔"[1]

اہل غفلت کا سونا:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: **یعنی** اوندھے لیٹنے کو **اللّٰہ** تعالٰی پسند نہیں کرتا بلکہ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ اس طرح سونے سے غفلت پیدا ہوتی ہے، اس طرح سونے میں سینہ اور چہرہ جو اَشرف اعضاء ہیں زمین پر رگڑتا ہے سر تو سجدہ ہی میں زمین پر رکھا جاوے نہ کسی اور کے سامنے نہ سوتے میں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ سونا چار قسم کا ہے: پُشت پر سونا یعنی چت یہ سونا اہل عبرت کا ہے، داہنی کروٹ پر سونا یہ اہل عبادت کا سونا ہے، بائیں کروٹ پر سونا یہ اہل اِستراحت کا سونا ہے، پیٹ کے بل سونا یہ سونا اہل غفلت کا ہے۔ (صاحب) مرقات نے فرمایا کہ اوندھے سونا دوزخیوں کا (طریقہ) ہوگا اور لوطی لوگ ایسے سوتے ہیں۔[2]

بیٹھتے لیٹتے اللّٰہ کا ذِکر

حدیث نمبر: 819

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: **مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالَى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مُضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالَى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ.**[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہ کرے تو وہ اس کے لئے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حسرت و خسارہ ہوگی اور جو کسی جگہ لیٹے اور ذِکرِ الٰہی نہ کرے تو اس کے لیے بھی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ندامت ہوگی۔"

---

1 . . . ابن ماجه، کتاب الادب، باب النهی عن الاضطجاع علی الوجه، ۴/ ۲۱۵، حدیث: ۳۷۲۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۸۳ملخصاً۔

3 . . . ابو داود، کتاب الادب، باب کراهية ان يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله، ۴/ ۳۴۷، حدیث: ۴۸۵۶۔

سوتے وقت ذِکرِ الٰہی کرنا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہٰذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنیٰ ہے ان موقعوں پر خدا تعالیٰ کا نام لینا بے ادبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو تو **اللہ** کا ذکر ضرور کرلو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جانے پر کفِ افسوس ملو گے۔ بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مؤمن کی کوئی حالت ذکر **اللہ** سے خالی نہ چاہیے۔[1]

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: "اہل جنت کو کسی چیز کا بھی افسوس نہیں ہو گا سوائے اس ساعت (گھڑی) کے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر کے بغیر گزر گئی۔"[2]



"ذِکر" کے 3 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہر وقت ہر حال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرتے رہنا چاہیے۔

(2) قضائے حاجت کے وقت اور بُری مجلس میں خدا تعالیٰ کا ذِکر کرنا بے ادبی ہے۔

(3) اہل جنت کو کسی بھی چیز کا افسوس نہیں ہو گا مگر اس وقت کا کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے بغیر گزرا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کثرت سے ذِکرِ الٰہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۱۷۔

2 ... معجم کبیر، جبیر بن نفیر عن معاذ بن جبل، ۲۰/۹۳، حدیث: ۱۸۲۔

باب نمبر: 128

چت لیٹنے، پالتی مارکر اور اُکڑوں بیٹھنے کا بیان

چت لیٹنے، بے پردگی کا خوف نہ ہو تو پاؤں پر پاؤں رکھنے نیز چار زانو (یعنی چوکڑی مار کر) بیٹھنے اور اکڑوں بیٹھنے کے جواز کا بیان

جس طرح دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے یوں ہی چت لیٹنا اور اگر بے پردہ ہونے کا خوف نہ ہو تو چت لیٹتے ہوئے ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر لیٹنا بھی سنت ہے۔ بیٹھنا ہماری زندگی کا ایک حصہ ہے کہ اِنسان طلبِ راحت، بات چیت یا غور و فکر وغیرہ کرنے کے لیے بیٹھتا ہے۔ اگر ہمارا بیٹھنا سنت کے مطابق ہو گا تو اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر بھی ہمیں اچھی نیت سے ثواب ملے گا۔ احیاء العلوم میں ہے: ”حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زیادہ تر اِس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کر کے ان کو دونوں ہاتھوں کے گھیرے میں لے لیتے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مجلس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نشست گاہ ممتاز نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ مجلس میں جہاں جگہ ملتی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہیں تشریف فرما ہو جاتے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے اَصحاب کے درمیان کبھی بھی پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا گیا تاکہ پاؤں پھیلانے کی وجہ سے کسی پر تنگی نہ ہو۔ ہاں اگر جگہ کشادہ ہوتی اور پاؤں پھیلانے سے کسی پر تنگی نہ ہوتی تو پھیلا لیا کرتے اور مدنی آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر اوقات قبلہ شریف کی طرف رخ کر کے بیٹھا کرتے تھے۔“[1] ریاض الصالحین کا یہ باب **”چت لیٹنے، بے پردگی کا خوف نہ ہو تو پاؤں پر پاؤں رکھنے نیز چار زانو (یعنی چوکڑی مار کر) بیٹھنے اور اکڑوں بیٹھنے کے جواز“** کے بارے میں ہے۔ ”اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 5 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر: 820

ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر لیٹنا

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا اَنَّهُ رَاٰی رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِیًا فِی الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْهِ عَلَی الْاُخْرٰی.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ

1 . . . احیاء العلوم، کتاب آداب المعیشة۔۔۔الخ، ۲/ ۴۴۹۔ 2 . . . بخاری، کتاب الصلاة، باب الاستلقاء۔۔۔الخ، ۱/ ۱۷۹، حدیث: ۴۷۵۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مسجد میں اس طرح چت لیٹے دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔

اَحادیث میں تطبیق:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث پاک میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چت لیٹنے کی حالت میں ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنے سے منع فرمایا، ان دونوں احادیث مبارکہ میں تطبیق دیتے ہوئے اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ممانعت والی حدیث اس حال پر محمول ہے کہ جب اس طرح لیٹنے سے بے پردگی کا خدشہ ہو۔ اگر بے پردگی کا خدشہ نہ ہو تو پھر اس طرح (یعنی ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر) لیٹنا جائز ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا لیٹنا اسی طرح کا تھا جس میں بے پردگی کا خدشہ نہیں تھا اور اس طرح لیٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ مذکورہ حدیث پاک میں مسجد میں چت لیٹنے کا بھی ثبوت ہے۔ علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی ضرورت کی بنا پر مسجد میں لیٹے تھے یا تھکاوٹ کی بنا پر طلبِ راحت کے لیے یا کسی اور وجہ سے، ورنہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عام طور پر مساجد میں اس طرح تشریف فرما نہیں ہوتے تھے۔ آپ کی نشست عام طور پر چار زانو ہوتی تھی یا اکڑوں یا دو زانو تشریف فرما ہوتے تھے۔[1] **مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر) رکھنا یہ ہے کہ دونوں پاؤں پورے پھیلے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر رکھا ہو اس صورت میں ستر نہیں کھل سکتا۔ پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنٰی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہو اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو۔ پہلی صورت جائز یہ دوسری صورت ممنوع لہٰذا اَحادیث میں تعارض نہیں۔"[2] شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ چت لیٹنا بیانِ جواز کے لئے تھا ورنہ آپ کی عمومی عادتِ کریمہ اس سے مختلف تھی۔[3]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب اللباس والزینۃ، باب النهی عن اشتمال الصماء والاحتباء۔۔۔ الخ، ۷/۷۷، ۷۸، الجزء الرابع عشر۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/۳۷۸۔

3 . . . اشعة اللمعات، کتاب الآداب، باب الجلوس والنوم والمشی، ۴/۳۴۔

حدیث نمبر:821

پالتی مار کر بیٹھنا

عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ فجر کے بعد مسجد میں چار زانو تشریف فرما ہو جاتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! چارزانو (پالتی والے انداز میں) بیٹھنا بھی سنت مبارکہ ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث پاک میں ہے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ فجر کے بعد مسجد میں چار زانو (پالتی والے انداز میں) تشریف فرما ہو جاتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان فرماتے ہیں: یعنی حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فجر کی نماز پڑھا کر مصلے شریف پر ہی چہار زانو بیٹھے رہتے جب آفتاب طلوع ہو کر بلند ہو جاتا تب اِشراق وہاں ہی پڑھ کر اٹھتے، سنت بھی یہ ہی ہے۔ خیال رہے کہ آفتاب چمکنے کے بیس منٹ بعد نماز جائز ہوتی ہے اسی وقت سے نمازِ اشراق کا وقت شروع ہوتا ہے۔[2] حضرتِ سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے نمازِ فجر باجماعت ادا کی پھر طلوعِ آفتاب تک بیٹھ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کیا پھر دو رکعتیں ادا کیں تو اس کے لئے ایک کامل حج اور عمرے کا ثواب ہے۔“[3]

مدنی گلدستہ

”اِشراق“ کے 5 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر چت لیٹنا جائز ہے جبکہ بے پردگی کا اندیشہ نہ ہو۔

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس متربعا، ۴/۳۴۵، حدیث: ۴۸۵۰۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۸۲۔

3 . . . ترمذی، کتاب السفر، باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد۔۔۔ الخ، ۲/ ۱۰۰، حدیث: ۵۸۶۔

(2) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عموماً چار زانو تشریف فرما ہوتے۔

(3) حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی نماز پڑھا کر مصلے شریف پر ہی چہار زانو بیٹھے رہتے جب آفتاب طلوع ہو کر بلند ہو جاتا تب نمازِ اشراق پڑھ کر اٹھتے۔

(4) نمازِ اشراق کا وقت آفتاب چمکنے کے بیس منٹ بعد شروع ہوتا ہے اور ضحوۂ کبریٰ تک رہتا ہے۔

(5) نصف النہار (ضحوۂ کبریٰ) کے وقت میں نماز اور سجدہ حرام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق لیٹنے اور بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:822

اُکڑوں بیٹھنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْکَعْبَۃِ مُحْتَبِیًا ھٰکَذَا وَوَصَفَ بِیَدَیْہِ الْاِحْتِبَاءَ وَھُوَ الْقُرْفُصَاءُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خانہ کعبہ کے صحن میں اپنی دونوں مبارک پنڈلیوں کو مقدس ہاتھوں کے حلقے میں لے کر یوں بیٹھے دیکھا۔ (راوی کہتے ہیں) پھر حضرت عبد اللہ ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اِحْتِباء کرنے کا طریقہ بتایا جسے قُرْفُصَاء بھی کہتے ہیں۔

بیٹھنے کی ایک سنت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارا اُٹھنا بیٹھنا اگر سنت کے مطابق ہو گا تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اچھی نیت کے سبب اس کا ثواب ملے گا۔ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بارہا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اِس حال میں دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھٹنے مبارک کھڑے کر کے دونوں مُقَدَّس

[1] ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاحتباء بالید وھو القرفصاء، ۴/۱۸۰، حدیث: ۶۲۷۲ بتغیر۔

پنڈلیوں کو ہاتھوں کے حلقے میں لیے تشریف فرما ہیں، بیٹھنے کی اس کیفیت کو اِحْتِبَاء کہتے ہیں اور اس کیفیت پر بیٹھنا بھی ہمارے پیارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتِ مبارکہ ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: اِحْتِبَاء یہ ہے کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں، پاؤں کے تلوے زمین سے لگے ہوں، سُرین زمین پر ہوں اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر رکھے ہوں، ان کا حلقہ کیے ہوئے۔ یہ اکڑوں بیٹھنے کی ایک قسم ہے، اس بیٹھک میں اظہار عجز و انکسار ہے۔ یہ بیٹھک سنت ہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس طرح بھی بیٹھے ہیں۔ [1]

بیٹھنے میں خشوع و خضوع

حدیث نمبر: 823

عَنْ قَیْلَۃَ بِنْتِ مَخْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَھُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ فَلَمَّا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِی الْجِلْسَۃِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ. [2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا قیلہ بنت مخرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قُرفُصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا جب میں نے اس طرح خشوع و خضوع کے ساتھ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بیٹھے دیکھا تو میں خوف سے کانپ اٹھی۔

عجز و اِنکساری والی بیٹھک:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بیٹھنے کے کچھ ایسے انداز ہیں جو کہ سنت مبارکہ ہیں انہی میں سے قُرْفُصَاءَ بیٹھنا بھی ہے کہ ہمارے پیارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس انداز پر بھی تشریف فرما ہوئے ہیں اور یہ بیٹھک عجز و انکسار والی بیٹھک ہے کہ اس انداز پر بیٹھنے میں عجز و انکساری کا اِظہار ہے۔

قُرفُصاء کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: قُرْفُصَاءَ ایک خاص بیٹھک (بیٹھنے کی صورت) کا نام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۷۸ ملخصا۔

2 ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی جلوس الرجل، ۴/ ۳۴۵، حدیث: ۴۸۴۷ بتغیر۔

دونوں ران پنڈلیوں سے، پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہو اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں۔ یہ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے، قُرْفُصَاءَ کی اور صورتیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”قُرْفُصَاءَ کی صورت یہ ہے کہ سرین پر بیٹھ کر رانوں کو پیٹ کے ساتھ لگایا جائے اور دونوں ہاتھوں کے ساتھ حلقہ بنایا جائے (جسے اکڑوں بیٹھنا کہتے ہیں) یا یہ کہ آدمی دونوں پنڈلیوں پر بوجھ ڈال کر بیٹھ جائے، رانوں کو پیٹ سے ملائے اور دونوں ہاتھوں کو بغل میں اس طرح رکھے کہ دایاں ہاتھ بائیں بغل میں اور بایاں ہاتھ دائیں بغل میں ہو۔ یہ عرب کے چرواہوں، دیہات کے رہنے والوں اور غریب لوگوں کے بیٹھنے کا طریقہ ہے اور وہ لوگ جو دل میں اپنی ذمہ داریوں کی فکر، اندیشہ اور خیال رکھتے ہوں ان کا بھی یہی طریقہ ہے۔“[2] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: قُرْفُصَاءَ اکڑوں بیٹھنے کو کہتے ہیں جسے اِحْتِبَاء کرنا بھی کہا جاتا ہے۔[3] امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے بھی قُرْفُصَاءَ کی تعبیر اِحْتِبَاء سے کی ہے۔[4] ”حضرت سَیِّدَتُنَا قیلہ بنت مخرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: جب میں نے اس طرح خشوع و خضوع کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بیٹھے دیکھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جاہ و جلال کے سبب میں کانپ اٹھی۔“ کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن امام الاوّلین والآخرین کی یہ نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔[5]

بیٹھنے کا ناپسندیدہ طریقہ

حدیث نمبر: 824

عَنِ الشَّرِیْدِ بنِ سُوَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: مَرَّبِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جَالِسٌ ھٰکَذَا

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۸۱۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب الجلوس والنوم والمشی، ۴/ ۵ ۳۔

3 ... عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب الاحتباء بالید وھو القرفصاء، ۴/ ۱۸۰، تحت الباب۔

4 ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاحتباء بالید وھو القرفصاء، ۴/ ۱۸۰، تحت الباب۔

5 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۸۱۔

وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِي وَاتَّكَأْتُ عَلَى أَلْيَةِ يَدِي فَقَالَ: أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ؟[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا شَرِید بن سُوَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے پاس سے گزرے تو میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا غضب ہوا۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں بیٹھنے کے ایک ناپسندیدہ طریقے کو بیان کیا گیا ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ الٹا ہاتھ پیٹھ پر رکھ کر ہتھیلی کے اس گوشت پر ٹیک لگائی جائے جو انگوٹھے کی جڑ سے آخری کنارہ تک ہے۔ اس طرح بیٹھنے والے کو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا غضب ہوا۔“

یہودیوں کی بیٹھک:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اس طرح یہود بیٹھا کرتے ہیں اور یہود پر اللہ کا غضب ہے تو یہ بیٹھک اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تم مؤمن انعام والے بندے ہو تم ان سے تشبیہ کیوں کرتے ہو۔ خیال رہے کہ ایک ہاتھ پیٹھ پر رکھنا دوسرے ہاتھ پر ٹیک لگانا مطلقًا ممنوع ہے خواہ داہنا ہاتھ پیٹھ پر بایاں زمین پر یا برعکس بلکہ دونوں یا ایک ہاتھ کوکھ پر رکھنا یا پیٹھ سے لگانا ہی ممنوع ہے یوں ہی دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کھڑے کرنا ان پر ٹیک لگانا ممنوع ہے۔“[2] اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جن پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا غضب ہوا ان سے مراد یہود ہیں۔ ان کا ذِکر کرنے میں دو فائدے ہیں: (1) اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ایسا بیٹھنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو پسند نہیں خواہ کوئی بیٹھے۔ (2) چونکہ مسلمان پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا اِنعام ہے لہٰذا اسے اس شخص کے ساتھ مشابہت اختیار نہیں کرنی چاہیے جس پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا غضب اور لعنت ہے۔“[3]

---

1 ... ابوداود، کتاب الأدب، باب في الجلسة المكروهة، ۴/ ۳۴۵، حدیث: ۴۸۴۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۹۰۔

3 ... شرح الطیبی، کتاب الآداب، باب الجلوس والنوم والمشی، ۹/ ۲۳، تحت الحدیث: ۴۷۳۰۔

مشابہت کی ممانعت:

عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جمہور مفسرین سورۂ فاتحہ کے آخر میں ذِکر کرتے ہیں کہ جن پر غضب ہوا ان سے مراد یہود ہیں۔ اس حدیث سے پتا چلا کہ جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہوا ان سے ہیئت یا اَفعال واَحوال میں مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

"اِحْتِبَاء" کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اِحْتِبَاء سنتِ مبارکہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں، پاؤں کے تلوے زمین سے لگے ہوں، سُرین زمین پر ہوں اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں کے گرد حلقہ بنایا ہو۔

(2) اِحْتِبَاء کے طریقے پر بیٹھنے میں عجز وانکسار کا اظہار ہے۔

(3) ہمارے نبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن ہونے کے باوجود عاجزی فرمایا کرتے۔

(4) الٹا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے رکھ کر اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر ٹیک لگانا منع ہے کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہے۔

(5) ایک ہاتھ پیٹھ پر رکھنا دوسرے ہاتھ پر ٹیک لگانا مطلقاً ممنوع ہے۔

(6) جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہوا اُن سے مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بیٹھنے کی سنتوں اور آداب پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی جواز الاستلقاء...الخ، ۳/ ۱۰ ۳، تحت الحدیث: ۸۲۲ ملخصا۔

باب نمبر:129

مجلس اور ساتھ بیٹھنے والوں کے آداب

اِسلام نے اپنے ماننے والوں کی ہر طرح سے راہنمائی فرمائی ہے۔ مجلس میں بیٹھنے اور ساتھ بیٹھنے والے کے آداب بھی ذِکر کئے ہیں تا کہ ہمارا چلنا پھرنا اور اُٹھنا بیٹھنا اِسلام کے اُصولوں کے مطابق ہو۔ جب بھی کسی مجلس میں بیٹھیں تو جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں، گردنیں پھلانگ کر آگے نہ جائیں۔ کسی شخص کو اُٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا منع ہے اور یہ ادب کے بھی خلاف ہے۔ سنّتِ مبارکہ یہ ہے کہ سرک کر دوسرے اسلامی بھائی کو جگہ دی جائے اور اگر کوئی اسلامی بھائی اجتماع وغیرہ میں کسی ضرورت کی بنا پر اپنی جگہ سے تھوڑی دیر کے لیے مثلاً پانی پینے یا کسی اور حاجت کے لیے گیا تو کسی دوسرے کے لئے اس کی جگہ بیٹھنا درست نہیں البتہ اگر وہ اسلامی بھائی چلا ہی گیا کہ اب واپس نہیں آئے گا تو اب اس جگہ کوئی بھی بیٹھ سکتا ہے۔ دو آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہوں بغیر اجازت اُن کے درمیان نہیں بیٹھنا چاہیے۔ مجلس کو ذِکر و دُرود سے خالی نہیں رکھنا چاہیے کہ ایسی مجلس آخرت میں حسرت اور ندامت کا باعث ہوگی۔ گناہ بھری مجلسوں سے دور رہنا چاہیے۔ مجلس کے اختتام پر مجلس سے اُٹھنے کی دعا پڑھ لینی چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **''مجلس اور ساتھ بیٹھنے والوں کے آداب''** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 13 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:825

کسی کو اُٹھا کر اُس کی جگہ مت بیٹھو

عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''لَایُقِیْمَنَّ اَحَدُکُمْ رَجُلًا مِنْ مَجْلِسِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْہِ[1] وَلٰکِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا۔''[2] وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا قَامَ لَہٗ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِہٖ لَمْ یَجْلِسْ فِیْہِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم رءوف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کو مجلس میں سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے

1 . . . مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ۔۔۔الخ، ص ۹۲۳، حدیث: ۵۶۸۳۔

2 . . . مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ۔۔۔الخ، ص ۹۲۳، حدیث: ۵۶۸۴۔

3 . . . مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ۔۔۔الخ، ص ۹۲۳، حدیث: ۵۶۸۲۔

بلکہ تم مجلس میں کشادگی اور وُسعت پیدا کرو۔" (راوی کہتے ہیں) اگر کوئی شخص مجلس میں کھڑا ہو کر حضرت ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو بیٹھنے کی جگہ دیتا تو آپ اس کی جگہ نہ بیٹھتے۔

حدیث نمبر:826 **لوٹنے والا اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے**

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص مجلس سے اٹھ کر جائے پھر واپس آئے تو وہ ہی اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔"

سرک کر دوسروں کو جگہ دینا سنت ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں اَحادیث مبارکہ میں مجلس میں بیٹھنے کے آداب کو بیان کیا گیا ہے کہ مجلس میں کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ مجلس میں کشادگی اور وُسعت پیدا کرنے کا حکم ہے۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ حکم عام ہے کہ کسی کو اُس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھ جانا ممنوع ہے، ہاں اگر وہ شخص ناجائز طور پر وہاں بیٹھا تھا تو اُسے اٹھا دینا جائز ہے۔ جیسے کوئی مسجد میں امام یا مؤذن کی مقرر جگہ بیٹھ جاوے یا وہ کسی کی جگہ بیٹھ گیا تھا تو یہ لوگ آکر اٹھا سکتے ہیں کہ یہ جگہ خود ان کی اپنی ہے نہ کہ اس بیٹھے ہوئے کی۔(2) مجلس میں آنے والے اسلامی بھائیوں کے لیے جگہ ایثار کرتے ہوئے سرکنا سنت مبارکہ ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا واثلہ بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ رحمت دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس کے لیے اپنی جگہ سے سرک گئے۔ اس نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 . . . مسلم، کتاب السلام، باب اذا قام من مجلسه ثم عاد فهو احق به، ص ۹۲۳، حدیث: ۵۶۸۹۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۷۱۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جگہ کشادہ موجود ہے (آپ کو سرکنے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں)۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان کا حق یہ ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے تو اس کے لیے سرک جائے۔''(1)

ادب کا تقاضا:

جب کوئی شخص کسی کام مثلاً وضو کرنے یا پانی وغیرہ پینے کے لیے مجلس سے اٹھ کر جائے تو جب وہ واپس آئے گا تو جس جگہ سے وہ اٹھا تھا اس جگہ بیٹھنے کا زیادہ حقدار وہ ہی ہے۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: بعض علمانے فرمایا: یہ حکم اِستحبابی ہے کہ یہ ادب کا تقاضا ہے کیونکہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ بعض علمانے فرمایا: اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے اور ان کا استدلال یہی حدیث پاک ہے جو حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مجلس سے اٹھ کر جائے پھر واپس آئے تو وہ ہی اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔'' حضرت محمد بن مسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کی وجہ سے اپنی جگہ سے اٹھے اور پھر واپس آئے تو وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے، لیکن جب وہ جگہ چھوڑ کر چلا جائے تو اب دوسرا حقدار ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جب وہ اس لیے اٹھا ہو کہ واپس آئے گا تو اب وہ اُس جگہ کا حقدار ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ قریب سے لوٹ آیا تو وہ اس کا حقدار ہے۔ امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے کہا: یہ حدیث پاک اس شخص کے حق میں ہے جو مسجد کی کسی جگہ پر بیٹھا ہو پھر وہ نماز، وضو یا کسی اور کام کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے چلا جائے تو اس کی جگہ سے اس کا حق باطل نہیں ہوتا، اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ جو شخص اس کی جگہ آکر بیٹھا ہو اسے اٹھا کر اس جگہ بیٹھ جائے اور بیٹھنے والے کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی بات مانے۔ (علامہ عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمارے علمانے فرمایا: اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھا ہو پھر وہ وضو وغیرہ کے لئے جائے تو وہ اسی وقت کی نماز کے لئے اپنی جگہ کا مستحق ہے دیگر نمازوں کے لئے نہیں اور اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ اپنی جگہ کپڑا وغیرہ رکھ کر جائے یا نہ رکھے دونوں صورتوں میں وہ اپنی جگہ کا مستحق ہے۔ علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی مقاربة اهل الدین وموادتهم، فصل فی قیام المرء لصاحبه۔۔۔الخ، ۶/۴۶۸، حدیث: ۸۹۳۳۔

ہیں: جس شخص نے مسجد میں کسی جگہ کو درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے لئے متعین کر دیا تو امام مالک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مدرس اور مفتی اس جگہ کا مستحق ہے۔ جمہور علما اس کو استحسان پر محمول کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ حق واجب نہیں غالباً امام مالک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مراد بھی یہی ہے۔ اسی طرح جو لوگ کھلی فضا میں یا راستوں میں بیٹھتے ہیں جو کسی کی مملوک نہیں اگر کسی نے وہاں بیٹھنے کی عادت بنائی ہو تو اس جگہ کا وہی مستحق ہے حتّٰی کہ اس کی غرض پوری ہو جائے۔ امام قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے فرمایا: جمہور کہتے ہیں کہ حدیث میں مذکور حکم واجب نہیں (بلکہ اِستحباب پر محمول ہے)۔[1]

صف میں چادر رکھ کر جگہ روکنا:

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: کوئی شخص مسجد میں آیا، ایک جگہ بیٹھا، پھر وُضو کیلئے گیا اور اپنا کپڑا وہاں چھوڑ گیا، دوسرا شخص اُس کپڑے کو ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے کہ کپڑے والے کا قبضہ سابق (یعنی پہلے سے) ہو لیا ہے۔ (آگے چل کر اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:) ایسا قبضہ تھوڑی دیر کیلئے مُسَلَّم (یعنی مانا جاتا) ہے جیسا (کہ) کپڑا رکھ کر وضو کو جانے میں، نہ یہ کہ مسجد میں اپنی کوئی چیز رکھ دیجئے اور وہ جگہ ہمیشہ آپ کیلئے مخصوص ہو جائے کہ جب آیئے دوسروں پر تقدیم (یعنی فوقیت) پایئے یہ ہرگز نہ جائز نہ مقبول۔[2]

مدنی گلدستہ

”مساجد“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مجلس میں سے کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی ممانعت ہے کہ یہ فعل ادب کے خلاف ہے۔

(2) مسلمان کا حق یہ ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے تو اس کے لیے سرک جائے یعنی اسے جگہ دے۔

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا... الخ، ۱۵ / ۳۸۳، ۳۸۴، تحت الحدیث: ۶۲۷۰ ملتقطاً۔

2 . . . فتاوی رضویہ، ۱۶/۱۴۸۔

(3) سَرک کر دوسرے اسلامی بھائیوں کو جگہ دینا سنّتِ مبارکہ ہے۔

(4) اگر کوئی اسلامی بھائی اجتماع وغیرہ میں کسی ضرورت کی بنا پر اپنی جگہ سے تھوڑی دیر کے لیے مثلاً پانی پینے یا کسی اور حاجت کے لیے گیا تو کسی دوسرے کے لئے اس کی جگہ بیٹھنا درست نہیں البتہ اگر وہ اسلامی بھائی چلا ہی گیا کہ اب واپس نہیں آئے گا تو اب اس جگہ کوئی بھی بیٹھ سکتا ہے۔

(5) کوئی شخص کسی کی جگہ آکر بیٹھ جائے تو دوسرا اسے اپنی جگہ سے اٹھا سکتا ہے اور بیٹھنے والے کو چاہیے کہ وہ اس کے لئے جگہ خالی کر دے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں مجلس میں دوسروں کو تکلیف دینے سے بچائے اور اسلامی بھائیوں کے لیے جگہ کشادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:827

مجلس کے آخر میں بیٹھنا

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر بن سَمُرَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”ہم جب حضور تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس میں جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں بیٹھ جاتے۔“

لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کل ہمیں اگر سنتوں بھرے اجتماع وغیرہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہو اور ہم چونکہ اپنے طور پر اپنے آپ کو معزز سمجھتے ہیں اس لیے ہماری تو یہ ہی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ ہمیں نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ منچ پر یا کم از کم اگلی نشست پر ہی بٹھائیں ہمارا تعارف بھی پیش ہونا چاہیے، عوام کے سامنے ذرا اچھے القاب کے ساتھ ہمارا اعلان بھی ہو جائے وغیرہ وغیرہ جبکہ ہمارے

---

[1] ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی التحلق، ۴/ ۳۳۹، حدیث: ۴۸۲۵۔

پیارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے جاں نثار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اس قدر پاکیزہ آداب اور سنتوں کی تعلیم فرمائی کہ یہ حضراتِ قُدسیہ جب بھی مجلس میں داخل ہوتے تو انہیں مجلس کے آخر میں جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے۔ چنانچہ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”(آنے والا) کنارہ مجلس پر بیٹھتا تھا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر درمیان پہنچنے کی کوشش نہ کرتا تھا یہ آداب حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سکھائے تھے۔“[1] آج بدقسمتی سے ہم لوگ کس قدر سنتوں سے دور ہیں کہ اَوَّلاً تو اجتماعات میں آتے ہی نہیں پھر جو آتے ہیں اُن میں سے بعض دیر سے آتے ہیں اور پھر دھکے مارتے ہوئے لوگوں سے ٹکراتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں حالانکہ اس طرح کرنے سے پہلے سے آنے والوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور اُن کی حق تلفی بھی ہوتی ہے۔ یونہی جہاں کہیں کسی بھی مقصد کے لیے قطار بنائی گئی ہو اس کے اندر بیچ میں گھسنا بھی سخت نادانی ہے، یقیناً جتنے اسلامی بھائی آپ کے پیچھے ہیں اُن سب کی حق تلفی ہوئی، وہ نہ بھی دیکھ رہے ہوں رب عَزَّوَجَلَّ تو دیکھ رہا ہے، ایک دو کے اجازت دینے سے بھی بیچ میں گھسنا جائز نہ ہو گا، جب تک کہ قطار والے سب اجازت نہ دیں، اتنی اُلجھنوں میں پڑنے کی بجائے آخر میں کھڑے ہو جانا ہی مناسب ہے۔

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیث پاک کا حاصل یہ ہے کہ مجلس میں بعد میں آنے والا پہلے سے موجود لوگوں کا ادب کرتے ہوئے انہیں تکلیف دینے سے بچنے کے لئے اور نفس جو بلند مرتبے کی خواہش کرتا ہے اس کی مخالفت کرنے کے لئے آگے نہ بڑھے۔“[2]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مجلس:

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عاجزی و اِنکساری پر قربان! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے بیٹھنے کی کوئی جگہ معین نہ فرماتے اور مجلس کے آخری حصے میں بھی بیٹھ جاتے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت کیا: تاجدارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٣٨٩۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الجلوس والنوم والمشی، ٨/ ٤٩١، تحت الحدیث: ٤٧٢٥۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے، کوئی جگہ اپنے بیٹھنے کے لیے معین نہ فرماتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔جب کسی قوم کی مجلس میں تشریف لے جاتے تو مجلس کے آخری حصے میں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔اپنے ہم نشینوں کو علیٰ قدرِ مراتب (یعنی ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق) نوازا کرتے تھے جس سے ہر ایک یہی گمان کرتا تھا کہ آقائے دوجہان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سب سے زیادہ نظرِ کرم میرے ہی حال پر ہے۔ جو شخص بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں حاضر ہوتا یا کسی حاجت کے سبب آنا پڑتا تو جب تک وہ فارغ ہو کر چلا نہ جاتا اتنی دیر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے پاس تشریف رکھتے۔ جس نے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اپنی حاجت پیش کی اس کی ضرور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حاجت روائی فرمائی یا اسے سمجھا کر مطمئن کر دیا۔[1]

مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مجلس میں آنے والا شخص وہاں بیٹھے جہاں مجلس ختم ہو رہی ہو۔

(2) ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے صحابہ کو مجلس میں بیٹھنے کے آداب بھی بتائے۔

(3) مجلس میں بیٹھے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانا بُرا ہے۔

(4) حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی جگہ اپنے بیٹھنے کے لیے معین نہ فرماتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع فرمایا کرتے۔

(5) حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی قوم کی مجلس میں تشریف لے جاتے تو مجلس کے آخری حصے میں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مجلس کے آداب پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . الشفا، الجزء الاول، ص ۱۵۹۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:828

ہفتہ بھر کے گناہوں کی بخشش

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَھَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ وَیَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ اَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عبد اللہ سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے اور جس قدر ممکن ہو پاکیزگی حاصل کرے، تیل لگائے یا گھر سے خوشبو لگا کر (نمازِ جمعہ کے لیے) نکلے، دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے پھر اس کے لیے جو لکھی گئی ہے وہ نماز ادا کرے اور خطبہ کے وقت خاموش رہے تو اُس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک درمیان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جمعہ کے دن کے کچھ آداب بیان کئے گئے ہیں اور ان آداب کا لحاظ رکھنے والے کے لیے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک درمیان کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ وہ آداب یہ ہیں: جمعہ کے دن غسل کرنا، تیل اور خوشبو استعمال کرنا پھر نمازِ جمعہ کے لیے جانا اور خطبہ کے وقت خاموش رہنا نیز مسجد میں پہنچ کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھنا بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں ہی بیٹھ جانا۔ یہ بات مجلس کے آداب میں سے ہے اور اسی وجہ سے امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس حدیثِ پاک کو اس باب میں بیان فرمایا۔

دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنے سے مراد:

اس حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:

(1) ... بخاری، کتاب الجمعة، باب الدھن للجمعة، ١/ ٣٠٦، حدیث: ٨٨٣۔

”جمعہ کے غسل کا وقت طلوع آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے اور زوال کے قریب غسل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ جمعہ کے دن اپنی حیثیت کے مطابق جو اچھی خوشبو یا تیل میسر ہو وہ لگائے۔ پھر نماز جمعہ کے لیے گھر سے نماز کے ارادے سے نکل جائے اور دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے یعنی دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے جبکہ انہوں نے درمیان میں جگہ نہ چھوڑی ہو اور اگر جگہ چھوڑی ہو تو پھر بیچ میں بیٹھنے میں حرج نہیں۔ نماز سے یہاں مراد نفلی نماز ہے اور خاموشی سے مراد امام کے خطبہ شروع کرنے کے وقت خاموشی ہے۔ جو شخص جمعہ کے اِن آداب کا لحاظ کرتا ہے تو اس جمعہ کی نماز کا ثواب پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ یہاں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جن کا تعلق حُقُوقُ اللہ سے ہے۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس (حدیث) سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصًا جمعہ کو ملنا سنت ہے۔ (دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے) اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں۔ (نماز سے مراد) تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے نفل یا سنتِ جمعہ (ہیں)۔ پہلے معنٰی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ غرضکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آیندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرضِ جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔ (خطبہ کے وقت خاموش رہے) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: **ایک** یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہٰذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔ (اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک درمیان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں) **دوسرے** جمعہ سے مراد آیندہ جمعہ ہے یا گزشتہ، دوسرے معنٰی زیادہ قوی ہیں، معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، ربّ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ﴾[2] (پ۱۲، ہود: ۱۱۴)

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی آداب المجلس والجلیس، ۳/ ۳۰۲، تحت الحدیث: ۸۲۶ ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۳۳۔

(ترجمۂ کنزالایمان: بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔)

حدیث نمبر: 829

دو کے درمیان گُھس کر بیٹھنا حلال نہیں

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَایَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ اثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا.[1] وَفِیْ رِوَایَةٍ لِاَبِیْ دَاوُد: لَایَجْلِسُ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن شُعَیْب رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے اور ان کے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کسی کے لیے یہ حلال نہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھ جائے۔“ ابو داوٗد کی ایک روایت میں ہے: ”دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب دو اسلامی بھائی پہلے سے قریب قریب بیٹھے ہوں تو تیسرا آنے والا یوں نہ کرے کہ آتے ہی ان کی رضامندی کے بغیر دونوں کے بیچ میں گھس کر بیٹھ جائے، اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کو ناگوار گزرے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں کسی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے ہوں اور تیسرے کا بیچ میں گھس جانا باعثِ تکلیف ہو جائے، لہٰذا دو اسلامی بھائی پہلے سے بیٹھے ہوں تو نو وارد کے لیے اس بات کی ممانعت ہے کہ وہ ان کے درمیان میں گھس کر دونوں کی علیحدگی کا سبب بنے جیسا کہ مذکورہ حدیث پاک میں بیان ہوا۔

عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”مجلس میں پہنچ کر دو آدمیوں کو جو ملے ہوئے بیٹھے ہوں ان کو چیر کر بیچ میں بیٹھ جانا ممنوع ہے۔ ممکن ہے کہ ان دونوں کی آپس میں محبت ہو ان کی جدائی ناگوار ہو، یہ حکم ہر مجلس کے لیے ہے خواہ مسجد میں ہوں یا اور جگہ۔ جب ان کی اجازت سے درمیان میں بیٹھے گا تو انہیں اس سے رنج نہ ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ (حدیث پاک میں لفظ) رَجُلٌ (یعنی مرد) فرمانا اس لیے ہے کہ عورتیں مَردوں

1 ... ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ الجلوس ... الخ، ۴/ ۳۴۶، حدیث: ۲۷۶۱۔

2 ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنھما، ۴/ ۳۴۴، حدیث: ۴۸۴۴۔

کے حکم میں ہیں۔ ان پر اَحکامِ شَرعِیَّہ مردوں کی طرح جاری ہوتے ہیں، ربّ تعالیٰ نے نماز روزے وغیرہ کے احکام مَردوں کو ہی دیئے مگر عورتوں پر بھی یہ عبادات فرض ہیں لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مَرد تو یہ حرکت نہ کریں عورتیں کرلیا کریں۔ (1) دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت کی وجہ ذکر کرتے ہوئے عَلّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "کبھی دونوں کے درمیان محبت ہوتی ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ تیسرا شخص ان کے درمیان آکر بیٹھے یا وہ کسی راز اور امانت کے بارے میں گفتگو کررہے ہوتے ہیں جس کے سبب انہیں تیسرے کی مداخلت شاق گزرتی ہے اس لئے دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔"(2)

سرگوشی سننے کی ممانعت:

دلیل الفالحین میں ہے: "علامہ علقمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اگر دو آدمی آہستہ گفتگو کر رہے ہوں اور تیسرا شخص بھی وہاں قریب میں موجود ہو لیکن اتنا دور ہو کہ اگر یہ دونوں اُونچی آواز میں گفتگو کریں تو اس تک آواز نہ پہنچے پھر وہ شخص اگر ان دونوں کی آہستہ گفتگو سننے کے لئے ان کے پاس آئے تو اس کا ایسا کرنا جائز نہیں۔ علامہ ابنِ عبد البرّ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دو سرگوشی کرنے والوں کے پاس جائے جبکہ وہ سرگوشی کر رہے ہوں۔"(3)

مدنی گلدستہ

"مجلسِ خیر" کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) جو شخص جمعہ کے دن حدیث میں مذکور آداب کا لحاظ کرتا ہے تو اس جمعہ کی نماز کا ثواب پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(2) دو آدمی بیٹھے ہوں تو تیسرا شخص بغیر اجازت ان کے درمیان آکر نہ بیٹھے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۷۵ ملخصاً۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب القیام، ۸/ ۴۷۹، تحت الحدیث: ۴۷۰۳۔

3 ... دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی آداب المجلس والجلیس، ۳/ ۳۰۵، تحت الحدیث: ۸۲۷۔

(3) جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔

(4) خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہٰذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔

(5) بعض لوگ مسجد میں تاخیر سے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش میں بلاوجہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہیں اُن کا ایسا کرنا جائز نہیں۔

(6) مجلس میں پہنچ کر دو آدمیوں کو جو ملے ہوئے بیٹھے ہوں اُن کو چیر کر بیچ میں بیٹھ جانا ممنوع ہے اور یہ حکم صرف مردوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عورتوں کو بھی ہے۔

(7) دو آدمی سرگوشی کر رہے ہوں تو تیسرے شخص کو اُن کی سرگوشی سننے کی اجازت نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مجلس کے آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دوسروں کو تکلیف دینے سے بچائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 830

لوگوں کے بیچ گھس کر بیٹھنے والے مَلعُون

عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ.[1] وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ: اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسْطَ حَلْقَةٍ فَقَالَ حُذَیْفَةُ: مَلْعُوْنٌ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ لَعَنَ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت فرمائی۔ ترمذی نے حضرت ابو مِجْلَز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت کیا کہ ایک شخص حلقے کے درمیان بیٹھا تو حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبان پر یہ شخص ملعون (یعنی لعنت کیا گیا) ہے۔" یا کہا: "**اللہ** تعالٰی نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبان سے حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔"

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب الجلوس وسط الحلقة، ۴/ ۳۳۹، حدیث: ۴۸۲۶۔

2 . . . ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیة القعود وسط الحلقة، ۴/ ۳۴۶، حدیث: ۲۷۶۲۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب کچھ لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوں یا سنتوں بھرا اجتماع ہو رہا ہے تو آنے والے اسلامی بھائی کو چاہیے کہ مجلس کے کنارے یا اختتام میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے یہ نہ ہو کہ سب کے کندھوں کو پھلانگتا ہوا حلقہ کے بیچ میں جا بیٹھے، اس طرح دوسروں کو ایذا بھی ہوتی ہے اور اپنا وقار بھی خراب ہوتا ہے اور ایسا کرنا سخت منع ہے کہ ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

حلقے کے درمیان بیٹھنے سے مراد؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: علامہ خطابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے فرمایا کہ حلقہ کے درمیان بیٹھنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص آئے اور حلقہ کے آخر یا کنارہ میں جہاں جگہ ملے وہاں نہ بیٹھے بلکہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا درمیان میں جا بیٹھے، اس ایذا دینے کی وجہ سے اس پر لعنت کی گئی ہے۔ ایذا یہ ہے کہ وہ حلقہ کے درمیان میں بیٹھا جس کے سبب کئی لوگوں کے لئے وہ رکاوٹ بنا اور اس کے بیٹھنے کے سبب (جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے) انہیں تکلیف پہنچی۔ [1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جو کوئی کسی جلسہ میں آخر میں آوے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا بیچ میں پہنچے وہ لعنتی ہے چاہیے کہ اگر کنارہ پر جگہ ملے تو وہاں ہی بیٹھ جاوے۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اِرد گرد دست بستہ کھڑے ہوں یہ عمل متکبرین کا ہے بڑا آدمی بھی لوگوں کے ساتھ حلقہ میں بیٹھے۔ بعض لوگ مذاق دل لگی کرنے کے لیے کسی کو درمیانِ حلقہ میں بٹھا کر اسے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں وہ ہر طرف کے لوگوں سے مذاق کرتا ہے وہ بھی لعنتی ہے۔ [2]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مجلس میں آیا، طریقہ یہ تھا کہ جہاں جگہ خالی تھی وہاں بیٹھ جاتا تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہوتی لیکن اس نے ایسا نہ کیا بلکہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا مجلس کے درمیان جا کر بیٹھ گیا یا یہ مطلب ہے کہ حلقے کے درمیان بیٹھ جاتا ہے

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی آداب المجلس والجلیس، ۳/۲۰۵، تحت الحدیث: ۸۲۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/۳۸۵۔

تولازماً بعض لوگوں کی طرف اس کی پشت ہوگی، بعض لوگ اُس کے سبب پوشیدہ ہو جائیں گے اور بعض کو اس سے اذیت وتکلیف پہنچے گی اور لوگوں کو بلاوجہ پریشان کرنا لعنت ومذمت کا باعث ہے۔ بعض نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ ملعون ہونے سے مراد یہ ہے جب حلقے میں بیٹھنے والوں کو تکلیف ہوگی تو وہ اسے لعن طعن کریں گے لیکن حدیث کے الفاظ "مَلْعُوْنٌ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ" اس شرح کی اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ یہ لعنت ومذمت نفس الامر (حقیقت) میں ہے خواہ لوگ لعنت کریں یا نہ کریں۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے یہاں حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے سے مراد مسخرہ ہے کیونکہ وہ اس کی پروانہیں کرتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور وہ لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا مذاق میں مصروف ہوتا ہے اور لوگ اس کے ارد گرد بطورِ تَمَسْخُر (مذاق) کھڑے رہتے اور ہنستے ہیں، ایسے شخص کو ملعون کہا گیا ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"بغداد" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حلقے کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

(2) حلقے کے درمیان بیٹھنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص آئے اور حلقے کے آخر یا کنارے میں جہاں جگہ ملے وہاں نہ بیٹھے بلکہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا درمیان میں جا بیٹھے۔

(3) مجلس اور حلقے کے درمیان میں بیٹھنے والے پر لعنت اس وجہ سے کی گئی ہے کہ وہ دوسروں کو بلاوجہ اذیت وتکلیف پہنچاتا ہے۔

(4) کوئی شخص درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اِرد گرد دَست بستہ کھڑے ہوں یہ تکبر کرنے والوں کا طریقہ ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

(5) ایسا مسخرہ بھی ملعون ہے جو اس کی پروانہیں کرتا کہ وہ کیا بول رہا ہے اور وہ لوگوں کے درمیان بیٹھا

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب الجلوس، ۴/ ۳۸۔

ہو اذاق کر رہا ہوتا ہے اور لوگ اُس کے اِرد گرد بطورِ تمسخر کھڑے اور ہنس رہے ہوتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مجلس کے درمیان بیٹھنے اور ہر ایسے فعل سے بچائے جو لعنت کا سبب بنے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 831

بہترین مجلس

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: خَیْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُھَا.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”بہترین مجلس وہ ہے جو کشادہ ہو۔“

ایسی مجلس بہت مبارک ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں کُشادہ مجلس کو بہترین مجلس کہا گیا ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کشادہ مجلس کو بہترین مجلس اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں بیٹھنے والے کو راحت ملتی ہے اور مجلس کی تنگی کی وجہ سے آپس میں بُغض و کینہ پیدا نہیں ہوتا۔“(2) **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جب جلسہ مجلس وغیرہ کرو تو وسیع زمین میں کرو تاکہ لوگوں کو بیٹھنے میں تنگی نہ ہو آرام سے کھلے ہوئے بیٹھیں ایسی مجلس بہت مبارک ہے۔“(3)

حدیث نمبر: 832

مجلس میں ہونے والے گناہوں کی معافی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ فَکَثُرَ

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی سعۃ المجلس، ۴/۳۳۸، حدیث: ۴۸۲۰۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی آداب المجلس والجلیس، ۳/۲۰۶، تحت الحدیث: ۸۲۹۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/۳۸۶۔

لَغَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِيْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں بے فائدہ باتیں زیادہ ہوں پھر اس شخص نے مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کہا: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ یعنی اے **اللہ**! تو پاک ہے، تیرے لئے حمد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔" تو اس شخص سے مجلس میں سرزد ہونے والے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

حدیث نمبر:833

مجلس کے اختتام کی دعا

عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِاٰخِرَةٍ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُوْلُهُ فِيْمَا مَضٰى؟ قَالَ: ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو برزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی عمر کے آخری ایام میں جب کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو یہ الفاظ کہتے: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ یعنی اے **اللہ**! تو پاک ہے، تیرے لئے حمد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔" ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ الفاظ نہیں فرمایا کرتے تھے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ الفاظ مجلس میں ہونے والی فضول باتوں کا کفارہ ہیں۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا قام من مجلسه، ۵ / ۲۷۳، حدیث: ۳۴۴۴۔

2 . . . ابو داود، کتاب الادب، باب فی کفارة المجلس، ۴ / ۳۴۸، حدیث: ۴۸۵۹۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں اَحادیث مبارکہ میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی ایسی مجلس میں شرکت ہو کہ جس میں ایسی باتیں زیادہ ہوں جو آخرت کے لحاظ سے بے فائدہ ہوں تو مجلس کے اختتام پر حدیث پاک میں مذکور دعا پڑھ لینی چاہیے تاکہ اگر مجلس میں گناہ بھری یا فضول اور بے فائدہ گفتگو ہوئی ہو تو یہ دُعا اس کا کفارہ بن جائے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہاں گناہوں کی معافی سے مراد وہ گناہ ہیں جو کبیرہ گناہوں کے علاوہ ہوں کیونکہ کبیرہ گناہ یا تو توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے۔"(1)

وقت برباد کرنا بھی گناہ ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: (حدیث پاک میں مذکور لفظ) لَغَطُہٗ سے مراد بے فائدہ گفتگو جس میں وقت ضائع ہو کہ یہ بھی نقصان دہ چیز ہے۔ بعض نے فرمایا کہ بے ہودہ گفتگو لغط ہے جس میں حقُّ اللہ ضائع ہو۔ غرضکہ فریب، جھوٹ، غیبت اس سے خارج ہیں کہ یہ چیزیں حقوقُ العباد میں سے ہیں بغیر معاف کرائے معاف نہ ہوں گی۔ اس دعا کا ماخذ یہ آیت ہو سکتی ہے: ﴿وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾﴾ (پ۲۷، الطور: ۴۸) (ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو۔) یعنی اس اِضاعتِ وقت (یعنی وقت ضائع کرنے) کے قصور اور تیری نعمتِ زبان کو غلط استعمال کرنے کی غلطی سے توبہ کرتا ہوں، میں قصور مند بندہ ہوں تُو غفور رحیم رب ہے معافی دے دے۔ سُبْحَانَ اللہ! کیسی پاکیزہ دعا ہے۔ بخشش سے وہ ہی مراد ہے جو ابھی اوپر عرض کیا گیا کہ جیسے مال برباد کرنا گناہ ہے ایسے ہی وقت برباد کرنا بھی گناہ، وقت مال سے زیادہ لائقِ قدر ہے اسی گناہ کی معافی مانگی گئی۔(2)

اِنسان کا سرمایہ:

انسان کا سرمایہ اُس کے اوقات ہیں اور جب وہ انہیں بے فائدہ کاموں میں صَرف کرتا ہے اور اس سرمایہ کو آخرت کے لئے ذخیرہ نہیں کرتا تو بے شک وہ اپنا سرمایہ ضائع کرنے والا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی

---

(1)... دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی آداب المجلس والجلیس، ۳/۲۰۷، تحت الحدیث: ۸۳۰۔

(2)... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۱۔

پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ یعنی انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ہے کہ جو نفع نہ دے اسے چھوڑ دے۔“[1]

بے فائدہ کلام کی تعریف:

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: بے فائدہ کلام وہ ہے کہ اگر تم اسے نہ کرو تو نہ تمہیں کوئی گناہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی نقصان۔ اسے یوں سمجھئے کہ جیسے آپ اپنے کسی سفر کا حال لوگوں کے سامنے بیان کریں، دورانِ سفر لوگوں سے ملاقات کے واقعات، پسندیدہ کھانوں، کپڑوں پہاڑوں اور نہروں وغیرہ کا بیان کریں۔ تو یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان کے بیان نہ کرنے پر نہ تو کوئی گناہ ہے نہ فی الحال یا آئندہ کسی قسم کا کوئی نقصان اور یہ بھی اسی صورت میں ہے جبکہ واقعات میں اپنی طرف سے نہ تو جھوٹی مبالغہ آرائی ہو نہ ہی اپنا تزکیۂ نفس (نیک و پاک ہونا) بیان کیا گیا ہو، نہ کسی کی غیبت یا بُرائی بیان کی ہو۔ ان تمام باتوں کا خیال رکھنے کے باوجود اِن واقعات کو بیان کرنے میں بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو گیا۔[2]

ایک سال تک روزے رکھنے کی سزا:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”ایک بزرگ کسی محل کے دروازے کے پاس سے گزرے تو مالک سے پوچھا: تم نے یہ مکان کب بنایا؟ مالک ابھی جواب دینے ہی والا تھا کہ فوراً اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے دھوکے باز نفس! تو نے ایسی شے کے بارے میں سوال کیا جو تیرے مطلب کی نہیں لہٰذا میں تجھے ایک سال کے روزے رکھ کر سزا دوں گا۔“[3]

حدیث نمبر: 834

مَجلِس سے اُٹھنے کی دعا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَلَّمَا کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰی یَدْعُوَ بِھٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ: اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا

---

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب: ۱۱، ۴/ ۱۴۲، حدیث: ۲۳۲۴۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب آفات اللسان، الآفۃ الاولی ۔۔۔ الخ، ۳/ ۱۴۰۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، ۸/ ۵۸۶، تحت الحدیث: ۴۸۴۰۔

تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: بہت کم ایسا ہوتا کہ نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگے بغیر مجلس سے تشریف لے جاتے: "اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا. یعنی اے اللہ! ہمیں اپنے خوف سے وہ حصہ عطا فرما جو ہمارے اور گناہوں کے درمیان آڑ ہو جائے اور اطاعت سے وہ حصہ عطا فرما جس کے ذریعے تو ہمیں جنت میں پہنچادے اور یقین سے وہ حصہ عطا فرما جس کے ذریعے تو ہم پر دنیا کے مصائب آسان کر دے۔ اے اللہ! جب تک ہمیں زندہ رکھ اپنے کانوں، آنکھوں اور قوت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرما اور اسے ہمارا وارث بنا اور ہمارا انتقام صرف ان لوگوں تک محدود کردے جو ہم پر ظلم کریں اور دشمنوں کے مقابل ہماری مدد فرما اور دینی معاملات میں ہمیں مصائب میں مبتلا نہ فرما اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد نہ بنا اور دنیا کو ہمارے علم کا مقصد نہ بنا اور بے رحم لوگوں کو ہم پر مسلط نہ فرما۔

حدیث سے ماخوذ مسائل و فوائد:

اس حدیثِ پاک کے تحت مرآۃ المناجیح میں جو مسائل و فوائد اور مدنی پھول ذکر کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

❀ اکثر کسی مجلس سے اٹھتے وقت سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دعا مانگ لیتے تھے اور یہ سب کچھ صحابہ کرام کی اور ان کے ذریعہ ہماری تعلیم کے لیے تھا۔ خیال رہے کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی جن دعاؤں میں مغفرت کی طلب یا گناہوں کا اقرار ہے ان سب میں تعلیمِ اُمّت مقصود ہے ورنہ سرکار خود معصوم ہیں بلکہ ارادۂ گناہ

[1] ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۷۹، ۵/ ۳۰۱، حدیث: ۳۵۱۳۔

سے محفوظ ہیں۔ ❀ ”اے اللہ! ہمیں اپنے خوف سے وہ حصہ عطا فرما جو ہمارے اور گناہوں کے درمیان آڑ ہو جائے۔“ یعنی ہم سب کو اپنا دلی خوف دے جس کی برکت سے ہم گناہوں سے محفوظ رہیں۔ تَحُوْلُ واحد مخاطب ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ خوفِ خدا اللہ کی نعمت ہے اور اس خوف کے بعد بھی ہمیں گناہوں سے ربّ ہی بچاتا ہے ہم خود نہیں بچتے، مطلقًا خوفِ خدا تو شیطان کو بھی حاصل ہے، ربّ تعالیٰ نے اس کا قول قرآنِ پاک میں نقل فرمایا: ﴿ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ (پ ۶، المائدۃ: ۲۸) (ترجمۂ کنز الایمان: میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔) خوفِ خدا اور عشقِ جنابِ مصطفےٰ اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں۔ ❀ ”اور اطاعت سے وہ حصہ عطا فرما جس کے ذریعے تو ہمیں جنت میں پہنچا دے۔“ یعنی ہمیں اپنی بندگی کی توفیق بھی دے اور اسے قبول بھی فرما، یہاں بھی وہی اشارہ ہے کہ فقط عبادت جنت میں پہنچنے کے لیے کافی نہیں، مؤمن جنات اور فرشتوں کی عبادتیں انہیں جنتی نہیں بناتی۔ ❀ ”اور یقین سے وہ حصہ عطا فرما جس کے ذریعے تو ہم پر دنیا کے مصائب آسان کر دے۔“ ربّ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ہر مصیبت کے بعد دو ۲ آسانیوں کی بشارت دی ہے: ﴿ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ﴾ (پ ۳۰، الم نشرح: ۵) (ترجمۂ کنز الایمان: تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔) خدایا ہمیں اس بشارت پر ایسا یقین ہو جائے کہ ہم ہر مصیبت کو آئندہ راحت کا پیش خیمہ سمجھیں جس کی وجہ سے یہ زحمت رحمت بن جائے۔ شعر

ناخوش اور خوش بود در جانِ مَن .... جان فدائے یار دِل رنجانِ من

❀ ”اے اللہ! جب تک ہمیں زندہ رکھے ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور قوت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرما۔“ یعنی ہمیں توفیق دے کہ اپنے حَواس و قوّتوں کے ذریعہ دنیوی و اُخروی نفع اٹھائیں کہ انہیں تیری طاعتوں میں صَرف کریں۔ ❀ ”اور اسے ہمارا وارث بنا“ اس جملہ کی بہت شرحیں ہیں، بہترین شرح یہ ہے کہ وارث سے مراد میراث ہے یعنی ہمارے تقویٰ اور مذکورہ نفع کو ہماری میراث بھی بنا کہ ہمارے بعد لوگ ہماری ان صفات کو اختیار کرلیں اور فائدے اٹھائیں۔ ہماری میراث صرف مال نہ ہو بلکہ مال، حال، اعمال، کمال اور خوفِ ذُوالجَلال سب کچھ ہماری میراث ہو۔ خیال رہے کہ میراثِ اِضطراری صرف بعض رشتہ داروں کو ملتی ہے مگر میراث اِختیاری تا قیامت سارے انسانوں کو۔ کنویں، مساجد،

سرائیں، قبرستان، وغیرہ مَوقوفہ (وقف کی گئیں) چیزوں سے سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ مال کی میراث اختیاری ہے، علما کے علم، صوفیاء کے تقوے اور حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے کمالات سے تاقیامت دنیا فائدہ اٹھائے گی، سخیوں کی کمائی میں فقیروں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ شعر

ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم .... ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

❀ ''ہمارا انتقام صرف ان لوگوں تک محدود کردے جو ہم پر ظلم کریں۔'' یعنی ہمیں توفیق دے کہ ہم بدلہ لینے میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑیں صرف ظالم سے ہی بدلہ لیں، جاہلیت والوں کی طرح ایک فرد کا بدلہ ساری قوم سے نہ لیں۔ ثَاْرٌ کے لغوی معنٰی ہیں کینہ، غصہ اور بدلہ، اس جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئیں ہیں مگر یہ شرح بہتر ہے۔ ❀ ''اور دشمنوں کے مقابل ہماری مدد فرما'' اس طرح کہ ہمیں ذاتی دشمنوں کو معاف کرنے کی ہمت دے اور قومی و دینی دشمنوں کو مغلوب کرنے کی طاقت دے۔ ❀ ''اور دینی معاملات میں ہمیں مصائب میں مبتلا نہ فرما'' یعنی ہم پر ایسی مصیبت نہ بھیج جو ہمارا دین برباد کردے کہ ہمیں بدعقیدہ بنادے یا ناقص کردے کہ ہم حرام کھانے لگیں یا عبادات میں کوتاہی کرنے لگیں۔ ❀ ''اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد نہ بنا'' یعنی نہ تو ہمارا یہ حال ہو کہ مال، عزت، سلطنت وغیرہ ہمارا اصل مقصد بن جائے اور نہ یہ حال ہو کہ ہمارے علم اور فکر دنیا ہی کے لیے وقف ہوں یا فقط ہم دنیاوی علوم ہی پڑھیں دینی علوم کی طرف توجہ ہی نہ دیں اور دینی علم بھی سیکھیں تو صرف اپنی تعظیم کرانے اور مال کمانے کے لیے، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ﴾ (پ۲۷، النجم: ۲۹، ۳۰) (ترجمۂ کنز الایمان: اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔) اس دعا میں اشارۃً فرمایا گیا کہ دنیا کا قصد اور علم سے دنیا حاصل کرنا قدرے جائز ہے بلکہ اگر یہ دنیا دِین کے لیے ہو تو اس کا طلب کرنا عبادت ہے، دنیا صِفر ہے اور دِین عَدَد، صِفر اگر اکیلا ہو تو کچھ بھی نہیں اور اگر عدد سے مل جائے تو اسے دس گنا کردیتی ہے۔ ❀ ''اور بے رحم لوگوں کو ہم پر مسلط نہ فرما'' یعنی دنیا میں ہم پر نفس امارہ، شیطان، کافر و ظالم سلطان کو مسلط نہ کر اور قبر و حشر میں عذاب کے فرشتوں کو ہم پر مقرر نہ فرما لہٰذا یہ جملہ نیا ہے پہلے جملوں کا تکرار نہیں۔[1]

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۷۵، ۷۶ ملخصا۔

مدنی گلدستہ

”مَسجِدِ نبوی“ کے 8 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) بے فائدہ گفتگو جس میں وقت ضائع ہو یہ آخرت کے لئے نقصان دہ ہے۔

(2) وقت کی قدر و قیمت مال سے زیادہ ہے۔

(3) انسان کا سرمایہ اس کے اوقات ہیں اور جب وہ انہیں بے فائدہ کاموں میں صَرف کرتا ہے اور اس سرمایہ کو آخرت کے لئے ذخیرہ نہیں کرتا تو بے شک وہ اپنا سرمایہ ضائع کرنے والا ہوتا ہے۔

(4) بے فائدہ کلام وہ ہے کہ اگر اسے نہ کیا جائے تو کوئی گناہ اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی نقصان ہو۔

(5) سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَروی جن دعاؤں میں مغفرت کی طلب یا گناہوں کا اقرار ہے ان سب میں تعلیمِ اُمّت مقصود ہے ورنہ سرکار خود معصوم ہیں بلکہ ارادۂ گناہ سے محفوظ ہیں۔

(6) خوفِ خدا اور عشقِ مصطفےٰ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی نعمتیں ہیں۔

(7) قرآنِ کریم میں ہر مصیبت کے بعد دو آسانیوں کی خوشخبری ہے۔

(8) علمِ دین سے دنیا حاصل کرنا قدرے جائز ہے اور اگر یہ دنیا کا حُصُول دِین کے لیے ہو تو اس کا طلب کرنا عبادت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مجلس سے اُٹھتے وقت مجلس کے اختتام کی دعا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 835

حسرت والی مجلس

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ یَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا یَذْکُرُوْنَ اللہَ تَعَالٰی فِیْہِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِیْفَۃِ حِمَارٍ وَکَانَ لَھُمْ حَسْرَۃً۔[1]

1 ... ابوداود، کتاب الادب، باب کراھۃ ان یقوم الرجل من مجلسہ ولا یذکر اللہ، ۴/ ۳۴۷، حدیث: ۴۸۵۵۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کیے بغیر مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو گویا کہ وہ مُردار گدھے کی لاش پر سے اٹھتے ہیں اور یہ مجلس ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگی۔“

حدیث نمبر:836

نقصان والی مَجلس

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْكُرُوا اللهَ تَعَالٰى فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰى نَبِیِّهِمْ فِیْهِ اِلَّا كَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے اور اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہیں کرتی اور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود پاک نہیں پڑھتی تو یہ مجلس ان کے لیے ندامت کا باعث ہوگی، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زبان پر ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر جاری رکھنا یہ اللہ والوں کی صفت ہے کہ وہ کسی بھی حال میں ذِکْرُ اللہ سے غافل نہیں رہتے، ہمیں بھی ذِکْرُ اللہ کی ایسی عادت بنالینی چاہیے کہ ہمارا کوئی بھی لمحہ ذِکْرُ اللہ سے خالی نہیں گزرنا چاہیے کہ آدمی جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرتا ہے تو شیطان کے مکر وفریب سے بچا رہتا ہے اور شیطان اس کو غافل نہیں کرپاتا۔ جہاں انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے غافل ہوا، شیطان فوراً اُس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور اُس کو بہکاتا ہے اور جو وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر کے بغیر گزر جاتا ہے اُس پر انسان کو ندامت ہوگی اور ایسی مجلس کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر کے بغیر ختم کردی جائے اس مجلس میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے: ”گویا کہ وہ مُردار گدھے کی لاش پر سے اٹھتے ہیں اور ان کے لیے ندامت ہوگی۔“ مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ میں ایسی مجالس کے نقصان کو بیان کیا گیا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھنے سے خالی ہوں۔

---

[1] . . . ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ، ۵/۲۴۷، حدیث: ۳۳۹۱۔

مُردار گدھا کھانے والے:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”گویا یہ غافل لوگ مُردار گدھا کھا کر اٹھے جو انتہائی نجس اور پلید بھی ہے اور حیوانات میں حقیر بھی اور جانوروں میں احمق مشہور بھی اور شیطان کے ساتھ اِختلاط (میل جول) رکھنے والا بھی کہ اس کے بولنے پر لَاحَوْلَ پڑھی جاتی ہے۔“[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”غرضکہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مُردار گدھے کی طرح ہیں اوران میں شرکت کرنے والے اس مُردار کے کھانے والے ہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ مؤمن کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی۔ وعدے پر اِنْ شَآءَ اللہ کہتا ہے۔ چھینک پر اَلْحَمْدُلِلّٰہ، جماہی پر لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللہ، غم کی خبر پر اِنَّالِلّٰہ۔ غرضکہ بات بات پر اللہ تعالیٰ کانام لیتاہے۔ دُرُود ہو اُس دافعِ شر جن واِنس پر، صَلوٰۃ ہو اُس غمخوارِ اُمّت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذِکر سے آباد کر دیں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔“[2]

دوسری حدیث پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر کے ساتھ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر دُرُودِ پاک پڑھنے کا ذِکر بھی ہے اور فرمایا گیا کہ ”جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر دُرُودِ پاک نہ پڑھیں تو یہ مجلس اُن کے لئے ندامت کا باعث ہوگی۔“

ذِکْرُ اللہ کی بہترین قسم:

مرآۃ المناجیح میں ہے: اگرچہ ذِکْرُاللہ میں دُرُود شریف بھی داخل تھا مگر چونکہ درود شریف ذِکْرُاللہ کی بہترین قسم ہے اس لیے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا کیونکہ درود پاک میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چرچہ بھی حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اُن کی آل اولاد کو دعائیں بھی۔ حدیث پاک میں مذکور ہے: ”اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے۔“ اِس جملے کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں جھوٹ غیبت وغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، اگر ان میں حمد وصلوٰۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو

---

[1] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ والتقرب الیہ، ۵/ ۵۹، حدیث: ۲۲۷۳ ملتقطا۔

[2] . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۱۸۔

اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس اِن خیر ذکروں سے خالی ہو تو گناہ تو پایا گیا، کفارہ نہ ادا ہوا لہٰذا اب پکڑ اور سزا کا سخت اندیشہ ہے۔ اس جملے میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ﴾ (پ ۵، النساء: ۶۴) (ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔) حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکر بھی معافی گناہ کا ذریعہ ہے اس جملہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے ربّ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔[1]

خدا تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ:

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین وملت، پروانہ شمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن علامہ محقق محمد سنوسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا کلام ذِکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے سے ذاکر (یعنی ذِکر کرنے والے) کے دِل میں نورِ حقیقت کی بَہجت (رونق) تو آگئی مگر اس سے نفع یابی آدابِ شریعت کی بجا آوری پر موقوف ہے اور اس ادب کی بجا آوری کی صورت یہی ہے کہ اس کلمہ والے آقا جو اسے خدائے برتر کے پاس (سے) لے کر تبلیغ فرمانے والے ہیں، (یعنی) سَیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، اُن کا ذِکر پاک جاری رکھے۔ اس لئے حقیقت پر دلالت کرنے والے کلمہ توحید کو کہہ لینے کے بعد ضرورت ہے کہ ذاکر ہمارے آقا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِسالت کا بھی اِثبات کرے تاکہ شریعت کی مضبوط پناہ میں لا کر اپنے نورِ توحید کو محفوظ رکھ سکے۔ اسی لئے ذاکر کہتا ہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اَذکار میں سے کسی بھی ذِکر میں مومن کو سَیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذِکر سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ خدا کے ذِکر کے بعد سرکار پر دُرُود بھیجے، یا ان کی رسالت کا اقرار کرے، ساتھ ہی آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دُرُود کی اَدائیگی، تعظیم کی بجا آوری اور سرکارِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دامن پاک سے وابستگی بھی رکھے اس لئے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم خدائے برتر کے عظیم ترین باب اور ذریعہ ہیں کہ دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی ان سے وابستگی کے بغیر دستیاب نہ ہوگی۔ اس لئے جو سرکارِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذِکر پاک اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دامن تھامنے سے غافل ہوا وہ نامُراد رہا اور اُسے

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۱۸ ملخصاً۔

دنیا وآخرت کی بھلائی سے محروم کرکے بے تعلقی کے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی تو خدائے برتر کی جانب مخلوق کے رہبر ہیں، جو اپنے رہبر ہی سے غافل ہوا اسے خدا تعالیٰ تک رسائی کیسے حاصل ہوگی؟"(1)

حدیث نمبر: 837

بغیر ذکرُ اللہ سونے کی مذمت

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ.(2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر نہ کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اُس پر ندامت ہوگی اور جو کسی بستر میں لیٹے اور اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر نہ کرے تو اس پر بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ندامت ہوگی۔"

مؤمن کی کوئی حالت ذِکرِ الٰہی سے خالی نہ ہو:

اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہٰذا اقتضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنیٰ (الگ) ہے ان موقعوں پر خدا تعالیٰ کا نام لینا بے ادبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو تو **اللہ** کا ذکر ضرور کرلو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہوجانے پر کفِ افسوس ملوگے۔ بعض لوگ ہر وقت دُرود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مؤمن کی کوئی حالت ذِکرُ **اللہ** سے خالی نہ چاہیے۔(3) شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: بندے کو چاہیے کہ ہر حال میں اپنی نشست وبرخاست (بیٹھنے، اُٹھنے)، نیند اور بیداری کی حالت میں شب وروز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر میں مشغول رہے کیونکہ

(1) ... فتاویٰ رضویہ، ۹/۸۸۔

(2) ... ابو داود، کتاب الادب، باب کراھۃ ان یقوم الرجل من مجلسہ ولا یذکر اللہ، ۴/۳۴۷، حدیث: ۴۸۵۶۔

(3) ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۱۷۔

جو وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے خالی گزرے گا قیامت کے دن بندے کو اس پر بڑی حسرت ہوگی۔[1]

مدنی گلدستہ

”صالحین“ کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے خالی مجلسیں مُردار گدھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مُردار کے کھانے والے ہیں۔

(2) مؤمن کی کوئی مجلس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے خالی نہیں ہوتی۔

(3) درود شریف **ذِکرُ اللہ** کی بہترین قسم ہے کہ دُرُود پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام بھی ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چرچہ بھی۔

(4) عموماً مجلسوں میں جھوٹ غیبت وغیرہ گناہ ہوجاتے ہیں، اگر ان میں حمد وصلوٰۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(5) حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذِکر بھی گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔

(6) بندے کو چاہیے کہ ہر حال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر میں مشغول رہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے معمور فرمائے اور ہمیں وہ زبان عطا فرمائے جو ہر وقت اُس کے اور اُس کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذِکر میں مشغول رہے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، ۲/ ۲۰۰۔

باب نمبر:130

خواب اور اُس کے مُتَعَلِّقَات کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عام طور پر خواب دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اچھے خواب اور بُرے خواب۔ اگرچہ سارے خواب ربّ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں مگر بارگاہِ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ بندہ بُرے اور ڈراؤنے خوابوں کو شیطان کی طرف سے نسبت دے کیونکہ شیطان مسلمان کے بُرے خوابوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ بہر حال اچھے خواب ربّ کی طرف سے بشارت ہیں تاکہ مسلمان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا منتظر اور شکر میں مشغول ہو جائے اور جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ بُرا خواب مایوس کُن ہے اور مایوسی شیطانی عمل ہے۔[1] لہٰذا جب بھی کوئی بُرا خواب دیکھے تو شیطان کے شر سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگے اور اس بُرے خواب کا ذِکر کسی سے نہ کرے۔ خواب میں اگر کوئی حکم دیا جائے تو اس حکم پر عمل کرنے سے پہلے حکمِ شریعت کو دیکھنا ہو گا، اگر خواب والی بات شریعت سے نہیں ٹکراتی تو بے شک اُس پر عمل کیا جا سکتا ہے تاہم خواب میں ملے ہوئے حکم پر عمل کرنا شرعاً واجِب نہیں اور اگر وہ بات ہی خلافِ شرع ہے تو عمل نہیں کیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن خواب کے **متعلق** فرماتے ہیں: خواب چار قسم (پر) ہے: **ایک** حدیثِ نفس کہ دن میں جو خیالات قلب (یعنی دل) پر غالب رہے جب سویا اور اس طرف سے حواس مُعَطَّل ہوئے عالَمِ مثال (یعنی خیالی دنیا سے) بقدرِ استعداد (طاقت کے مطابق) منکشف ہوا انہیں تخیلات (یعنی خیالات) کی شکلیں سامنے آئیں (یعنی دن بھر جو خیالات دیکھے سونے کے بعد انہیں خیالات کی شکلیں خواب میں ظاہر ہوئیں تو) یہ خواب مہمل (بیکار) و بے معنیٰ ہے اور اس میں داخل ہے وہ جو کسی خَلط کے غلبہ اس کے مناسبات نظر آتے ہیں مثلاً صفراوی (تلخ مزاج شخص) آگ دیکھے بلغمی پانی۔ **دوسرا** خواب اِلقائے شیطان ہے اور وہ اکثر وحشت ناک ہوتا ہے شیطان آدمی کو ڈراتا یا خواب میں اس کے ساتھ کھیلتا ہے اس کو فرمایا کہ کسی سے ذِکر نہ کرو کہ تمہیں ضرر نہ دے۔ ایسا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھوک دے اور اَعُوْذُ پڑھے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۸۸ ملخصاً۔

اور بہتر یہ ہے کہ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے۔ **تیسرا** خواب القائے فرشتہ ہوتا ہے اس سے گزشتہ و موجودہ و آئندہ غیب ظاہر ہوتے ہیں مگر اکثر پردۂ تاویل قریب یا بعید میں والہٰذا محتاجِ تعبیر ہوتا ہے۔ **چوتھا** خواب کہ ربِّ العزّت بلاواسطہ اِلقاء فرمائے وہ صاف صریح ہوتا ہے اور احتیاجِ تعبیر سے بَری۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔[1] ریاض الصالحین کا یہ باب **"خواب اور اس کے متعلقات"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیتِ کریمہ اور 7 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیت مبارکہ اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

رات اور دن میں سونا

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ (پ ۲۱، الروم: ۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن میں تمہارا سونا۔

تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: "اِس آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر اِنسان کی اُن صفات سے استدلال فرمایا ہے جو اِنسان سے جدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! رات اور دن میں تمہارا سونا اور **اللہ** تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا **اللہ** تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں عادت کے مطابق رات میں نیند آتی ہے اور ضرورت کے وقت تم دن میں بھی سو جاتے ہو جس سے تھکن دور ہوتی اور تمہارے بدن کو راحت حاصل ہوتی ہے، یونہی دن میں تم سفر کرتے اور اپنی معیشت کے اَسباب کو تلاش کرتے ہو، تو غور کرو کہ تم پر نیند کون طاری کرتا ہے اور نیند کا یہ معمول کس نے بنایا ہے اور تمہیں معیشت کے اَسباب تلاش کرنے کی ہمت اور صلاحیت کس نے دی ہے؟ اگر تم لاپرواہی اور ضد سے کام نہ لو تو تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ ہزاروں برس سے انسانوں کا یہ معمول اور اُن کا یہ فطری نظام صرف اسی **اللہ** تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے جو یکتا معبود ہے اور اس کی قدرت کامل ہے۔[2]

---

1 . . . فتاوی رضویہ، ۲۹/ ۸۷۔

2 . . . تفسیر صراط الجنان، پ۲۱، الروم، تحت الآیۃ: ۲۳، ۷/ ۴۳۵۔

حدیث نمبر:838

مُبَشِّرات کیا ہیں؟

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "نبوت سے صرف مُبَشِّرات رہ گئی ہیں۔" صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسولَ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! مُبَشِّرات کیا ہیں؟ فرمایا: "اچھے خواب۔"

نبوت کا ایک حصہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مومن کے اچھے خواب کی بہت اہمیت ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ نبوت سے صرف مبشرات رہ گئی ہیں اور مبشرات اچھے خواب ہیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی ہماری وفات پر وحی نبوت تا قیامت ختم ہو جائے گی مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بشارت باقی رہے گا۔ ربّ تعالیٰ خوابوں کے ذریعہ علومِ غیبیہ اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا خوابیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی، خوابیں بشارت بھی ہوتی ہیں ڈراتی بھی ہیں مگر تغلیباً بشارت فرمایا۔ صالحہ سے مراد یا سچی خوابیں یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور ڈراؤنی خواب کو حُلم مگر یہاں رؤیا سے عام خواب مراد ہے اچھی ہو یا ڈراؤنی۔ خیال رہے کہ رؤیا بمعنی خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رؤیت کا کوئی مشتق آجاوے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے، ربّ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔

حضورِ انور نے معراج کی شب سارے عالَمِ غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا مگر اسے ربّ

[1] ... بخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات، ۴/ ۴۰۲، حدیث: ۶۹۹۰۔

نے رؤیا فرمایا، چونکہ آگے آرہا ہے اَرَءَیْنٰکَ اس لیے وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہوا۔ معراجِ جسمانی کے منکر اسی لفظِ رؤیا سے جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں۔[1]

حدیث نمبر:839

نبوت کا چھیالیسواں حِصَّہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ.[2] وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَصْدَقُكُمْ رُؤْیَا اَصْدَقُكُمْ حَدِیْثًا.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جب زمانہ قریب آجائے گا تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہ ہو گا اور مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔" اور ایک روایت میں ہے: "تم میں سے سب سے سچے خواب والے وہ لوگ ہیں جن کی باتیں سب سے زیادہ سچی ہیں۔"

قُربِ زمان کے اِحتمالات:

حدیث پاک میں جو یہ فرمایا گیا کہ "جب زمانہ قریب آجائے گا تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہ ہو گا۔" یہاں قُربِ زمان سے کیا مُراد ہے اِس میں کئی اِحتمالات ہیں: **(1)** قریبِ قیامت۔ ایک حدیث پاک میں یہ صراحت ہے کہ "آخری زمانہ میں قریب نہیں مؤمن کا خواب جھوٹا ہو۔" **(2)** موت کے قریب کا زمانہ یعنی بڑھاپا **(3)** وہ وقت جن میں دِن رات برابر ہوتے ہیں کیونکہ ایسے وقت میں اِنسانی مِزاج بہت صحیح اور معتدل ہوتا ہے لہٰذا خواب زیادہ درست اور خلل سے زیادہ دور ہو گا۔ **(4)** حضرت امام مہدی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے ظہور کا زمانہ جبکہ لوگوں میں عیش و عشرت بہت ہو گا۔ سال گزرے گا مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح۔ **(5)** وہ زمانہ جب لوگوں کی عُمریں گھٹ جائیں گی یا شر و فساد کا زمانہ جب لوگ ایک

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۸۳۔

2 . . . بخاری، کتاب التعبیر، باب القید فی المنام، ۴/ ۴۱۲، حدیث: ۷۰۱۷ بتغیر قلیل۔

3 . . . مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ۔۔۔ الخ، ص ۹۵۷، حدیث: ۵۹۰۵۔

دوسرے سے گتھ جائیں، قتل وخون کے لیے قریب ہوں گے۔[1] اس کے اور بہت سے معنٰی کیے گئے ہیں مثلاً یاجوج ماجوج کے خروج کا زمانہ۔[2] علامہ طیبی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی پہلے اِعتماد کو ترجیح دیتے ہیں اور امام جلال الدین سیوطی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی بھی اس کی تائید کرتے ہیں بلکہ اسے ہی صواب (دُرست) قرار دیتے ہیں۔[3]

”نبوت کا چھیالیسواں حصہ“ کی وضاحت:

عَلَّامَه شِهَابُ الدِّیْن اَحْمَد بِنْ مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”مؤمن کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اَجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ یہ اِطلاق مجازی ہے، اِس سے مراد حقیقت نہیں کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی وفات کے بعد نبوت منقطع ہوگئی اور نبوت کا جزو نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ نماز کا جزو نماز نہیں ہوتا (مثلاً قرآن کی تلاوت نماز کا جزو ہے مگر قرآن کی تلاوت نماز نہیں ہے، اسی طرح سچا خواب نبوت کا جزو ہے مگر سچا خواب دیکھنے والا نبی کا جزو نہیں۔) ہاں اگر نبی سچا خواب دیکھے تو وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر نبی کے علاوہ کوئی اور شخص نیک خواب دیکھے تو وہ علمِ نبوت کا ایک حصہ ہے کیونکہ اگرچہ نبوت منقطع ہوچکی ہے لیکن اس کا علم باقی ہے۔ امام مالک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے پوچھا گیا: کیا ہر کوئی خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے؟ فرمایا: ”کیا نبوت کے ساتھ کھیلنا چاہتے ہو؟“ پھر ارشاد فرمایا: ”خواب نبوت کا جزو ہے لہٰذا اس کے ساتھ نہ کھیلو۔“ مراد یہ ہے کہ خواب امرِ غیب سے ہونے کی وجہ سے نبوت کے مشابہ ہے تو یہ مناسب نہیں کہ بغیر علم کے اس کی تعبیر بیان کی جائے۔[4]

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”(امام) کرمانی نے کہا: یہ نبیوں کے حق میں ہے دوسرے لوگوں کا خواب نبوت کا کوئی حصہ نہیں کیونکہ نبیوں کا خواب وحی ہوتا ہے۔ ان پر بیداری کی طرح خواب میں بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ بعض نے کہا: خواب نبوت کے موافق آتا ہے یہ نہیں کہ یہ نبوت

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الرؤیا، الفصل الاول، ۳/ ۲۸۲۔

2 . . . مرآة المناجیح، ۶/ ۲۹۰۔

3 . . . دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی الرؤیا، ۳/ ۳۱۴، تحت الحدیث: ۸۴۷۔

4 . . . ارشاد الساری، کتاب التعبیر، باب رؤیا الصالحین، ۱۴/ ۳۸۲، تحت الحدیث: ۶۹۸۳۔

کا جزء ہے جو باقی رہ گیا ہے۔ زُجاج نے کہا: اس کے معنٰی یہ ہیں کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام مستقبل میں ہونے والے اُمور کی خبر دیتے ہیں اور خواب میں ہونے والی شے اس پر دلالت کرتی ہے۔ خطابی نے اس کی تاویل میں نقل کیا کہ وحی کی ابتدا سے سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات تک 23 سال مدت ہے ان میں سے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں وحی نازل ہوتی رہی اور مکہ مکرمہ میں ابتدائی امر میں چھ ماہ تک خواب میں وحی نازل ہوتی رہی۔ یہ نصف سال ہے اس طرح 23 سالوں کے نصف 46 ہوئے (یعنی 23 سالوں کے نصف سال کے اعتبار سے کل 46 حصے بنتے ہیں اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ابتداءً چھ ماہ خواب کے ذریعے وحی کی گئی اس لحاظ سے یہ چھ ماہ یعنی نصف سال کل مدتِ وحی یعنی 23 سال کا چھیالیسواں حصہ بنا) تو خواب چھیالیسواں حصہ اِس اعتبار سے ہے۔"[1]

مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 616 صفحات پر مشتمل کتاب "نیکی کی دعوت" صفحہ 384 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّارؔ قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ خواب سے حاصل ہونے والے علم کے بارے میں فرماتے ہیں:

کیا خواب سے یقینی علم حاصِل ہو جاتا ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اچھے خواب بے شک اچھے ہوتے ہیں۔ یاد رکھئے! نبی کا خواب وَحی پر مشتمل ہوتا ہے جب کہ غیرِ نبی کے خواب کی یہ حیثیت نہیں اور اس کا خواب حُجّت یعنی دلیل نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ نے خواب میں بارگاہِ رِسالت سے یہ بِشارت سُنی ہے کہ "آپ جنّتی ہیں۔" اِس سے قطعی جنّتی ہونا مُراد نہیں لیا جائے گا کیوں کہ مُعاملہ خواب کا ہے۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جس نے خواب میں دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صورتِ مبارَکہ میں نہیں آسکتا۔ جو بات ارشاد فرمائی وہ بھی حق حق اور حق کے سوا کچھ نہیں۔ تاہم خواب میں چُونکہ حواس مُضمَحِل (یعنی کمزور) ہوتے ہیں اِس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو کچھ فرمایا گیا وہ خواب

[1] ... تفہیم البخاری، ۱۰/ ۵۱۳۔

دیکھنے والے نے حَرف بہ حَرف دُرُست سنا، سننے اور سمجھنے میں غلط فہمی کا ہر اِمکان موجود ہے، لہٰذا خواب میں دیئے ہوئے حکم پر عمل کرنے سے پہلے حکمِ شریعت کو دیکھنا ہوگا۔ اگر خواب والی بات شریعت سے نہیں ٹکراتی تو بے شک اُس پر عمل کیا جاسکتا ہے تاہم خواب میں ملے ہوئے حکم پر عمل کرنا شرعاً واجب نہیں اور اگر وہ بات ہی خلافِ شرع ہے تو عمل نہیں کیا جائے گا۔ اِس بات کو اِس مثال سے سمجھئے:

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیٔ نِعمت، عظیمُ البرَکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دِین ومِلَّت، حامیٔ سُنّت، ماحِیٔ بدعت، عالمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ایک شخص نے خواب دیکھا کہ جنابِ رسالتِ مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (مَعَاذَ الله) اسے شراب نوشی کا حکم دے رہے ہیں۔ سیِّدُنا امام جعفرِ صادِق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا گیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ”رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تجھے شراب پینے سے روکا ہے، تیرے سُننے میں اُلٹا آیا۔“ اور یہ بھی یاد رکھا جائے کہ اس مُعاملے میں فاسِق و مُتّقی برابر ہیں۔ چُنانچہ نہ تو مُتّقی کا خواب میں کسی حکم کا سننا، اس حکم کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی فاسق کا بیان یقینی طور پر جُھوٹا۔ (1)

مدنی گلدستہ

”سچے خواب“ کے 7 حروف کی نسبت سے اَحادیث مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفاتِ ظاہری کے بعد سے وحیِ نبوت ختم ہوچکی ہے مگر نبوت کا ایک حصہ سچی خوابوں کی صورت میں اب بھی باقی ہے۔

(2) رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے معراج کی شب سارے عالَمِ غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری کی حالت میں دیکھا۔

---

(1) ... فتاوی رضویہ، ۵/ ۱۰۰ ماخوذاً۔

(3) نبوت کا جزو نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ تلاوتِ قرآن نماز کا جزو ہے لیکن نماز نہیں۔

(4) نبی سچا خواب دیکھے تو وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اور اگر نبی کے علاوہ کوئی اور شخص نیک خواب دیکھے تو وہ علمِ نبوت کا ایک حصہ ہے۔

(5) وحی کی ابتدا سے سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات تک 23 سال مدت ہے اِن میں سے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں وحی نازل ہوتی رہی۔

(6) غیر نبی کا خواب حجت نہیں اور نہ ہی اُس سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔

(7) غیر نبی کے لئے خواب میں ملنے والے حکم پر عمل کرنا شرعًا واجب نہیں اور اگر وہ بات ہی خلافِ شرع ہے تو عمل نہیں کیا جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اچھے اور سچے خواب دکھائے اور بُرے خوابوں سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:840 **خواب میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم**

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقَظَةِ اَوْ كَاَنَّمَا رَاٰنِیْ فِی الْیَقَظَةِ لَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔“ یا فرمایا: ”گویا اس نے مجھے بیداری کی حالت میں دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“

بیداری میں زیارت سے مراد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں خواب میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

[1] . . . مسلم، کتاب الرؤیا، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فقد رآنی، ص ۹۵۸، حدیث: ۵۹۲۰۔

کی زیارت کرنے کا ذکر ہے اور جس نے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں بھی زیارت کرے گا۔ بیداری میں زیارت کرنے سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس حدیث کے بھی چند معنیٰ کیے گئے: ایک یہ کہ جس صحابی نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ دوسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ تیسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا۔ خواص اولیاء تو ظاہر ظہور دیکھیں گے ہم جیسے عوام جن میں ضبط(برداشت) کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہو جائے گی تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے تاکہ وہ راز ظاہر نہ کر سکیں۔ چنانچہ حضرت **عبدالله** ابنِ عباس (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) نے ایک بار حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا بیدار ہو کر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضورِ انور کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا، آپ اپنی خالہ اُمّ المؤمنین میمونہ رَضِیَ اللهُ عَنْہَا کے گھر تشریف لائے حضرت میمونہ نے حضور کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضورِ انور اپنا چہرہ انور دیکھا کرتے تھے حضرت ابنِ عباس نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضور کی صورت شریف نظر آئی اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی۔ چوتھے یہ کہ میرے زمانہ حیات شریف میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ اِنْ شَآءَ الله عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کرلے گا مگر تیسرے معنیٰ بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کے لیے ہے۔“[1]

اَشِعَّۃُ اللَّمعَات میں ہے: جہاں تک نبی اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بیداری میں زیارت کرنے کی بات ہے تو بعض محدثین نے کہا: یہ کسی صحابی یا تابعی سے منقول نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا: حضرت سَیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا نبی اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جُدائی میں چھ مہینے تک سخت غمگین رہیں، یہاں تک کہ جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ وہ روضہ مبارکہ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۸۷ ملخصاً۔

کے قریب ہی رہتی تھیں، کسی نے نقل نہیں کیا کہ اس مدت میں حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بیداری میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی ہو۔ہاں اس سلسلے میں بعض اولیائے کرام کے واقعات مروی ہیں اور درجہ صحت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ مشائخ کرام کے اس قسم کے واقعات بہت ہیں اور حدِّ تواتُر کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔اس حال کا منکر اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی کرامات کو مانتا ہے یا نہیں، اگر نہیں مانتا تو وہ اس لائق ہی نہیں کہ اس کے ساتھ بحث کی جائے کیونکہ وہ ایسی چیز کا منکر ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے اور اگر مانتا ہے تو یہ زیارت بھی از قبیلِ کرامات ہے تو انکار کیوں؟ حُجَّةُ الْاِسْلَام امام محمد غزالی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی اپنی تصنیف ''اَلْمُنْقِذُ مِنَ الضَّلَال'' میں فرماتے ہیں کہ اربابِ قُلوب بیداری میں فرشتوں اور اَرواحِ انبیا کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کی آوازیں اور ان کے کلمات سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ مواہبِ لَدُنیہ میں ہے کہ حضرت ابنِ منصور رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے رسالے میں لکھا کہ حضرت شیخ ابوالعباس قسطلانی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: ''احمد! اللہ تعالٰی تمہارا ہاتھ پکڑے۔ حضرت شیخ ابوالمسعود رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ہر نماز کے بعد نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ قطبِ وقت حضرت سَیِّدُنا ابوالحسن شاذلی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی کے بارے میں بیان کیا کہ مجھے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیکھا تو فرمایا: ''علی اپنے کپڑوں کو میل کچیل سے پاک کرو۔'' حضرت سید نور الدین یحیٰ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ انہوں نے قبر شریف کے اندر سے جواب سنا: ''تم پر سلام ہو میرے بیٹے!'' حضرت شیخ ابوالعباس مرسی رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے نقل ہے کہ اگر ایک لمحے کے لیے سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جمال مجھ سے پوشیدہ ہو جائے تو اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کروں۔

صاحبِ بَهْجَةُ الْاَسْرَار اپنی سند سے روایت کرتے ہیں جس میں صرف دو واسطے ہیں کہ ایک دن حضور غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کرسی پر بیٹھے ہوئے وعظ کہہ رہے تھے، تقریباً دس ہزار افراد مجلسِ وعظ میں حاضر تھے۔ حضرت شیخ علی بن ہیتی رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضور غوث پاک کی کرسی کے پائے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ علی بن ہیتی کو نیند آگئی، حضرت غوث اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حاضرین

کو خاموشی کا حکم دیا۔ سب لوگ خاموش ہوگئے، حالت یہ تھی سانس لینے کی آوازوں کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ حضور سَیِّدُنا غوث اعظم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کرسی سے نیچے اترے اور شیخ علی بن ہیتی کے سامنے با ادب کھڑے ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ شیخ علی بیدار ہوئے تو حضور غوثِ پاک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: کیا تمہیں خواب میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں۔ فرمایا: اسی لیے میں تمہارے سامنے باادب کھڑا تھا۔ تمہیں نبی کریم نے کیا نصیحت کی؟ کہنے لگے کہ آپ کی مجلس میں باقاعدہ حاضری دیا کروں۔ شیخ علی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا حضور غوث پاک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بیداری میں دیکھا۔[1]

حق باطل سے مُشتبہ نہ ہو جائے:

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان کہ ''شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔'' اس کی شرح میں مرآۃ المناجیح میں ہے: یہ حضور کا وہ معجزہ ہے جو تاقیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہیں کرسکتا تھا یوں ہی تاقیامت کسی کے خواب میں حضور کی شکل میں نہیں آسکتا حضور انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے سوا اور تمام کی شکلوں میں آجاتا ہے، خواب میں باتیں کرجاتا ہے مرد یا عورت کو احتلام اس کی مہربانی سے ہوتا ہے۔[2] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: شیطان نہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مثالی صورت میں آسکتا ہے اور نہ ہی مُشابہ صورت میں۔ علمائے کرام نے فرمایا: ''جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بیداری میں شیطان کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صورت میں آنے سے روک دیا ہے اسی طرح خواب میں بھی شیطان کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صورت میں آنے سے روک رکھا ہے تاکہ حق باطل کے ساتھ مشتبہ نہ ہو جائے۔''[3]

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جس شخص نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الرؤیا، الفصل الاول، ۳/ ۲۸۳۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۸۸۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ۱۶/ ۲۸۰، تحت الحدیث: ۶۹۹۳۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا اس نے برحق دیکھا اور آپ ہی کو دیکھا، آپ کے دربارِ عزت وحقانیت کے گرد جھوٹ اور باطل کا گزر نہیں ہے۔ شیطان جو خواب اور بیداری میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے پر قادر ہے اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صورت میں نمودار ہو، ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی صورت میں ظاہر ہو اور یہ جھوٹی بات دیکھنے والے کے خیال میں ڈالے کہ یہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ اللہ تعالٰی کی عادتِ کریمہ اسی طرح جاری ہے۔ علماء نے اسے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔[1]

خواب میں دیدار کی صورتیں:

خواب میں دیدار کی کئی صُورتیں ہوتی ہیں، ہر ایک زائر (یعنی زیارت کرنے والا) اپنی اپنی ایمانی حیثیت کے مُطابق زیارت کرتا ہے، عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: جس شخص نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خواب میں زِیارت کی اور کوئی ناپسندیدہ بات نہیں تھی (یعنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ناراض نہیں تھے) تو وہ ہمیشہ عُمدہ حال میں رہے گا۔ اگر ویران جگہ میں دیدار کیا تو وہ ویرانہ سبزہ زار میں بدل جائے گا۔ اگر مظلوم قوم کی سرزمین میں دیکھا تو اُن مظلوموں کی مدد کی جائے گی۔ اگر مَغموم (غمزدہ) نے زِیارت کی تو اس کا غم جاتا رہے گا۔ اگر مَقروض تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے قرض کو ادا فرمائے گا۔ اگر مَغلوب تھا تو اس کی مدد کی جائے گی۔ اگر قید تھا تو رہائی پائے گا اور اگر غلام تھا تو آزادی پائے گا۔ اگر غائب تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ صحیح وسلامت اُسے گھر لوٹا دے گا۔ اگر تنگدَست تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے رِزق میں کُشادَگی عطا فرمائے گا اور اگر مریض تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے شفا عطا فرمائے گا۔[2]

مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 ۔۔۔ اشعۃ اللمعات، کتاب الرؤیا، الفصل الاول، ۳/ ۱۸۲۔

2 ۔۔۔ تفسیر روح البیان، پ ۲۷، النجم، تحت الآیۃ: ۱۸، ۹/ ۲۳۰۔

(1) بیداری میں حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کے متعلق مشائخ کرام سے بہت سے واقعات منقول ہیں اور حدِّ تواتُرے کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔

(2) اربابِ قُلوب بیداری میں فرشتوں اور اَرواحِ انبیا کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کی آوازیں اور ان کے کلمات سنتے ہیں۔

(3) بزرگانِ دِین میں سے بعض وہ ہیں جنہیں قبرِ انور سے سلام کا جواب ملا، بعض وہ ہیں جن سے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مصافحہ فرمایا اور بعض نیک بخت وہ ہیں جن سے سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جمال ایک لمحے کے لئے غائب نہیں ہوتا۔

(4) جس طرح شیطان زندگی شریف میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شکل اختیار نہیں کرسکتا تھا یوں ہی تاقیامت کسی کے خواب میں حضور پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شکل میں نہیں آسکتا۔

(5) جس شخص نے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خواب میں زیارت کی اور آپ کو ناراض نہ دیکھا تو وہ ہمیشہ عُمدہ حال میں رہے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا میں نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت، قبر میں ان کی پہچان اور آخرت میں ان کا پڑوس عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:841 دوسروں کے سامنے خواب بیان کرنا

عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّہُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ: اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ رُؤْیَا یُحِبُّہَا فَاِنَّمَا ہِیَ مِنَ اللہِ تَعَالٰی فَلْیَحْمَدِ اللہَ عَلَیْہَا وَلْیُحَدِّثْ بِہَا.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: فَلَا یُحَدِّثْ بِہَا اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ وَاِذَا رَاٰی غَیْرَ ذٰلِکَ مِمَّا یَکْرَہُ فَاِنَّمَا ہِیَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلْیَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّہَا وَلَا یَذْکُرْہَا لِاَحَدٍ فَاِنَّہَا لَا تَضُرُّہٗ.[2]

1 ۔۔۔ بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من اللہ، ۴/ ۴۰۳، حدیث: ۶۹۸۵۔

2 ۔۔۔ بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من اللہ، ۴/ ۴۰۳، حدیث: ۶۹۸۵، بخاری، کتاب التعبیر، باب اذا رای ما یکرہ۔۔۔الخ، ۴/ ۴۲۲، حدیث:

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: ”تم میں سے جب کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے لہٰذا اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعریف بیان کرے اور اسے (دوسروں کے سامنے) بیان کرے۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”اس اچھے خواب کو صرف اپنے پسندیدہ شخص کے سامنے بیان کرے اور جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی کے سامنے بیان نہ کرے تو وہ خواب اسے نقصان نہ دے گا۔“

حدیث نمبر:842

اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَلرُّؤْیَا الْحَسَنَۃُ مِنَ اللہِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَمَنْ رَاٰی شَیْئًا یَکْرَھُہُ فَلْیَنْفُثْ عَنْ شِمَالِہٖ ثَلَاثًا وَلْیَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِنَّھَا لَا تَضُرُّہٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”نیک خواب“ اور ایک روایت میں ہے: ”اچھا خواب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ جو شخص بُرا خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین بار تُھو تُھو کرے اور شیطان سے پناہ طلب کرے، یہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

حدیث نمبر:843

بُرا خواب دیکھ کر کیا کرے؟

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یَکْرَھُھَا فَلْیَبْصُقْ عَنْ یَسَارِہٖ ثَلَاثًا وَلْیَسْتَعِذْ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطَانِ ثَلَاثًا وَلْیَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِہِ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْہِ.[2]

۴۰۴۴ ملتقطاً۔

1 . . . بخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ۴/۴۰۷، حدیث: ۶۹۹۵، بخاری، کتاب التعبیر، باب اذا رای ما یکرہ ۔۔۔ الخ، ۴/۴۲۳، حدیث: ۷۰۴۴۔

2 . . . مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ ۔۔۔ الخ، ص ۹۵۷، حدیث: ۵۹۰۴۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین بار تُھو تُھو کرے اور تین بار شیطان سے پناہ مانگے اور جس کروٹ پر ہو اسے بدل دے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ تینوں اَحادیث مبارکہ میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اچھا خواب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور بُرا خواب شیطان کی طرف سے لہٰذا جب بھی کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرے اور اچھے خواب کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اچھا خواب دوسروں کے سامنے بیان کرنے کی ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ترغیب فرمائی لیکن یہ خواب اپنے پسندیدہ لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

اچھا خواب کس سے بیان کرے؟

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اچھا خواب صرف اسی سے بیان کرے جسے پسند کرتا ہو کیونکہ کسی ناپسند شخص سے بیان کرے گا تو اس کے ساتھ بغض یا حسد کے سبب بُری تعبیر کر دے گا یوں اُسی طرح خواب واقع ہو جائے گا جو اس کو نقصان وضَرر دے گا لیکن اگر محب سے بیان کرے گا تو وہ اس کی اچھی تعبیر کرے گا۔ جو شخص پہلے تعبیر بیان کرتا ہے خواب اسی طرح واقع ہوتا ہے۔ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”خواب پہلے تعبیر کرنے والے کے مطابق ہوتا ہے۔“ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: خواب عالم سے یا اس سے بیان کرے جو اس کا خیر خواہ ہو۔“[1] بُرے خواب کے متعلق فرمایا گیا کہ ”بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے، جو شخص بُرا خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تُھو تُھو کرے اور شیطان سے پناہ طلب کرے، یہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یہ عمل بہت مُجرَّب (تجربہ شدہ) ہے کیسی ہی خطرناک خواب دیکھو یہ عمل کر لو اِنْ شَآءَ اللہ اس کا ظہور کبھی نہ ہو گا، اچھی خواب **اللہ** کی نعمت ہے اس کا چرچہ کرو (کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:) ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾﴾ (پ۳۰، الضحی: ۱۱) (ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔) اور بُری

---

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب التعبیر، باب اذا رای مایکرہ ۔۔۔ الخ، ۱۲/ ۳۱۷، تحت الحدیث: ۷۰۴۴۔

خواب بلا (یعنی مصیبت) و امتحان ہے اس پر صبر کرو، کسی سے نہ کہو، رب سے عرض کرو اِنْ شَآءَ اللہ دفع ہو جائے گی۔ چونکہ حضور کے خطرناک خواب بھی رب کی طرف سے ہوتے تھے اس لیے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) لوگوں سے ان کا ذکر فرما دیتے پھر ان کا ظہور بھی ہوتا تھا جیسے حضور نے خواب میں تلوار ٹوٹتی دیکھی اس کا ظہور غزوۂ اُحد کی تکالیف کی شکل میں نمودار ہوا، ہاتھوں پر بھاری کنگن دیکھے ان کا ظہور مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے ہوا لہٰذا حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمان حضور کے اس عمل شریف کے خلاف نہیں۔[1]

ڈراؤنے خواب کے ضَرر سے بچنے کا طریقہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ تینوں عمل (یعنی تین بار اپنی بائیں جانب تھوکنا، تین بار شیطان سے پناہ مانگنا اور کروٹ بدلنا) شیطان کو ذلیل کرنے اور اپنے حال کو بدلنے کے لیے ہے، شیطان اکثر بائیں ہاتھ پر رہتا ہے ادھر تھوکنا گویا شیطان کے منہ پر تھوکنا ہے، یہ عمل بھی مجرب ہے، بُرے خواب میں یہ دیکھ کر یہ کرنا چاہیے اس سے خواب ختم ہو جاتا ہے۔[2]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "ڈراؤنے خواب کے ضَرر سے بچنے کے چار طریقے ہیں: پہلا یہ کہ اس خواب کے شر سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرے، دوسرا یہ کہ شیطان کے شر سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرے اور تیسرا یہ کہ جب ڈر کر بیدار ہو تو بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور چوتھا یہ کہ اس ڈراؤنے خواب کا ذکر کسی سے نہ کرے۔"[3]

مدنی گلدستہ

"اِسلام" کے 5 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۸۹۔
2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۸۹ ملخصا۔
3 ... فتح الباری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من اللہ، ۱۳/ ۳۱۷، تحت الحدیث: ۶۹۸۵۔

(1) نیک اور اچھے خواب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہوتے ہیں، ان پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرنی چاہیے۔

(2) جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اسے کسی کے سامنے بیان ضرور کرے تاکہ اس کا ظہور ہو جائے مگر بیان ایسے کے سامنے کرے جو اس کا دوست و خیر خواہ اور عالم ہو تاکہ وہ اچھی تعبیر دے کیونکہ خواب کی پہلی تعبیر پر ہی خواب کا ظہور ہوتا ہے۔

(3) بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے، اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔

(4) ڈراؤنے خواب کے ضرر سے بچنے کے لیے چار عمل ہیں: **(1)** اس خواب کے شر سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرے۔ **(2)** شیطان کے شر سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگے۔ **(3)** ڈر کر بیدار ہو تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تُھو تُھو کرے۔ **(4)** اس ڈراؤنے خواب کا ذکر کسی سے نہ کرے۔

(5) شیطان اکثر بائیں ہاتھ پر رہتا ہے اِدھر تھوکنا گویا شیطان کے منہ پر تُھوکنا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بُرے اور شیطانی خوابوں سے محفوظ فرمائے اور اچھے خواب دکھائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:844

سب سے بڑا جھوٹ

عَنْ اَبِی الْاَسْقَعِ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرَی اَنْ یَّدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ اَوْ یُرِیَ عَیْنَہُ مَالَمْ تَرَ اَوْ یَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالَمْ یَقُلْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا واثلہ بن اَسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے یا آنکھوں کو وہ دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھا (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے) یا رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

1 . . . بخاری، کتاب المناقب، باب ۵، ۲/ ۴۷۶، حدیث: ۳۵۰۹۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو اُنہوں نے نہیں فرمائی۔‘‘

تین باتوں کی مذمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں تین باتوں کی مذمت بیان کی گئی ہے اور فرمایا گیا کہ یہ سب سے بڑے جھوٹ ہیں، وہ تین سب سے بڑے جھوٹ یہ ہیں: **(1)** آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے۔ دلیل الفالحین میں ہے: ’’آدمی کا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرنے کو سب سے بڑا جھوٹ اس لیے کہا گیا ہے (کہ ایسا شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بہتان باندھتا ہے) گویا کہ وہ کہہ رہا ہے مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فلاں آدمی کے پانی سے پیدا کیا حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے کسی اور کے پانی سے پیدا کیا۔[1] ایسے شخص کے بارے میں ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اس پر جنت حرام ہے چنانچہ حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ’’جس نے خود کو باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔‘‘[2] **(2)** آنکھوں کو وہ دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھا (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے)۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر دلعزیز بننے کے چکر میں یا کسی اور غرضِ فاسد کے لئے جھوٹے خواب گھڑ کر سناتے ہیں۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یعنی وہ خواب کے بارے میں جھوٹ بولے اور کہے میں نے خواب میں یہ دیکھا جبکہ اس نے وہ نہیں دیکھا اور یہ بھی سب سے بڑا جھوٹ ہے کیونکہ خواب میں انسان جو دیکھتا ہے وہ سب فرشتہ اسے دکھاتا ہے اور یہ شخص فرشتے پر جھوٹ باندھ رہا ہے اور فرشتے پر جھوٹ باندھنا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھنا ہے۔[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ...دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی الرؤیا، ۳/ ۲۰۳، تحت الحدیث: ۸۴۲۔
2. ...بخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی الی غیر ابیہ، ۴/ ۳۲۶، حدیث: ۶۷۶۶۔
3. ...دلیل الفالحین، کتاب آداب النوم، باب فی الرؤیا، ۳/ ۲۰۳، تحت الحدیث: ۸۴۲۔

جھوٹے خواب سنانے والوں کی سزا:

اپنی طرف سے جھوٹا خواب گھڑ کر لوگوں سے بیان کرنا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ جھوٹے خواب گھڑنے والوں کو بطورِ سزا جَو کے دو دانوں میں گانٹھ لگانے کی تکلیف دی جائے گی چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو جھوٹا خواب سنائے اسے جَو کے دو دانوں میں گانٹھ لگانے کی تکلیف دی جائے گی اور وہ ہرگز گانٹھ نہیں لگا پائے گا۔"[1]

(3) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہیں فرمائی۔ ایسے شخص کے بارے میں ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے خاتَمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے جیسا نہیں، لہٰذا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔"[2]

بدترین جھوٹ:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "یہاں آنکھوں سے مراد خواب کی آنکھیں ہیں جن سے بندہ خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے یعنی جھوٹی خواب گھڑ کر لوگوں کو سنائے، یہ جھوٹ دوسرے جھوٹوں سے بدتر اس لیے ہے کہ اس میں ربّ تعالیٰ پر اور نبوت کے چھیالیسویں جز پر جھوٹ باندھنا ہے۔"[3]

جھوٹا خواب سنانے کا انجام:

حضرت امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک آدمی نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا ایک شیشے کا پیالہ ہے، وہ پیالہ تو ٹوٹ گیا ہے، مگر پانی جوں کا توں موجود ہے۔ یہ سن

1. ... بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمہ، ۴/۴۲۲، حدیث: ۷۰۴۲۔
2. ... بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت، ۱/۴۳۷، حدیث: ۱۲۹۱۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۶/۳۱۰۔

کر آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر، (اور جھوٹ نہ بول) کیوں کہ تو نے ایسا کوئی خواب نہیں دیکھا۔ وہ آدمی کہنے لگا: سُبْحَانَ الله! میں ایک خواب سنا رہا ہوں اور آپ فرمارہے ہیں کہ تو نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: "بے شک یہ جھوٹ ہے اور میں اس جھوٹ کے نتیجے کا ذمہ دار نہیں، اگر تو نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو تیری بیوی ایک بچہ جنے گی پھر مر جائے گی اور بچہ زندہ رہے گا۔ اس کے بعد وہ آدمی جب آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے پاس سے چلا گیا تو پیچھے سے کہنے لگا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے تو ایسا کوئی خواب دیکھا ہی نہیں تھا۔ یہ سن کر کسی نے کہا: لیکن امام محمد بن سیرین رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے خواب کی تعبیر بیان فرمادی ہے۔ یہ حکایت بیان کرنے والے بزرگ حضرت ہشام رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: اس واقعے کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ جھوٹا خواب بیان کرنے والے جھوٹے آدمی کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی لیکن اس کی بیوی مر گئی اور بچہ زندہ رہا۔[1]

مدنی گلدستہ

"غوث" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) خود کو باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بہتان باندھنا ہے اور ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔

(2) جھوٹا خواب گھڑ کر لوگوں سے بیان کرنا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔

(3) جھوٹا خواب گھڑ کر اس کی تعبیر نہ پوچھے کہ کہیں کوئی بُری تعبیر واقع نہ ہو جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جھوٹا خواب بیان کرنے اور ہر طرح کے جھوٹ سے ہماری زبان کی حفاظت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... تاریخ ابن عساکر، حرف المیم، محمد بن سیرین، ٥٣/ ٢٣٢۔

کِتَابُ السَّلَام

باب نمبر:131 سلام کی فضیلت اور اسے عام کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسلمانوں کو سلام کرنے سے دِینی و دُنیاوی بہت سی بر کتیں حاصل ہوتی ہیں۔ سلام کرنے والا حکمِ خدا اور حکمِ نبی کی بجا آوری کرتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ سلام کی بدولت غرور و تکبر سے نجات ملتی ہے۔ عاجزی واِنکساری مُیَسَّر آتی ہے۔ کینہ و حسد سے چھٹکارا ملتا ہے۔ نامۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ شیطان ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ معاشرے میں امن وامان کی فضا قائم ہوتی ہے۔ رزق میں برکت ہوتی ہے۔ تنگدستی دور ہوتی ہے۔ جنت کی ضمانت ملتی ہے۔ گناہ جھڑتے ہیں۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ادا ہوتی ہے۔ جنت کی یاد تازہ ہوتی ہے کہ وہاں جنتی ایک دوسرے کو سلام کہتے ہونگے۔ سلام کرنے سے اعتماد کی فضا بحال ہوتی، خوف وہِراس دور ہوتا اور لوگوں کو قریب آنے کا موقع ملتا ہے۔ قلبی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ مومن کا دل خوش ہوتا ہے۔ اسلامی شِعار کا بول بالا ہوتا ہے۔ دشمنوں پر مسلمانوں کی اجتماعیت کی دھاک بیٹھ جاتی ہے۔ حقِ مسلم کی ادائیگی ہوتی ہے۔ مغفرت کی بشارت ملتی ہے۔ سلام اسلام کی بہترین خوبی ہے۔ سلام میں پہل کرنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مُقرَّب بن جاتا ہے۔ راستے کا ایک حق ادا ہوتا ہے۔ الغرض سلام میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"سلام کی فضیلت اور اسے عام کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 آیات اور 6 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

(1) کسی کے گھر جانے کے آداب

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ (پ۱۸، النور:۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔

اس آیتِ مبارکہ میں ایمان والوں کو کسی اور کے گھر جانے کے آداب سکھائے گئے اور حکم دیا گیا ہے جب کسی کے گھر جاؤ تو پہلے سلام کر کے اجازت لو پھر گھر میں داخل ہو۔ اس فرمانِ عالی میں بے شمار حکمتیں ہیں، بسا اوقات اہلِ خانہ ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ کسی سے مل نہیں سکتے، اس لئے سلام واجازت کا حکم دیا گیا تاکہ وہ محتاط ہو جائیں۔ اس کے علاوہ بلا اجازت کسی کے گھر داخل ہونے کی صورت میں پردہ نشین خواتین کے لئے سخت آزمائش ہو سکتی ہے۔ بے پردگی اور بد نگاہی کا بھی اندیشہ ہوتا ہے یا گھر کی کوئی ایسی بات ظاہر ہو سکتی ہے جسے وہ ظاہر نہ کرنا چاہتے ہوں۔ الغرض بلا اجازت کسی کے گھر جانے میں بہت سی قباحتیں ہیں جبکہ اِجازت وسلام کے ساتھ جانے میں کثیر بھلائیاں ہیں۔ تفسیرِ دُرِّ منثور میں ہے: "جب کسی کے گھر جاؤ تو پہلے سلام کرو، پھر اجازت طلب کرو کہ تمہارا اس طرح جانا بغیر سلام واجازت کے جانے سے بہتر ہے اور یہ اس لئے ہے تاکہ تم گناہ سے بچو، گھر والے محتاط ہو جائیں اور تمہیں بھی دھیان رہے۔ (اسی میں ہے کہ) ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے یوں اجازت چاہی: "کیا میں اندر آسکتا ہوں"؟ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے پیغام بھجوایا کہ پہلے سلام کرو پھر اجازت طلب کرو یعنی یوں کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم! کیا میں اندر آسکتا ہوں۔"[1]

(2) جب کسی کے گھر جاؤ تو سلام کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً (پ ۱۸، النور: ٦١)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ۔

تفسیرِ خازن میں ہے: یعنی اپنے گھروں میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ اور گھر میں موجود دیگر افراد کو سلام کرو۔ حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل وعیال کو

[1] ... تفسیر درمنثور، پ ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۲۷، ۶/ ۱۷۲، ۱۷۳ ملتقطاً۔

سلام کر کہ وہ تیرے سلام کے زیادہ حق دار ہیں اور جب تو کسی ایسے گھر میں جائے جہاں کوئی موجود نہ ہو تو یوں کہہ: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (ترجمہ: ہم پر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، اور گھر والوں پر سلامتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت وبرکت ہو۔) تو جو اس طرح سلام کرے فرشتے اسے جواب دیتے ہیں۔[1]

(3) بہتر الفاظ سے سلام کا جواب دینا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ (پ۵، النساء: ۸۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔

اس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا کہ جب تمہیں کوئی سلام کرے تو جواب میں اس سے بہتر الفاظ کہو یا اتنے ہی الفاظ سے جواب دو۔ "زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کی عادت تھی کہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے یوں کہتے "حَیَّاكَ اللہ" (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے زندہ رکھے) مگر دِینِ اسلام نے اس جملے کو بدل کر "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم" کہنے کا حکم دیا۔ حَیَّاكَ اللہُ کے مقابلے میں سلام زیادہ کامل دعا ہے کیونکہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم" کا مطلب ہے کہ تم پر سلامتی ہو، تو جو سلامت رہے گا لازمی بات ہے کہ وہ زندہ رہے گا مگر جو زندہ رہے ضروری نہیں کہ سلامت بھی رہے، ہو سکتا ہے زندہ تو رہے مگر اَمراض وآفات میں مبتلا رہے۔[2]

سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ میں سلام کیا ہے جواب میں اتنے کا اِعادہ تو ضرور ہے اور افضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے۔ اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہا تو یہ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے۔ اور اگر اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہا تو یہ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہے اور اگر اس نے وَبَرَکَاتُہٗ تک کہا تو یہ بھی اتنا ہی کہے کہ اس سے زیادت نہیں۔[3]

---

1 ... تفسیر خازن، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۶۱، ۳/۳۶۴۔

2 ... تفسیر کبیر، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۸۶، ۴/۱۶۱ ملتقطاً۔

3 ... فتاوی رضویہ، ۲۲/۴۰۹۔

(4) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے معزز مہمان

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ سَلٰمٌۚ (پ۲۶، الذاریات: ۲۴، ۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام۔

تفسیر روح البیان میں ہے: ”حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آنے والے فرشتے تھے جن کی تعداد بارہ تھی۔ حضرت سَیِّدُنا جبرائیل اور سَیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام بھی ان میں شامل تھے۔ چونکہ یہ مہمانوں کی طرح آئے تھے یا آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں مہمان سمجھا تھا اس لئے انہیں مہمان فرمایا گیا۔ معزز اس لئے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مُعَزَّز ہیں عصمت و تائید، قُربت اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی طرف پیغامِ الٰہی لانے کی وجہ سے یا پھر ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے نزدیک معزز تھے اس لئے تو انہوں نے اور ان کی اہلیہ محترمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بنفسِ نفیس ان کی خدمت کی، ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور ان کے لئے جلدی جلدی کھانا تیار کیا یا پھر اس لئے کہ حضرت سَیِّدُنا ابرہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں عزت دی ان کی تکریم فرمائی اور اُصول یہی ہے کہ معزز شخص کا مہمان بھی معزز ہوتا ہے۔ ان معزز فرشتوں نے آتے ہی حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سلام کہا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے بہتر انداز میں جواب دیا۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 845

اسلام کی بہترین خوبی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.[2]

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۲۶، الذاریات، تحت الآیۃ: ۲۴، ۲۵، ۹/ ۱۶۰۔

2 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، ۱/ ۱۶، حدیث: ۱۲۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: اسلام کی کونسی خوبی سب سے اچھی ہے؟ ارشاد فرمایا: ”کھانا کھلاؤ اور ہر واقف اور ناواقف کو سلام کرو۔“

اسلام باہمی محبت وبھائی چارے پر اُبھارتا ہے:

اس حدیث میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کو اسلام کی بہترین خوبی بتایا گیا۔ ان کے فوائد سے کسی عقل مند کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں چیزیں آپس میں محبت و اتفاق پیدا کرنے کے لیے مُجَرَّب (تجربہ شدہ) عمل ہیں۔ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حدیث میں مسلمانوں کو باہمی محبت وبھائی چارے پر اُبھارا گیا ہے اور سلام کرنے اور کھانا کھلانے کے ذریعے لوگوں کے دل جیتنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کیونکہ سلام وطعام سے بڑھ کر کوئی عمل باہمی محبت و مَوَدَّت پر ابھارنے والا نہیں۔ قرآنِ پاک میں کھانا کھلانے والوں کی تعریف بیان کی گئی اور انہیں عظیم اجر وثواب کا مژدہ سنایا گیا جبکہ حقداروں کو کھانا نہ کھلانے والوں کی مذمت کی گئی اور ان کا ذکر جہنمیوں کے ساتھ کیا گیا۔“[1] امام قاضی عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: مسلمانوں کی باہمی محبت وبھائی چارہ دِین کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ، شریعت کا رُکن اور اسلام کی طاقت کو جمع کرنے والا عمل ہے۔ اسی طرح ہر واقف واجنبی کو سلام کرنا، ان سے تواضُع سے پیش آنا اور سلام کو عام کرنا یہ اس اُمّت کا شِعار ہے۔[2] عَلَّامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیث میں دو باتوں کو اسلام کی بہترین خصلت قرار دیا، کھانا کھلانا اور سلام کرنا مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف دو ہی بہترین خصلتیں ہیں بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ اسلام کی بہترین خصلتوں میں سے یہ دو بھی ہیں۔ کھانا کھلانے کی اہمیت و اِفادِیَّت سے کون انکار کر سکتا ہے خصوصاً غریب و نادار کو کھانا کھلانا ایک ایسا عمل ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت ہی محبوب ہے۔ کتابِ مجید (یعنی قرآنِ پاک) میں یتیموں، مسکینوں،

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الایمان، ۱ / ۶۳۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب تفاضل الاسلام وای اموره افضل، ۱ / ۱۱، الجزء الثانی۔

غریبوں کے لیے خوراک مہیا کرنے کی مختلف و مُؤثر انداز میں ترغیب دی گئی ہے۔(1)

ہر واقف و اجنبی کو سلام کرنا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں واقف ناواقف سب کو سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نزہۃ القاری میں ہے: ”عادت یہ ہے کہ انسان عموماً انہیں کو سلام کرتا ہے جنہیں پہچانتا ہے، لوگ اجنبی کو سلام نہیں کرتے۔ اس پر تنبیہ فرمائی کہ ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ اُسے پہچانتے ہو خواہ نہ پہچانتے ہو۔ البتہ غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں اور وہ بدمذہب جن کی بدمذہبی حدِّ کفر تک پہنچتی ہو۔ اسی طرح اُن بدمذہبوں کو بھی سلام کرنا جائز نہیں جو گمراہ ہیں اگرچہ ان کی گمراہی حدِّ کفر تک نہ پہنچی ہو، بلکہ بدمذہبوں کو سلام کا جواب دینا بھی جائز نہیں، اسی طرح فاسقِ مُعْلِن (اعلانیہ گناہ کرنے والے) کو بھی سلام کرنا منع ہے۔“(2)

کھانا کھلانا:

فقیہ اعظم، حضرت علامہ مولانا مفتی شریفُ الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”سب مخلوق کو کھانا کھلاؤ خواہ وہ مالدار ہو خواہ وہ غریب ہو، خواہ شناسا ہو خواہ غیر شناسا، انسان ہو یا حیوان سب کو کھلاؤ۔ اس حدیث میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کو خَیْرُ الْاِسْلَام (اسلام کی بہترین خوبی) فرمایا۔ اس میں ایک دقیق اشارہ اس بات کی جانب ہے کہ اگرچہ بعض اَعمال بعض سے فِیْ نَفْسِہٖ (حقیقتاً) افضل ہیں مگر کبھی خاص وجہ سے کوئی خاص عمل افضل اور بہتر ہو جاتا ہے۔ اس سے ان تمام احادیث میں تطبیق ہوگئی کہ کسی میں جہاد کو اَفْضَلُ الْاَعْمَال بتایا کسی میں کلمہ طیبہ پڑھنے کو وغیرہ وغیرہ۔(3)

مدنی گلدستہ

”سلام کرو“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

---

1. . . . فیوض الباری، ۱/ ۱۸۰۔
2. . . . نزہۃ القاری، ۱/ ۳۱۱، ۳۱۲ملخصا۔
3. . . . نزہۃ القاری، ۱/ ۳۱۱، ۳۱۲ملخصا۔

(1) صحابہ کرام رضائے الٰہی پانے کے لئے افضل اعمال کی جستجو میں رہتے۔ اسی لئے وقتاً فوقتاً اپنے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے افضل اعمال کے بارے میں سوال کرتے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حسبِ حال انہیں دنیا و آخرت کی بھلائی پر مشتمل حکمت بھرا جواب ارشاد فرماتے۔

(2) علمائے کرام سے کسی مسئلے کے بارے میں سوال محض جواب جاننے کے لئے نہیں ہونا چاہیے بلکہ معلوم ہونے کے بعد ممکنہ اس پر عمل بھی کرنا چاہیے۔

(3) ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہئے خواہ واقف کار ہو یا انجان البتہ غیر مسلم کو سلام نہ کریں۔

(4) مسلمانوں کی آپس کی محبت دین کے خزانوں میں سے ایک عظیم خزانہ، شریعت کا رُکن اور اسلام کی طاقت کو جمع کرنے والا عمل ہے۔

(5) مسلمانوں کو کھانا کھلانا جنت میں لے جانے والا اور قابلِ تعریف عمل ہے۔

(6) باہمی محبت و مودّت بڑھانے کے لئے سلام و طعام سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔

(7) بدمذہب کو بھی سلام کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کی گمراہی حدِّ کفر تک نہ پہنچی ہو بلکہ بدمذہب کو سلام کا جواب دینا بھی جائز نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کو سلام کرنے اور کھانا کھلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 846

سلام کی اِبتدا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللہُ اٰدَمَ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰئِكَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوْسٍ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِكَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَقَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللہِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللہِ.[1]

[1] . . . بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، ۴/ ۱۶۴، حدیث ۶۲۲۷۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ جاؤ اور فرشتوں کی بیٹھی ہوئی اس جماعت کو سلام کرو، اور ان کا جواب غور سے سنو کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہو گا۔ چنانچہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرشتوں سے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ انہوں نے جواب دیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ اور انہوں نے ”وَرَحْمَةُ الله“ کا اضافہ کیا۔“

سلام کو خاص کرنے کی وجہ:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: یہاں فرشتوں سے مراد یا تو مقرب فرشتے ہیں یا نیکیوں پر مامور دائیں جانب والے فرشتے۔ علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی عظیم نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق دی اور اپنی قدرتِ کاملہ دکھادی تو انہیں مخلوق کے ساتھ حُسنِ معاشرت سکھائی تاکہ خالق کی تعظیم بجالانے کے بعد مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور دیگر افعال میں سے سلام ہی کو اس لئے خاص کیا گیا کہ یہ باہمی محبت اور دل جیتنے کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ محبت ایمان کی تکمیل کی طرف لے جاتی ہے۔[1] حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں کو جو سلام کیا وہ پہلا سلام تھا اسی وقت سے سلام کی ابتدا ہوئی۔[2] حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ فرشتے مَلَاءِ اَعْلٰی میں عربی زبان بولتے ہیں اور وہاں ایک دوسرے کو سلام بھی کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حصولِ علم کے لئے اہل علم کے پاس خود چل کر جانا چاہیے۔[3]

سلام کا اعلیٰ جواب دینا سنتِ ملائکہ ہے:

حدیثِ مذکور میں حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو فرشتوں کے پاس جانے اور ان سے سلام کا جواب معلوم کرنے کا حکم دیا گیا، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سلام کے جواب کا علم نہ تھا

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب السلام، ٨/ ٤٢٢، تحت الحدیث: ٤٦٢٨ ملخصاً۔

2 ... التیسیر، حرف الخاء، ١/ ٥١٧۔

3 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، ٩/ ٥۔

بلکہ اسے سنتِ ملائکہ قرار دینے کے لیے ہے تاکہ اولادِ آدم کو یہ معلوم ہو جائے کہ سلام کرنا سنتِ آدم عَلَیْہِ السَّلَام ہے اور اعلیٰ جواب دینا سنت ملائکہ۔ ربّ تعالیٰ انہیں تمام چیزوں کا علم پہلے ہی دے چکا تھا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سلام کے الفاظ سے سلام کرنے کا طریقہ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ اس لیے رب تعالیٰ نے آپ کو سلام کے الفاظ نہ بتائے سب کچھ پہلے ہی بتا دیا گیا تھا۔ سلام کے جواب میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہنا بھی جائز ہے اگرچہ وَعَلَیْکُمُ السَّلَام کہنا افضل ہے، دوسرا یہ کہ جواب میں کچھ زیادہ الفاظ کہنا بہتر ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”عرشِ اَعظم“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) سلام کی ابتدا اس وقت ہوئی جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے حکمِ الٰہی سے فرشتوں کو سلام کیا۔

(2) سلام باہمی محبت اور دل جیتنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(3) حصولِ علم کے لئے اہل علم کے پاس خود چل کر جانا چاہیے۔

(4) جو کسی کے پاس جائے تو سلام میں پہل اسے ہی کرنی چاہیے۔

(5) زیادہ علم والے کا کم علم والے سے کوئی علمی بات سیکھنا باعثِ عار نہیں۔

(6) سلام کا جواب اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے ساتھ دینا بھی جائز ہے مگر وَعَلَیْکُمُ السَّلَام کے ساتھ دینا بہتر ہے۔

(7) سلام کا جواب زیادہ الفاظ سے دینا بہتر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سلام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٣١٣ ملخصاً۔

حدیث نمبر:847

سات اہم باتیں

عَنْ اَبِی عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم بِسَبْعٍ: بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَنَصْرِ الضَّعِيْفِ وَعَوْنِ الْمَظْلُوْمِ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عُمارہ بَراء بن عازِب رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: (1) مریض کی عیادت کرنے (2) جنازوں کے ساتھ جانے (3) چھینکنے والے کو جواب دینے (4) کمزور کی مدد کرنے (5) مظلوم کی فریادرسی کرنے (6) سلام کو عام کرنے اور (7) قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے کا۔

حدیثِ مذکور میں سات امور کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ حکم عام ہے، اس میں واقف کار و اجنبی، رشتہ دار و غیر سب ہی شامل ہیں کہ سب ہی مذکورہ سلوک کے حق دار ہیں۔ ان امور کی بجا آوری میں مسلمانوں کی خیر خواہی، دنیا و آخرت کی بھلائی اور عظیم ثواب کی بشارت ہے۔ ان سے متعلق چند مدنی پھول ملاحظہ فرمائیے:

(1) مریض کی عیادت:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جب کسی بیمار شخص کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی موجود ہو تو اس کی عیادت کرنا سنتِ مبارکہ ہے اور اگر دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو تو عیادت کرنا واجب ہے۔“[2] مریض کی عیادت میں بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا اور ثواب کی امید پر اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کی اسے جہنم سے ستر سال کے فاصلے تک دور کر دیا جاتا ہے۔“[3] ایک روایت میں ہے: ”جو صبح کے وقت اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے جائے تو شام تک اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے

---

1 . . . بخاری، کتاب الاستئذان، باب افشاء السلام، ۴/ ۱۶۷، حدیث: ۶۲۳۵۔

2 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادة المریض وثواب المرض، ۴/ ۲، تحت الحدیث: ۱۵۲۴۔

3 . . . ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادة، ۳/ ۲۴۸، حدیث: ۳۰۹۷۔

دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہے۔[1]

(2) جنازوں کے ساتھ جانا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: جمہور علماء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے۔ جنازے کے ساتھ جانے کا مطلب جنازے کو اُٹھانا اور ایک دوسرے سے کندھے بدلنا۔ یہ جنازے میں حاضر رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر لازم ہے۔ جنازے کے ساتھ جانے کی تین صورتیں ہیں: (1) صرف نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس آجانا، اس میں ایک قیراط اجر ہے۔ (2) جنازے کے ساتھ جانا اور تدفین تک اس کے ساتھ رہنا، اس کا اجر دو قیراط ہے اور (3) میت کو تلقین کرنے جانا۔"[2]

(3) چھینک کا جواب دینا:

چھینک کے جواب سے متعلق چند سنتیں اور آداب ملاحظہ فرمایئے: ❁ چھینک آئے تو چھینکنے والے کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہے۔ سننے والے پر واجب ہے کہ فوراً "یَرْحَمُكَ الله" کہے اور اتنی آواز سے کہے کہ چھینکنے والا خود سن لے۔ اگر جواب میں تاخیر کر دی تو گنہگار ہو گا۔ صرف جواب دینے سے گناہ معاف نہیں ہو گا بلکہ توبہ بھی کرنا ہو گی۔ جواب اسی صورت میں واجب ہو گا جب چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، اگر وہ حمد نہ کرے تو جواب بھی واجب نہیں۔[3] ❁ حضرت سَیِّدُنا ابو موسٰی اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو تم اس کے لئے یَرْحَمُكَ الله کہو اور اگر وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہ کہے تو تم بھی یَرْحَمُكَ الله نہ کہو۔[4] ❁ چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے، دوبارہ چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا تو دوبارہ جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔"[5]

---

1 ... ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادۃ، ٣/٢٤٨، حدیث: ٣٠٩٨۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ٦/١٠، تحت الحدیث: ١٢٣٩۔

3 ... سنتیں اور آداب، ص٦٠۔

4 ... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب تشمیت العاطس وکراھۃ التثاؤب، ص ١٢٢٠، حدیث: ٧٤٨٨۔

5 ... بہار شریعت، ٣/٤٧٦، حصہ ١٦۔

(4) کمزور کی مدد کرنا:

مسلمان بھائی کی مدد کرنے کی فضیلت سے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** "جو کسی مسلمان کی دُنیوی مصیبت دور کرے **اللہ** تعالیٰ بروزِ قیامت اس کی مصیبت دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے **اللہ** تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیب چھپائے گا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہے۔"[1] **(2)** "جس نے کسی ضرورت مند مسلمان کی مدد کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس دن ثابت قدمی عطا فرمائے گا جس دن لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔"[2] **(3)** "جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری ہونے تک اس کی مدد کرتا رہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پچھتر ہزار (75000) فرشتوں کے ذریعے اس پر سایۂ رحمت فرماتا ہے۔ اگر صبح کو مدد کرے تو شام تک اور شام کو کرے تو صبح تک وہ فرشتے اس کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں اور اس کے ہر قدم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا ایک گناہ معاف فرماتا اور ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔"[3]

(5) مظلوم کی فریاد رسی:

شارحِ بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مسلمان کی مدد، مدد کرنے والے کے حال کے اعتبار سے کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب کبھی مُستحب۔[4] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "جو شخص مظلوم کی مدد کر سکتا ہے اور اس کی بات سنی جاتی ہے ایسے شخص پر مظلوم کی مدد کرنا فرض ہے۔"[5] حضرتِ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: مجھے میری عزّت

1. ... مسلم، کتاب الذکر والدعاء۔۔۔ الخ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ص ١١١٠، حدیث: ٢٨٥٣ ملتقطاً۔
2. ... الترغیب والترہیب، کتاب البر والصلۃ وغیرھما، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین، ٣/٢١٧، حدیث: ٤٠١٩۔
3. ... الترغیب والترہیب، کتاب البر والصلۃ وغیرھما، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین، ٣/٢١٦، حدیث: ٤٠١٨۔
4. ... نزہۃ القاری، ٣/٦٦٥۔
5. ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ٦/١٤، تحت الحدیث: ١٢٣٩۔

وجلال کی قسم! میں ظالم سے بدلہ ضَرور لوں گا چاہے جلدی لوں یا دیر سے اور اُس سے بھی بدلہ لوں گا جو باوُجُودِ قدرت مظلوم کی مدد نہ کرے۔‘‘[1]

حکایت: حضرتِ سَیِّدُنا عَمْرو بن شُرَحْبِیل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَکِیْل فرماتے ہیں: ایک شخص کا انتقال ہو گیا جب اسے قبر میں اتارا گیا تو فرشتے اس کے پاس آئے اور کہا: ہم تجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے سو کوڑے ماریں گے۔ اس شخص نے اپنے نماز روزے اور جہاد وغیرہ کا ذکر کیا یہاں تک کہ فرشتے کمی کرتے کرتے دس کوڑوں تک پہنچ گئے۔ وہ شخص پھر منت سماجت کرنے لگا یہاں تک کہ صرف ایک کوڑا سزا باقی رہ گئی۔ فرشتوں نے کہا: ہم تجھے ایک کوڑا تو ضرور ماریں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایک کوڑا مارا جس سے پوری قبر میں آگ شعلہ زن ہو گئی اور وہ شخص بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو کہنے لگا: تم نے مجھے یہ کوڑا کس وجہ سے مارا؟ فرشتوں نے کہا: ایک دن تو سو کر اٹھا اور وضو کئے بغیر ہی نماز پڑھ لی اور تو نے ایک مظلوم کی فریاد بھی سنی جو مدد کے لیے پکار رہا تھا لیکن تو نے اس کی مدد نہیں کی۔[2]

(6) سلام کو عام کرنا:

سلام کو عام کرنے سے مراد اس کی اشاعت وکثرت اور ہر مسلمان کو سلام کرنا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ’’جس کو پہچانتے ہو اور نہیں پہچانتے سب کو سلام کرو۔‘‘[3] سلام کا جواب فوراً دینا واجب ہے، بلاعذر تاخیر کی تو گنہگار ہوا اور یہ گناہ جواب دینے سے دفع نہ ہو گا، بلکہ توبہ کرنی ہو گی۔ جن لوگوں کو اس نے سلام کیا ان میں سے کسی نے جواب نہ دیا، بلکہ کسی اور نے جو اس مجلس سے خارج تھا جواب دیا تو یہ جواب اہلِ مجلس کی طرف سے نہیں ہوا یعنی وہ لوگ بری الذمہ نہ ہوئے۔ ایک شخص مجلس میں آیا اور اس نے سلام کیا اہلِ مجلس پر جواب دینا واجب ہے اور دوبارہ پھر سلام کیا تو جواب دینا واجب نہیں۔ مجلس میں آکر کسی نے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کہا یعنی صیغہ واحد بولا اور کسی ایک شخص نے جواب دے دیا تو جواب ہو گیا خاص اس کو

---

1. ۔ ۔ ۔ معجم کبیر، احادیث عبد اللہ بن عباس، ١٠/ ٢٧٨، حدیث: ١٠٦٥٢۔
2. ۔ ۔ ۔ حلیۃ الاولیاء، عمرو بن شرحبیل، ٤/ ١٥٧، رقم: ٥١٠١۔
3. ۔ ۔ ۔ بخاری، کتاب الإیمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، ١/ ١٦، حدیث: ١٢۔

جواب دینا واجب نہیں جس کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے۔ ہاں اگر اس نے کسی شخص کا نام لے کر سلام کیا کہ فلاں صاحب اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ تو خاص اس شخص کو جواب دینا ہو گا، دوسرے کا جواب اس کے جواب کے قائم مقام نہیں ہو گا۔[1]

(7) قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنا:

علّامہ مُلّا علی قاری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اگر کوئی شخص مستقبل کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو گناہ نہ ہو اور تم اس کی قسم پوری کر سکتے ہو تو ضرور کرو تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور قسم ٹوٹنے کی وجہ سے اس پر کفارہ واجب نہ ہو۔ مثلاً کوئی کہے: خدا کی قسم! جب تک تم فلاں کام نہ کرو گے میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ یا خدا کی قسم! تم یہ کام ضرور کرو گے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”جَنَّتِ عَدْن“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جو روزِ قیامت ثابت قدمی، پردہ پوشی، نصرتِ خداوندی اور مصیبتوں سے حفاظت کا خواہشمند ہو اسے چاہیے کہ کمزور مسلمانوں کی مدد اور پردہ پوشی کرے۔

(2) اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو مسلمان بھائیوں کے جنازوں میں ضرور شرکت کرنی چاہیے کہ حق مسلم ہے اور اس کی ادائیگی پر عظیم ثواب کی بشارت ہے۔

(3) جو کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرے اس کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔

(4) قدرت کے باوجود کسی مظلوم کی مدد نہ کرنا عذابِ الٰہی کا باعث ہے۔

(5) جس شخص کو سلام کیا جائے اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے اور اگر کسی جماعت کو سلام کیا جائے

---

1 . . . بہار شریعت، ۳/ ۴۶۰، حصہ ۱۶ ملتقطاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض۔۔۔ الخ، ۴/ ۷، تحت الحدیث: ۱۵۲۶ ملخصاً۔

تو ان میں سے کسی ایک کا جواب دینا سب کی طرف سے کافی ہے۔

(6) ہمارے کسی عمل سے مسلمان بھائی کا کام بنتا ہو تو شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے وہ کام کر لینا چاہئے کہ مسلمان بھائی کی خیر خواہی باعث اجر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مذکورہ حدیث میں موجود سات اُمور کو بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:848

باھمی محبت کا نسخہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰی تَحَابُّوا اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔“

ایمان، جنت اور باہمی محبت:

حدیثِ مذکور میں جنت میں داخلے کے لئے ایمان کو اور ایمان کے لئے مسلمانوں سے باہمی محبت کو شرط قرار دیا گیا اور باہمی محبت بڑھانے کا نسخہ سلام کو عام کرنا بتایا گیا۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جنت میں داخلے کے لئے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے جنت نہیں مل سکتی کیونکہ کفار پر جنت حرام ہے۔ حدیث میں ایمان سے مراد ایمانِ کامل ہے یعنی مسلمانوں سے محبت کئے بغیر نہ ہی ایمان کامل ہوتا ہے اور نہ ایمانی حالت درست ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی باہمی محبت سے معاشرے میں بھائی چارے کی فضا قائم ہوتی ہے اور بڑے

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون۔۔۔ الخ، ص ۵۱، حدیث: ۱۹۴۔

بڑے گناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے کیونکہ آپس میں محبت سے رہنے والے ایک دوسرے کی غیبت، چغلی، بہتان تراشی، تہمت، گالی گلوچ، بغض وکینہ، حسد اوران جیسے دیگر گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک اچھے مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”مومن محبت کرتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے اور جو نہ خود محبت کرے اور نہ اس سے محبت کی جائے اس میں کوئی بھلائی نہیں۔“[1] ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ بندے ہیں جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں اوران سے محبت کی جاتی ہے اور سب سے ناپسندیدہ چغلخور اور لوگوں کے درمیان جُدائی ڈالنے والے ہیں۔“[2]

سلام کو عام کرنا:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں سلام کو عام کرنے کی بہت زیادہ ترغیب ہے۔ ہر واقف وانجان مسلمان کو سلام کرنا چاہیے، کیونکہ کسی کے دل میں محبت داخل کرنے کا پہلا سبب سلام ہے۔ سلام حصولِ محبت کی چابی ہے۔ سلام مسلمانوں کا وہ بہترین وصف ہے جو انہیں دیگر قوموں سے ممتاز کرتا ہے۔ سلام میں ریاضتِ نفس، عاجزی اور مسلمانوں کی تعظیم ہے۔ حضرتِ سَیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول ہے کہ جس میں تین باتیں جمع ہو جائیں وہ ایمان کو جمع کر لیتا ہے: (1) اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا (2) سلام کو عام کرنا اور (3) تنگی میں خرچ کرنا۔ سلام کی وجہ سے قطع تعلقی اور کینہ وفساد سے حفاظت رہتی ہے۔ یاد رہے کہ سلام کی فضیلت اسی وقت حاصل ہو گی جب اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا مقصود ہو کوئی نفسانی خواہش پیشِ نظر نہ ہو۔ سلام کے لئے اپنے دوست واحباب ہی کو خاص نہ کیا جائے بلکہ بِلا امتیاز ہر اجنبی اور واقف کار مسلمان کو سلام کیا جائے۔[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ۴/۲۲۲، حدیث: ۵۷۸۷۔

2 . . . موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الغیبۃ والنمیمۃ، باب ماجاء فی ذم النمیمۃ، ۴/۳۹۴، حدیث: ۱۱۸۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ۔۔۔الخ، ۱/۳۶، الجزء الثانی ملخصا۔

مدنی گلدستہ

”سلام“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ایمان کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جنت صرف مومنوں ہی کے لئے ہے۔

(2) ایمان کامل اسی وقت ہوتا ہے جب اپنے مسلمان بھائیوں سے محبت ہو۔

(3) مسلمانوں میں باہمی محبت پیدا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ سلام کو عام کرنا ہے۔

(4) سلام مسلمانوں کا وہ بہترین وصف ہے جو انہیں دیگر قوموں سے ممتاز کر دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 849

سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلہ

عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو یوسف **عبد اللہ** بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

اس حدیث میں چار باتوں کی بجا آوری پر جنت میں سلامتی کے ساتھ داخلے کی خوشخبری دی گئی ہے: **(1)** سلام عام کرنا **(2)** لوگوں کو کھانا کھلانا **(3)** صلہ رحمی کرنا **(4)** شب بیداری کرنا۔ پہلی تین چیزوں کا تعلق

---

1 . . . ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۴۲، ۴/ ۲۱۹، حدیث: ۲۴۹۳ بتغیر۔

معاشرتی زندگی سے جبکہ چوتھی کا تعلق ذاتی زندگی سے ہے۔ سلام عام کرنے کے بارے میں گفتگو سابقہ حدیثوں میں بیان ہوچکی ہے بقیہ تین امور سے متعلق گفتگو ملاحظہ فرمایئے:

لوگوں کو کھانا کھلانا:

حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”رحمتِ الٰہی کو واجب کرنے والی چیزوں میں سے غریب مسلمان کو کھانا کھلانا بھی ہے۔“[1] حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر روٹی کھلائے اور پانی پلا کر اس کی پیاس بجھائے تو اللہ تعالٰی اُسے دوزخ سے ایسی سات خندقوں کے برابر دور کر دیتا ہے جن میں سے ہر دو کا درمیانی فاصلہ پانچ سو (500) سال ہے۔[2] حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ”جو اپنے مسلمان بھائی کو اس کی چاہت کی چیز کھلائے، اللہ تعالٰی اسے دوزخ پر حرام فرمادیتا ہے۔“[3]

صلہ رحمی:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے: ”صلہ رحمی، حُسنِ اَخلاق اور ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک اختیار کرنا شہروں کو آباد کرتا اور عمروں کو بڑھاتا ہے۔“[4] فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”کوئی گھر والے ایسے نہیں کہ آپس میں صلہ رحمی کریں اور پھر محتاج ہوجائیں۔“[5]

لوگوں کے آرام کے وقت نماز پڑھنا:

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”بے شک جنت میں کچھ ایسے شاندار محلّات ہیں جن کا

---

1 . . . الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، باب الترغیب فی إطعام الطعام۔۔۔الخ، ۱/ ۴۴، حدیث: ۱۴۰۴۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب الاطعمۃ، باب فضیلۃ اطعام الطعام، ۵/ ۱۷۸، حدیث: ۷۳۵۴۔

3 . . . شعب الایمان، باب الثانی والعشرین، فصل ماجاء فی اطعام الطعام وسقی الماء، ۳/ ۲۲۲، حدیث: ۳۳۸۲۔

4 . . . مسند امام احمد، مسند السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ۹/ ۵۰۳، حدیث: ۲۵۳۱۴

5 . . . ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب صلۃ الرحم، ۱/ ۳۳۳، حدیث: ۴۴۱۔

بیرونی حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وہ محلات ان کیلئے تیار فرمائے ہیں جو محتاجوں کو کھانا کھلاتے، سلام عام کرتے اور رات کو لوگوں کے آرام کے وقت نماز پڑھتے ہیں۔"[1]

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مَروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے کپڑوں کے نئے جوڑے نکلتے ہیں، اس کی جڑوں سے زین پہنے ہوئے سونے کے ایسے گھوڑے نکلتے ہیں جن کی لگامیں موتی اور یاقوت کی ہوتی ہیں، وہ پیشاب وپاخانہ نہیں کرتے، ان کے پَر ہیں، وہ حدِ نگاہ پر قدم رکھتے ہیں اور اہل جنت جہاں چاہیں گے وہ ان کو لے کر اڑیں گے، نچلے درجے والے عرض کریں گے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ان لوگوں کو یہ بلند درجہ کیسے ملا؟ ارشاد ہوگا: یہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سو جایا کرتے تھے، یہ روزہ رکھتے تھے جبکہ تم کھایا کرتے تھے، یہ راہِ خدا میں خرچ کرتے تھے جبکہ تم خرچ نہ کرتے تھے اور یہ راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے جبکہ تم راہِ فرار اختیار کرتے تھے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"آبِ کوثر" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونا چاہے اسے چاہیے کہ سلام عام کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نمازِ تہجد ادا کرے۔

(2) غریبوں کو کھانا کھلانے سے رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

(3) جو اپنے مسلمان بھائی کو اس کی پسندیدہ چیز کھلائے جہنم کی آگ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

(4) اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے کبھی محتاجی کا شکار نہیں ہوتے۔

(5) رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک، حُسنِ اَخلاق اور ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا شہروں کی

---

❶ . . . ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام واطعام الطعام، ۱ / ۲۶۳، حدیث: ۵۰۹۔

❷ . . . موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب صفة الجنة، ۶ / ۳۶۹، حدیث: ۲۴۳۔

آباد کاری اور عمروں میں اضافے کا باعث ہے۔

(6) جنت کے بلند و بالا محلات جن میں سے آر پار نظر آتا ہے ان خوش نصیبوں کے لئے ہیں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں، سلام عام کرتے ہیں اور نمازِ تہجد ادا کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سلام کو عام کرنے، غریبوں کو کھانا کھلانے، صلہ رحمی کرنے اور نمازِ تہجد ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 850

سلام کی نیت سے بازار جانا

عَنِ الطُّفَیْلِ بْنِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ: اَنَّہٗ کَانَ یَاْتِیْ عَبْدَ اللہِ بْنِ عُمَرَ فَیَغْدُوْ مَعَہٗ اِلَی السُّوْقِ قَالَ: فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَی السُّوْقِ لَمْ یَمُرَّ عَبْدُ اللہِ عَلٰی سَقَّاطٍ وَلَا صَاحِبِ بَیْعَۃٍ وَلَا مِسْکِیْنٍ وَلَا اَحَدٍ اِلَّا سَلَّمَ عَلَیْہِ قَالَ الطُّفَیْلُ: فَجِئْتُ عَبْدَ اللہِ بْنَ عُمَرَ یَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِیْ اِلَی السُّوْقِ فَقُلْتُ لَہٗ: مَا تَصْنَعُ بِالسُّوْقِ وَاَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَی الْبَیْعِ وَلَا تَسْاَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِہَا وَلَا تَجْلِسُ فِیْ مَجَالِسِ السُّوْقِ؟ وَاَقُوْلُ: اِجْلِسْ بِنَا ہَاہُنَا نَتَحَدَّثُ فَقَالَ: یَا اَبَا بَطْنٍ (وَکَانَ الطُّفَیْلُ ذَا بَطْنٍ) اِنَّمَا نَغْدُوْ مِنْ اَجْلِ السَّلَامِ فَنُسَلِّمُ عَلٰی مَنْ لَقِیْنَاہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا طفیل بن ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جاتے تو وہ انہیں اپنے ہمراہ بازار لے جاتے۔ فرماتے ہیں: جب ہم بازار جاتے تو حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جس رَدّی فروش، بیوپاری، مسکین اور کسی بھی شخص کے پاس سے گزرتے اسے سلام کرتے۔ ایک دن جب میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ مجھے بازار لے جانے لگے تو میں نے عرض کی: آپ بازار جا کر کیا کریں گے؟ آپ نہ تو وہاں خرید و فروخت کے لئے ٹھہرتے ہیں، نہ کسی چیز کے سودے کے بارے میں پوچھتے ہیں، نہ بھاؤ کرتے اور نہ ہی بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ میری گزارش تو یہ ہے کہ یہیں ہمارے پاس تشریف رکھیں ہم یہاں بیٹھ کر

---

1 ... موطا امام مالک، کتاب السلام، باب جامع السلام، ۲/ ۴۴۴، حدیث: ۱۸۴۴۔

گفتگو کریں گے۔ فرمایا: اے پیٹ والے! حضرت سَیِّدُنا طفیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا پیٹ کچھ بڑا تھا۔ ہم صرف سلام کرنے کی غرض سے جاتے ہیں کہ ہم جس سے ملیں اسے سلام کریں۔

عملی تبلیغ:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضرت ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہر تاجر و غیر تاجر، امیر و فقیر، واقف و ناواقف سب کو سلام کرتے۔ سلام کی اشاعت اور لوگوں کو سلام کا عادی بنانے کے لئے یہ عملی تبلیغ تھی۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کو سنت کا عادی بنانا بھی بہترین عبادت ہے۔ علماء کرام اگر لوگوں کے پاس جا کر انہیں تبلیغ کریں تو بہت ہی اچھا ہے، گھر بُلا کر تبلیغ کرنا اور لوگوں کے گھر جا کر تبلیغ کرنا دونوں ہی سنت ہیں۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ ہمارے اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نیکیوں کے بہت زیادہ حریص تھے۔ یہی حرص انہیں ایسے اعمال پر ابھارتی جن میں ثواب کے کثیر مواقع ہوتے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا سلام کی خاطر بازار جانا۔ لوگ عموماً بازار میں مال کماتے ہیں مگر نیکیوں کے حریص ہر جگہ نیکیاں کمانے کا موقع ڈھونڈ لیتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی نیکیوں کا حریص بنائے اور اپنے اَسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سنتوں پر عمل کے شیدائی:

مذکور روایت میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بہت ہی پیارے صحابی حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا ذکرِ خیر ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اداؤں کو اپنانے کا بے حد شوق تھا، جس کام کا سنت ہونا معلوم ہو جاتا اس پر ضرور عمل کرتے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر تم حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرتا دیکھ لیتے تو انہیں دیوانہ سمجھتے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْماً کے

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ٦/ ٣٤٤ ملخصا۔

راستے میں اپنی سواری کے جانور کو سر سے پکڑ کر اِدھر اُدھر چلاتے اور فرماتے: شاید میری سواری کے قدم بھی اس جگہ لگ جائیں جہاں میرے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سواری کے قدم لگے ہیں۔ [1]

مدنی گلدستہ

”تبلیغِ دین“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) بازار غفلت کی جگہ ہے مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے احکامِ شرعیہ پر عمل پیرا ہو کر یہاں بھی نیکیوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

(2) گھر بُلا کر تبلیغ کرنا اور لوگوں کے گھر جا کر تبلیغ کرنا دونوں سنت ہیں، دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔

(3) ہمارے اَسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نیکیوں کے بہت زیادہ حریص تھے۔ یہی حرص انہیں ایسے اعمال پر ابھارتی جن میں ثواب کے کثیر مواقع ہوتے۔

(4) اپنے عمل کے ذریعے لوگوں کو دینی احکام کی طرف مائل کرنا عملی تبلیغ ہے اور یہ بہترین عبادت ہے۔

(5) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرنے کا ایسا جذبہ ہونا چاہئے کہ لوگ دیوانہ سمجھنے لگیں۔

(6) ہمارے اَسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سنتوں کی پیروی کے لئے دل وجان سے کوشش کرتے تھے۔

(7) سنتوں کی پیروی اور اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا دنیا وآخرت میں کامیابی کا باعث ہے۔

(8) صحابہ کرام نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے منسوب ہر شے سے محبت کیا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں خوب نیکیاں کرنے اور اپنے اَسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سنتوں کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، ۱/ ۳۸۳، ۳۸۴، رقم: ۱۰۹۰، ۱۰۹۱۔

باب نمبر:132

سلام کرنے کی کیفیت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرنا بھی عبادت ہے۔ دیگر عبادات کی طرح اس کی بھی سنتیں اور آداب ہیں، ان سنن وآداب کو جتنا ملحوظ رکھا جائے گا تو اسی قدر ثواب بڑھے گا۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ سلام سے متعلق سنتیں اور آداب سیکھے اور ان پر عمل کرکے دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ کم از کم اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور اس سے بہتر وَرَحْمَةُ اللهِ ملانا اور سب سے بہتر وَبَرَکَاتُهٗ شامل کرنا ہے اور اس سے زائد الفاظ نہ بڑھائیں۔[1] اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اگرچہ مخاطب ایک ہی ہو سلام کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے یوں کہے: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ" اسی طرح جواب دینے والا بھی: "وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ" کہہ کر جواب دے۔[2] سلام کے الفاظ واضح اور صریح ہوں، بعض لوگ جلدی میں سلام کرتے ہیں جس کی وجہ سے سلام کا معنیٰ ہی بگڑ جاتا ہے۔ زبان سے سلام کرنے کے بجائے صرف انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے سے سلام نہ کیا جائے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"سلام کرنے کی کیفیت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:851

مکمل سلام پر تیس نیکیاں

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَرَدَّ عَلَیْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "عَشْرٌ" ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ فَرَدَّ عَلَیْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ: "عِشْرُوْنَ" ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ فَرَدَّ عَلَیْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ: "ثَلَاثُوْنَ".[3]

---

1. ... فتاوی رضویہ، ۲۲/ ۴۰۹ ملخصا۔
2. ... ریاض الصالحین، کتاب السلام، باب کیفیة السلام، ص ۲۴۹۔
3. ... ابوداود، کتاب الادب، باب کیف السلام، ۴/ ۴۴۹، حدیث: ۵۱۹۵۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”دس نیکیاں۔“ پھر ایک اور شخص آیا اور عرض کی: ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواب دیا تو وہ بھی بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا: ”بیس نیکیاں۔“ پھر ایک اور شخص آیا اور عرض کی: ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواب دیا تو وہ بھی بیٹھ گیا۔ فرمایا: ”تیس نیکیاں۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مخاطب ایک ہو جب بھی بہتر یہ ہے کہ جمع کی ضمیر لائی جائے اور ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ“ کہا جائے کیونکہ اِس میں تعظیم زیادہ ہے اور اس طرح فرشتوں کو بھی سلام کی نیت کی جاسکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سلام کے الفاظ جتنے زیادہ ہونگے اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ صرف ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ“ کہا تو دس نیکیاں ملیں گی کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔ اگر اس پر اضافہ کیا اور ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ“ کہا تو بیس نیکیاں ملیں گی، مزید اضافہ کیا اور ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ وَبَرَکَاتُہٗ“ کہا تو تیس نیکیاں ملیں گی۔ جواب دینے والے کو بھی چاہیے کہ کچھ الفاظ بڑھا کر جواب دے یعنی ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ“ کے جواب میں ”وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ“ کہے اور ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ“ کا جواب ”وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ“ کہہ کر دے اور ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ وَبَرَکَاتُہٗ“ کے جواب میں ”وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ“ ہی کہے اور ان الفاظ سے زیادہ کچھ بھی نہ بڑھائے۔

سلام کے مفہوم میں عمومیت:

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوستی اور پُرخُلوص تعلقات کے فروغ کے لیے جن کثیر آداب و مَراسم کی ترغیب دی ہے ان میں ایک ”سلام“ بھی ہے۔ اگرچہ دیگر اقوام میں بھی یہ طریقہ رائج ہے کہ جب دو اشخاص ملتے ہیں یا ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں تو کسی اور گفتگو سے قبل کوئی لفظ یا فقرہ ایسا کہتے ہیں جو دوستی اور تعارُف کو پیدا کرتا ہے لیکن لفظ ”سلام“ کے مفہوم میں ہر طرح کی خیر و برکت، مسرت و راحت داخل ہے۔ اس میں نہ وقت کی قید ہے نہ

زمانے کی۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کہہ کر گویا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے حق میں بطورِ دعا بہترین جذبات وخواہشات کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کے ذیل میں دِین و دُنیا کی تمام راحتیں اور برکتیں آجاتی ہیں۔ الغرض اسلام کے "سلام" میں جو وُسعت و عُمومیت ہے وہ دنیا کے کسی ضابطۂ تہذیب و نظامِ تمدن کے مقرر کردہ الفاظ میں نہیں ہے۔"(1)

مدنی گلدستہ

"سلام" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) سلام کے الفاظ جتنے زیادہ ہوں گے نیکیاں بھی اتنی ہی بڑھ جائیں گی۔

(2) دوستی اور پُر خُلوص تعلقات کے فَروغ کا ایک اہم ذریعہ ایک دوسرے کو سلام کرنا بھی ہے۔

(3) سلام کے مفہوم میں ہر طرح کی خیر وبرکت داخل ہے اور اس میں وقت اور زمانے کی قید بھی نہیں۔

(4) جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کہتا ہے تو گویا اس کے حق میں بطورِ دعا بہترین جذبات وخواہشات کا اظہار کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں زیادہ الفاظ کے ساتھ سلام کرنے اور اس کا جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:852

جبریل امین کی طرف سے سلام

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ھٰذَا جِبْرِیْلُ یَقْرَأُ عَلَیْكِ السَّلَامَ قَالَتْ: قُلْتُ: وَعَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ.(2)

---

(1) . . . فیوض الباری، ۱/ ۱۸۰، ۱۸۱ ملخصاً۔

(2) . . . بخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال، ۴/ ۱۷۱، حدیث: ۶۲۴۹ بتغیر۔

ترجمہ: حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: "یہ جبریل (عَلَیْہِ السَّلَام) ہیں جو تجھے سلام کہہ رہے ہیں۔" فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ یعنی ان پر بھی سلام، اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

کسی کے ذریعے سلام کہلوانا مستحب ہے:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِس حدیث میں اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بہت واضح فضیلت موجود ہے کہ فرشتوں کے سردار حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام انہیں سلام کہتے ہیں۔ اس حدیثِ پاک سے اور بھی کئی مسئلے معلوم ہوئے مثلاً: کسی کے ذریعے سلام کہلوانا مستحب ہے۔ جو سلام پہنچانے پر رضامند ہوجائے اسے سلام پہنچانا لازم ہے۔ اجنبی نیک خاتون جس سے فتنے کا خوف نہ ہو اسے سلام بھجوانا جائز ہے۔ جو کسی کا سلام لے کر آئے اسے بھی جواب میں شامل کرلینا چاہئے۔ جب کسی سے کہا جائے کہ "فلاں نے تجھے سلام کہا ہے۔" تو فوراً جواب دینا ضروری ہے۔ سلام کا جواب "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ" یا "وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ" کے ساتھ دیا جائے۔ اگر عَلَيْكُمُ السَّلَامُ یا صرف عَلَيْكُمُ کہہ دیا جب بھی کفایت کرے گا لیکن افضل کا ترک ہوگا۔[1] جب کوئی کسی کا سلام لائے تو اس طرح جواب دیں "عَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ" یعنی تجھ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: حضور! میرے والد نے آپ کو سلام کہا ہے۔ رحمتِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ السَّلَامُ یعنی تجھ پر اور تیرے والد پر سلام ہو۔[2]

سلام پہنچانے کا حکم:

کسی سے کہہ دیا کہ فلاں کو میرا سلام کہہ دینا تو اس پر سلام پہنچانا واجب ہے اور جب اس نے سلام پہنچایا تو جواب دینے والا پہلے اس پہنچانے والے کو اس کے بعد اس کو جس نے سلام بھیجا ہے سلام کہے یعنی یہ

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب فضائل ام المومنین عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا، ۸ / ۲۱۱، الجزء الخامس عشر ملخصا۔

2 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی الرجل یقول فلان یقرئک السلام، ۴ / ۴۵۸، حدیث: ۵۲۳۱ مفہوما۔

کہے وَعَلَیْكَ وَعَلَیْهِ السَّلَام۔[1] جب کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو اگرچہ یہ کہنا افضل ہے کہ عَلَیْكَ وَعَلَیْهِ السَّلَام مگر یہ کہنا بھی درست ہے وَعَلَیْهِ السَّلَام۔[2] کسی کا سلام پہنچانا اسی وقت واجب ہوتا ہے جب اس نے اس کا التزام کر لیا ہو یعنی کہہ دیا ہو کہ ہاں تمہارا سلام پہنچادوں گا کہ اس وقت یہ سلام اس کے پاس امانت ہے جو اس کا حقدار ہے اس کو دینا ہی ہوگا ورنہ یہ بمنزلہ ودیعت ہے کہ اس پر یہ لازم نہیں کہ سلام پہنچانے وہاں جائے۔ اسی طرح حاجیوں سے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے دربار میں میرا سلام عرض کر دینا یہ سلام بھی پہنچانا واجب ہے۔[3]

سلامِ شوق کہنا حاجیو میرا بھی رو رو کر .... تمہیں آئے نظر جب روضۂ انور مدینے میں

خط میں لکھے سلام کا حکم:

بہارِ شریعت میں ہے: خط میں سلام لکھا ہوتا ہے اس کا بھی جواب دینا واجب ہے اور یہاں جواب دو طرح ہوتا ہے، ایک یہ کہ زبان سے جواب دے، دوسری صورت یہ ہے کہ سلام کا جواب لکھ کر بھیجے۔ مگر چونکہ جواب سلام فوراً دینا واجب ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو اگر فوراً تحریری جواب نہ ہو جیسا کہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ خط کا جواب فوراً ہی نہیں لکھا جاتا خواہ مخواہ کچھ دیر ہوتی ہے تو زبان سے جواب فوراً دے دے، تاکہ تاخیر سے گناہ نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ جب خط پڑھا کرتے تو خط میں جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھا ہوتا ہے اس کا جواب زبان سے دے کر بعد کا مضمون پڑھتے۔[4]

مدنی گلدستہ

”بھلائی“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا کی شان بہت بلند ہے فرشتوں کے سردار

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۴۶۳، حصہ ۱۶ ملخصاً۔
2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۹۸۔
3 ... ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ۹/ ۶۸۵، بہار شریعت، ۳/ ۴۶۳، حصہ ۱۶ ملخصاً۔
4 ... بہار شریعت، ۳/ ۴۶۳، ۴۶۴، حصہ ۱۶ ملتقطاً۔

حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام بھی انہیں سلام کہتے ہیں۔

(2) جب فتنے کا خوف نہ ہو تو اجنبی نیک خاتون کو سلام بھجوانا جائز ہے۔

(3) کسی کے ذریعے سلام کہلوانا مستحب ہے، جو سلام پہنچانے پر راضی ہو جائے اس پر سلام پہنچانا لازم ہے۔

(4) جب کوئی کسی کا سلام لے کر آئے تو اس کا جواب بھی فوراً دینا واجب ہے۔

(5) جب کوئی کسی کا سلام لائے تو افضل یہ ہے کہ عَلَیْكَ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ کے ذریعے جواب دیا جائے مگر صرف وَعَلَیْهِ السَّلَامُ کہنے سے بھی جواب ہو جائے گا۔

(6) خط میں لکھے سلام کا بھی جواب دینا واجب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سلام کا جواب جلدی دینے اور اس میں تاخیر کرنے سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 853

تین مرتبہ سلام

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اَعَادَھَا ثَلَاثًا حَتّٰی تُفْھَمَ عَنْہُ وَاِذَا اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ سَلَّمَ عَلَیْھِمْ ثَلَاثًا۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کلام کرتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے یہاں تک کہ وہ کلام سمجھ لیا جاتا اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں تین مرتبہ سلام کرتے۔

فرمانِ عالی کے اِعادہ کی وجہ:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تین مرتبہ سلام اور کلام کرنا اس لئے ہوتا تاکہ سنانے اور سمجھانے میں مبالغہ ہو۔ قرآنِ کریم میں بھی اس کی

[1] . . . بخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفھم عنہ، ۱ / ۵۲، حدیث: ۹۵۔

مثال موجود ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قصص و اَخبار، اوامر و نہی کو مکرر بیان فرمایا تاکہ بندے سمجھ جائیں۔ اگر سننے والے نے پہلی مرتبہ نہ سمجھا ہو تو دوسری اور تیسری بار میں سمجھ لے۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی کہ تکرار سے کلام دلوں میں راسخ ہو جاتا ہے کیونکہ جو چیز بار بار دُہرائی جائے وہ یاد ہو جاتی ہے۔[1] فیض القدیر میں ہے: ”آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمانِ عالی اس لئے دُہراتے تاکہ وہ اَفراد بھی سمجھ کر ذہن نشین کر لیں جنہیں بات دیر سے سمجھ آتی ہے یا پھر کلام سے اِشکال وشبہ دور کرنے کے لئے اپنی بات دہراتے اور یہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفقت، حُسنِ تعلیم اور اُمّت سے شدید خیر خواہی ہے۔ علامہ ابنِ تین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے فرمایا: کسی بات کو تین مرتبہ دُہرانا یہ اِقرار اور بیان کی انتہا ہے۔[2]

تین مرتبہ سلام کرنے کی وضاحت:

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں تین مرتبہ سلام کرتے۔ امام کرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی قوم کے پاس جاتے تو سلام کرتے۔ پہلا سلام اِسْتِئْذَان یعنی اجازت کے لئے ہوتا اور جب ان میں بیٹھ جاتے تو سلام کرتے۔ یہ دوسرا سلام تحیت یعنی ملاقات کا سلام ہوتا پھر جب واپسی کا ارادہ فرماتے تو سلام کرتے۔ یہ تیسرا سلام وَداع یعنی رخصت کا ہوتا۔ یہ سب سلام مسنون ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس پر مُواظَبت (ہمیشگی) اختیار فرماتے۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: سلام کا تکرار اس وقت ہوتا جب عدمِ سماع کا احتمال ہوتا۔[3]

مدنی گلدستہ

”اجمیر“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا، ۹/ ۲۴۔

2 . . . فیض القدیر، باب (کان) وھی الشمائل الشریفۃ، ۵/ ۱۳۵، تحت الحدیث: ۶۶۱۸ ملخصا۔

3 . . . فیض القدیر، باب (کان) وھی الشمائل الشریفۃ، ۵/ ۱۳۵، تحت الحدیث: ۶۶۱۸۔

(1) اہم بات کو دو تین مرتبہ دُہرا دینا چاہیے تاکہ لوگوں کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

(2) سامنے والے کی ذہنی صلاحیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے آسان اور معاون انداز میں بات سمجھانی چاہیے۔

(3) غلط فہمی سے بچانے کیلئے شبہ یا اِشکال والی بات کو دُہرا کر خوب واضح کر دینا چاہیے۔

(4) نیکی کی دعوت دیتے وقت شفقت و محبت، نرمی اور خیر خواہی بھرا انداز اخلاص کی علامت ہے۔

(5) اجازت لینے کے لئے سلام کرنا، پھر ملاقات کرتے وقت سلام کرنا اور واپسی پر بھی سلام کرنا تینوں سلام مسنون ہیں۔ پہلے کو سلامِ اِستِئْذَان، دوسرے کو سلامِ تحیّت اور تیسرے کو سلامِ وَداع کہا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں اجازت لیتے، ملاقات کرتے اور رخصت ہوتے وقت سلام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:854

اہلِ خانہ کو سلام کرنے کا ایک مبارک انداز

عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِی حَدِیْثِہِ الطَّوِیْلِ قَالَ: كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَصِیْبَہُ مِنَ اللَّبَنِ فَیَجِیْءُ مِنَ اللَّیْلِ فَیُسَلِّمُ تَسْلِیْمًا لَا یُوْقِظُ نَائِمًا وَیُسْمِعُ الْیَقْظَانَ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ یُسَلِّمُ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا مقداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ایک طویل حدیث میں یہ بھی ہے کہ ہم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے آپ کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب رات کو (گھر میں) تشریف لاتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سونے والا بیدار نہ ہوتا اور جاگنے والا سُن لیتا۔ پس نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (اسی طرح ایک مرتبہ) تشریف لائے اور معمول کے مطابق سلام کیا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ جب بندہ اہل خانہ کے پاس آئے تو انہیں سلام کرے، اگر لیٹے

(1)... مسلم، کتاب الاطعمة، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ، ص ۸۷۵، حدیث: ۲۰۵۵ ماخوذا۔

ہوئے ہوں تو اتنی آواز سے سلام کرے کہ جاگنے والے سن لیں اور سونے والوں کی نیند میں خلل نہ آئے۔ حدیثِ مذکور سے جہاں سلام کی اہمیت معلوم ہوئی وہیں دوسروں کے آرام کالحاظ کرنے کا درس بھی ملا۔ اچھا مسلمان وہی ہے جو دوسروں کو دینی و دنیوی نفع پہنچائے اور انہیں ہر طرح کے نقصان سے بقدر امکان بچانے کی کوشش کرے۔ یہی اسلامی تعلیم اور یہی ہمارے اَسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام کا مبارک طریقہ ہے۔

سلام کتنی آواز سے کیا جائے؟

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”سلام وجواب اتنی آواز سے ہو کہ سامنے والا سن لے۔ اس سے زیادہ آواز نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں اگر سامنے والے تک آواز نہ پہنچنے کا اندیشہ ہو تو بقدرِ ضرورت آواز بلند کی جائے۔ جہاں کچھ لوگ جاگے ہوئے ہوں، کچھ سو رہے ہوں تو وہاں آواز اتنی پست ہونی چاہئے کہ جاگنے والے سن لیں اور سونے والوں کی نیند میں خلل نہ آئے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”زم زم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر ادا کو بغور دیکھتے، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔

(2) سلام اور اس کے جواب میں کم از کم اتنی آواز ہونی چاہئے کہ سامنے والا سن لے۔

(3) جہاں کچھ لوگ سو رہے ہوں، کچھ جاگ رہے ہوں وہاں اتنی آواز میں سلام کیا جائے کہ سونے والوں کی نیند میں خلل نہ ہو اور جاگنے والے سن لیں۔

(4) اچھا مسلمان وہ ہے جو دوسروں کو تکلیف دینے کے بجائے انہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے اہل خانہ کو سلام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . المجموع شرح المہذب، کتاب الجمعۃ، باب فی السلام، ۴/ ۵۹۴۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ہاتھ کے اشارے سے سلام

حدیث نمبر:855

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَ عُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اسماء بنتِ یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد سے گزرے تو وہاں کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں تو آپ نے اپنے دستِ اَقدس سے انہیں سلام کا اشارہ فرمایا۔

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سلام کے الفاظ بھی کہے اور دستِ اَقدس سے اشارہ بھی فرمایا۔ اس کی تائید ابوداود شریف کی اُس روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ: ”پھر ہمیں سلام کیا۔“[2]

ہاتھ سے سلام کرنے کی ممانعت کا مطلب:

سوال: احادیثِ مبارکہ میں تو انگلیوں سے سلام کو یہودیوں کا اور ہتھیلی سے سلام کو نصاریٰ کا طریقہ کہا گیا ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں واضح موجود ہے کہ خود شارع عَلَیْہِ السَّلَام نے ہاتھ کے اشارے سے سلام فرمایا؟

جواب: جن احادیث میں ہتھیلیوں اور انگلیوں سے سلام کو یہود و نصاریٰ کا طریقہ بتایا گیا ہے، وہاں مراد فقط ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ہے اس طرح کہ زبان سے سلام کے الفاظ ادا نہیں کئے جائیں جبکہ یہاں ایسا معاملہ نہ تھا بلکہ نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زبانِ اَقدس سے بھی سلام کے الفاظ کہے اور ہاتھ سے اشارہ بھی فرمایا۔ چنانچہ دلیل الفالحین میں ہے: ”آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مناسب آواز سے سلام کے الفاظ کہے لیکن فاصلہ زیادہ تھا، آواز ان عورتوں تک نہ پہنچ سکتی تھی اس لئے سلام کا اظہار

---

[1] . . . ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی التسلیم علی النساء، ۴/ ۳۲۰، حدیث: ۲۷۰۶۔

[2] . . . ریاض الصالحین، کتاب السلام، باب کیفیة السلام، ص ۲۵۰، ابوداود، کتاب الادب، باب فی السلام علی النساء، ۴/ ۴۵۱، حدیث: ۵۲۰۴۔

کرنے کے لئے دستِ اقدس سے بھی اشارہ فرمایا۔“[1]

اجنبی عورتوں کو سلام کرنا:

اجنبی عورتوں کو سلام کرنا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس ہر قسم کے فتنے سے بالاتر ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علاوہ کسی مرد کا غیر محرم عورت یا کسی عورت کا غیر محرم مرد کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ ہاں جو عورت ایسی عمر کو پہنچ گئی کہ فتنے کا ڈر نہیں تو اسے سلام کیا جاسکتا ہے۔[2] مِرآۃ المناجیح میں ہے: ”اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے خاص ہے کہ وہاں فتنے کا خطرہ نہیں۔ دوسرے مسلمان اجنبی عورتوں خصوصاً جوان عورتوں کو ہرگز سلام نہ کریں نہ ان کے سلام کا جواب دیں کہ یہ سلام عشق بلکہ بدکاری کی ابتدا بن سکتا ہے۔“[3]

مدنی گلدستہ

”سلام“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) دور والے شخص کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا جائز ہے جبکہ سلام کے الفاظ بھی ادا کئے جائیں۔

(2) اجنبی مرد غیر محرم عورت کو سلام نہیں کر سکتا اسی طرح عورت غیر محرم شخص کو نہ سلام کرے نہ بلند آواز سے اس کے سلام کا جواب دے۔

(3) غیر محرم بوڑھی عورت جس سے فتنے کا خوف نہ ہو اسے سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(4) غیر محرم مرد و عورت کا آپس میں بلاضرورت گفتگو کرنا برائیوں کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں غیر محرم عورتوں سے گفتگو کرنے اور انہیں سلام کرنے سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی کیفیۃ السلام، ۳/ ۳۲۳، تحت الحدیث: ۸۵۳ ملخصاً۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب السلام، ۴/ ۱۰۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۲۷۔

حدیث نمبر:856

غلط سلام کرنے والے کی اِصلاح

عَنْ اَبِیْ جُرَیٍّ الْهُجَیْمِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ الله. قَالَ: لَا تَقُلْ عَلَیْكَ السَّلَامُ! فَاِنَّ عَلَیْكَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوجُرَی هُجَیْمی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس طرح سلام کیا: عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ الله (یارسولَ اللہ آپ پر سلام ہو)! آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عَلَیْكَ السَّلَام نہ کہو، کیونکہ یہ مُردوں کا سلام ہے۔

عَلَیْكَ السَّلَام سے سلام کرنے کی ممانعت:

حدیث میں "عَلَیْكَ السَّلَام" کہہ کر سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہ ممانعت تنزیہی ہے۔ اس ممانعت کی کئی وجہیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (1) عَلَیْكَ السَّلَامُ مُردوں کا سلام ہے، امورِ شرعیہ سے جہالت کی بنا پر زمانہ جاہلیت میں عَلَیْكَ السَّلَامُ کے ذریعے مُردوں کو سلام کیا جاتا تھا۔ (2) یہ الفاظ جواب کے لئے مشروع ہیں، سلام کے لئے نہیں۔ (3) سلام کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلام کرنے والا ابتداءً ہی سلام کا لفظ کہے تاکہ مخاطب کو تشویش نہ ہو کیونکہ ابتداءً ہی عَلَیْكَ سنے گا تو پریشان ہوگا اور گمان کرے گا کہ شاید سامنے والا بددعا کرنے لگا ہے، تو حکم دیا گیا کہ سلام کا لفظ پہلے کہہ کر اپنے مسلمان بھائی کو تشویش سے بچائے اور اسے اُنس پہنچانے میں جلدی کرے۔[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "عَلَیْكَ السَّلَام نہ کہو کہ یہ مُردوں کا سلام ہے بلکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کہو۔" اس جملہ کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں: ایک یہ کہ قبرستان میں جاکر مُردوں کو عَلَیْكَ السَّلَامُ کہو مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ کفارِ عرب قبرستان جاکر مُردوں کو یہ سلام کرتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جب مُردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو عَلَیْكَ السَّلَام کہتے ہیں۔

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب کراهیة ان یقول: علیک السلام، ۴/۴۵۲، حدیث: ۵۲۰۹۔

2 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة، ۴/۴۱۱، تحت الحدیث: ۱۹۱۸ ملخصاً۔

چوتھے یہ کہ عَلَیْکَ السَّلَام کہنا مُردوں کے لیے مناسب ہے زندے سلام تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ سے کریں اور جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ بولیں۔ وَاللہُ اَعْلَم فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

جنت کے 8 دروازوں کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) جو غلط سلام کرے اس کی اِصلاح کرنی چاہیے۔

(2) غلطی کرنے والا اگر سمجھانے سے سمجھ جائے گا تو اسے سمجھانا ضروری ہے باوجودِ قدرت نہ سمجھانے والے سے آخرت میں مواخذہ ہو سکتا ہے جبکہ اس غلطی کا تعلق شرعی خلاف ورزی اور گناہ سے ہو۔

(3) جس کی اِصلاح مقصود ہو اسے اَحسن انداز میں غلطی بتائی جائے تاکہ آئندہ اس غلطی سے بچ سکے۔

(4) عَلَیْکَ السَّلَام یا عَلَیْکُمُ السَّلَام کہہ کر سلام نہ کیا جائے۔

(5) شرعی احکام کی تبلیغ کے لئے اپنے زمانے کا عرف معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔

(6) جب مُردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو عَلَیْکَ السَّلَام کہتے ہیں۔

(7) جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو سنت یہ ہے کہ سلام کرنے والا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے اور جواب دینے والا وَعَلَیْکَ السَّلَام یا وَعَلَیْکُمُ السَّلَام کہے۔

(8) اپنے مسلمان بھائی کو تشویش و پریشانی سے بچا کر خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق سلام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۳/۱۰۸۔

باب نمبر:133

سلام کے آداب کا بیان

جس طرح بہت سی چیزوں کے آداب ہوتے ہیں اسی طرح سلام کے بھی آداب ہیں۔ مثلاً کسے سلام کیا جائے اور کسے نہ کیا جائے؟ سلام میں کون پہل کرے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے، دوسرا وہاں سے گزرا تو یہ گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور سوار پیدل کو سلام کرے اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ ایک شخص پیچھے سے آیا تو یہ آگے والے کو سلام کرے۔ کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس و تدریس یا علمی گفتگو یا سبق کی تکرار میں ہے تو اس کو سلام نہ کرے۔ اسی طرح اذان و اقامت و خطبہ جمعہ و عیدین کے وقت سلام نہ کرے۔ سب لوگ علمی گفتگو کررہے ہوں یا ایک شخص بول رہا ہے باقی سن رہے ہوں، دونوں صورتوں میں سلام نہ کرے، مثلاً عالِم وعظ کہہ رہا ہے یا دِینی مسئلہ پر تقریر کررہا ہے اور حاضرین سن رہے ہیں، آنے والا شخص چپکے سے آکر بیٹھ جائے سلام نہ کرے۔[1] شریعت مُطَہَّرہ نے مسلمانوں کو سلام کرنے کے جو آداب بیان کئے ہیں اگر ان کا لحاظ رکھا جائے تو ڈھیروں نیکیوں کے ساتھ کئی بُرائیوں سے بچا جاسکتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"سلام کے آداب"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:857

سوار پیدل کو سلام کرے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ.[2] وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِیْ: وَالصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سوار پیدل کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔" بخاری کی روایت میں ہے کہ "چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔"

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۴۶۱، ۴۶۲، حصہ ۱۶ ملتقطاً۔

2 ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم الماشی علی القاعد، ۴/ ۱۶۶، حدیث: ۶۲۳۳۔

3 ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم الصغیر علی الکبیر، ۴/ ۱۶۷، حدیث: ۶۲۳۴۔

چھوٹے کا بڑے کو سلام کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ اَبُوالْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سکھائے گئے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے، چونکہ چھوٹے پر بڑے کا حق ہوتا ہے اِس لئے اُسے تعظیم و توقیر اور عاجزی کے اِظہار کا حکم دیا گیا۔ گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے کہ یہ کسی قوم پر داخل ہونے والے کی طرح ہے لہٰذا اسے سلام سے ابتدا کرنی چاہیے۔ تھوڑے زیادہ کو سلام کریں کیونکہ کثیر کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام جب فرشتوں کی جماعت کے پاس تشریف لائے تو انہیں خود سلام کیا کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اکیلے تھے اور فرشتوں کی پوری جماعت تھی۔ سوار کو چاہیے کہ پیدل کو سلام کرے تاکہ اپنی سواری کی وجہ سے پیدل چلنے والے پر غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہو جائے۔(1) مرقاۃ المفاتیح میں ہے: جب کوئی شخص کسی جماعت سے ملاقات کے لئے جائے تو اس کا جماعت میں سے چند مخصوص اَفراد کو سلام کرنا مکروہ ہے کیونکہ سلام سے مقصود محبت و اُلفت کا اظہار ہوتا ہے جبکہ یہ عمل باعثِ وَحشت ہے۔(2)

سلام میں اِظہارِ عجزونیاز ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: جب سوار اور پیدل مسلمان ملیں تو سوار کو چاہیے کہ پیدل کو سلام کرے کیونکہ سوار پیدل سے اعلیٰ حالت میں ہے اور سلام میں اِظہار عجزونیاز ہے اس لیے وہ ہی اظہار نیاز کرے جو بظاہر افضل ہو مگر یہ افضلیت کا ذکر ہے، اس کے برعکس بھی جائز ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی بیٹھے ہوئے کے پاس یا مجمع میں آئے یا ان کے پاس سے گزرے تو اہل مجمع اسے سلام نہ کریں بلکہ یہ آنے والا سلام کرے کہ ملاقات یہ کررہا ہے اور سلام ملاقات کرنے والے کے لیے ہے۔ جب دو طرفہ مسلمان آرہے ہوں اور دونوں یکساں حالت میں ہوں کہ یا دونوں سوار ہوں یا دونوں پیادہ ہوں تو قانون یہ ہے کہ تھوڑے آدمی بہت سوں کو سلام کریں تاکہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کا احترام کرے ممکن ہے کہ اس بڑی جماعت

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستئذان، باب یسلم القلیل علی الکثیر، ۹/ ۱۵۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب السلام، ۸/ ۱۸۳، تحت الحدیث: ۴۶۳۲۔

میں اللہ والے زیادہ ہوں، بڑی جماعت کا بڑا احترام ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”جبلِ نور“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جو کسی سے ملاقات کے لئے جائے اسے ہی سلام میں پہل کرنی چاہیے کیونکہ یہ اسی کا حق ہے۔

(2) سلام میں پہل کرنا عاجزی وانکساری اور تکبر سے بَری ہونے کی علامت ہے۔

(3) جو شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس و تدریس یا علمی گفتگو یا سبق کی تکرار میں مصروف ہے تو اس کو سلام نہ کیا جائے۔

(4) جسے اوروں پر کوئی ظاہری فضیلت حاصل ہو اسے عاجزی وانکساری کا اظہار زیادہ کرنا چاہیے تاکہ غرور و تکبر سے حفاظت رہے۔

(5) پوری جماعت میں سے چند مخصوص افراد کو سلام کرنا بقیہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

(6) مسلمانوں کی جماعت جتنی زیادہ ہو گی ان کا ادب واحترام بھی اتنا ہی زیادہ بڑھ جائے گا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں سلام میں پہل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غرور و تکبر سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سلام میں پہل کی فضیلت

حدیث نمبر:858

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاھِلِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللہِ مَنْ بَدَاَھُمْ بِالسَّلَامِ.[2] وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۱۶، ۳۱۷ ملتقطا۔

2 . . . ابو داود، کتاب الادب، باب فی فضل من بدء السلام، ۴/ ۴۴۹، حدیث: ۵۱۹۷۔

اللہِ! الرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ؟ قَالَ: أَوْلَاهُمَا بِاللهِ تَعَالٰى.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "لوگوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زیادہ مُقرَّب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔" حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی ترمذی کی روایت میں ہے کہ "بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دو آدمی جب ملاقات کریں تو ان میں کون سلام میں پہل کرے۔ ارشاد فرمایا: "وہ جو ان میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا زیادہ مُقرَّب ہو۔"

بارگاہِ الٰہی میں زیادہ مقرَّب:

فیض القدیر میں ہے: "بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و مغفرت کا مستحق اور اس کی جناب میں زیادہ مقرب وہ ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے کیونکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کی طرف جلدی کرنے والا ہے۔ سلام مسلمانوں کی تحیت اور مُرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ بوقتِ ملاقات سلام میں پہل کرکے مذکورہ فضیلت پانے کی کوشش کرے۔"[2]

محبت پیدا کرنے والی چیز:

شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب راستے میں دو مسلمانوں کی ملاقات ہو تو سلام کرنا دونوں کا برابر حق ہوتا ہے، اب جو سلام کرنے میں سبقت لے جائے گا فضیلت پالے گا۔ اسی طرح جو کسی کے پاس ملاقات کے لئے جائے تو سلام کرنا اسی کا حق ہے۔ اگر یہ حق ادا کرے گا تو فضیلت کا حق دار ہوگا اور اگر دوسرے نے پہل کر دی تو وہ فضیلت پا جائے گا۔ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے: تین چیزیں آپس میں محبت پیدا کرتی ہیں: (1) ملاقات کے وقت سلام میں پہل کرنا (2) کسی کو اسکے پسندیدہ نام سے پکارنا اور (3) مجلس میں آنے والے کے لئے جگہ کشادہ کرنا۔[3]

---

1 . . . ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام، ۴/۳۱۸، حدیث: ۲۷۰۳۔

2 . . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/۵۹۰، تحت الحدیث: ۲۲۴۸۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الاداب، باب السلام، ۴/۱۰ ملخصاً۔

زائرِ طیبہ کی خوش بختی:

سرکارِ ابد قرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہمیشہ یہ عادت کریمہ رہی کہ سلام میں پہل فرماتے بلکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں: اب بھی جو خوش نصیب زائر روضۂ رسول پر حاضر ہوتا ہے تو اس سے پہلے کہ وہ نبی مکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سلام عرض کرے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے پہلے ہی سلام فرما چکے ہوتے ہیں جیسا کہ دُنیاوی زندگی میں سلام میں پہل کرنا آپ کی عادت شریف تھی۔[1]

تم کو تو غلاموں سے ہے کچھ ایسی محبت
ہے ترکِ ادب ورنہ کہیں ہم پہ فدا ہو (ذوقِ نعت)

مدنی گلدستہ

"کعبہ" کے چار حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و مغفرت کا زیادہ مستحق اور اس کی جناب میں زیادہ مُقَرَّب وہ ہو گا جو سلام میں پہل کرے۔

(2) سلام مسلمانوں کی تحیت اور مُرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت مبارکہ ہے۔

(3) سلام میں پہل کرنا محبت بڑھانے کا مؤثر ذریعہ ہے۔

(4) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس طرح ظاہری حیاتِ طیبہ میں سلام میں پہل فرماتے اسی طرح آج بھی اپنے زائرین کو سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنتوں پر عمل اور اچھی نیتوں کے ساتھ سلام میں پہل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مدارج النبوۃ، قسم چہارم، باب سوم، بیان کیفیۃ غسل وتکفین ونماز ودفن۔۔۔ الخ، ۲/ ۴۴۸۔

باب نمبر:134

دوبارہ مُلاقات پر سلام کے اِستِحْبَاب کا بیان

بار بار سلام کرنا مستحب ہے اس شخص کو کہ جس سے دوبارہ ملاقات ہو خواہ اتنی جلدی ہو جائے کہ وہ اندر آئے اور پھر باہر چلا جائے اور پھر فوراً ہی اندر آجائے یا ان دونوں کے درمیان کوئی درخت وغیرہ حائل ہو جائے۔

اپنے مسلمان بھائی سے جب بھی ملاقات ہو تو اسے سلام کیا جائے خواہ کچھ دیر پہلے مل چکا ہو کیونکہ سلام ہر ملاقات پر سنت ہے۔ مثلاً اپنے مسلمان بھائی کو دور سے دیکھا تو سلام کیا پھر ملنے کے لئے آگے بڑھا تو راہ میں کوئی شخص حائل ہو گیا یا درمیان میں کوئی درخت اور چٹان وغیرہ آگئی جس کی وجہ سے وہ اپنے مسلمان بھائی سے اوجھل ہو گیا تو ملنے پر دوبارہ سلام کرنا مستحب ہے۔ ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جو اذان، نماز، تلاوتِ قرآن میں مصروف ہے یا دِینی درس دے یا سن رہا ہے تو ایسے شخص کو سلام نہ کرے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"بار بار سلام کرنا مستحب ہے اس شخص کو کہ جس سے دوبارہ ملاقات ہو خواہ اتنی جلدی ہو جائے کہ وہ اندر آئے اور پھر باہر چلا جائے اور پھر فوراً ہی اندر آجائے یا ان دونوں کے درمیان کوئی درخت وغیرہ حائل ہو جائے۔"** اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:859

تین مرتبہ سلام

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِی حَدِیْثِ الْمُسِیْءِ صَلَاتَہُ: اَنَّہُ جَآءَ فَصَلّٰی ثُمَّ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فَرَدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ فَقَالَ: اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی فَعَلَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نماز میں غلطی کرنے والے کے بارے میں جو حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ ایک شخص آیا، نماز پڑھی اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: جاؤ!

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم۔۔۔الخ، ۱/۲۶۸، حدیث: ۷۵۷ ملخصاً۔

نماز دوبارہ پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ گیا، نماز پڑھ کر دوبارہ آیا اور سلام عرض کیا۔ (آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواب دینے کے بعد پھر نماز دہرانے کا حکم دیا) یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ ایسا کیا۔

ہر ملاقات پر سلام کیا جائے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی ملاقات ہو سلام کیا جائے اگرچہ پہلے مل چکا ہو اور تھوڑی دیر بعد ہی دوبارہ ملاقات ہو۔ نماز پڑھنا بھی ایک قسم کی جُدائی ہے کہ اس میں بندہ مخلوق سے منقطع ہو کر خالق عَزَّوَجَلَّ سے لَو لگالیتا ہے۔ جیسا کہ وہ صحابیِ رسول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز کے بعد جتنی مرتبہ بھی حاضرِ خدمت ہوئے سلام عرض کیا۔

دوگانہ پڑھ کر مواجہہ شریف پر سلام عرض کرے:

یہ واقعہ حضرت سَیِّدُنا خلاد بن رافع انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ پیش آیا جو بدری صحابی ہیں۔ انہوں نے جو نماز پڑھی وہ تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد تھی، جلدی میں تعدیل ارکان کے بغیر پڑھ لی یا کوئی اور کمی رہ گئی تھی اس لئے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ حدیثِ مذکور سے کئی مسائل معلوم ہوئے۔ مثلاً مسجد نبوی میں حاضر ہونے والا نمازیوں کو عمومی سلام کرے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خصوصی طور پر علیحدہ سلام کرے، جیسا عُشّاق کا طرزِ عمل ہے کہ مسجد نبوی شریف میں دو رکعتیں پڑھ کر مواجہہ شریف پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی یہ سعادت بار بار عطا فرمائے۔ نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو سجدہ سہو سے ازالہ ہو جاتا ہے، سجدہ سہو نہ کرنے یا جان بوجھ کر واجب چھوڑ دینے کی صورت میں نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ نماز میں تعدیل ارکان یعنی اطمینان سے نماز پڑھنا واجب ہے، جلدی کی اور کسی رکن کی ادائیگی میں کمی رہ گئی تو واجب چھوٹنے کی وجہ سے دوبارہ نماز پڑھی جائے گی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں پہلی مرتبہ ہی نماز کا طریقہ اس لئے نہ سکھایا تاکہ انہیں یہ واقعہ یاد رہے، مسئلہ خوب یاد ہو جائے کیونکہ جو چیز مشقت و انتظار سے ملتی ہے دل میں بیٹھ جاتی ہے جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں مذکور ہے کہ ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں بغیر سلام کے حاضر ہوئے تو

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں واپس جانے اور دوبارہ سلام کرکے آنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس مبارک عمل میں علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے لئے طریقۂ تبلیغ کی بہترین تعلیم موجود ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں وہ صحابی تین مرتبہ حاضر ہوئے اور تینوں مرتبہ ہی سلام کیا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں نماز کا طریقہ سکھایا۔ خیال رہے کہ تعدیلِ ارکان کے ترک پر نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ ناقص ہو جاتی ہے جس کا ازالہ اعادہ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ [1]

مدنی گلدستہ

”نماز“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ہر ملاقات پر سلام کرنا چاہیے اگرچہ پہلے مل چکا ہو اور تھوڑی ہی دیر بعد دوبارہ ملاقات ہو۔

(2) مسجد نبوی میں حاضر ہونے والے زائر کو چاہیے کہ مسجد میں موجود لوگوں کو سلام کرنے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خصوصی طور پر علیحدہ سلام کرے۔

(3) بھول کر نماز کا کوئی واجب چھوڑ دیا اور سجدہ سہو بھی نہ کیا تو نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

(4) جو چیز مشقت و انتظار سے ملتی ہے دل میں بیٹھ جاتی ہے، عرصہ دراز تک ذہن نشین رہتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سلام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

دوبارہ ملنے پر سلام

حدیث نمبر:860

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُسَلِّمْ

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ۲/ ۹۵، تحت الحدیث: ۷۹۰، مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۱، ۱۲ ملخصا۔

عَلَيْهِ فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے۔ اگر درمیان میں کوئی درخت، دیوار یا پتھر وغیرہ حائل ہو جائے تو ملنے پر دوبارہ سلام کرے۔

فیض القدیر میں ہے: اپنے مسلمان بھائی کو ملاقات کے وقت سلام کرنا اور درخت، دیوار یا پتھر وغیرہ حائل ہونے پر دوبارہ سلام کرنا مستحب ہے اگرچہ ایسا بار بار ہو۔ حدیثِ مذکور میں اس بات کی ترغیب ہے کہ ہر ملاقات پر سلام کیا جائے اگرچہ تغیرِ حال کی وجہ سے بار بار کرنا پڑے۔ سلام عام کرکے بہت کم محنت کے ذریعے کینہ دور اور معمولی تحفے کے ذریعے اخوت و بھائی چارے کا حصول ہو سکتا ہے۔[2]

حکمی غائب ہونے کے بعد بھی سلام سنت ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: (مذکورہ حدیث میں) بھائی سے مراد اسلامی بھائی ہے خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی۔ بھائی فرما کر اشارۃً فرمایا کہ اجنبی عورت کو سلام نہ کرے۔ ملاقات کا سلام غائب ہونے کے بعد ملنے پر ہو گا۔ غائب ہونا اگرچہ معمولی ہی ہو ذرا سی آڑ درمیان میں آگئی غائب ہونا پایا گیا، اب ملنا ملاقات ہے سلام کرو۔ بلکہ حکمی غائب ہونے کے بعد بھی سلام سنت ہے اس لیے نماز ختم ہونے پر سلام کیا جاتا ہے۔ اس سلام میں نمازی ایک دوسرے کی نیت کریں کیونکہ نمازی بحالتِ نماز ایک دوسرے سے حکماً غائب تھے اب عالَم بالا کی سیر کرکے آرہے ہیں لہٰذا سلام کرتے ہیں۔ بعد نمازِ فجر بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں اس کی وجہ بھی یہ ہی ہے کہ مصافحہ بوقت ملاقات ہوتا ہے اور یہ بھی وقت ملاقات ہے۔ خیال رہے کہ یہاں وہ حالات مراد ہیں جن میں سلام ممنوع نہ ہو لہٰذا جو پیشاب پاخانہ میں مشغول ہو یا سو رہا ہو، اونگھ رہا ہو یا نماز یا اذان میں مشغول ہو یا غسل خانہ میں ہو، کھانا کھا رہا ہو لقمہ منہ میں ہو یا تلاوت قرآن کر رہا ہو یا دینی درس دے رہا ہو یا سن رہا ہو اسے سلام نہ کرے۔ اگر کرے گا تو اس کا جواب دینا لازم نہ ہو گا۔ یوں ہی جمعہ کے دن خطبہ کے

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاہ۔۔۔الخ، ۴/ ۴۵۰، حدیث: ۵۲۰۰۔

2 . . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۵۵۹، تحت الحدیث: ۸۴۶۔

وقت سلام ممنوع ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”اھل صفه“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) ملاقات کا سلام غائب ہونے کے بعد ملنے پر ہو گا غائب ہونا اگرچہ معمولی ہی ہو مثلاً ذراسی آڑ درمیان میں آگئی تو غائب ہونا پایا گیا اب ملنا ملاقات ہے دوبارہ سلام کیا جائے۔

(2) سلام کو عام کرنے سے کینہ جیسی بُری خصلت دُور ہو جاتی ہے۔

(3) نماز سے پہلے ملاقات ہوئی اور سلام کیا اب نماز ختم ہونے کے بعد ملاقات پر دوبارہ سلام کیا جائے کہ یہ نئی ملاقات ہے کیونکہ نماز میں بندہ حکمی طور پر لوگوں سے جدا اور غائب ہوتا ہے۔

(4) اجنبی عورت کو سلام نہ کیا جائے۔

(5) جہاں ایک دوسرے کو سلام کرنے کا حکم ہے وہاں وہ حالات مراد ہیں جہاں سلام کی ممانعت نہ ہو جہاں سلام کرنا منع ہے وہاں سلام نہ کیا جائے۔

(6) جو پیشاب، پاخانہ میں مشغول ہو، سو رہا ہو، اونگھ رہا ہے، نماز پڑھ رہا ہو، قران کی تلاوت کر رہا ہو، خطبہ جمعہ یا دینی درس دے یا سُن رہا ہو، کھانا کھا رہا ہو اور لقمہ منہ میں ہو تو ایسوں کو سلام نہ کیا جائے اگر سلام کیا تو ان پر جواب دینا لازم نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سلام میں پہل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/۳۲۹ ملخصا۔

باب نمبر:135 گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کا اِستِحبَاب

گھر میں داخل ہو کر گھر والوں کو سلام کرنا چاہیے کہ یہ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ مسلمانوں کو سلام کرنا حُسنِ خلق کی علامت ہے اور ہمارے اہل خانہ ہمارے اچھے اَخلاق کے سب سے زیادہ حق دار ہیں تو جس طرح دوسروں کو سلام کرنے کی ترغیب وفضیلت ہے اسی طرح اپنے گھر والوں کو سلام کرنے کی بھی بے شمار برکتیں اور فضیلتیں ہیں۔ اس سے گھر میں محبت بھرا ماحول پیدا ہوتا ہے، شیطان کے شر سے حفاظت رہتی ہے، تمام اہل خانہ کو رحمت وبرکت ملتی ہے، رِزق میں وُسعت ہوتی ہے، تنگدستی دور ہوتی ہے اور گھر میں محبت والفت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ بڑوں کو سلام کرتا دیکھ کر چھوٹوں کو ترغیب ملتی ہے۔ لہٰذا گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کی عادت بنانی چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کے استحباب"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 1 آیتِ مبارکہ اور 1 حدیث پاک بیان کی ہے۔

ملتے وقت کی اچھی دعا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً (پ۱۸، النور: ۶۱)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ۔

تفسیرِ خازن میں ہے: اپنے گھروں میں داخل ہوتے وقت اہل خانہ اور گھر میں موجود دیگر افراد کو سلام کرو۔ حضرت سَیِّدُنَا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل وعیال کو سلام کر کہ وہ تیرے سلام کے زیادہ حق دار ہیں اور جب تو کسی ایسے گھر میں جائے جہاں کوئی موجود نہ ہو تو یوں کہہ: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللہِ الصّٰلِحِیْن، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ (ترجمہ: ہم پر اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، اور گھر والوں پر سلامتی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت وبرکت ہو۔) تو جو اس طرح

سلام کرے فرشتے اُسے جواب دیتے ہیں۔[1]

تفسیر خزائن العرفان میں اِس آیتِ مبارکہ کے تحت ہے: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور اُن لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ اُن کے دِین میں خَلَل نہ ہو۔ اگر خالی مکان میں داخِل ہو جہاں کوئی نہیں تو کہے: ”اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَرَكَاتُهٗ“۔ ملا علی قاری (رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه) نے شرح شفا میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اِسلام کے گھروں میں رُوحِ اَقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:861

حُصُولِ برکت کا ذریعہ

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بُنَيَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”اے بیٹے! جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جایا کر تو انہیں سلام کیا کر یہ تیرے اور ان کے لئے برکت ہے۔“

گھر میں اتفاق اور روزی میں برکت:

دلیل الفالحین میں ہے: جب تم گھر جاؤ تو سلام کیا کرو یہ سلام تمہارے لئے اور اہل خانہ کے لئے باعثِ برکت ہوگا۔ گھر میں داخل ہوتے وقت اہل خانہ کو سلام کرنا مستحب ہے۔ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں

---

1 ... تفسیر خازن، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۶۱، ۳/۳۶۲۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۶۱ ملتقطاً۔

3 ... ترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم اذا دخل بیتہ، ۴/۳۲۰، حدیث: ۲۷۰۷۔

کہنا چاہئے: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اسی طرح جب مسجد یا کسی اور کے ایسے گھر میں جائیں جہاں کوئی نہ ہو تو یوں کہیں: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔[1] مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”یہ سلام تمہارے لئے اور اہل خانہ کے لئے بہت زیادہ برکت اور کثرتِ خیر اور رحمت کا باعث ہوگا۔“[2] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”گھر میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچے ہوں بہر حال سلام کرکے داخل ہو اس سے گھر میں اتفاق اور روزی میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ بہت ہی مُجرَّب ہے، فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی بہت برکتیں دیکھتا ہے۔“[3]

مدنی گلدستہ

”برکت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) گھر میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کرنا سنتِ مبارکہ ہے۔

(2) ہمارے اچھے اَخلاق کے سب سے زیادہ حق دار ہمارے گھر والے ہیں۔

(3) گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا رِزق میں وُسعت اور رحمت و برکت کا باعث ہے۔

(4) اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں کہنا چاہئے: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْن۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی استحباب السلام اذا دخل بیتہ، ۳/ ۳۲۱، تحت الحدیث: ۸۵۹۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب السلام، ۸/ ۴۳۳، تحت الحدیث: ۴۶۵۲۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۳۰۔

باب نمبر:136

بچوں کو سلام کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! والدین کی ایک تعداد ہے جو اس انتظار میں رہتی ہے کہ ابھی تو بچہ چھوٹا ہے جو چاہے کرے، تھوڑا بڑا ہو جائے تو اُس کی اَخلاقی تربیت شروع کریں گے۔ ایسے والدین کو چاہیے کہ بچپن ہی سے اولاد کی تربیت پر بھرپور توجہ دیں کیونکہ اس کی زندگی کے ابتدائی سال بقیہ زندگی کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ پائیدار عمارت مضبوط بنیاد پر ہی تعمیر کی جاسکتی ہے۔ جو کچھ بچہ اپنے بچپن میں سیکھتا ہے وہ ساری زندگی اُس کے ذہن میں راسخ رہتا ہے کیونکہ بچے کا دماغ مثلِ موم ہوتا ہے اسے جس سانچے میں ڈھالنا چاہیں ڈھالا جاسکتا ہے، بچوں کو شروع سے ہی اسلامی آداب سکھانا بڑوں کی ذمہ داری ہے۔ حسبِ موقع انہیں آسانی ونرمی سے دِینی اَحکام کا خُوگر بنانا چاہیے کہ اگر یہ ابھی سے اچھے اخلاق کے عادی ہو گئے تو عمر بھر اُن پر عمل پیرا رہیں گے، بچوں کے ذہن میں کسی بات کا نقش ہو جانا پتھر پر لکیر کی طرح ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں بچپن ہی سے ایسا دِینی ماحول فراہم کیا جائے جس کی مہکی ومشکبار فضا میں گلشن اسلام کے یہ ننھے منے پھول اچھی نشوونما پاسکیں۔ انہیں کوئی بات سکھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے جو سکھانا مقصود ہو اُن کے سامنے وہ عمل کیا جائے، یہ دیکھ کر اس کے عادی بن جائیں گے، اگر ان کے سامنے اچھے کام کیے جائیں گے تو وہ اچھے کاموں کے عادی بنیں گے اور اگر وہ برے کاموں کو دیکھیں گے تو بُرے کاموں کے۔ بزرگانِ دِین سے ایسے کئی واقعات منقول ہیں کہ انہوں نے بہت سے اُمور بچوں کے سامنے صرف اس لئے کئے تاکہ وہ دیکھ کر ان کے عادی ہو جائیں۔ مثلاً بچوں کو سلام کا عادی بنانے کے لئے انہیں سلام کرنا خود ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ثابت ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"بچوں کو سلام کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:862

بچوں کو سلامِ نبوی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُ مَرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ فَسَلَّمَ عَلَیْہِمْ وَقَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ یَفْعَلُہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک بار وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جہاں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ حسنہ اور تواضع وانکساری کا بیان ہے وہیں بچوں کی تعلیم وتربیت کا عملی طریقہ بھی موجود ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے حسبِ موقع ان کے سامنے وہ اعمال کرتے جو انہیں سکھانا مقصود ہوتے، اس طرح بچے بہت جلد سنتوں کے عادی بن جاتے اور پھر ہمیشہ ان پر عمل پیرا رہتے۔

بچوں کی تربیت:

عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس شَہَابُ الدِّیْن اَحْمَد قَسْطَلَّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں کو آدابِ شریعت سکھانے کے لئے انہیں سلام کیا کرتے تھے۔ بچوں کو سلام کرنے میں تواضع، انکساری اور نرمی کا پہلو بہت نمایاں ہوتا ہے۔ اگر بچہ اَمْرَد ہو اور سلام کرنے میں فتنے کا خوف ہو تو سلام نہیں کرنا چاہیے۔ چھوٹے بچے کو سلام کیا تو اس پر جواب دینا واجب نہیں کیونکہ نابالغ بچہ مُکَلَّف نہیں ہوتا۔ اگر بچے نے کسی بالغ کو سلام کیا تو اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے۔[2]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بچوں کو سلام کرنا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اچھے اخلاق میں سے ہے اور اس میں بچوں کو سنتوں کی تعلیم دینے کی مشق اور آدابِ شریعت کی تربیت بھی مقصود ہے۔[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ۔۔۔ بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ۴/ ۱۷۰، حدیث: ۶۲۴۷۔
2. ۔۔۔ ارشاد الساری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ۱۳/ ۲۹۴، تحت الحدیث: ۶۲۴۷۔
3. ۔۔۔ عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ۱۵/ ۳۶۴، تحت الحدیث: ۶۲۴۷۔

نابالغ کا سلام کا جواب دینا:

بہار شریعت میں ہے: ”اہلِ مجلس پر سلام کیا ان میں سے کسی نابالغ عاقل نے جواب دے دیا تو یہ جواب (سب کی طرف سے) کافی ہے اور بڑھیا نے جواب دیا، یہ جواب بھی ہو گیا۔ جوان عورت یا مجنون یا ناسمجھ بچہ نے جواب دیا، یہ ناکافی ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”حطیم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں کو آدابِ شریعت سکھانے کے لئے اُنہیں سلام کیا کرتے تھے۔

(2) جماعت کو سلام کیا جس میں بچے بڑے سب ہی تھے اور سلام کا جواب ناسمجھ بچوں نے دیا تو بقیہ جماعت سے سلام کا جواب ساقط نہ ہو گا اور اگر بچے نے کسی بالغ کو سلام کیا تو اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

(3) بچوں کی دینی تربیت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جس اچھے عمل کا اُن کو عادی بنانا ہو تو وہ اچھا عمل اُن کے سامنے کیا جائے کہ بچے نقل کرتے ہیں۔

(4) چھوٹے بچے کو سلام کیا تو اس پر جواب دینا واجب نہیں کیونکہ نابالغ بچہ مُکَلَّف نہیں ہوتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کو اپناتے ہوئے بچوں کو بھی سلام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بچوں کی دینی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... بہار شریعت، ۳/ ۴۶۰، حصہ ۱۶۔

باب نمبر:137

عورتوں کو سلام کرنے کا بیان

مرد اپنی زوجہ اور اپنی محارم عورتوں اور ایسی اجنبیہ عورتوں کو سلام کر سکتا ہے جن سے فتنے کا خوف نہ ہو، اسی طرح فتنہ نہ ہونے کی شرط کے ساتھ عورتیں بھی مرد کو سلام کر سکتی ہیں۔

مرد کو چاہیے کہ وہ جب گھر میں داخل ہو تو اپنی زوجہ اور گھر میں موجود دیگر محرم خواتین کو بھی سلام کرے اس سے گھر میں برکت اور باہم اُلفت و محبت قائم ہوتی ہے۔ غیر محرم عورتوں کو سلام کرنے سے بچے خاص طور پر ایسی عورتوں سے جن سے فتنے کا اندیشہ ہو۔ نابالغ بچیوں اور بوڑھی عورتوں کو سلام کرنے اور انہیں سلام کا جواب دینے میں حرج نہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **”مرد اپنی زوجہ اور اپنی محارم عورتوں اور ایسی اجنبیہ عورتوں کو سلام کرسکتا ہے جن سے فتنے کا خوف نہ ہو، اسی طرح فتنہ نہ ہونے کی شرط کے ساتھ عورتیں بھی مرد کو سلام کرسکتی ہیں۔“** اس باب میں اِمام نَوَوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے 3 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

بوڑھی عورت کو سلام

حدیث نمبر:863

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَءَةٌ.[1] وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ فِي الْقِدْرِ وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِّنْ شَعِيْرٍ فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ وَانْصَرَفْنَا نُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں ایک عورت تھی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک بوڑھی عورت تھی جو چقندر کی جڑیں اور جَو کا آٹا ہانڈی میں ڈال کر کھانا تیار کرتی۔ نمازِ جمعہ سے واپسی پر ہم اسے سلام کرتے تو وہ وہی کھانا ہمارے سامنے رکھ دیتی۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب قول اللہ تعالی (فاذا قضیت الصلاۃ۔۔۔الخ)، ۱/ ۳۲۲، حدیث: ۹۳۸۔

2 . . . بخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال، ۴/ ۱۷۰، حدیث: ۶۲۴۸۔

حضرت اُمِّ ھانی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا کا سلام

حدیث نمبر:864

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ... وَذَكَرَتِ الْحَدِيْثَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ ہانی فاختہ بنت ابو طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: میں فتح مکہ کے دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حاضر ہوئی تو آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کپڑے سے پردہ کئے ہوئے تھیں۔ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سلام عرض کیا۔ اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث بیان فرمائی۔

عورتوں کو سلام

حدیث نمبر:865

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.[2] وَلَفْظُ التِّرْمِذِي: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَاءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيْمِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اسماء بنت یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: ہم عورتوں کے پاس سے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا گزر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں سلام کیا۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد سے گزرے تو وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں سلام کیا۔

تینوں احادیث کی شرح:

❁ اس باب کی پہلی حدیث پاک میں بیان ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے

---

1 ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحی...الخ، ص ٢٨٣، حدیث: ١٦٦٩ بتغیر۔

2 ... ابوداود، کتاب الادب، باب فی السلام علی النساء، ٤/٤٥١، حدیث: ٥٢٠٤۔

3 ... ترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم علی النساء، ٤/٣٢٠، حدیث: ٢٧٠٦۔

بعد ایک بوڑھی عورت کے پاس آکر سلام کرتے اور وہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی دعوت کرتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی بوڑھی عورت جس سے فتنے کا خوف نہ ہو اسے سلام کرنا جائز ہے۔ ۞ دوسری حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورت ایسے غیر محرم مرد کو سلام کرسکتی ہے جس سے فتنے کا خوف نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سلام کیا کیونکہ یہاں کسی قسم کے فتنے کا شائبہ تک نہیں بلکہ یہاں تو فتنے دور ہوتے ہیں، رشد وہدایت کا درس ملتا ہے، گناہوں سے نجات ملتی ہے، شیطان کے شر سے حفاظت ہوتی ہے اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔ البتہ عام لوگوں کے لئے یہ حکم ہے کہ نہ جوان عورتیں اجنبی مَردوں کو سلام کریں نہ مرد اجنبی عورتوں کو سلام کریں۔ اگر کوئی جوان عورت کسی اجنبی مرد کو سلام کرے تو اس کا جواب آواز سے نہ دے بلکہ دل میں دے۔

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”محارِم وازواج پر سلام مطلقاً ہے اور اجنبیات میں جوانوں کو سلام نہ کیا جائے، بوڑھیوں کو کیا جائے، بلکہ جوانین اگر سلام کریں تو جواب دل میں دیا جائے انھیں نہ سنائے حالانکہ جواب دینا واجب ہے۔“[1]

حضرت اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا:

حدیث مذکور میں حضرت سیدتنا اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا ذکر ہے ان کا کچھ تعارف ملاحظہ فرمایئے: آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے۔ امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بہن اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چچازاد ہیں۔ آپ ہی کے گھر سے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج ہوئی، فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ حکومت میں سن 51 ہجری میں وفات پائی۔[2] ۞ اس باب کی تیسری حدیث پاک میں بیان ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسجد نبوی میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو سلام کیا۔ یہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

1 ... فتاویٰ رضویہ، ۲۲/ ۵۶۳۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۵۵۵ ملخصاً۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خصوصیات میں سے ہے۔عام لوگوں کو اجازت نہیں کہ وہ اجنبی عورتوں کو سلام کریں یا ان کے سلام کا جواب دیں۔

غیر محرم کو سلام کرنے کی کراہت:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"اجنبی عورتوں کو سلام کرنا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس کسی قسم کے فتنے سے بالاتر ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علاوہ کسی مرد کا غیر محرم عورت یا کسی عورت کا غیر محرم مرد کو سلام کرنا مکروہ ہے۔"[1] مرآۃ المناجیح میں ہے:"اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیات سے ہے،ہم لوگ اجنبی جوان عورتوں کو نہ تو سلام کریں نہ ان کے سلام کا جواب دیں۔ہاں اپنی محرم عورتوں یا بچیوں یا بوڑھی عورتوں کو سلام جائز ہے۔"[2]

ہاتھ سے سلام کرنے کی ممانعت کا جواب:

سوال: احادیث مبارکہ میں تو انگلیوں سے سلام کو یہودیوں کا اور ہتھیلی سے سلام کو نصاریٰ کا طریقہ کہا گیا ہے جبکہ ترمذی کی حدیث میں واضح موجود ہے کہ خود شارع عَلَیْہِ السَّلَام نے ہاتھ کے اشارے سے سلام فرمایا؟

جواب: جن احادیث میں ہتھیلیوں اور انگلیوں سے سلام کو یہود و نصاریٰ کا طریقہ بتایا گیا ہے، وہاں مراد فقط ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ہے اس طرح کہ زبان سے سلام کے الفاظ ادا نہ کئے جائیں جبکہ یہاں ایسا معاملہ نہ تھا بلکہ نبی مکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مناسب آواز سے سلام کے الفاظ کہے لیکن فاصلہ زیادہ تھا، آواز ان عورتوں تک نہ پہنچ سکتی تھی اس لئے سلام کا اظہار کرنے کے لئے دستِ اقدس سے بھی اشارہ فرمایا۔[3]

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب السلام، باب السلام، ۴/ ۱۰۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۴۲۔

3 . . . دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی کیفیۃ السلام، ۳/ ۳۲۳، تحت الحدیث: ۸۵۳ ملخصا۔

مدنی گلدستہ

"جنت البقیع" کے 9 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے خاص ہے کیونکہ وہاں کسی فتنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(2) کسی عام مرد کا غیر محرم جوان عورت کو سلام کرنا یا کسی جوان عورت کا غیر محرم جوان مرد کو سلام کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہاں فتنے کا خوف ہے۔

(3) بارگاہِ رسالت سے رُشد وہدایت ملتی ہے، گناہوں سے نجات، شیطان کے شر سے حفاظت اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔

(4) مرد کا اپنی محرم عورتوں یا بچیوں یا بوڑھی عورتوں کو سلام جائز ہے۔

(5) اجنبی عورت ایسے غیر محرم شخص کو سلام کر سکتی ہے جس سے فتنے کا خوف نہ ہو۔

(6) جوان عورت اگر اجنبی غیر محرم مرد کو سلام کرے تو اس کا جواب آواز سے دینا منع ہے دل میں جواب دیا جائے۔

(7) سَیِّدَتُنا اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نہایت ہی نیک پارسا صحابیہ تھیں۔ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بہن اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چچازاد ہیں۔

(8) جو تہبند باندھے غسل کر رہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے۔

(9) غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے گھر والوں کو سلام کرنے کا عادی بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:138

کُفّار کو سلام کرنے کی حُرمَت کا بیان

کفار کو سلام میں پہل کرنے کی حرمت، اگر کوئی کافر مسلمان کو سلام کرے تو اس کے جواب کا طریقہ، اگر کہیں مسلمان اور کافر جمع ہوں تو وہاں سلام کرنے کے اِستحباب کا بیان

کفار کو نہ سلام کیا جائے اور نہ ہی ان کے سلام کا پورا جواب دیا جائے۔ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کفار اس ربِّ قدیر کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں جو اُن کا خالق ومالک ہے، بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات دینے والا ہے۔ ان کے اعضاء میں قوت وطاقت دینے والا، انہیں زرق دینے والا، بیماریوں سے شفا دینے والا ہے اور انہیں بے شمار نعمتوں سے نوازنے والا ہے مگر پھر بھی یہ بدبخت اپنے اسی ربّ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ اس لئے یہ بدترین مخلوق اور سب سے بڑے ظالم ہیں۔ اللہ ورسول کی بارگاہ میں ان کی کوئی قدر ومنزلت نہیں۔ اسی لئے مسلمانوں کو بھی حکم دیا گیا کہ انہیں سلام میں پہل نہ کریں اور نہ ان کے سلام کا پورا جواب دیں کیونکہ سلام ایک طرح کی تعظیم ہے اور کفار کسی تعظیم کے لائق نہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”کفار کو سلام میں پہل کرنے کی حرمت، اگر کوئی کافر مسلمان کو سلام کرے تو اس کے جواب کا طریقہ، اگر کہیں مسلمان اور کافر جمع ہوں تو وہاں سلام کرنے کے استحباب“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 3 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:866

کُفّار کو سلام میں پہل کرنے کی مُمانَعت

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبْدَءُوْا الْیَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰی بِالسَّلَامِ فَاِذَا لَقِیْتُمْ اَحَدَهُمْ فِیْ طَرِیْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰی اَضْیَقِهِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یہود ونصاریٰ سے سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اگر ان میں سے کوئی راستے میں ملے تو اسے تنگ حصے کی طرف مجبور کر دو۔“

---

1 . . . مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام ۔۔۔ الخ، ص ۹۲۰، حدیث: ۵۶۲۱۔

کفار کو سلام کرنا منع ہے:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: سلام میں پہل کرنے میں اُس بندے کی تعظیم ہے جسے سلام کیا جارہا ہے اور کفار کی تعظیم جائز نہیں۔ اِسی طرح ان سے اظہارِ محبت و دوستی بھی ناجائز ہے چاہے یہ سلام کے ذریعے ہو یا کسی اور عمل کے ذریعے ہو۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (پ۲۸، المجادلۃ: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔[1]

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: ”یعنی مومنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کریں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بدمذہبوں اور خدا و رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مودّت و اختلاط (دوستی اور میل جول) جائز نہیں۔“[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”سارے کفار کا یہی حکم ہے ذمی ہوں یا حربی کہ ان کو مسلمان بِلاضرورت سلام نہ کرے کہ سلام میں اظہارِ احترام ہے اور کفار کا احترام درست نہیں۔ مرتدین، بدمذہبوں کا حکم بھی یہی ہے۔ ہاں ضرورت کے اَحکام جُداگانہ ہیں۔“[3]

کفار کے لئے تنگ راستہ چھوڑنا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: مسلمان راستہ میں اس طرح ہجوم کرکے چلیں کہ ذمی کفار کنارہ پر چلنے پر مجبور ہو جائیں۔ اسلام کی شان ظاہر کرنے کے لیے بشرطیکہ کنارۂ راہ پر غار یا خار نہ ہوں۔ انہیں غار یا خار میں پھنسا دینا ان کو ایذا دینا ہے اور ذمی کافر کو ایذا دینا ممنوع ہے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں کفار بھی مسلمانوں سے ایسا بلکہ اس سے بھی بدتر سلوک کرتے تھے۔[4]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”بدعتی کو بھی سلام میں پہل نہ کی جائے ہاں کوئی

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب السلام، ۸/۱۹۰، تحت الحدیث: ۴۶۳۵۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۸، المجادلہ، تحت الآیۃ: ۲۲۔ 3 ... مرآۃ المناجیح، ٦/۳۱۸۔ 4 ... مرآۃ المناجیح، ٦/۳۱۸۔

عذر ہو یا فتنہ وفساد کا خوف ہو تو اور بات ہے۔ اگر کسی ناواقف شخص کو سلام کیا پھر معلوم ہوا کہ کافر ہے تو مستحب ہے کہ اس سے سلام واپس کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے یوں کہا جائے: "میرا سلام مجھے واپس کرو۔" اسی طرح فاسق، فاجر اور ایسا مغرور شخص جو سلام کا جواب نہ دیتا ہو اسے بھی سلام میں پہل نہ کرنا جائز ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"سلام" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) غیر مسلم کو سلام نہ کیا جائے کیونکہ سلام ایک طرح کی تعظیم ہے اور غیر مسلم تعظیم کے لائق نہیں۔

(2) راستے میں کوئی کافر ملے اور مسلمان رُعب ودبدبہ رکھتے ہوں تو خود درمیانی راہ پر چلیں اور اس کافر کو تنگ راستے پر چلنے دیں۔

(3) بد دینوں، بد مذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے دوستی اور میل جول ناجائز وگناہ ہے۔

(4) بدعتی شخص کو بھی سلام میں پہل نہ کی جائے ہاں کوئی عذر ہو یا فتنہ وفساد کا خوف ہو تو اور بات ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں غیر مسلموں کو سلام کرنے اور ان سے دوستی اور میل جول رکھنے سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

کافر کے سلام کا جواب

حدیث نمبر: 867

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا سَلَّمَ عَلَیْکُمْ اَھْلُ الْکِتَابِ فَقُوْلُوْا: وَعَلَیْکُمْ۔[2]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب السلام، ۸/ ۲۰۴، تحت الحدیث: ۴۶۳۵۔

2 . . . بخاری، کتاب الاستئذان، باب کیف یرد علی اھل الذمۃ السلام، ۴/ ۱۷۴، حدیث: ۶۲۵۸۔

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تمہیں اہلِ کتاب سلام کریں تو انہیں جواب میں وَعَلَیْکُمْ کہہ دیا کرو۔"

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہلِ کتاب کے سلام کا جواب دیا جائے لیکن جواب دینے والا "وَعَلَیْکُمُ السَّلَام" یا "عَلَیْکَ السَّلَام" نہ کہے، بلکہ صرف "وَعَلَیْکُم" کہے۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب وہ کفار ایک سے زائد ہوں اگر ایک ہی ہو تو "عَلَیْکُمْ" یعنی جمع کا صیغہ نہ کہے کہ اس میں بھی تعظیم کا پہلو ہے، اس لئے اگر ایک ہو تو "عَلَیْکَ" کہا جائے۔[1]

حدیث نمبر: 868

مُشْتَرکہ مَجْلس کو سلام

عَنْ اُسَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی مَجْلِسٍ فِیْہِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ عَبَدَۃِ الْاَوْثَانِ وَالْیَھُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَیْھِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.[2]

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین بت پرست اور یہودی موجود تھے۔ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جماعت کو سلام کیا۔

غیر مسلم کو خط میں کیسے سلام لکھے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "اگر کوئی مسلمان کسی ایسی جماعت کے پاس سے گزرے جس میں کئی مسلمان ہوں یا ایک ہی مسلمان ہو اور کئی کافر ہوں تو سنت یہ ہے کہ مسلمانوں یا مسلمان کی نیت کر کے پوری جماعت کو سلام کرے۔ اسی طرح اگر کسی مشرک وغیر مسلم کو خط لکھنا ہو تو سنت طریقہ یہ ہے کہ اس پر بھی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کے بجائے یہ الفاظ لکھے جائیں: اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے)۔ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہِرَقْل رُوم کو

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب السلام، ۸/ ۴۱۲، تحت الحدیث: ۴۶۳۷۔

2 ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم فی مجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین، ۴/ ۱۷۳، حدیث: ۶۲۵۴۔

خط لکھتے وقت یہی الفاظ لکھے۔"[1] صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: کفار کو سلام نہ کرے اور وہ سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے، مگر جواب میں صرف "عَلَیْکُمْ" کہے اور اگر ایسی جگہ گزرتا ہو جس جگہ مسلمان اور کفار دونوں ہوں تو "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کہے اور مسلمانوں پر سلام کا ارادہ کرے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (ایسے مِلے جُلے مجمع کو) "اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی" کہے۔[2] کافر کو اگر حاجت کی وجہ سے سلام کیا، مثلاً سلام نہ کرنے میں اس سے ضَرر کا اندیشہ ہے تو حرج نہیں اور بقصدِ تعظیم کافر کو ہرگز ہرگز سلام نہ کرے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔[3]

مدنی گلدستہ

"ھدایت" کے 5 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کفار کے سلام کا پورا جواب نہ دیا جائے بلکہ صرف "وَعَلَیْکُمْ" کہا جائے اور اگر سلام کرنے والا ایک ہی ہو تو "وَعَلَیْکَ" کہا جائے۔

(2) غیر مسلم کو خط میں سلام یوں لکھا جائے: اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

(3) خط کے ذریعے اسلام اور دین کی دعوت دینا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔

(4) جہاں مسلمان اور کفار دونوں جمع ہوں وہاں مسلمانوں کو سلام کی نیت سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا جائے۔

(5) بقصدِ تعظیم کافر کو ہرگز ہرگز سلام نہ کیا جائے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان لوگوں کو سلام کرنے سے بچائے جنہیں سلام کرنے کی ممانعت ہے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب السلام، ٨/ ٤٢٢، تحت الحدیث: ٤٦٣٩۔

2 ... بہارِ شریعت، ٣/ ٤٦١، حصہ ١٦۔

3 ... درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ٩/ ٦٨٠، ٦٨١۔

باب نمبر:139

رُخصت ہوتے وقت سلام کرنے کا بیان

مجلس سے کھڑے ہوتے یا ساتھ والوں کو خیر باد کرتے وقت سلام کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِینِ اسلام زندگی کے ہر ہر شعبے میں ہماری مکمل اور بہترین رہنمائی فرماتا ہے، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، گھر میں آنا جانا، لوگوں سے ملنا جلنا، خرید و فروخت کرنا وغیرہ الغرض ہر ہر معاملے میں قرآن و سنت کی ہمارے لیے رہنمائی موجود ہے، سلام کرنا ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت ہی پیاری سنت ہے، بوقتِ ملاقات جب کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرتا ہے اور کہتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم (یعنی تم پر سلامتی ہو) تو گویا اِس جذبے کا اِظہار کرتا ہے کہ میری طرف سے تمہاری جان، مال، عزت، آبرو سب محفوظ ہے اور میری ذات سے تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح محفل میں آنے والا شخص جب اہلِ محفل کو سلام کرتا ہے تو گویا یہ خبر دیتا ہے کہ جب تک میں یہاں موجود ہوں میری طرف سے تمہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیے، تم سب میری طرف سے امان میں رہو گے۔ پھر جب محفل سے رخصت ہوتے ہوئے بھی سلام کرتا ہے تو گویا یہ کہہ کر جاتا ہے کہ جس طرح میرے آنے سے تمہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں تھا اسی طرح میرے جانے کے بعد بھی تمہیں میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہو گا فقط سلامتی ہی پہنچے گی۔ اسی طرح جب بندہ اپنے ساتھ والوں کو خیر باد کرتے وقت سلام کرتا ہے تو انہیں اپنی طرف سے سلامتی کی نوید دیتا ہے۔ لہٰذا حکم یہی ہے کہ جب کسی محفل میں جائیں تو بھی سلام کریں اور جب اس محفل سے رخصت ہوں تو بھی سلام کریں کہ ایسا کرنا مستحب ہے اور اِس کی اَحادیثِ طیبہ میں ترغیب دلائی گئی ہے۔

ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"مجلس سے کھڑے ہوتے یا ساتھ والوں کو خیر باد کرتے وقت سلام کرنے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:869

وقتِ رُخصت سلام

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا انْتَهٰی اَحَدُكُمْ اِلَی الْمَجْلِسِ فَلْیُسَلِّمْ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْمَ فَلْیُسَلِّمْ فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے پھر جب وہاں سے اٹھے تب بھی سلام کرے، کیونکہ پہلی مرتبہ کا سلام دوسری مرتبہ کے سلام سے زیادہ بہتر نہیں۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کل عموماً آتے جاتے وقت سنت کے مطابق سلام نہیں کیا جاتا۔ اگر کوئی کسی محفل، اجتماع یا مجلس وغیرہ میں آکر سلام کر بھی دے تو بوقتِ رخصت سلام نہیں کرتا بلکہ ”میں چلتا ہوں، خدا حافظ، اچھا، بائے بائے“ وغیرہ کلمات کہے جاتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے محفل میں آتے وقت بھی اور جاتے وقت بھی سنت کے مطابق سلام کرنا چاہئے کیونکہ جس طرح محفل میں آتے وقت سلام کرنا سنت ہے اسی طرح وہاں سے رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے۔

پہلا سلام دوسرے سلام سے بہتر نہیں:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مجلس میں آتے وقت بھی سلام کیا جائے اور جاتے وقت بھی، کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ بہتر نہیں۔ کسی کا محفل میں پہنچ کر سلام کرنا اہل محفل کو اس بات کی خبر دینا ہے کہ تم میری موجودگی میں میری طرف سے امن میں رہو گے۔ اسی طرح واپسی پر سلام کرنا بھی اس بات کی خبر دینا ہے کہ میرے جانے کے بعد بھی تم میری طرف سے سلامتی اور امن میں رہو گے۔ چنانچہ پہلا سلام دوسرے سلام سے اہم نہیں بلکہ دوسرا اہم ہے کیونکہ غیر موجودگی میں سلامتی کی خبر موجودگی میں سلامتی کی خبر سے بہتر ہوتی ہے۔[2]

---

1 . . . ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی التسلیم عند القیام وعند القعود، ۴/ ۳۲۲، حدیث: ۲۷۱۵۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی استحباب السلام اذا قام من المجلس۔۔۔الخ، ۳/ ۳۲۸، تحت الحدیث: ۸۶۷ ملخصاً۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھے ہوؤں کو سلام کرے۔ پھر اگر محفل میں بیٹھنا ہو جب بھی سلام کرے اور اگر صرف گزرنا ہو تب بھی سلام کرے۔ گزرنے والا صرف ایک بار سلام کرے اور مجلس میں کچھ دیر ٹھہرنے والا دو سلام کرے ایک آنے کا دوسرا جانے کا کہ پہلا سلام دوسرے سے اہم نہیں۔ یعنی سلامِ لقا اور سلامِ وَداع دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں۔ لہٰذا یہ دونوں سلام سنت ہیں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”رحمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جب کوئی کسی کو سلام کرتا ہے تو گویا اسے یہ خبر دیتا ہے کہ میری طرف سے تمہاری جان، مال، عزت آبرو سب محفوظ ہیں۔

(2) جب کوئی محفل میں آئے تو اسے چاہیے کہ اہلِ محفل کو سلام کرے۔

(3) مسلمانوں کی تشویش و پریشانی دور کرنا کارِ ثواب ہے۔ اسی لئے تو حکم دیا گیا کہ محفل میں آتے وقت بھی اور جاتے وقت بھی سلام کیا جائے کیونکہ اگر سلام کئے بغیر جائے گا تو اہلِ محفل کو تشویش ہو سکتی ہے کہ شاید ناراض ہو کر گیا ہے۔

(4) جس طرح محفل میں آتے وقت سلام کرنا چاہیے اسی طرح جاتے وقت سلام کرنا چاہیے۔ پہلے کو سلامِ لقا اور دوسرے کو سلامِ وداع کہتے ہیں اور یہ دونوں سنت ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ملتے وقت اور رخصت ہوتے وقت سلام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۳۶ ملخصاً۔

باب نمبر:140

اِجازت طلب کرنے اوراس کے آداب کا بیان

اِسلام میں اَخلاق و مُرُوَّت کی بہت اہمیت ہے۔ بااَخلاق و بامُرُوّت شخص کی ہر جگہ پذیرائی ہے، جبکہ بے مروت و بد اخلاق ہر جگہ بے وقعت ہے۔ کسی کے گھر جانے سے پہلے اجازت لینا، اجازت ملنے کے بعد سلام کرکے گفتگو کا آغاز کرنا، اگر اجازت نہ ملے تو ناراض ہوئے بغیر لوٹ آنا، بار بار اجازت نہ مانگنا یہ سب اخلاقِ حَسَنہ اور مُروّت کے زُمرے میں آتے ہیں جبکہ اُن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بلا اجازت کسی کے گھر گھس جانا، تین مرتبہ اجازت لینے کے بعد بھی جواب نہ ملنے پر بار بار اجازت طلب کرنا یا اہلِ خانہ سے بدگمان ہو جانا بے مروتی اور بد اَخلاقی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"اجازت طلب کرنے اوراس کے آداب"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 2 آیاتِ مقدسہ اور 4 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

(1) اجازت لئے بغیر کسی کے گھر نہ جاؤ

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ (پ۱۸، النور: ۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس آیتِ مبارکہ میں کسی کے گھر جانے کے آداب واحکام بیان کیے گئے ہیں کہ کسی کے گھر بغیر اجازت نہ جاؤ، پہلے اجازت طلب کرو اگر اجازت ملے تو جاؤ اور اہلِ خانہ کو سلام کرو۔ اس آیت مبارکہ کا **شانِ نزول** بیان کرتے ہوئے اَبُوْ جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِيْر طَبَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: " انصار کی ایک خاتون نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: " **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بعض اوقات گھر میں میری حالت ایسی ہوتی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے، چاہے وہ میرے والد یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، مگر اس حالت میں بھی گھر کے مَردوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، ارشاد

فرمایئے، میں کیا کروں ؟ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی، اور مومنوں کو حکم دیا گیا کہ کسی کے گھر بلا اجازت نہ جاؤ۔"[1]

(2) بالغ لڑکے بھی مَردوں کے حکم میں ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تم میں لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اِذن مانگیں جیسے ان کے اگلوں نے اذن مانگا۔ (پ۱۸، النور: ۵۹)

تفسیر صراط الجنان میں ہے: "اس آیت میں ارشاد فرمایا: جب تمہارے یا قریبی رشتہ داروں کے چھوٹے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی تمام اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے بڑے مردوں نے اجازت مانگی۔"[2]

گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کی ایک حکمت:

گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کی بے شمار حکمتیں ہیں، ان میں سے ایک یہاں ذکر کی جاتی ہے، چنانچہ حضرت عطا بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "ایک شخص نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا: کیا میں اپنی ماں کے پاس جاؤں تو اس سے بھی اجازت لوں؟ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے عرض کی: میں تو اس کے ساتھ اسی مکان میں رہتا ہوں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اجازت لے کر اس کے پاس جاؤ۔ عرض کی: میں اس کی خدمت کرتا ہوں (یعنی بار بار آنا جانا ہوتا ہے، پھر اجازت کی کیا ضرورت ہے) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اجازت لے کر جاؤ، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اسے برہنہ (بے لباس) دیکھو؟ عرض کی: نہیں، فرمایا: تو پھر اجازت لے

1 ... تفسیر طبری، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۲۷، ۹/ ۲۹۷۔

2 ... تفسیر صراط الجنان، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۵۹، ٦/ ٦٦۵۔

کر جایا کرو۔" اسی حکم سے کچھ اور احکام کی حکمت بھی سمجھ آتی ہے جیسے باپ یا بھائی اگر بیٹیوں یا بہنوں کو جگانے کے لیے کمرے میں جائیں تو کمرے کے باہر سے آواز دے کر جگائیں کہ بلا اجازت اندر جانا مناسب نہیں، کیونکہ حالتِ نیند میں بعض اوقات بدن سے کپڑے وغیرہ ہٹ جاتے ہیں۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:870

اجازت نہ ملے تو لوٹ آؤ

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: اَلِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَاِنْ اُذِنَ لَكَ وَاِلَّا فَارْجِعْ.[2]

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اجازت مانگنا تین بار ہے اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس آجاؤ۔"

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ کسی کے گھر جاؤ تو تین مرتبہ تک اجازت طلب کرو اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو واپس آجاؤ! اور سمجھ جاؤ کہ اہلِ خانہ کسی وجہ سے داخلے کی اجازت نہیں دے رہے اب وہیں ٹھہرے رہنا یا بار بار اجازت طلب کرنا بے مروتی ہے، اخلاق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ناراض ہوئے بغیر فوراً وہاں سے لوٹ آؤ۔ تفسیر رُوحُ البیان میں ہے: "اگر تمہیں اجازت نہ ملے اور واپس جانے کا کہا جائے تو لوٹ جاؤ، اب وہاں لمحہ بھر بھی نہ ٹھہرو، نہ تو بار بار اجازت کے لئے تکرار کرو نہ اِصرار، نہ انتظار، ورنہ اہلِ خانہ کے دلوں سے تمہارا وقار اٹھ جائے گا، اور یہ انداز ویسے بھی مُروَّت کے خلاف ہے، اور واپس لوٹنے میں تمہارے لئے پاکیزگی ہے، کیونکہ اس طرح نہ تمہاری خِفت ہو گی نہ ہی اہلِ خانہ کا تمہارے متعلق عناد پیدا ہونے کا خطرہ ہو گا، ویسے بھی بلاوجہ غیروں کے گھروں کے سامنے کھڑا ہونا بری عادت اور نہایت خسیس آدمیوں کا کام ہے۔ اور اللہ تمہارے کردار کو خوب جانتا ہے اگر اس کے احکام پر عمل کرو گے تو ثواب پاؤ گے ورنہ عذاب مقدر ہو گا۔"[3]

---

1 ... تفسیر صراط الجنان، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ:۵۹، ۶/ ۶۶۵۔

2 ... مسلم، کتاب الآداب، باب الاستئذان، ص ۹۱۴، حدیث: ۵۶۲۸۔

3 ... تفسیر روح البیان، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۲۸، ۶/ ۱۳۸۔

"اگر گمان ہو کہ صاحبِ خانہ کو کسی کی آمد کی اطلاع ہی نہیں ہوئی یعنی دستک وغیرہ کی آواز ان تک نہ پہنچی تو بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک اس صورت میں تین مرتبہ سے زیادہ بھی اجازت لی جاسکتی ہے۔"[1]

حدیث نمبر: 871

اجازت، نظر سے حفاظت کے لئے ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اجازت نظر سے حفاظت کے لئے ہی لی جاتی ہے۔"

اجازت لینا کیوں ضروری ہے؟

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر جانے سے پہلے اجازت اس لئے لی جاتی ہے تاکہ اہلِ خانہ پر نظر نہ پڑے، جتنی دیر میں آنے والا شخص سلام کرے گا، اجازت لے گا اتنی دیر میں گھر والے پردے وغیرہ کا انتظام کرلیں گے اور آنے والے پر اہلِ خانہ کے نجی معاملات ظاہر نہ ہونگے چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اجازت لینا اس لئے ہے تاکہ آنے والے کی نظر گھر کی چھپائی جانے والی چیزوں پر نہ پڑے اور وہ ان کے اَحوال پر مطلع نہ ہو۔"[3]

دوسروں کے گھروں میں جھانکنے والوں کے لیے عبرت:

"اجازت نظر سے حفاظت کے لئے ہے۔" اس فرمانِ عالی کے ارشاد فرمانے کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو حجرے کے سوارخ میں سے جھانک رہا تھا، نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے ہاتھ میں لوہے کی سَلاخ تھی جس سے آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اپنے مبارک سر کو کُھجا رہے

1 ... اکمال المعلم، کتاب الآداب، باب الاستئذان، ٧/ ٢٨، تحت الحدیث: ٢١٥٣۔

2 ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان من اجل البصر، ٤/ ١٦٩، حدیث: ٦٢٤١۔

3 ... عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان من اجل البصر، ١٥/ ٣٥٩، تحت الحدیث: ٦٢٤١۔

تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اگر مجھے تمہارے دیکھنے کا علم ہو جاتا تو میں یہ سَلاخ تمہاری آنکھوں میں مارتا، اجازت اس لیے رکھی گئی ہے تاکہ نظر سے حفاظت رہے۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تو ارادۃً تاک جھانک رہا ہے تو اس سلائی سے تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر قصد و ارادہ اگر کسی کے گھر نظر پڑ جائے تو گناہ نہیں جیسے گزرتے ہوئے اتفاقاً کسی کے کھلے دروازہ میں نظر پڑ جائے۔ بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا وہاں بلا اجازت داخل ہو جانے کی طرح ہے جیسے وہ ممنوع ہے ایسے ہی یہ ممنوع کہ اس میں گھر والوں کی بے پردگی ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فرمانِ عالی ڈانٹ ڈپٹ جھڑک کے لیے ہے آنکھ پھوڑ دینے کی اجازت کے لیے نہیں کیونکہ کسی کے گھر میں بلا اجازت چلے جانے پر اس کا قتل یا آنکھ پھوڑ دینا جائز نہیں کر دیتا، جیسے جان، جان کے عوض ہے ایسے ہی آنکھ آنکھ کے عوض ﴿اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ﴾ (پ۶، المائدۃ: ۴۵) (ترجمۂ کنز الایمان: جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔)[2] شیخِ طریقت، امیرِ اَہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ العالیہ کی مایہ ناز تالیف **”پردے کے بارے میں سوال جواب“** کے صفحہ 310 پر ہے:

سوال: کیا جان بوجھ کر کسی کے گھر میں جھانکنا شریعت میں منع ہے؟

جواب: جی ہاں۔ البتّہ دروازہ پہلے ہی سے کُھلا ہو اور بے اختیار کسی کی نظر پڑ گئی تو حرج نہیں۔ افسوس! صد کروڑ افسوس! اب اِس اَمر کی طرف اکثر مسلمانوں کی توجُّہ ہی نہیں۔ لوگ گھروں کے دروازوں میں بِلا جھجک جھانکتے ہیں، حتّٰی کہ دروازہ کُھلا نہ ہو تو اُچک اُچک کر جھانکتے ہیں، دراڑ میں سے جھانکتے ہیں، کھڑکی میں سے جھانکتے ہیں، پردہ ہٹا کر جھانکتے ہیں اور اس بات کی مُطلقاً پرواہ نہیں کرتے کہ کسی کے گھر میں جھانکنے کی شریعت میں مُمانَعت ہے۔

سوال: اگر دستک دینے کے باوُجود جواب نہ ملے تو کیا اب بھی گھر میں نہیں جھانک سکتے؟

---

1 . . . بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان من اجل البصر، ۴/ ۱۶۹، حدیث: ۶۲۴۱۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۲۵۲ ملتقطاً۔

جواب: نہیں جھانک سکتے۔ حضرتِ سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حُضُور تاجدارِ مدینہ منوّرہ، سلطانِ مکّہ مکرّمہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے اجازت ملنے سے پہلے ہی پردہ ہٹا کر مکان کے اندر نظر کی اور گھر والوں کے سَتر کو دیکھا اُس نے ایسا کام کیا جو اُس کیلئے حلال نہ تھا جب اُس نے دیکھا اگر کوئی بڑھ کر اُس کی آنکھ پھوڑ دے تو اِس پر میں اُسے (یعنی آنکھ پھوڑنے والے کو) شرم نہ دِلاؤں گا۔ اگر کوئی ایسے دروازے کے پاس سے گزرا جس پر نہ کوئی پردہ ہے اور نہ دروازہ بند ہے، لہٰذا اُس نے (بلاقصد) دیکھا تو اُس پر گناہ نہیں بلکہ خطا گھر والوں کی ہے۔[1]

حدیث نمبر: 872

اِجازت لینے کا طریقہ

عَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ عَامِرٍ اِسْتَاْذَنَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَھُوَ فِیْ بَیْتٍ فَقَالَ: أَاَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لِخَادِمِہٖ: اُخْرُجْ اِلٰی ھٰذَا فَعَلِّمْہُ الْاِسْتِئْذَانَ فَقُلْ لَہٗ قُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، أَاَدْخُلُ؟ فَسَمِعَہُ الرَّجُلُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، أَاَدْخُلُ؟ فَاَذِنَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَدَخَلَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا رِبعی بن حِراش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہمیں بنی عامر کے ایک شخص نے بتایا کہ نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے دولت خانے میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے عرض کی: کیا میں داخل ہو جاؤں؟ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے خادم سے فرمایا: "باہر جاکر اسے اجازت لینے کا طریقہ سکھاؤ کہ پہلے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہو پھر کہو: کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" جب اس شخص نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالی سنا تو عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ اب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اجازت مرحمت فرمائی اور وہ اندر آگیا۔

حدیثِ مذکور میں کسی کے گھر جانے کی اجازت لینے کا طریقہ بیان ہوا ہے کہ جب کسی کے گھر جاؤ تو

---

1 . . . ترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی الاستئذان قبالۃ البیت، ۴/ ۳۲۲، حدیث: ۲۷۱۶۔

2 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، ۴/ ۴۴۳، حدیث: ۵۱۷۷۔

پہلے صاحبِ خانہ کو سلام کرو پھر اندر جانے کی اجازت مانگو اور اجازت ملنے پر ہی اندر جاؤ۔

گھر میں داخلے کی اجازت کے آداب:

"(کسی کے گھر جانے والے کو چاہیے کہ) دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو، دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تحمید کرے اور اس کے بعد سلام کرے، گھر میں موجود لوگوں کی باتیں نہ سنے، سلام کرنے کے بعد داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پس اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ آئے، وہاں کھڑا نہ رہے، اور (جب پوچھا جائے "کون" تو جواب میں) "اَنَا" یعنی "میں" نہ کہے بلکہ اپنا نام بتائے تاکہ صاحبِ خانہ اس کو پہچان لے۔"[1]

حدیث نمبر:873 **اِجازت لیے بغیر آنے والے کی اِصلاح**

عَنْ كَلَدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اِرْجِعْ فَقُلْ السَّلَامُ عَلَيْكُم، اَاَدْخُلُ؟[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا کلدہ بن حنبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیے بغیر اندر داخل ہو گیا، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: واپس جاؤ اور کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ عمل اس لیے فرمایا تاکہ انہیں یاد رہے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔ جو شخص ہمارے گھر میں بغیر سلام آئے اسے پھر باہر بھیجو اور کہو کہ دوبارہ سلام کر کے آؤ اِنْ شَآءَ اللہ ایک دفعہ کے عمل سے اسے سلام کی عادت پڑ جاوے گی۔[3]

---

1 ... آدابِ دین، ص۴۹۔

2 ... ابوداؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، ۴/۴۴۲، حدیث: ۵۱۷۶۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۵۰۔

مدنی گلدستہ

”غوثِ اعظم“ کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) بِلا اجازت کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے بلکہ پہلے اجازت طلب کریں اور پھر اجازت ملنے پر جائیں۔

(2) اِجازت نہ ملے تو ناراض ہوئے بغیر واپس آجائیں ہوسکتا ہے کہ اہلِ خانہ نے کسی مجبوری کی وجہ سے اجازت نہ دی ہو۔

(3) صِرف تین مرتبہ اجازت طلب کریں، اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو فوراً واپس آجائیں ورنہ ہوسکتا ہے کہ اہلِ خانہ کے دِل سے آپ کی وُقعت ختم ہوجائے۔

(4) اگر گمان ہو کہ صاحبِ خانہ تک دستک وغیرہ کی آواز نہیں پہنچی تو تین بار سے زیادہ بھی اجازت طلب کرسکتے ہیں۔

(5) کسی کے گھر میں ہرگز نہ جھانکیں کہ یہ بے حیائی ہے، اچانک نظر پڑجائے تو فوراً نظر پھیر لیجئے۔

(6) کسی کے گھر جانے کی اجازت لیں تو نگاہیں نیچی کئے دروازے سے ایک طرف کھڑے ہوکر لیں تاکہ اہلِ خانہ پر نظر نہ پڑے کیونکہ اجازت ہوتی ہی نظروں سے حفاظت کے لئے ہے۔

(7) جب کسی سے ملنے جائیں تو پہلے سلام کریں پھر کوئی اور بات، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ہر کام شریعت وسنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:141

گھر میں داخلے کیلئے نام بتانے کا بیان

جب اجازت لینے والے سے پوچھا جائے کہ "کون ہے؟" تو سنت یہ ہے کہ وہ اپنا مشہور نام یا کنیت بتائے "میں ہوں" وغیرہ کہہ کر جواب دینا ناپسندیدہ ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام میں جس طرح اپنے گھر میں داخل ہونے کے آداب بیان کیے گئے ہیں اسی طرح دوست، رشتہ دار وغیرہ کسی دوسرے کے گھر میں جانے کے بھی آداب بیان کیے گئے ہیں۔ جب کسی کے گھر جائیں اور پوچھا جائے کہ کون ہے؟ تو اپنا مشہور نام بتا کر اجازت طلب کریں، میں ہوں، دروازہ کھولو، وغیرہ الفاظ نہ کہیں کہ اس طرح صرف وہی پہچان سکے گا جو آپ کی آواز سے واقف ہو گا جبکہ دوسروں کو تشویش ہو گی کہ نجانے کون ہے؟ اس لئے اہلِ خانہ کو پریشانی سے بچاتے ہوئے ایسا تعارف کرایا جائے کہ وہ آپ کو پہچان جائیں۔ سنت بھی یہی ہے کہ جب اجازت لینے والے سے پوچھا جائے کہ کون ہے؟ تو اپنا مشہور نام بتائے یا کنیت بتائے کہ بعض لوگ کنیت سے بھی مشہور یا معروف ہوتے ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"جب اجازت لینے والے سے پوچھا جائے کہ "کون ہے؟" تو سنت یہ ہے کہ وہ اپنا مشہور نام یا کنیت بتائے "میں ہوں" وغیرہ کہہ کر جواب دینا ناپسندیدہ ہے۔"** اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 اَحادیثِ مبارکہ ذکر فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:874

آسمانوں کی سیر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِی حَدِیْثِہِ الْمَشْهُوْرِ فِی الْاِسْرَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: ثُمَّ صَعِدَ بِی جِبْرِیْلُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِیْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِیْلُ، قِیْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. ثُمَّ صَعِدَ اِلَی السَّمَاءِ الثَّانِیَةِ وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَسَائِرِهِنَّ وَیُقَالُ فِی بَابِ كُلِّ سَمَاءٍ: مَنْ هٰذَا؟ فَیَقُوْلُ: جِبْرِیْلُ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ معراج کے بارے میں اپنی مشہور روایت میں فرماتے ہیں:

(1) ... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۲/ ۳۸۰، حدیث: ۳۲۰۷ بتغیر۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مجھے آسمانِ دنیا پر لے گئے، دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا: کون؟ کہا: جبریل۔ پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ پھر دوسرے، تیسرے، چوتھے حتّٰی کہ تمام آسمانوں پر لے گئے اور ہر آسمان کے دروازے پر ان سے پوچھا گیا: کون؟ تو انہوں نے کہا: جبریل۔“

حدیث نمبر: 875

نام بتا کر جواب دیا

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: خَرَجْتُ لَیْلَۃً مِنَ اللَّیَالِیْ فَاِذَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَمْشِیْ وَحْدَہٗ، فَجَعَلْتُ اَمْشِیْ فِیْ ظِلِّ الْقَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَاٰنِیْ فَقَالَ: مَنْ ھٰذَا؟ فَقُلْتُ اَبُوْ ذَرٍّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”ایک رات میں باہر نکلا تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تنہا چلتے دیکھا، میں بھی چاند کی روشنی میں چلنے لگا تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: ابو ذر۔“

حدیث نمبر: 876

کون ہے؟ کے جواب میں اپنا نام بتایا جائے

عَنْ اُمِّ ھَانِئٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا قَالَتْ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَھُوَ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَۃُ تَسْتُرُہٗ فَقَالَ: مَنْ ھٰذِہٖ، فَقُلْتُ: اَنَا اُمُّ ھَانِئٍ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: ”میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غسل فرما رہے تھے اور حضرت سَیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا پردہ کیے ہوئے تھیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں اُمِّ ہانی ہوں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ احادیثِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی پوچھے کہ کون ہے

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون هم المقلون، ۴/ ۲۳۰، حدیث: ۶۴۴۳ ملتقطا۔

2 . . . بخاری، کتاب الغسل، باب التستر فی الغسل عند الناس، ۱/ ۱۱۵، حدیث: ۲۸۰۔

تو جواب میں اپنا نام وغیرہ بتا کر تعارف کرایا جائے، میں ہوں، دروازہ کھولو، وغیرہ جیسے الفاظ نہ بولے جائیں۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان **فرماتے ہیں:** "آنے والا پوچھنے پر اپنا نام لے صِرف "میں" نہ کہہ دے کہ "میں" سب ہیں، اس سے گھر والے کو پہچان نہیں ہوتی کہ کون اجازت مانگ رہا ہے۔"[1]

حدیث نمبر:877

میں! میں نہیں کہنا چاہیے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ فَقُلْتُ اَنَا، فَقَالَ: اَنَا اَنَا؟ کَاَنَّہُ کَرِھَھَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ **فرماتے ہیں: میں نبی کریم رءوف رحیم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **کی خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا، تو آپ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **نے پوچھا کون؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں، آپ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **نے فرمایا: میں میں** (کیا ہوتا ہے) **گویا کہ آپ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **نے میرا یہ جواب ناپسند فرمایا۔**

لفظ "میں" کو ناپسند کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال **فرماتے ہیں:** "حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے **"میں ہوں"** کہنے کو ناپسند فرمایا، کیونکہ اس طرح صرف اسے ہی پہچان ہو سکتی ہے جو آواز کو پہچانتا ہو، جو آواز نہیں پہچانتا اسے معلوم نہ ہو سکے گا کہ آنے والا کون ہے۔ بعض نے کہا: چونکہ حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سلام کئے بغیر اجازت طلب کی تھی اس لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے جواب کو ناپسند فرمایا۔"[3] **عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی **فرماتے ہیں:** "چونکہ حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جواب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۳۴۹۔

2 ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذا؟ فقال انا، ۴/۱۷۱، حدیث: ۶۲۵۰ بتغیر۔

3 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذا فقال انا، ۹/۲۹۔

وَسَلَّم کے سوال کے مطابق نہیں تھا، انہوں نے "**میں جابر ہوں**" کہنے کے بجائے صرف "**میں ہوں**" کہا اس لئے ان کے جواب کو پسند نہ فرمایا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"اُمِّ ھانی" کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جب کوئی دروازے پر دستک دے تو اہلِ خانہ کو چاہیے کہ وہ پوچھیں: "کون ہے؟"

(2) جب پوچھا جائے کہ کون ہے؟ تو جواب میں "میں ہوں، دروازہ کھولو" وغیرہ کے بجائے اپنا معروف نام یا کنیت بتانی چاہیے تاکہ صاحبِ خانہ کو معلوم ہو جائے کہ آنے والا کون ہے۔

(3) جب نام پوچھا جائے تو جواب میں "میں ہوں" کہنا ناپسندیدہ ہے۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے پیارے آقا، مدینے والے **مصطفٰے** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبتِ بابرکت میں رہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شب وروز کے حالات سے واقف رہیں تاکہ سنت کے مطابق زندگی بسر ہو۔

(5) مسلمانوں کو تشویش سے بچانا چاہیے اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے خواہ مخواہ مسلمانوں کو پریشانی ہو۔

(6) جب کوئی سوال کرے تو جواب ہمیشہ سوال کے مطابق دینا چاہئے تاکہ سوال کا مطلوب حاصل ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گھر میں آنے جانے کے آداب پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ...عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذا؟ فقال: انا، ۱۵/ ۳۲۶، تحت الحدیث: ۶۲۵۰۔

باب نمبر:142

چھینک اور جَمَاھی کے آداب کا بیان

چھینک کر حمد کرنے والے کی چھینک کا جواب دینے، حمد نہ کرنے والے کو جواب نہ دینے اور چھینک و جماہی کے آداب کا بیان

شریعت کو مؤمن کے ہر کام میں وقار و ٹھہراؤ مطلوب ہے، اس لئے اسے ہر اس کام سے بچنا چاہیے جو وقار و سنجیدگی کے خلاف ہو۔ اِنسان کو بعض ایسے جسمانی عوارِض لاحق ہوتے ہیں کہ اگر احتیاط نہ کی جائے تو بڑا قبیح یعنی برا منظر بن جاتا ہے، جیسے چھینک اور جماہی کے وقت احتیاط نہ کرنا، آواز بلند کرنا اور عجیب و غریب منہ بنانا حماقت ہے، کوئی بھی سنجیدہ طبیعت شخص اسے پسند نہ کرے گا، بلکہ جماہی کے وقت آواز بلند کرنا تو خود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ناپسند ہے، لہٰذا جب کسی کو چھینک یا جماہی آئے تو چاہیے کہ آواز کو ہلکا کرے، حتَّی الامکان جماہی کو روکے، جماہی کے وقت منہ ہرگز کھلا نہ رہنے دے کہ کھلے منہ میں شیطان تھوک دیتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"چھینک کر حمد کرنے والے کی چھینک کا جواب دینے، حمد نہ کرنے والے کو جواب نہ دینے اور چھینک و جماہی کے آداب"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 7 احادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:878

اللہ تعالٰی کو چھینک پسند ھے

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّم قَالَ: اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللهَ تَعَالٰى كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ اَنْ يَقُوْلَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "**اللہ تعالٰی چھینک کو پسند جبکہ جماہی کو ناپسند فرماتا ہے، جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے تو سننے والے مسلمان پر یَرْحَمُکَ اللہ کہنا لازم ہے اور جماہی شیطان کی طرف سے ہے

---

1 . . . بخاری، کتاب الآداب، باب اذا تثاوب فلیضع یدہ علی فیہ، ۴/ ۱۶۳، حدیث: ۶۲۲۶۔

جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ممکن ہو اسے روکے کیونکہ جب تم میں سے کوئی جماہی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ چھینک اچھی چیز ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے، چھینکنے والے کو حمدِ الٰہی بجالانی چاہیے، پھر جو مسلمان اس کی حمد سنے اسے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہنا چاہیے اور جماہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہے جبکہ شیطان اُس سے خوش ہوتا ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہو جماہی کو روکا جائے۔ اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "چھینک اچھی چیز ہے، اسے بدشگونی جاننا مشرکین ہند کا ناپاک عقیدہ ہے۔ حدیث میں تو یہ ارشاد فرمایا: لَعَطْسَۃٌ وَاحِدَۃٌ عِنْدَ حَدِیْثٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شَاھِدٍ عَدْلٍ (یعنی) بات کے وقت چھینک عادل گواہ ہے۔ یعنی جو کچھ بیان کیا جاتا ہو جس کا صِدق وکذب (سچ یا جھوٹ ہونا) معلوم نہیں اور اس وقت کسی کو چھینک آئے تو وہ اس بات کے صِدق پر دلیل ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ دعا کے وقت چھینک ہونا دلیلِ قبول ہے۔"[1]

چھینک کے فوائد اور جماہی کے نقصانات:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "جو چھینک بغیر زکام کے ہو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے کیونکہ چھینکنے والا حمد کرتا ہے اور سننے والا جواب دیتا ہے۔ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو بھی چھینکنے والے سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سنے اس پر جواب دینا واجب ہے۔ اور جماہی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ شیطان ہی انسان کو نفسانی خواہشات میں مبتلا کر کے زیادہ کھانے کی طرف مائل کرتا ہے جس کی وجہ سے جماہی آتی ہے۔"[2] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "❁ چھینک سے دماغ صاف ہوتا ہے، ❁ چھینک آنے سے دماغ ہلکا ہو جاتا ہے، ❁ طبیعت کھل جاتی ہے جس سے عبادات پر زیادہ قدرت ہوتی ہے۔ ❁ اَطِبَّاء کہتے ہیں کہ زُکام آکر خیریت سے گزر جائے تو بہت

---

1 . . . ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص۳۱۹ ملخصاً۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الآداب، باب مایستحب من العطاس۔۔۔ الخ، ۱۵ / ۳۴۱، تحت الحدیث: ۶۲۲۳ ملخصاً۔

بیماریوں کا دفعیہ ہے۔ ❁ جماہی سستی کی علامت ہے ❁ اس سے جسم میں جمود (کھچاؤ) طاری ہوتا ہے ❁ چھینک رب کو پسند ہے جمائی شیطان کو پسند اس لئے حضراتِ انبیاءِ کرام (عَلَیْہِمُ السَّلام) کو جمائی کبھی نہیں آتی۔ (**جماہی شیطان کی طرف سے ہے**) یعنی شیطان کے اثر سے جماہی آتی ہے وہ اس سے خوش ہوتا ہے "ھاہ" کرنے پر وہ ہنستا ہے اسی لیے حضرت انبیاء کرام کو جماہی کبھی نہیں آئی۔ جیسے کہ انہیں احتلام نہیں ہوتا کہ یہ شیطانی چیزیں ہیں۔ جماہی دفع کرنے کی تین تدبیریں ہیں: ❁ جب جماہی آنے لگے تو ناک سے زور سے سانس نکال دے۔ ❁ جب جماہی آنے لگے تو نیچا ہونٹ دانتوں میں دبالے۔ ❁ **جب** جماہی آنے لگے تو یہ خیال کرے کہ حضرات انبیاء کرام (عَلَیْہِمُ السلام) کو جماہی نہیں آتی۔ ❁ جب کوئی جماہی میں منہ پھیلاتا ہے اور "ھاہ" کہتا ہے تو شیطان خوب ٹھٹھہ مار کر ہنستا ہے کہ میں نے اسے پاگل بنادیا اپنا اثر اس پر کرلیا۔ ❁ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آوازوں سے شیطان بھاگتا ہے، بعض آوازوں سے وہ خوش ہوتا ہے، **اللہ** کے ذِکر کی آواز سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔ ❁ جماہی کی آواز سے وہ ہنستا ہے، گانے باجے کی آواز پر وہ خوشی سے ناچتا ہوگا لہٰذا بری آوازوں سے بچو۔"(1)

حدیث نمبر:879

چھینک کے جواب کا طریقہ

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ اَخُوْهُ اَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَاِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ فَلْيَقُلْ: يَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.(2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مَروی ہے کہ نبی کریم، رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہے اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی یَرْحَمُكَ الله کہے، جب وہ یَرْحَمُكَ الله کہہ لے تو پھر (چھینکنے والا) "یَهْدِیْكُمُ اللهُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ" کہے، یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے حال کو درست فرمائے۔

(1) ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۹۱ملخصاً۔

(2) ...بخاری، کتاب الآداب، باب اذا عطس کیف یشمت، ۴/ ۱۶۲، حدیث: ۶۲۲۴۔

چھینک پر حمد کرنے کی حکمت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”چونکہ چھینک سے دماغی بخارات خارج ہو جاتے ہیں (تو دماغ کو سکون ملتا ہے) اس نعمت کے شکرانے میں حمد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“(1)

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”چونکہ چھینک اللہ تعالٰی کی نعمت ہے لہٰذا اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے، چونکہ اس حمد سے اس نے اللہ کی نعمت کی قدر کی لہٰذا سننے والے نے اسے دعا دی یَرْحَمُکَ اللہُ، چونکہ اس دعا دینے والے نے اس پر اِحسان کیا لہٰذا احسان کا بدلہ اِحسان سے کرتے ہوئے یہ پھر اسے دعا دے اور کہے یَھْدِیْکُمُ اللہُ غرضکہ ان ذکروں کے اَیر پھیر میں عجیب حکمت ہے۔“(2)

چھینک کا جواب دینا واجب ہے:

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”چھینک کا جواب دینا واجب ہے، جبکہ چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور اس کا جواب بھی فوراً دینا اور اس طرح جواب دینا کہ وہ سن لے، واجب ہے۔ جس طرح سلام کے جواب میں ہے یہاں بھی ہے۔ چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے، دوبارہ چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا تو دوبارہ جواب واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔“(3)

چھینک آنے پر حمدِ الٰہی مسنون ہے:

”چھینک پر حمدِ الٰہی بجا لانا مسنون ہے، بہت لوگ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتے ہیں۔ پورا کلمہ کہنا چاہیے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ حدیث میں ہے جو چھینک پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے فرشتہ کہتا ہے: رَبِّ الْعٰلَمِیْن یعنی اس

(1) ... دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی استحباب تشمیت العاطس۔۔۔ الخ، ۳/۵۸ ۳، تحت الحدیث: ۸۷۷۔

(2) ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۹۳۔

(3) ... بہار شریعت، ۳/ ۴۷۶، حصہ ۱۶۔

کلمہ کو پورا کر دیتا ہے اور جو کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن فرشتہ کہتا ہے یَرْحَمُكَ الله ، اللہ (عَزَّوَجَلَّ) تجھ پر رحم کرے۔ تو کتنی بڑی دولت ہے کہ معصوم فرشتے کی زبان سے دعائے رحمت (ملے)۔ آدمی پر واجب ہے کہ جب چھینکنے والا مسلمان حمدِ الٰہی بجالائے اگرچہ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے یہ (یعنی سننے والا) یَرْحَمُكَ الله کہے پھر اسے (یعنی چھینکنے والے کو) مستحب کہ اس (جواب دینے والے) سے کہے: یَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَکُمْ، اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ہماری اور تمہاری مغفرت کرے اور چھینک پر افضل و اکمل صیغہ حمد کا یہ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَا کَانَ مِنْ حَالٍ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰھْلِ بَیْتِہٖ۔"[1]

حدیث نمبر: 880 — چھینکنے والا حمد نہ کرے تو جواب نہ دو

عَنْ اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم یَقُوْلُ: اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتُوْهُ فَاِنْ لَمْ یَحْمَدِ اللهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو موسیٰ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے تو تم اسے جواب دو، اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد نہ کرے تو جواب نہ دو۔"

جواب نہ دینے کا حکم:

جب چھینکنے والا حمد نہ کرے تو اسے جواب نہ دو۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: "بعض علما فرماتے ہیں کہ یہ نہی ممانعت کے لیے ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو جواب دینا گناہ ہے، بعض فرماتے ہیں کہ نہی سُنِّیت کی نفی کے لیے ہے یعنی ایسے کو جواب دینا سنت نہیں مگر گناہ بھی نہیں، مگر یہ بات یقینی ہے کہ حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے ایسے کو جواب نہیں دیا لہٰذا جواب نہ دینا ہی سنت ہے۔"[3]

---

1 ... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۳۱۹ ملخصاً۔

2 ... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب تشمیت العاطس...الخ، ص ۱۲۲۰، حدیث: ۷۴۸۸۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۹۴۔

حدیث نمبر: 881

حمد کرنے والے کو دعا ملی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَشَمَّتَ اَحَدَھُمَا وَلَمْ یُشَمِّتِ الْآخَرَ، فَقَالَ الَّذِیْ لَمْ یُشَمِّتْہُ: عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّہُ وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِیْ؟ فَقَالَ: ھٰذَا حَمِدَ اللّٰہَ، وَاِنَّکَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰہَ۔(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس میں دو آدمیوں کو چھینک آئی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک کو جواب دیا دوسرے کو نہ دیا، جسے جواب نہ دیا اس نے عرض کی: فلاں کو چھینک آئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے جواب مرحمت فرمایا جبکہ مجھے جواب عطا نہ فرمایا؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کی تھی اور تو نے حمد نہ کی۔“

حمد نہ کرنے والے کو جواب نہ دیا جائے:

مراٰۃ المناجیح میں ہے: ”معلوم ہوا کہ چھینکنے والے کا جواب جب دیا جائے جب وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور یہ سنے بھی۔ ایک شخص نے دیوار کے پیچھے چھینک لی تو حضرت عمر (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے فرمایا: ”یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اِنْ حَمِدْتَ اللّٰہَ (یعنی) اگر تو نے ربّ کی حمد کی ہو تو خدا تجھ پر رحم کرے“ اگر اکیلا آدمی چھینک لے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے کوئی جواب دینے والا نہ ہو تو خود ہی کہہ لے یَغْفِرُ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ کیونکہ فرشتے اس کی چھینک کا جواب دیتے ہیں، یہ ان کی نیت سے یہ دعا کرے، جیسے نماز کے سلام میں فرشتوں کی نیت کرے اگر اکیلا ہو۔“(2)

دلیل الفالحین میں ہے: ”حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محفل میں دو آدمیوں کو چھینک آئی ایک نے حمد کی دوسرے نے نہ کی، حمد کرنے والے کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے جواب ملا دوسرے کو نہ ملا، اس نے عرض کی: مجھے جواب کیوں نہیں ملا؟ ارشاد ہوا: اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد

---

1 ... بخاری، کتاب الآداب، باب لا یشمت العاطس اذا لم یحمد اللہ، ۴/ ۱۶۳، حدیث: ۶۲۲۵ بتغیر قلیل۔

2 ... مراٰۃ المناجیح، ۶/ ۳۹۴۔

کی تو ذِکرِ الٰہی کی برکت سے دعا کا مستحق ہوا، تو نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد نہیں کی اس لئے تجھے جواب نہیں دیا گیا۔ یہاں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وضاحت فرمادی کہ جواب نہ دینا میری طرف سے نہیں ہے بلکہ معاملہ اہلیت کا ہے جواب لینے کا اہل وہی ہے جو حمد کرے۔"(1)

ایک درہم کے بدلے جنت:

فتح الباری میں ہے: امام ابو داود عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَدُوْد ایک بار کشتی میں جارہے تھے، کنارے پر کسی کو چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کی آواز سنی تو کشتی والے کو ایک درہم زائد دے کر کشتی کنارے پر لے آئے اور چھینکنے والے کو چھینک کا جواب دے کر واپس لوٹ گئے، جب پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا: "شاید یہ شخص مُسْتَجَابُ الدَّعَوَات ہو (یعنی اس کی دعائیں قبول ہوتی ہوں، یہ جواباً یَغْفِرُ اللہُ لَنَا وَلَکُمْ کہے اور میری مغفرت کردی جائے) پھر جب کشتی والے سوئے تو سب نے سنا کہ کوئی کہہ رہا تھا: "اے کشتی والو! بیشک ابو داود نے ایک درہم کے بدلے اللہ تعالٰی سے جنت خرید لی۔"(2)

مدنی گلدستہ

"حسنین کریمین" کے 11 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 11 مدنی پھول

(1) چھینک اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے اور جماہی ناپسند کہ جماہی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

(2) چھینک سے دماغ صاف ہوتا ہے، طبیعت کھل جاتی ہے جس سے عبادات پر زیادہ قدرت ملتی ہے۔

(3) جب چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو سننے والے پر جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہنا واجب ہے۔

(4) چھینک کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہا جائے تو چھینکنے والے کو چاہیے کہ وہ یَغْفِرُ اللہُ لَنَا وَلَکُمْ کہے۔

(5) چھینکنے والا حمد نہ کرے تو اسے جواب نہ دیا جائے کہ جب اس نے حمد نہ کی تو دعا کا بھی مستحق نہیں۔

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی استحباب تشمیت العاطس۔۔۔الخ، ۳/۳۵۹، تحت الحدیث: ۸۷۹ ملخصا۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الادب، باب لایشمت العاطس اذالم یحمد اللہ، ۱۱/۵۱۴، تحت الحدیث: ۶۲۲۵۔

(6) کوئی چھینکنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا بھول جائے تو حکمتِ عملی سے اسے یاد دہانی کرائی جائے تا کہ وہ دعا کا مستحق بن سکے۔

(7) چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور کوئی جواب دینے والا نہ ہو تو خود ہی یَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ کہہ لے کیونکہ فرشتے مسلمان کی چھینک کا جواب دیتے ہیں۔

(8) جماہی سُستی کی علامت ہے اس سے جسم میں جمود طاری ہوتا ہے۔

(9) جتنا ممکن ہو جماہی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جماہی لینے والے پر شیطان ہنستا ہے۔

(10) جب کسی کو جماہی آنے لگے تو یہ خیال کرلے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کبھی جمائی نہیں آئی، اس خیال کی برکت سے جماہی رُک جائے گی۔

(11) جماہی روکنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جماہی آنے لگے تو ناک سے زور سے سانس نکالیں یا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں چھینک کی سنتوں اور آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:882

چھینک کے وقت آواز پست کی جائے

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهٗ اَوْ ثَوْبَهٗ عَلٰى فِيْهِ وَخَفَضَ اَوْ غَضَّ بِهَا صَوْتَهٗ. شَكَّ الرَّاوِي.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "جب نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو چھینک آتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنا ہاتھ مبارک یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو پست فرماتے۔" راوی کو اس بارے میں شک ہے کہ ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خَفَضَ کا لفظ کہا یا غَضَّ کا۔

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی العطاس، ۴/۳۹۹، حدیث: ۵۰۲۹۔

چھینک میں آواز پست کرنے کی حکمتیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”چھینک کے وقت اپنا پورا چہرہ یا پورا منہ کپڑے یا ہاتھ سے ڈھانپ لینا سنت ہے کہ اس سے رطوبت کی چھینٹیں نہ اُڑیں گی اور اپنے یا دوسرے کے کپڑے خراب نہ ہوں گے اور چھینک کی آواز حتَّی الامکان پست کرنا بھی سنت ہے کہ یہ آواز بلند ہو تو بُری معلوم ہوتی ہے لوگ اُچھل پڑتے ہیں، چھینک کی آواز آہستہ نکلے اَلْحَمْد کی آواز بلند ہو۔“[1] صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”چھینک کے وقت سر جھکالے اور مونھ چھپالے اور آواز کو پست کرے، چھینک کی آواز بلند کرنا حماقت ہے۔“[2] ”آواز کو پست کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح تمام اعضا جھنجھناہٹ سے بچ جاتے ہیں۔“[3]

حدیث نمبر:883

کافر کی چھینک کا جواب

عَنْ اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ الْیَهُوْدُ یَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ رَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَرْجُونَ اَنْ یَّقُوْلَ لَهُمْ یَرْحَمُكُمُ اللہُ، فَیَقُوْلُ: یَهْدِیْكُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس میں یہودی جان بوجھ کر چھینکتے تاکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں یَرْحَمُکَ اللہ کہیں، مگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے جواب میں فرماتے: یَهْدِیْكُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَكُم یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے حال کو درست فرمائے۔“

کافر کی چھینک پر حمد کا جواب:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”یہودی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ٦/٣٩٦۔

[2] ... بہار شریعت، ٣/٤٧٨، حصہ ١٦۔

[3] ... دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی استحباب تشمیت العاطس...الخ، ٣/٢٠٣، تحت الحدیث: ٨٨٠۔

[4] ... ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء کیف تشمیت العاطس، ٤/٣٣٩، حدیث: ٢٧٤٨۔

وَسَلَّم کی مجلس میں جان بوجھ کر چھینکا کرتے تھے تاکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یَرْحَمُکَ اللہ کہیں اور انہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا کی برکت حاصل ہو، وہ باطنی طور پر جانتے تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں مگر ظاہری بغض وعناد کی وجہ سے انکار کرتے تھے، مگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پھر بھی ان پر مہربانی فرماتے انہیں حاضری کی برکت سے محروم نہ فرماتے بلکہ اپنی محفل میں آنے کے صلے میں انہیں یہ دعا دیتے: یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے حال کو درست کرے کہ تمہیں اسلام لانے کی توفیق نصیب ہو۔"(1)

کفار کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا کرنا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (یہودی بارگاہِ رسالت میں) دیدہ و دانستہ چھینک لیا کرتے تھے، ناک میں تنکے ڈال کر یا کسی اور طریقہ سے، تاکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کو یَرْحَمُکَ اللہ کہیں، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے جواب میں فرماتے: یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ✿ **ایک** یہ کہ یہود بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مقبولُ الدّعاء، **اللہ** کا محبوب جانتے تھے اس لیے آپ کی دعا لینے کی کوشش کرتے تھے مگر ایمان نہ لاتے تھے۔ حضور سے دعا لینے کی ترکیب ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا ہے خصوصًا نمازِ تہجد کی پابندی کرنا۔ ✿ **دوسرے** یہ کہ کفار کے لیے دعائے مغفرت، دعائے رحمت کرنا ممنوع ہے، انہیں دعائے ہدایت کرے، رحمت، مغفرت صرف مسلمانوں کے لیے ہے ہدایت کفار کو بھی مل سکتی ہے کہ وہ ہدایت پاکر ایمان قبول کرلیں۔"(2)

چھینک کا جواب دینے کے بعض اَحکام:

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے

(1) ... دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی استحباب تشمیت العاطس۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۱۴، تحت الحدیث: ۸۸۱ ملخصا۔

(2) ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۹۷۔

ہیں: ”عورت کو چھینک آئی اگر وہ بوڑھی ہے تو مرد اس کا جواب دے، اگر جوان ہے تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔ مرد کو چھینک آئی اور عورت نے جواب دیا، اگر جوان ہے تو مرد اس کا جواب اپنے دل میں دے اور بوڑھی ہے تو زور سے جواب دے سکتا ہے۔ خطبہ کے وقت کسی کو چھینک آئی تو سننے والا اس کو جواب نہ دے۔ کافر کو چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا تو جواب میں یَھْدِیْکَ اللہ کہا جائے۔[1]“ کوئی مسلمان چھینک کر حمدِ الٰہی بجا لائے تو ہر سننے والا یَرْحَمُکَ اللہ کہے۔ کوئی کلمہ گو مُرتد چھینک کر لاکھ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اُسے یَرْحَمُکَ اللہ کہنا جائز نہیں۔[2]

حدیث نمبر:884

شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِکْ بِیَدِہٖ عَلٰی فِیْہِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے کیونکہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔“

شیطان کا راستہ بند:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم اس لیے دیا گیا تا کہ بُری شکل نہ بنے جو کہ شیطان کو پسند ہے، اور ہاتھ رکھنے سے یہ فائدہ بھی حاصل ہو گا کہ شیطان منہ میں داخل نہ ہو سکے گا گویا کہ منہ پر ہاتھ رکھ کر شیطان کا راستہ بند کر دیا۔“[4] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(جماہی کے وقت) بائیں ہاتھ کی ہتھیلی یا انگلیوں کی

---

1 . . . بہارِ شریعت، ۳/۴۷۷، حصہ ۱۶۔

2 . . . ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۳۲۲ ملخصاً۔

3 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب تشمیت العاطس وکراھۃ التثاؤب، ص ۱۲۲۱، حدیث: ۷۴۹۱۔

4 . . . دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب فی استحباب تشمیت العاطس۔۔۔الخ، ۳/۱۶۹، تحت الحدیث: ۸۸۲۔

پُشت منہ پر رکھ لے کہ یہ ہی سنت ہے۔ (کھلے منہ میں) یا تو خود شیطان ہی داخل ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ مردود ہمارے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے مگر ہمارے منہ میں اس وقت گُھستا ہے یا اس کے وسوسے داخل ہوتے ہیں۔ بہر حال جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ ضرور رکھ لے کہ اس سے نہ شیطان داخل ہوگا نہ اس کے وسوسے نہ ہوائی کیڑے مکوڑے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"رَبِّ قَدِیر" کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) چھینکتے وقت آواز پست کی جائے، منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیا جائے تاکہ تھوک کے ذرات نہ اُڑیں۔

(2) چھینک کے وقت آواز بلند کرنا حماقت ہے۔

(3) چھینکتے وقت آواز پست کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس طرح تمام اعضا جھنجھناہٹ سے بچ جاتے ہیں۔

(4) کسی کافر کو چھینک آئے اور وہ حمد کرے تو اسے یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہا جائے، اسے رحمت و مغفرت کی دعا دینا ناجائز و ممنوع ہے۔

(5) عورت اگر بوڑھی ہے تو مرد اس کی چھینک کا جواب دے، اگر جوان ہو تو اس طرح دے کہ وہ سن نہ سکے۔

(6) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محفل میں جو بھی آتا ہے کبھی خالی دامن نہیں لوٹتا چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ کریم ہمیں چھینک اور جماہی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1]... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۹۶۔

باب نمبر:143 مُصَافَحَہ کرنے اور گلے مِلنے کا بیان

بوقتِ ملاقات مُصافحہ کرنا، خوشی کا اِظہار کرنا، نیک شخص کے ہاتھ چومنا، بطورِ شفقت اس کے بیٹے کا ہاتھ چومنا اور سفر سے لوٹنے والے سے گلے ملنا مستحب ہے اور ملتے وقت جھکنا مکروہ ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دورانِ ملاقات مسلمانوں کو سلام کرنا، مصافحہ کرنا، خوشی کا اِظہار کرنا، سفر سے آئے ہوئے شخص کو گلے لگانا، عقیدت سے بزرگوں کے ہاتھ چومنا، بطورِ شفقت ان کے بچوں کے ہاتھ چومنا وغیرہ یہ سب ادب واحترام کے طریقے ہیں جو شریعت کو مطلوب ہیں، اُن پر عمل پیرا ہونے سے دِین و دُنیا کی بھلائیاں ملتی ہیں۔ رِقّتِ قلبی کا اِظہار ہوتا ہے، آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، نفرتیں ختم ہوتی ہیں، کسی کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آسکتی ہے، اِعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے، شیطان کی ذِلت و رُسوائی ہوتی ہے، اِن کے علاوہ بھی بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"بوقتِ ملاقات مُصَافَحہ کرنے، خوشی کا اِظہار کرنے، نیک شخص کے ہاتھ چومنے، بطورِ شفقت اس کے بیٹے کا ہاتھ چُومنے اور سفر سے لوٹنے والے سے گلے ملنے کے مستحب ہونے اور ملتے وقت جھکنے کے مکروہ ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 9 اَحادیثِ مُبارَکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:885 صَحابہ کرام کاباھم مُصَافَحہ کرنا

عَنْ اَبِی الْخَطَّابِ قَتَادَۃَ قَالَ: قُلْتُ لِاَنَسٍ: اَکَانَتِ الْمُصَافَحَۃُ فِی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو خطّاب قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: "کیا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صَحابۂ کرام آپس میں مُصافَحہ کیا کرتے تھے؟" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "ہاں! وہ آپس میں مصافحہ کیا کرتے تھے۔"

علامہ غُلام رَسول رَضْوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضراتِ صَحابہ کِرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ اَفعالِ شَرعِیّہ میں اُمَّت کے قُدْوَہ اور پیشوا ہیں۔ سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس

[1] . . بخاری، کتاب الاستئذان، باب المصافحة، ۴/ ۱۷۷، حدیث: ۶۲۶۳۔

کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔" وہ جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو مُصافحہ کرتے تھے۔[1]

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "مُصافحہ سنّت ہے اور اس کا وقت اِبتدائے ملاقات ہے خواہ اِبتدائے حقیقی ہو جیسے جو شخص ابھی آیا، یا حکمی جیسے کوئی بدمذہب آیا اور بیٹھا اور گفتگو کرتا رہا اور ہِدایت پائی اور سُنّی ہوا تو جتنے حاضرین اہلسنّت ہیں ان سب کو اس سے مُصافحہ چاہیے جیسا کہ امیر المؤمنین مَولا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اس کا حکم دیا۔ نَماز کے بعد بھی مُصافحہ اسی اِبتدائے حکمی میں داخل ہے کہ نَمازی نَماز میں دوسرے عالَم میں ہوتا ہے اس لئے شریعتِ مُطَہَّرہ میں خَتمِ نَماز میں ایک دوسرے پر سلام رکھا۔ دن میں اگر کئی بار ملتا ہو تو ہر بار مُصافَحہ چاہیے۔"[2]

مُصافَحہ کے مَدَنی پھول:

بہارِ شریعت میں ہے: "مُصافَحہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ہتھیلی دوسرے کی ہتھیلی سے ملائے، فقط اُنگلیوں کے چُھونے کا نام مُصافَحہ نہیں۔ مُصافَحہ میں سنّت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مُصافَحہ کیا جائے اور دونوں کے ہاتھوں کے مابین کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔ مُصافَحہ کا سنّت طریقہ یہ ہے کہ جب دو مسلمان باہم ملیں تو پہلے سلام کیا جائے اس کے بعد مُصافَحہ کریں۔[3] جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مُصافَحہ کرنا مُستحب ہے۔"[4]

حدیث نمبر: 886 اَہلِ یَمَن نے سب سے پہلے مُصافَحہ کیا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لَمَّا جَاءَ اَھْلُ الْیَمَنِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَاءَکُمْ اَھْلُ الْیَمَنِ وَھُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَۃِ.[5]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "جب اَہلِ یَمَن آئے تو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے فرمایا: تمہارے پاس اَہلِ یَمَن آئے ہیں۔ (حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:) یہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے مُصافَحہ کیا۔"

---

1 ... تفہیم البخاری، ۹/ ۵۳۵۔
2 ... فتاوی رضویہ، ۲۲/ ۲۰۹ ملتقطا۔
3 ... بہار شریعت، ۳/ ۴۷۱، حصہ ۱۶ ملخصا۔
4 ... بہار شریعت، ۳/ ۴۷۰، حصہ ۱۶۔
5 ... ابوداود، کتاب الادب، باب فی المصافحۃ، ۴/ ۴۵۳، حدیث: ۵۲۱۳۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”اَہلِ یَمَن سے مراد شاید حضرت سَیِّدُنا ابُو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اَصْحاب ہیں۔ (مزید فرماتے ہیں:) یہ رِوایت امام بخاری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب ”اَلْاَدَبُ الْمُفْرَد“ میں بھی ہے لیکن اس میں (آخری حصّہ) یوں ہے: اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ الْمُصَافَحَةَ یعنی یہ پہلے لوگ ہیں جنھوں نے مُصافحہ کو عام کیا ہے۔“[1]

حدیث نمبر:887

مُصافَحہ کرنے سے گُناہ مُعاف

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَفْتَرِقَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا بَراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب دو مسلمان بوقتِ ملاقات مُصافحہ کرتے ہیں تو جُدا ہونے سے پہلے ان کے گُناہ مُعاف کر دیئے جاتے ہیں۔“

مصافحہ سے کونسے گناہ معاف ہوتے ہیں؟

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہوئے مُصافحہ کرتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَمد کرتے ہیں اور اس سے مُعافی چاہتے ہیں تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔“[3]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی مُصافحہ کرتے وقت دونوں صاحب پہلے تو اللہ کی حَمد، اس کا شُکر کریں کہ اس نے ان کو اِسلام کی بَرَکت سے بھائی بھائی بنا دیا پھر ہر شخص دونوں کے لیے دُعائے مغفرت کرے کہ کہے: يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ (اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری اور آپ کی بخشش فرمائے)، بعض لوگ اس وقت دُرُود شریف پڑھتے ہیں یہ بھی اچھا ہے کہ حُضُور کی سنّت ادا کرتے وقت حُضُور پر دُرُود شریف پڑھیں جن کے صدقہ میں یہ سنّت ملی۔“[4] (خیال رہے کہ) ”مُصافحہ سے

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب السلام، باب استحباب المصافحة، ۳/ ۲۶۲، تحت الحدیث: ۸۸۴۔

2 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی المصافحة، ۴/ ۴۵۳، حدیث: ۵۲۱۲۔

3 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی المصافحة، ۴/ ۴۵۳، حدیث: ۵۲۱۱۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۵۷۔

گناہِ صغیرہ جو ہاتھ سے کیے گئے مُعاف ہو جاتے ہیں، گناہِ کبیرہ اور حُقوقُ الْعِباد مُعاف نہیں ہوتے۔"[1] امامِ اہلسنت، سرکارِ اَعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "(بوقتِ مصافحہ) دُرُود اور دُعا دونوں ہوں اور صِرف دُرُود کافی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کے بعد ہر دُعا سے اَفْضَل ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"مُصَافَحَہ" کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جب مسلمان آپس میں ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(2) مُصافَحہ کا وقت اِبتدائے ملاقات ہے، دن میں کئی بار ملاقات ہو تو ہر بار مُصافَحہ کرنا چاہیے۔

(3) اَہلِ یَمَن نے سب سے پہلے مُصافَحہ کو عام کیا۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کی جائے کامیابی ملے گی۔

(5) مُصافَحہ کا سنّت طریقہ یہ ہے کہ جب دو مسلمان باہم ملیں تو پہلے سلام کریں، پھر مُصافَحہ کریں۔

(6) مصافحہ کرتے وقت ہاتھوں میں کپڑا یا کوئی اور چیز نہیں ہونی چاہیے تاکہ ہتھیلی سے ہتھیلی ملے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:888

بوقتِ مُلاقات جُھکنے کی مُمانَعَت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللہِ اَلرَّجُلُ مِنَّا یَلْقٰی اَخَاہُ اَوْصَدِیْقَہُ اَیَنْحَنِیْ لَہُ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: اَفَیَلْتَزِمُہُ وَیُقَبِّلُہُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَیَاْخُذُ بِیَدِہٖ وَیُصَافِحُہُ؟ قَالَ: نَعَمْ.[3]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۵۶۔
2 ... فتاوی رضویہ، ۲۳/ ۳۹۶۔
3 ... ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی المصافحة، ۴/ ۳۳۳، حدیث: ۲۷۳۷۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرتے ہوئے اس کے سامنے جُھک سکتا ہے؟“ فرمایا: ”نہیں۔“ عرض کی: ”کیا گلے مل کر اسے چُوم سکتا ہے؟“ فرمایا: ”نہیں۔“ پھر عرض کی: ”کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مُصافحہ کر سکتا ہے؟“ فرمایا: ”ہاں۔“

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جھکنا رُکوع ہے اور غیرِ خُدا کو جیسے سجدہ کرنا حرام ہے ایسے ہی رُکوع کرنا بھی حرام ہے۔ خیال رہے کہ جھکنا جب ممنوع ہے جب کہ تعظیم کے لیے ہو، اگر جھکنا کسی اور کام کے لیے ہو اور وہ کام تعظیم کے لیے ہو تو جائز جیسے کسی کے جُوتے سیدھے کرنے یا اس کا ہاتھ یا پاؤں چُومنے کے لیے جُھکنا ممنوع نہیں کہ یہ جھکنا اور کاموں کے لیے ہے۔ لپٹنے اور چُومنے کی مُمانعت کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں: ہر ایک سے مُعانقہ کرنا، ہر ایک کے ہاتھ پاؤں چُومنا منع ہے، خاص بُزرگوں کی دست و پابوسی اور خاص پیاروں کو گلے لگانا جائز ہے یا دُنیاداروں، مالداروں سے خُوشامد کے لیے لپٹنا، ان کے ہاتھ پاؤں چُومنا دُرست نہیں، لہٰذا یہ حدیث ان اَحادیث کے خِلاف نہیں جن میں مُعانقہ اور دست و پابوسی کا ثبوت ہے، حُضُور نے بعض صحابہ سے مُعانقہ کیا ہے اور صحابہ نے حُضُور کے ہاتھ پاؤں چُومے ہیں۔“[1]

حدیث نمبر: 889

دو یہودیوں کو ایمان نصیب ہو گیا

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ: اِذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ، فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهِ: فَقَبَّلَا يَدَهُ وَرِجْلَهُ، وَقَالَا: نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا صَفْوان بن عَسَّال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا: آؤ اس نبی (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے پاس چلتے ہیں، وہ دونوں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/٣٥٧۔

2 ... ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ما جاء فی قبلة الید والرجل، ٤/٣٣٥، حدیث: ٢٧٤٢ ملتقطاً۔

وَسَلَّم کی بارگاہِ اَقْدَس میں حاضر ہوئے اور نورِ روشن نشانیوں کے مُتَعَلِّق سُوال کیا، (دُرُست جوابات ملنے پر) انہوں نے حُضُور نبیِّ اَکْرَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دستِ اَطْہر اور پاؤں مُبارَک چُوم لیے اور عرض گُزار ہوئے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبیِّ بَرحق ہیں۔"

بزرگوں کی دست بوسی کی برکات:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "زاہد و نیک شخص، عالِم یا مُتَّقی اور دِینی شرافت رکھنے والے لوگوں کے ہاتھوں کا بوسہ لینا مکروہ نہیں بلکہ مُسْتَحَب ہے اور اگر کسی کی مالداری، دُنیاداری، رُعب و دَبدبے اور دُنیوی عزّت و وَجاہت کے سبب کسی کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو یہ شدید مکروہ ہے بلکہ امام مُتَوَلّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی تو فرماتے ہیں: یہ ناجائز ہے یعنی حرام ہے۔ (مزید فرماتے ہیں:) شفقت، رَحمت، مہربانی اور قرابت کی محبّت کے پیشِ نظر اپنی چھوٹی اولاد خواہ بیٹا ہو یا بیٹی اور اپنے بھائی کے رُخسار و دیگر اَعضاء (مثلاً گردن اور پیشانی وغیرہ) کا بوسہ لینا سنّت ہے اور اس عُنوان پر کثیر صحیح اور مشہور اَحادیث موجود ہیں، دوست کے بچّوں اور دیگر بچّوں کا بوسہ لینے کا بھی یہی حُکم ہے۔ تاہم شَہوت سے بچّوں کا بوسہ لینا بِالاتفاق حرام ہے اس مُعاملے میں بچّے اور بڑے برابر ہیں بلکہ رشتے دار ہوں یا اَجنبی، (سوائے زوجہ اور شرعی کنیز کے) سب کی طرف شَہوت کے ساتھ نظر کرنا بھی بالاتفاق حرام ہے۔"[1] سِلسِلَہ عالِیَہ چِشتِیَہ کے عظیم پیشوا حضرت سَیِّدُنا بابا فَرِیدُ الدِّین گنجِ شکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "مشائخ و بُزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللّٰہ کی دَست بوسی یقیناً دِین و دُنیا کی خَیر و بَرَکت کا باعِث بنتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے ایک بُزرگ کو اِنتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو ان سے پُوچھا: "مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ یعنی اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے آپ کے ساتھ کیا سُلُوک کیا؟" کہا: دُنیا کا ہر اچھا، بُرا معاملہ میرے آگے رکھ دیا گیا اور حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ! اس حکم پر عمل ہونے ہی والا تھا کہ فرمان ہوا: ٹھہرو! ایک دفعہ اس نے جامعِ دِمشق میں خواجہ شریف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دستِ مُبارَک کو چُوما تھا۔ اس دست بوسی کی بَرَکت سے ہم نے اسے مُعاف کیا۔"[2]

---

1 . . . الاذکار المنتخبۃ، کتاب السلام۔۔۔الخ، باب فی مسائل متفرع علی الاسلام، ص ۲۱۱۔

2 . . . اسرار اولیاء مع ہشت بہشت، ص ۳۸۲ ملخصاً۔

رحمتِ حق "بہا" نہ می جُوید رحمتِ حق "بہانہ" می جُوید

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بَہا یعنی قیمت طلب نہیں کرتی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈتی ہے۔

بوسہ لینے کے اَحکام:

بہار شریعت میں ہے: "بوسہ دینا اگر شَہوَت کے ساتھ ہو تو ناجائز ہے اور اِکرام و تعظیم کے لیے ہو تو ہو سکتا ہے۔ پیشانی پر بوسہ بھی ان ہی شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ حضرت ابوبکر صِدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حُضُور اَقْدَس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دونوں آنکھوں کے درمیان کو بوسہ دیا اور صَحابہ و تابِعین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اَجْمَعِیْن سے بھی بوسہ دینا ثابت ہے۔ بعض لوگ مُصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چُوم لیا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ عالمِ دِین اور بادشاہِ عادِل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے، بلکہ اُس کے قدم چُومنا بھی جائز ہے۔ بلکہ اگر کسی نے عالمِ دِین سے یہ خواہش کی کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجیے کہ میں بوسہ دوں تو اس کے کہنے کے مُطابِق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کے لیے اس کی طرف بڑھا سکتا ہے۔" "عالم یا کسی بڑے کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے۔ جس نے ایسا کیا اور جو اس پر راضی ہوا، دونوں گنہگار ہوئے۔" "عورت نے عورت کے مُنہ یا رُخسار کو بوقتِ ملاقات یا بوقتِ رُخصت بوسہ دیا، یہ مکروہ ہے۔" "مُصْحَف یعنی قرآنِ مجید کو بوسہ دینا بھی صَحابہ کِرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) کے فِعل سے ثابِت ہے، حضرت عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روزانہ صُبْح کو بوسہ دیتے تھے اور کہتے: یہ میرے رب کا عہد اور اس کی کتاب ہے اور حضرت عُثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی مُصْحَف کو بوسہ دیتے اور چہرے سے مَس کرتے۔"[1] قبر کو بوسہ دینا بعض عُلَما نے جائز کہا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔[2]

حدیث نمبر:890

سرکار کی دَست بوسی کا شَرَف

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قِصَّۃً، قَالَ فِیْھَا: فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا یَدَہٗ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبدُ اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک واقِعہ مروی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: "ہم حُضُور نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب ہوئے اور آپ کی دست بوسی کی۔"

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۴۷۳، حصہ ۱۶ ملخصاً۔ 2 ... بہار شریعت، ۱/ ۸۵۰، حصہ ۴۔

3 ... ابوداود، کتاب الادب، باب فی قبلة الید، ۴/ ۴۵۶، حدیث: ۵۲۲۳۔

بزرگوں کی دست بوسی سنّت ہے:

اِس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دَستِ اَطہر کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اَعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”بُزرگانِ دِین کی قدم بوسی بِلا شُبہ جائز بلکہ سنّت ہے۔ بکثرت اَحادیث سے ثابِت ہے کہ صَحابہ کِرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے حُضُور اَقْدَس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پائے مُبارَک چُومے اور حُضُور نے منع نہ فرمایا۔“[1] (ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:) ”عُلَمائے دِین و مَشائخِ صالحین کی دست بوسی و قدم بوسی سنّت ہے۔“[2] (ایک جگہ اِرشاد فرمایا:) ”مُرشِدِ بَرحق کی قدم بوسی سنّت ہے۔“[3] شیخ مشائخ بابا فَرِیدُ الدِین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”قیامت کے دِن بَہت سارے گُناہگار، بُزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کی دست بوسی کی بَرَکت سے بخشے جائیں گے اور دوزخ کے عذاب سے نجات حاصل کریں گے۔“[4]

مدنی گلدستہ

”شیرِ خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) بُزرگوں کی دست بوسی و قدم بوسی جائز بلکہ سنّت ہے۔

(2) بوسہ دینا اگر شَہْوَت کے ساتھ ہو تو ناجائز ہے اور اِکرام و تعظیم کے لیے ہو تو جائز ہے۔

(3) کسی بُزرگ کی قدم بوسی کریں تو اس کے سامنے کی زمین کو بوسہ دینا حرام ہے۔

(4) عورت کا عورت سے ملاقات کرتے وقت یا رُخصت ہوتے وقت مُنہ یا رُخسار چُومنا مکروہ ہے۔

(5) قیامت کے دن بَہت سے گناہ گار بُزرگوں کی دست بوسی کی بَرَکت سے بخشے جائیں گے۔

(6) عُلَمائے دِین و مشائخ صالحین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن کی دست بوسی و قدم بوسی سنت ہے، اسی طرح اپنے مرشدِ برحق کی قدم بوسی سنت ہے۔

---

1 ... فتاوی رضویہ، ۲۲/ ۱۷ ۴۔ 2 ... فتاوی رضویہ، ۲۲/ ۵۶۷۔ 3 ... فتاوی رضویہ، ۱۴/ ۲۱۱۔

4 ... اسرار اولیاء مع ہشت بہشت، ص ۸۲ ۳ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں بزرگوں کی دست بوسی وقدم بوسی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:891

اپنے غُلام سے گلے ملنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینہ مُنَوَّرہ آئے، اس وقت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے حُجرے میں جلوہ فرما تھے، انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنا مُبارک کپڑا گھسیٹتے ہوئے جلدی سے ان کی طرف تشریف لے گئے، انہیں گلے لگایا اور بوسہ لیا۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: (زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کسی سفر سے آئے یا کسی جہاد سے، عرصہ تک غائب رہنے کے بعد حضور اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے شَرَفِ ملاقات سے مُشرَّف ہوئے، (ام المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ) اس دن حُضُور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی باری میرے گھر تھی، یہ واقعہ میرے گھر میں دَرپیش ہوا جسے میں نے اپنی آنکھوں دیکھا۔ اس میں حضرت زید اِبْنِ حارثہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کی اِنتہائی مَحْبُوبِیّت کا اِظہار ہے، آپ کو حُضُور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خُوشی میں کسی سے گلے ملنا سنّت ہے۔“[2]

مُعانقہ کے مَدَنی پھول:

بہارِ شریعت میں ہے: ”معانقہ کرنا (یعنی گلے ملنا) بھی جائز ہے جبکہ خوفِ فتنہ اور اندیشۂ شہوت نہ

1 ... ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی المعانقة والقبلة، ۴/ ۳۳۵، حدیث: ۲۷۴۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۵۸، ۳۵۹ ملتقطا۔

ہو۔[1]جس سے مُعانَقہ کیا جائے وہ صِرف تہبند یا فقط پاجامہ پہنے ہوئے نہ ہو، بلکہ کُرتا پہنے ہو یا چادر اوڑھے ہو یعنی کپڑا حائل ہو۔"بعد نمازِ عِیدَین مسلمانوں میں مُعانَقہ کا رواج ہے اور یہ بھی اِظہارِ خُوشی کا ایک طریقہ ہے۔ یہ مُعانَقہ بھی جائز ہے، جبکہ محلِّ فِتنہ نہ ہو مثلاً اَمرد خُوبصورت سے مُعانَقہ کرنا کہ یہ محلِّ فِتنہ ہے۔"[2] اَشِعَّۃُ اللَّمعات میں ہے: "گلے ملنے میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز و مَشْرُوع ہے، خُصُوصاً جب سفر سے آرہا ہو۔"[3]

حدیث نمبر:892

کسی نیکی کو حقیر نہ جانو

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا، وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: "کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو خواہ اپنے بھائی سے خَنْدہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔"

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "مسلمانوں سے خُوشی و مَسرَّت کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے کیونکہ یہ سامنے والے کے دل میں خُوشی پیدا کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی مسلمان کے دل میں خُوشی داخل کرنا نیکی ہے۔"[5] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "صُوفیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور کوئی گُناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پُھونک دیتی ہے۔ اِن کا ماخذ یہ حدیث ہے، مسلمان بھائی سے خُوش ہو کر ملنا، اس کے دِل کی خُوشی کا باعث ہے اور مومِن کو خُوش کرنا بھی عبادت ہے۔"[6] فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "اپنے بھائی سے مسکرا

1 . . . بہار شریعت، ۳/ ۴۷۱، حصہ ۱۶۔

2 . . . بہار شریعت، ۳/ ۴۷۱، حصہ ۱۶ ملتقطاً۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب المصافحۃ والمعانقۃ، ۴/ ۲۲۔

4 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء، ص ۱۰۸۴، حدیث: ۲۶۹۰۔

5 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/ ۳۹۶، تحت الحدیث: ۱۸۹۴۔

6 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۶۔

کر ملنا تمہارے لیے صَدَقہ ہے اور نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنا صَدَقہ ہے۔“(1)

بات کرتے ہوئے مُسکرانا سنّت ہے:

شیخِ طریقت، اَمیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی، حضرت علّامہ مَولانا محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ العَالِیَہ فرماتے ہیں: ”بیان کردہ حدیثِ مُبارَک میں مُسکرا کر ملنے، نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کو صَدَقہ کہا گیا۔ سُبْحٰنَ اللہ! مُسکرا کر ملنے کی تو کیا بات ہے! مُسکرا کر ملنا، مُسکرا کر کسی کو سمجھانا عموماً نیکی کی دعوت کے مَدَنی کام کو نہایت سَہل و آسان بنا دیتا اور حیرت اَنگیز نتائج کا سبب بنتا ہے۔ جی ہاں! آپ کی معمولی سی مُسکراہٹ کسی کا دِل جیت کر اُس کی گناہوں بھری زندگی میں مَدَنی اِنقلاب بَرپا کر سکتی ہے اور ملتے وَقت بے رُخی اور لاپرواہی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ہاتھ ملانا کسی کا دِل توڑ کر اُس کو مَعاذَاللہ گُمراہی کے گہرے گڑھے میں گِرا سکتا ہے۔ لہٰذا جب بھی کسی سے ملیں، گفتگو کریں اُس وَقت حَتَّی الْاِمکان مُسکراتے رہیے۔ اگر خُشک مِزاجی یا بے توجُّہی سے ملنے کی خصلت ہے تو مِلنساری اور مُسکرا کر ملنے کی عادت بنانے کے لیے خُوب کوشش کیجئے، بلکہ مُسکرانے کی عادت پکّی کرنے کے لیے ضَرورتاً کسی کی ذِمّے داری بھی لگایئے کہ وہ دوسروں سے بات کرتے ہوئے آپ کا مُنہ پُھولا ہوا یا سَپاٹ محسوس کرے تو گاہے بہ گاہے یاد دِہانی کرواتے ہوئے کہتا رہے یا آپ کو اِس طرح کی تحریر دِکھا دیا کرے:

”بات کرتے ہوئے مُسکرانا سنّت ہے۔“

جی ہاں واقعی یہ سنّت ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، حضرتِ سَیِّدُنا ابو دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مُتَعَلِّق فرماتی ہیں کہ وہ ہر بات مُسکُرا کر کیا کرتے، جب میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا: ”میں نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مِلنساروں کے رہبر، غمزدوں کے یاوَر، محبوبِ ربِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دَورانِ گفتگو مسکراتے رہتے تھے۔“(2)

---

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی صنائع المعروف، ۳/ ۳۸۴، حدیث: ۱۹۶۳۔

2 . . . مکارم الاخلاق، باب فضل تبسم الرجل فی وجہ اخیہ المسلم، ص ۳۱۹، حدیث: ۲۱، نیکی کی دعوت، ص ۲۴۵۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اُس تبسُّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:893 جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَبُوہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حُضُور نبیِّ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے نواسے حضرت سَیِّدُنا حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا بوسہ لیا تو حضرت سَیِّدُنا اَقْرَع بن حابِس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عرض گزار ہوئے: ”میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔“ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔“

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بچّوں کو چُومنا بوسۂ رحمت ہے جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض عُلَماء نے فرمایا کہ اپنے ننھے بچّوں کو کبھی کبھی چُومنا واجب ہے۔“(2)

بوسہ کی اَقسام:

بہارِ شریعت میں ہے: بوسہ کی چھ قسمیں ہیں: **(1)** بوسۂ رحمت، جیسے والدین کا اَولاد کو بوسہ دینا۔ **(2)** بوسۂ شفقت، جیسے اَولاد کا والدین کو بوسہ دینا۔ **(3)** بوسۂ مَحبَّت، جیسے ایک شخص اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دے۔ **(4)** بوسۂ تحیَّت، جیسے بوقتِ ملاقات ایک مُسلم دوسرے مُسلم کو بوسہ دے۔ **(5)** بوسۂ شَہوت،

---

1 ... بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته، ۴/ ۱۰۰، حدیث: ۵۹۹۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۵۵۔

جیسے مرد عورت کو بوسہ دے اور (6) ایک قسم بوسۂ دیانت ہے، جیسے حَجَرِ اَسْوَد کا بوسہ۔[1]

مدنی گلدستہ

"حجرِ اسود" کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے غلام حضرت سیدنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بہت زیادہ محبت تھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔

(2) اپنے مسلمان بھائی سے ملتے وقت خوشی کا اظہار کرنا نیکی ہے۔

(3) مبلغ کی ایک مسکراہٹ کسی کی گناہوں بھری زندگی کو نیکیوں بھری بنا سکتی ہے جبکہ ایک مرتبہ کی بے رُخی کسی کا دِل توڑ کر اسے گمراہی و معصیت کے گہرے گڑھے میں گِرا سکتی ہے۔

(4) دورانِ گفتگو ضرورتاً مسکراتے رہنا چاہیے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتِ مبارکہ ہے۔

(5) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں سے بہت پیار فرماتے اور حسنین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خاص نظرِ عنایت تھی۔

(6) اِنسان دوسروں کے ساتھ جیسا سُلوک کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سُلوک کیا جاتا ہے۔

(7) اپنے چھوٹے بچّوں کا وقتاً فوقتاً بوسہ لیتے رہنا چاہیے کہ اس سے بچے اپنائیت محسوس کرتے ہیں اور والدین کی قدر و مَنزِلت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں لوگوں پر رحم کرنے اور اپنی اَولاد کا شفقت سے بوسہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... بہار شریعت، ۳/ ۴۷۲، حصہ ۱۶۔

کتابُ عِیَادَۃِ المَرِیض

باب نمبر:144

مریض کی عِیادت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! انسان کی زندگی مختلف کیفیات میں بسر ہوتی ہے، کبھی خوشی کبھی غم، کبھی صحت و تندرستی تو کبھی بیماری، کبھی سکون و سُرور تو کبھی بے چینی و تکلیف، الغرض انسان کی زندگی مختلف کیفیات سے پُر ہے۔ خوش نصیب ہے وہ مسلمان جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خوشی اور غم میں شریک ہوتا ہے۔ خوشی میں شریک ہونے والوں سے بھی اگرچہ دِل خوش ہوتا ہے مگر جو کسی کے غم میں شریک ہو اس کی قدر و منزلت دِل میں گھر کر جاتی ہے، اس سے اپنائیت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں مریضوں کی عیادت کی بہت زیادہ فضیلت و ترغیب بیان کی گئی ہے۔ مریضوں کی عیادت کتنا محبوب عمل ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بذاتِ خود تشریف لے جاکر مریضوں کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"مریض کی عیادت کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 7 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:894

سات نیک کام

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِعِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَۃِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَۃِ الدَّاعِی وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ۔[1]

ترجمہ: حضرت براء بن عازِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں مریض کی عیادت کرنے، جنازہ کے ساتھ چلنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، قسم والے کی قسم کو پورا کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت دینے والی کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو عام کرنے کا حکم دیا۔

مریض کی عیادت کرنا سنت ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "مریض کی عیادت کرنا سنت ہے۔

[1] ... بخاری، کتاب الاشربة، باب آنیة الفضة، ۳/ ۵۹۴، حدیث: ۵۶۳۵ بتغیر۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں ان میں سے ایک حق مریض کی عیادت کرنا ہے۔" اس حدیث کے پیشِ نظر بعض علمائے کرام نے عیادت کرنے کو واجب بھی قرار دیا ہے۔ بہرحال مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت پر بہت سی احادیث مروی ہیں: حضرتِ سَیِّدُنا ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبیِّ کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "بیشک جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ لوٹنے تک جنت کے خُرفے میں رہتا ہے۔" عرض کیا گیا: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جنت کا خرفہ کیا ہے؟" فرمایا: "جنت کے پھل چننا۔"[1]

عیادت کا طریقہ:

عیادت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ بیمار کی پیشانی یا ہاتھ پر رکھے اور اس کی طبیعت کے بارے میں پوچھے، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے: "جو مسلمان صبح کو کسی مسلمان کی عیادت کو جائے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شام کو مریض کی عیادت کے لئے جائے صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ لگادیا جاتا ہے۔"[2] حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود مریضوں کی عِیادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ جب عُبادَہ بِن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیمار ہوئے تو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تم میں سے کون عُبادَہ بِن صامت کی عیادت کرنے چلے گا؟ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چل دیئے، ہم دس سے زائد صحابہ کرام تھے۔ اسی طرح حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ شریف میں بیمار ہوا تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور اپنا دستِ مبارک میری پیشانی پر رکھا۔ حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں بیمار

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ۶ / ۱۲، تحت الحدیث: ۱۲۳۹۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ۶ / ۱۲، تحت الحدیث: ۱۲۳۹۔

تھا تو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے پاس تشریف لائے اور میری عیادت کی، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میں تیرے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتا ہوں جو اکیلا اور بے نیاز ہے۔“(1)

حدیث کے بقیہ مسائل:

”نزہۃ القاری“ میں ہے: ”اس حدیث سے یہ مسائل معلوم ہوئے: ❁ جنازے کے ساتھ جانا اور نماز و دفن میں شریک ہونا، جنازے کے ساتھ جاکر نماز پڑھ کر واپس آنے پر ایک قیراط ثواب ہے اور دفن تک شریک رہنے پر دو قیراط اور تلقین تک رہنے پر تین قیراط۔ ❁ جو شخص نماز جنازہ پڑھ لے اسے اولیاءِ میت کی اجازت کے بغیر واپس نہیں ہونا چاہیے۔ ❁ دعوت قبول کرنا سنت ہے، حدیث میں یہاں تک فرمایا کہ جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے ابو القاسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔ ❁ جسے قدرت ہو اس پر مظلوم کی مدد واجب ہے۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کیا: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مظلوم کی مدد تو کروں گا یہ ارشاد فرمائیں ظالم کی مدد کیسے کروں؟ فرمایا: ”اسے ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد ہے۔“ ❁ کسی کی قسم پوری کرنا بھی مَکارِمِ اَخلاق (اخلاقی اچھائیوں میں) سے ہے جبکہ وہ جائز ہو اور اسے پوری کرنے پر قادر ہو نیز اس کا پورا کرنا مصلحت کے خلاف نہ ہو۔ ❁ سلام کا جواب دینا واجب ہے اگر کسی جماعت کو سلام کیا جائے تو اس میں سے ایک کا جواب دینا کافی ہے اگرچہ وہ بچہ ہو اور اگر وہ سمجھدار ہے تو سلام کرنا سنت ہے مگر سلام کہنے میں زیادہ ثواب ہے۔ ❁ اسی طرح چھینک کا جواب دینا واجب ہے جب کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے بہتر یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہے اب سننے والے پر جواب دینا واجب ہے اس کے جواب میں سننے والا یہ کہے: ”یَرْحَمُکَ اللہ۔“(2)

قسم پوری کرنے کا مطلب:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ ”قسم کھانے والے کی قسم پوری کرو۔“ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی اگر کوئی شخص

(1) ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ۶/۱۲، تحت الحدیث: ۱۲۳۹ ملخصا۔
(2) ... نزہۃ القاری، ۲/۷۴۰۔

آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کر سکتے ہو تو ضرور کر دو تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان صورتوں میں تم وہ کام ضرور کر لو، بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔"[1]

حدیث نمبر:895

مسلمان کے پانچ حقوق

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: "حَقُّ الْمُسلِمِ عَلَى الْمُسلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ."[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینکنے والے کا جواب دینا۔"

حدیث کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے، کبھی فرضِ کفایہ، کبھی فرضِ عین، یوں ہی دعوت میں شرکت کھانے کے لیے یا وہاں انتظام و کام و کاج کے لیے سنت ہے، کبھی فرض لیکن اگر خاص دستر خوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دَور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز ہے۔ چھینکنے والا "اَلْحَمْدُ لِلّٰه" کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب میں کہیں "یَرْحَمُكَ الله" پھر چھینکنے والا کہے "يَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" اور اگر وہ حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو پھر جواب ضروری نہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے، یہ ان سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے۔"[3]

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۴ ملتقطا۔

2 ... بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ۱/ ۴۲۱، حدیث: ۱۲۴۰۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۳۔

مدنی گلدستہ

"بیت اللہ" کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) عیادت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ بیمار کی پیشانی یا ہاتھ پر رکھ کر اس کی طبیعت پوچھے۔

(2) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود مریضوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور دوسروں کو بھی ساتھ چلنے کی ترغیب دیتے۔ عیادتِ مریض اور جنازے میں شرکت کرنا سنت ہے۔

(3) جو قدرت رکھتا ہو اسے مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔

(4) دعوت قبول کرنا سنت ہے جبکہ جانتا ہو کہ وہاں کوئی غیر شرعی کام یعنی ناچ گانا وغیرہ نہ ہو گا۔

(5) سلام کرنے والے کو اتنی آواز سے جواب دینا واجب ہے کہ وہ خود سُن لے۔

(6) جنازے کے ساتھ جانا اور نماز و دفن میں شریک ہونے پر دو قیراط ثواب ملتا ہے۔

(7) جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام کرنے والا نہ ملے تو فرض ہے، کبھی فرضِ کفایہ، کبھی فرضِ عین۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مریض پر رحمتِ الٰہی

حدیث نمبر: 896

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللہَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ، قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِیْ عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ، قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟، قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِیْ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ، قَالَ:

یَارَبِّ! کَیۡفَ اَسۡقِیۡکَ وَاَنۡتَ رَبُّ الۡعَالَمِیۡنَ؟ قَالَ: اِسۡتَسۡقَاکَ عَبۡدِیۡ فُلَانٌ فَلَمۡ تَسۡقِهٖ، اَمَا عَلِمۡتَ اَنَّکَ لَوۡ سَقَیۡتَهٗ لَوَجَدۡتَ ذٰلِکَ عِنۡدِیۡ؟[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: ”اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی؟“ وہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا تُو تو رَبُّ الۡعَالَمِیۡن ہے؟“ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”کیا تجھے علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن تو نے اُس کی عیادت نہ کی اگر تُو اُس کی عیادت کرتا تو ضرور مجھے وہاں پاتا۔“ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ”اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا؟“ وہ عرض گزار ہو گا: ”اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا تُو تو رَبُّ الۡعَالَمِیۡن ہے؟“ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا لیکن تو نے اُسے کھانا نہ کھلایا، کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کا اجر میرے پاس پاتا۔“ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔“ بندہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تُو تو رَبُّ الۡعَالَمِیۡن ہے؟“ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ”کیا تجھے معلوم نہیں، میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تُو نے اسے پانی نہ پلایا، اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو ضرور اس کا اجر آج مجھ سے پاتا۔“

مریض پر ربِّ کریم کی خاص عنایت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اس (حدیث) میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ بندہ مؤمن بیماری کی حالت میں ربّ تعالیٰ سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا گویا ربّ کے پاس ہی آنا ہے اور اس کی خدمت گویا رب کی اطاعت ہے بشرطیکہ صابر وشاکر ہو کیونکہ بیمار مؤمن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار کا شانۂ یار ہیں، حدیثِ قدسی ہے: ”اَنَا عِنۡدَ الۡمُنۡکَسِرَۃِ قُلُوۡبُهُمۡ لِاَجۡلِیۡ میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں۔“[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی حَنَفِی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡبَارِی فرماتے ہیں: کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ انسانوں سے کلام

1 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل عیادۃ المریض، ص۱۰۶۶، حدیث: ۶۵۵۶۔ 2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۰۶۔

فرمائے گا، یہ کلام یا تو فرشتے کے ذریعے ہوگا یا پھر بلاواسطہ وحی عام کے ذریعے ہوگا یا بندے کے دل میں اِلقا کر کے ہوگا۔ **اللہ** تعالیٰ فرمائے گا: "میں بیمار ہوا تو نے میری عِیادت نہ کی۔" اِس سے بندے کا بیمار ہونا مراد ہے اور اُس بندے کا مرتبہ بیان کرنے کے لیے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی۔ اِس سے پتا یہ چلا کہ جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے کسی مریض کی عیادت کی گویا اُس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زیارت کی۔ بندہ عرض کرے گا: **یَااللہ**! تُو بیمار کیسے ہو سکتا ہے کہ مرض تو عاجز کو ہوتا ہے جب کہ تُو تو قوی ہے، مالک ہے، تُو مریض کیسے ہو سکتا ہے، میں تیری عیادت کیسے کر سکتا ہوں؟ **اللہ** تعالیٰ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی عیادت کیوں نہ کی؟ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تُو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا یعنی وہاں میری رِضامندی پاتا۔ اِس میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ کو مریض کی عجز واِنکساری کی حالت بہت پسند ہے جیسا کہ حدیثِ قُدسی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: "جو دل میری خاطر ٹوٹے ہوئے ہیں میں ان کے قریب ہوں۔"[1]

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اِس حدیث میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیادت کرنے کا ثواب کسی کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے زیادہ ہے کیونکہ **اللہ** تعالیٰ نے عیادت کرنے والے کے لیے فرمایا: "اگر تو عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا۔" جبکہ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے بارے میں فرمایا: "اگر تو کھانا کھلاتا یا پانی پلاتا تو اس کا اجر مجھ سے پاتا۔"[2]

حدیث نمبر: 897

مریض کی عیادت کا حکم

عَنْ اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: عُوْدُوْا الْمَرِیْضَ، وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَفُکُّوا الْعَانِیَ.[3]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "مریض کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو آزاد کراؤ۔"

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۴/۱۰، تحت الحدیث: ۱۵۲۸ ملخصا۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۳/۳۰۱، تحت الحدیث: ۱۵۲۸۔

3 ... بخاری، کتاب المرضی، باب وجوب عیادۃ المریض، ۴/۵، حدیث: ۵۶۴۹ بتقدم وتاخر۔

حدیث پاک کی وضاحت:

شرح ابن بطال میں ہے: حضرت سیدنا براء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہمیں **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مریضوں کی عیادت کرنے کا حکم دیا۔ اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ عیادتِ مریض فرضِ کفایہ ہے جیسے کسی بھوکے کو کھانا کھلانا اور مسلمان قیدی کو کافروں کی قید سے چھڑانا اور ظاہرِ کلام بھی یہی بتا رہا ہے۔ جب کہ ایک احتمال یہ ہے کہ مریض کی عیادت کرنا مستحب عمل ہے اور حدیث میں اس کا حکم دے کر بھائی چارگی اور اُلفت و محبت پر اُبھارا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”مؤمنوں کا آپس میں میل جول رکھنا ایک جسم کی مانند ہے کہ جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے اعضا اس تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔“ مریض کی عیادت کرنے کے بارے میں احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغ میں ہے۔“ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جب بندہ کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو رحمتِ خدا اُسے ڈھانپ لیتی ہے حتّٰی کہ جب وہ اس کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمتِ الٰہی میں ڈوب جاتا ہے۔“[1] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بھوکوں کو کھانا کھلانا سنت ہے اور بھوک سے مر رہا ہو تو فرضِ کفایہ بلکہ کبھی فرضِ عین ہے۔ اِس بھوک میں اِنسان جانور سبھی داخل ہیں، بعض گنہگار پیاسے کُتّے کو پانی پلانے میں بخشے گئے۔ یہاں قیدی سے مراد غلام یا مقروض ہے اور چھوڑانے سے مراد آزاد کرانا یا قرضہ ادا کرنا ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو مسلمان کفار کے ہاتھوں ظلماً قید ہو گئے ہیں انہیں کوشش سے آزاد کراؤ، یہ مطلب نہیں کہ چور و بد معاشوں کو جیل سے نکال دو تاکہ خوب چوریاں، بد معاشیاں کریں۔“[2]

مدنی گلدستہ

”غوث پاک“ کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب المرضی، باب وجوب عیادۃ المریض، ۳/۳۷۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۳۔

(1) بندہ مؤمن بیماری کی حالت میں ربّ تعالیٰ سے بہت قریب ہوتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کی عجز وانکساری کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔

(3) عیادت کی فضیلت پانے کیلئے جب بھی موقع ملے مریض کی عیادت ضرور کرنی چاہیے۔

(4) عیادت کرنے کا ثواب کسی کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے بھی زیادہ ہے۔

(5) بھوکے کو کھانا کھلانا سنت ہے اگر بھوک سے مر رہا ہو تو فرض کفایہ ہے اور کبھی فرض عین ہے۔

(6) جب بندہ کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو رحمتِ خدا اُسے ڈھانپ لیتی ہے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمتِ الٰہی میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مریضوں کی عیادت کرنے، کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:898

جنت کا پھل

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: ”اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ لَمْ یَزَلْ فِیْ خُرْفَۃِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَرْجِعَ“ قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَا خُرْفَۃُ الْجَنَّۃِ؟ قَالَ: ”جَنَاھَا“.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیدنا ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بیشک جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک جنت کے خُرفے میں رہتا ہے۔“ عرض کی گئی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جنت کا خُرفہ کیا ہے؟“ فرمایا: ”جنت کے پھل چننا۔“

جنتی میوے جمع کرنے والا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”خُرفہ کے معنی باغ ہے یا پھل چننا۔ یعنی

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل عیادۃ المریض، ص ۱۰۶۶، حدیث: ۲۵۵۳، ۲۵۵۴ ملتقطا۔

عیادت کرنے والا جنت کے باغات میں میوے کھاتا رہتا ہے یا پھر جنت کے پھلوں کو چنتا رہتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: "عیادت کرنے والا جنت کے باغات میں میوے کھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ عیادت کر کے لوٹ آئے۔" یعنی عیادت کرنے والا ثواب کو اس طرح جمع کرتا ہے جیسے کوئی شخص کھجور کے باغ میں اس کا پھل جمع کرتا ہے۔"[1] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خرفہ باغ کو بھی کہتے ہیں اور باغ سے چنے ہوئے پھلوں کو بھی اور خود چننے کو بھی، یعنی چونکہ بیمار پُرسی کا ثواب جنت ہے اس لیے جو بیمار پرسی کرنے گیا گویا جنت ہی میں چلا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل پر پہنچ گیا۔"[2]

مریض کی عیادت کے 8 آداب:

(1)... مریض کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے۔ **(2)**... کم سوالات کرے۔ **(3)**... نرمی کا اظہار کرے۔ **(4)**... اس کی تندرستی کی دعا کرے۔ **(5)**... بدنگاہی سے خود کو بچائے۔ **(6)**... اجازت لیتے وقت دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو۔ **(7)**... اس کے گھر کا دروازہ آہستہ کھٹکھٹائے۔ **(8)**... جب پوچھا جائے کون؟ تو یہ نہ کہے "میں ہوں" (بلکہ نام بتائے) اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تحمید بجالائے۔[3]

عیادت کی فضیلت پر 4 فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) مریض کی کامل عیادت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پر رکھے اور اس سے اس کی طبیعت کے بارے میں پوچھے اور تمہارے سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔[4] **(2)** جو مریض کی عیادت کرتا ہے وہ جنت کے باغات میں بیٹھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو 70 ہزار فرشتے رات تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔[5] **(3)** جب بندہ مریض کی عیادت کرتا ہے تو وہ رحمت الٰہی کے سمندر میں غوطہ

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۴/۹، تحت الحدیث: ۱۵۲۷ ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۰۵۔

3 ... احیاء العلوم، ۲/۷۵۵ ملتقطا۔

4 ... ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی المصافحۃ، ۴/۳۳۵، حدیث: ۲۷۴۰۔

5 ... شعب الایمان، باب فی عیادۃ المریض، ۶/۵۳۱، حدیث: ۹۱۷۱۔

زن ہوتا ہے اور جب مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت الٰہی اس میں قرار پکڑتی ہے۔[1] **(4)** جب مسلمان اپنے بھائی کی عیادت یا اس کی زیارت کو جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: تو اچھا ہے، تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تو نے جنت میں گھر بنالیا۔[2]

حدیث نمبر:899

ستّر ہزار فرشتوں کی دعائے مغفرت

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَاِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ."[3]

ترجمہ: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم فرماتے ہیں کہ میں نے **رسول اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو ستّر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور عیادت کرنے والے کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔"

معمولی سی نیکی لاتعداد فرشتوں کی دعا کا سبب:

"خریف" چنے ہوئے پھلوں کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی بیمار پُرسی معمولی سی نیکی معلوم ہوتی ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بشرطیکہ صرف رضائے الٰہی کے لیے ہو۔[4] عَلَّامَه بَدْرُ الدِّيْن عَيْنِی حَنَفِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ رات میں بھی مریض کی عیادت کر سکتے ہیں (جبکہ مریض کو پریشانی نہ ہو)۔ یہ حدیث اُس حدیث کی طرح ہے جس میں فرمایا کہ عیادت کرنے والا جنت کے باغوں میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عیادت کرنے

1 . . . موطا امام مالک، کتاب العین، باب عیادۃ المریض والطیرۃ، ۲/ ۴۲۳، حدیث: ۱۸۱۱۔

2 . . . مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۲۵۱، حدیث: ۸۵۴۴۔

3 . . . ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، ۲/ ۲۹۰، حدیث: ۹۷۱۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۱۵۔

والا اپنی اِس کوشش کی وجہ سے جنت اور اُس کے پھلوں کا مستحق بن جاتا ہے۔“[1]

مریض کی عیادت کب کی جائے؟

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مریض کی عیادت وقفہ کے ساتھ کرو (یعنی پہلے دن کی عیادت کے بعد) دو دن چھوڑ کر چوتھے دن عیادت کرو۔“[2] حضرت سیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”افضل عیادت وہ ہے جس میں تخفیف ہو۔“ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”ایک بار مریض کی عیادت کرنا سنت اور ایک سے زیادہ مرتبہ نفل ہے۔“ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ”مریض کی عیادت تین دن کے بعد ہے۔“[3]

حدیث نمبر:900

اور وہ مسلمان ہو گیا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ غُلَامٌ یَھُوْدِیٌّ یَخْدُمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَعُوْدُہُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِہٖ، فَقَالَ لَہُ: اَسْلِمْ، فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَ عِنْدَہُ فَقَالَ: اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ، فَاَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، وَھُوَ یَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہُ مِنَ النَّارِ.[4]

ترجمہ: حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”ایک یہودی لڑکا حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت گزاری کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور اُس کے سرہانے بیٹھ کر ارشاد فرمایا: ”اسلام قبول کر لو۔“ اُس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو وہ بولا: ”ابو القاسم (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی بات مان لو، تو اُس لڑکے نے اسلام قبول کر لیا۔ پس نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہاں سے یہ فرماتے ہوئے اٹھے: ”شکر ہے اُس خدا کا جس نے اِسے دوزخ سے بچا لیا۔“

---

1. . . شرح ابی داود، کتاب الجنائز، باب من عاد مریضا وھو علی وضوء، ۶/۱۷، تحت الحدیث: ۳۰۹۷۔
2. . . موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، ۴/۲۸۳، حدیث: ۲۰۳۔
3. . . احیاء العلوم، ۲/۷۵۸۔
4. . . بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات۔۔۔الخ، ۱/۴۵۶، حدیث: ۱۳۵۶۔

خدمتِ مصطفٰے کا عظیم صلہ:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس یہودی بچہ کا نام عبد القدوس تھا جو اپنی خوشی سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے بچے اگر بخوشی ہماری صحبت یا خدمت اختیار کریں تو انہیں روکنا نہ چاہیئے، بسا اوقات اس سے انہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ اس (حدیث) سے معلوم ہوا کہ (ذمی) کافر و فاسق کی بیمار پرسی جائز ہے اور بیمار پرسی کے وقت بیمار کے سرہانے بیٹھنا سنت ہے اور کافر بچے کو بھی ایمان کی تلقین کرنا درست ہے اور کافر بچے کا ایمان قبول ہے جبکہ وہ سمجھ دار ہو اور یہ کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے خدام کو بھولتے نہیں، مرتے وقت بھی اُن کی امداد کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ہم گنہگاروں کو امید بندھتی ہے کہ اِنْ شَاءَاللہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم کو مرتے وقت نہ بھولیں گے، اُس وقت ہماری دستگیری فرمائیں گے۔ علما فرماتے ہیں کہ اب بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے خاص خدام کو ان کے مرتے وقت کلمہ پڑھانے تشریف لاتے ہیں، ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے مرتے وقت حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری کی خبر حاضرین کو دی خود بستر مرگ پر اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین سے کہا تعظیم کرو! حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آگئے۔ (یہ بھی) معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی۔ دیکھو اس بچہ نے اس خدمت پاک کی برکت سے مرتے وقت ایمان پالیا۔ ربّ تعالیٰ فقیر کی یہ دینی خدمات قبول فرمائے اور اس بچہ کے طفیل سے مجھے بھی مرتے وقت کلمہ نصیب کرے۔ آمین! مرتے وقت کا ایمان بھی قبول ہے غرغرہ سے پہلے اور بچے کا ایمان بھی معتبر۔ خیال رہے کہ مشرکین و کفار کے وہ ناسمجھ بچے جنہیں بُرے بھلے کی تمیز نہ ہو اگر اسی حال میں مرجائیں تو جہنمی نہیں کہ رب بغیر قصور کسی کو عذاب نہیں دیتا لیکن باشعور بچے جہنمی ہیں، چونکہ یہ بچہ سمجھدار تھا اگر بغیر ایمان مرجاتا تو دوزخ میں جاتا، لہٰذا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان بالکل درست ہے کہ ایمان کی وجہ سے اللہ نے اسے بالکل دوزخ سے بچالیا۔“[1]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۲۶ ملتقطاً۔

حدیث سے حاصل ہونے والے مسائل:

عَلّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ اتنا سمجھ دار بچہ جسے اِسلام اور کفر کا پتا ہو اگر ایمان نہ لائے تو عذاب کا مستحق ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس حدیث میں فرمایا: ”شکر ہے اُس خدا کا جس نے اِسے دوزخ سے بچایا۔“ یہ بھی پتا چلا کہ ذِمّیوں کی عیادت کرنا جائز ہے خصوصاً جب کہ وہ ذمّی پڑوسی ہو اس لیے کہ اس میں اسلام کے حُسن کا اظہار ہے اور اُن کے ساتھ الفت کا اظہار ہے تاکہ وہ اسلام کی طرف راغب ہوں۔ کافروں سے اور بچوں سے خدمت لینا جائز ہے۔ نیز اس حدیث میں کافر بچوں پر اسلام پیش کرنے کا بھی ثبوت ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”فاروق“ کے 5 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بیمار پُرسی کے وقت بیمار کے سرہانے بیٹھنا چاہیے جبکہ ممکن ہو۔

(2) اتنا سمجھ دار بچہ جسے کفر و ایمان کی سمجھ ہو اگر ایمان قبول کئے بغیر مر جائے تو عذابِ نار کا مستحق ہے۔

(3) عیادت کرنے والا ابتدائے عیادت سے واپس لوٹنے تک جنت کے پھل چنتا رہتا ہے۔

(4) عیادت کے وقت مریض کے پاس اتنی دیر تک نہیں بیٹھنا چاہئے کہ اسے تکلیف یا اُکتاہٹ ہو۔

(5) مریض کی عیادت بظاہر ایک معمولی عمل ہے مگر اس کا اجر اتنا عظیم ہے کہ ستر ہزار فرشتے عیادت کرنے والے کے لیے دعا کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بیمار پرسی کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات۔۔۔ الخ، ۶/۲۴۲، تحت الحدیث: ۱۳۵۶ ملخصاً۔

باب نمبر:145

مریض کیلئے دعا کیسے کی جائے؟

مریض کی عیادت بہت بڑی نیکی ہے۔اس سے مریض کو تسکین ہوتی ہے، غم ہلکا ہو جاتا ہے، مریض کے ساتھ ساتھ اہلِ خانہ کو بھی ڈھارس ہوتی ہے، فرشتے عیادت کرنے والے کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، باہم ہمدردی کا اِظہار ہوتا ہے، معاشرے پر خوشگوار اثر پڑتا ہے، دِلوں کی کدُورت دور ہوتی ہے، مریض کو دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے، آخرت کی تیاری کا ذہن بنتا ہے،اس کے علاوہ بھی کئی دینی اور دنیوی فوائد حاصل ہوسکتے ہیں مگر یہ سب اسی کے لئے ہیں جو عیادت کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عیادت کرے ورنہ عیادت کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مریض کو فائدہ پہنچانے کے بجائے اُلٹا نقصان کا باعث بن جاتی ہے، عیادت کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ مریض کو دعا دی جائے اور دعا بھی ایسی ہو جو اسے خوش کرے مثلاً صحت و تندرستی کی دعا، درازیٔ عمر بالخیر کی دعا وغیرہ۔ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"مریض کیلئے دعا کیسے کی جائے؟"** اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 9 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:901

مِٹّی اور لُعابِ دَہن سے علاج

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ، اَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ اَوْ جُرْحٌ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُصْبُعِهِ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الرَّاوِي سَبَّابَتَهُ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ: بِسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ اَرْضِنَا، بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى بِهِ سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا. (1)

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کسی بیماری کی شکایت کرتا یا اُسے کوئی زخم یا پھوڑا ہو جاتا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی انگلی سے اِس طرح اِشارہ کرتے ہوئے فرماتے (پھر حدیث کے ایک راوی حضرت سفیان بن عیینہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھی پھر اٹھائی): "**اللہ** کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی جو ہمارے

(1) ... مسلم، کتاب الطب، باب استحباب الرقية من العين... الخ، ص ۹۳۰، حدیث: ۵۷۱۹۔

بعض کے لعاب سے ملی ہوتی ہے، بحکم پروردگار اس سے ہمارے مریض کو شفا دی جاتی ہے۔“

خاکِ مدینہ میں شفا ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مریض کو دم کرتے وقت) اَوَّلاً آپ مرض کی جگہ انگلی رکھتے پھر انگلی پر کچھ لعاب شریف لگا کر مٹی لگاتے، پھر اس کا لیپ مرض کی جگہ کر دیتے اور یہ فرماتے جاتے کہ بفضلہٖ تعالیٰ ہمارا لُعاب اور مدینہ کی مٹی شفا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ بیماری پر ٹوٹکے اور منتر جائز ہیں بشرطیکہ اس کے الفاظ کفریہ نہ ہوں اور کوئی کام حرام نہ ہو، اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے اور وہ بھی کہ نظر بد میں نظر والے کے ہاتھ پاؤں کو دھلا کر بیمار کو چھینٹا مار دو، شامی نے نظر اور جادو دفع کرنے کے بہت ٹوٹکے بیان فرمائے ہیں۔ ❁ دوسرے یہ کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا لعاب شریف شفا ہے، بعض صوفیا دم کرتے وقت کچھ لعاب بھی ڈال دیتے ہیں، اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ ❁ تیسرے یہ کہ مدینہ پاک کی مٹی شفا ہے وہاں کی خاک کو جو خاکِ شفا کہا جاتا ہے، اس کی اصل یہ حدیث ہے۔“[1] مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”بے شک! مدینہ کی مٹی خاک شفا ہے اسی طرح ہر شخص کے لیے اس کے وطن کی مٹی میں بھی شفا ہوتی ہے۔ چنانچہ علما فرماتے ہیں کہ مسافر کو ماحولیاتی تبدیلی کی وجہ سے لاحق ہونے والی بیماریوں سے بچانے اور مزاج کو اپنی حالت پر برقرار رکھنے کے لیے اپنے وطن کی مٹی بھی بہت فائدہ مند ثابت ہوتی ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ مسافر اگر اپنے علاقہ کا پانی سفر پر ساتھ نہیں لے جاسکتا تو اس کے لیے مناسب ہے کہ تھوڑی سی مٹی اپنے ساتھ رکھ لے اور جہاں بھی پانی پیے تھوڑی سی مٹی پانی کے برتن میں ڈال دے اور پھر پانی پیے اس کی وجہ سے آب و ہوا بدلنے سے جو بیماریاں لگتی ہیں ان سے محفوظ رہے گا۔“[2]

حدیث نمبر: 902

اللہ ہی شفا دینے والا ہے

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعُوْدُ بَعْضَ اَھْلِہٖ یَمْسَحُ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۰۷۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۴/۱۲، تحت الحدیث: ۱۵۳۱ ملخصاً۔

وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، اَذْهِبِ الْبَاْسَ، وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب اپنے گھر والوں میں سے کسی کی عیادت فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ مریض پر پھیرتے ہوئے دعا فرماتے: "اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، اَذْهِبِ الْبَاْسَ، وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا" یعنی اے اللہ! لوگوں کے رب، تکلیف دور کردے اور شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا عطا کر جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے۔

مریض پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے:

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار پر ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے تاکہ کلام کی برکت کے ساتھ ہاتھ کی برکت بھی مریض کو پہنچے، یہ حدیث صوفیا کے اس عمل کی اصل ہے۔[2] (یعنی صوفیا کرام کی بارگاہ میں جب کوئی عقیدت مند یا مریض حاضر ہوتا ہے تو وہ برکت کے لیے اس کے سر یا پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیتے ہیں، یہ حدیث اس عمل کی اصل ہے)۔ مرقاۃ المفاتیح میں ہے: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا میں فرمایا: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی شافی ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں۔" یعنی طبیب کی تدبیر اور دوا مریض کو نفع نہیں پہنچا سکتی جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ شفا عطا نہ فرمائے اور اس دوا میں شفا پیدا نہ فرمادے۔"[3]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "دوا بیماری دور کرنے میں مؤثر تو ہے مگر مستقل مؤثر نہیں بلکہ ارادۂ الٰہی کے تابع ہے وہ چاہے تو دوا کو مؤثر بنادے، جب اللہ تعالیٰ کسی بیمار کی شفا نہیں چاہتا تو دوا اور مرض کے درمیان ایک فرشتے کے ذریعے آڑ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے دوا مرض پر واقع نہیں ہوتی، جب شفا کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جس سے دوا مرض پر واقع ہوتی ہے اور شفا ہو جاتی ہے۔ ہم نے بہت بیماروں کو دیکھا کہ دوا اُن کے حلق سے نیچے نہیں

1 . . . بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/ ۳۳، حدیث: ۵۷۴۳ بتغیر۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۷۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۴/ ۱۲، ۱۳، تحت الحدیث: ۱۵۳۰ ملخصا۔

اُترتی بعد موت ان کے منہ سے دوا نکلتی ہے یہ ہے وہ آڑ۔“[1]

ہمیشہ کامل نعمت مانگنی چاہیے:

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا کے آخر میں فرمایا کہ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ایسی شفا عطا کر جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے۔” اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کامل نعمت کی دعا مانگو یعنی وہ شفا دے جو بیماری اور کمزوری سب کچھ دور کر دے۔[2] حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی اس دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات مریض کو موجودہ بیماری سے تو شفا نصیب ہو جاتی ہے لیکن وہ بیماری اپنے پیچھے کوئی اور مرض چھوڑ جاتی ہے اس لیے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایسی شفا کی دعا مانگی کہ جس کے بعد کوئی بیماری نہ ہو۔ یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ مرض تو گناہوں کے کفارے اور ثواب کے حصول کا سبب ہے تو پھر اس سے نجات کی دعا کیوں مانگی جا رہی ہے؟ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ دعا کرنا خود ایک عبادت ہے اور یہ گناہوں کے کفارے اور ثواب کے منافی نہیں ہے کیوں کہ یہ دونوں چیزیں تو مرض کے آنے اور اس پر صبر کرنے ہی سے حاصل ہو جاتی ہیں، دعا ان چیزوں کے حصول میں رکاوٹ نہیں بنتی۔“[3]

حدیث نمبر:903

دَمِ مُصطفٰے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّہُ قَالَ لِثَابِتٍ رَحِمَہُ اللہُ: اَلَا اَرْقِیْكَ بِرُقْیَةِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: بَلٰی، قَالَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَاْسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ، لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ثابت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے **فرمایا**: کیا میں تمہیں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم والا دم نہ کر دوں؟ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں، ضرور۔ چنانچہ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۱۴ ملتقطا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۷۔

3 ... فیض القدیر، حرف الهمزة، ۲/ ۱۹۰، تحت الحدیث: ۱۵۵۱ ملخصا۔

4 ... بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی صلی الله علیه وسلم، ۴/ ۳۲، حدیث: ۵۷۴۲۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ کلمات پڑھے: ”اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْھِبَ الْبَاْسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ، لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا“ یعنی اے اللہ! لوگوں کے رب، تکلیف دور کرنے والے، شفا عطا فرما توہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں، ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کو نہ چھوڑے۔

دم کرنے کی تین شرائط:

حدیثِ مذکور کا پسِ منظر کچھ یوں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی کہ میں بیمار ہوں تو حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اُن کلمات سے دم نہ کردوں جن سے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دم فرمایا کرتے تھے، حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کی: کیوں نہیں۔ تو حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مذکورہ دعا پڑھ کر دم فرمایا۔ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں اس بات پر دلیل ہے کہ ہر تکلیف میں دم کرنا جائز ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ہمارے اَسلاف کے درمیان دم کرنا بہت عام تھا۔“[1] عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”علما کا اس بات پر اِجماع ہے کہ تین شرائط کے ساتھ دَم کرنا جائز ہے: **(1)** جن الفاظ سے دم کیا جارہا ہے وہ الفاظ اللہ تعالٰی کے کلام یا اس کے اَسماء یا اس کی صفات پر مشتمل ہوں۔ **(2)** دم عربی زبان میں کیا جائے یا اس زبان میں کیا جائے جس کے معنی سمجھ میں آتے ہوں۔ **(3)** یہ اِعتقاد رکھنا کہ دم بذاتِ خود مؤثر نہیں ہے بلکہ مؤثر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”رحمتِ نبوی“ کے 8 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) ہر طرح کی بیماری اور تکلیف میں دم کرنا جائز ہے۔

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب عیادۃ المریض، باب فیما یدعی بہ للمریض، ۳/۲۷۸، تحت الحدیث: ۹۰۱۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات، ۱۱/۱۶۶، تحت الحدیث: ۵۷۳۵۔

(2) دوا اسی وقت اثر کرتی ہے جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ چاہتا ہے۔

(3) بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام بکثرت مریضوں کی عیادت کرتے اور انہیں دم کیا کرتے تھے۔

(4) دم صرف ان کلمات سے کیا جاسکتا ہے جن کے معانی شریعت کے خلاف نہ ہوں۔

(5) مدینے کی مٹی میں شفا ہے، طبیبوں کے طبیب، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ کی مبارک مٹی اور اپنے لعابِ دَہن سے مریضوں کا علاج فرمایا۔

(6) اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ہمیشہ کامل نعمت مانگنی چاہیے اسی طرح شفا بھی ایسی مانگنی چاہیے جس کے بعد کوئی بیماری نہ ہو۔

(7) بیماری گناہوں کا کفارہ اور بلندئ درجات کا سبب بنتی ہے۔

(8) دنیا عالَم اسباب ہے، اس میں کام کے وقوع کا کوئی نہ کوئی ظاہری سبب ضرور ہوتا ہے مگر سبب حقیقی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا حکم ہی ہے اسی کے چاہنے سے اَشیاء میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، وہ نہ چاہے تو تمام اَسباب کے ہوتے ہوئے بھی کام کی تکمیل نہ ہو۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلاف کے طریقے کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:904

خوش نصیب مریض

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری عیادت فرمائی اور دعا کی: "اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما، اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما،

1 . . . مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث، ص ۲۸۲، حدیث: ۴۲۱۵ ماخوذا۔

اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔“

حدیث پاک کا پس منظر:

ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مومنوں پر رَءُوف رحیم ہیں، طرح طرح سے اپنے غلاموں کی دِلجوئی فرماتے ہیں، ان کی خوشی غمی میں شریک ہوتے ہیں، بیمار ہو جائیں تو عیادت کے لئے تشریف لاتے ہیں، دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ بیمار جس کی عیادت کے لیے طبیبوں کے طبیب، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود تشریف لائیں۔

سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے
حال بگڑا ہے تو بیمار کی بَن آئی ہے

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی انہیں خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کی عیادت خود نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمائی اور انہیں اپنی مقبول دعاؤں سے نوازا، جب مصطفےٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ان کی عیادت کے لیے تشریف لئے گئے، وہاں انہیں روتا ہوا پایا، رونے کی وجہ پوچھی تو عرض کی: ”مجھے ڈر ہے کہ میں جس شہر مکہ سے رِضائے الٰہی کیلئے ہجرت کر چکا ہوں کہیں اسی میں میرا انتقال نہ ہو جائے جیسے حضرت سعد بن خولہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہوا، اس پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے لئے شفایابی کی دعا فرمائی۔“[1] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا قبول فرمائی اور حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شفا دی اور اس کے بعد ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہی ہوا۔“[2]

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیمار پُرسی فرمائی، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مریض کی

---

1 . . . مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث، ص ٦٨٢، حدیث: ٤٢١٥ ملخصا۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب المرضی، باب وضع الید علی المریض، ١٤/ ٦٥٤، تحت الحدیث: ٥٦٥٩۔

عیادت کرنا مستحب ہے اور یہ امام کے لیے بھی اسی طرح مستحب ہے جیسے ہر عام شخص کے لیے۔“[1]

مریض کو دعا دیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں بھی اپنے بیمار عزیز و اقارب اور دیگر مسلمان بھائیوں کی عیادت کے لیے جانا چاہیے اور اگر وہ ہم سے دور کسی اور مقام پر قیام پذیر ہوں تو حتی الامکان کوشش فرما کر ان کے گھر یا ہسپتال وغیرہ میں حاضر ہو کر ان کی بیمار پرسی کیجئے یا فون وغیرہ کے ذریعے ان کی خیر خبر لیجئے اور جب بھی کسی مریض کی عیادت کے لیے جائیں تو اس کے لیے دعائے شفا بھی کریں کہ جب حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عیادت کی تو ان کے لیے شفا کی دعا بھی فرمائی۔

حدیث نمبر: 905

جسم کا درد زائل کرنے والی دعا

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ شَكَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا، يَجِدُهُ فِیْ جَسَدِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِیْ تَاَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ: بِسْمِ اللهِ ثَلَاثًا، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عبد اللہ عثمان بن ابو العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اپنے جسم میں درد کی شکایت کی تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے **فرمایا:** اپنا ہاتھ اپنے جسم کے اس حصے پر رکھو جہاں درد ہے اور تین بار بِسْمِ الله پڑھو اور سات بار (یہ دعا) پڑھو: ”اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت کے ساتھ میں اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جسے میں پا رہا ہوں اور جس کا مجھے ڈر ہے۔

حضور کی بارگاہ میں بیماری کی شکایت:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا عثمان بن ابو العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الوصیة، ۲/ ۷، الجزء الحادی عشر۔

2 ... مسلم، کتاب الطب، باب استحباب وضع یده علی موضع الالم مع الدعاء، ص ۹۳۲، حدیث: ۵۷۳۷ بتغیر۔

وَالسَّلَام سے اپنے جسم میں درد کی شکایت کی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں درد سے نجات کی دعا ارشاد فرمائی، اس دعا کی برکت سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو درد سے خلاصی نصیب ہوئی۔" اس سے معلوم ہوا کہ بیماری، ناداری اور تمام مصائب کی شکایات حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کر سکتے ہیں۔ ہم گنہگاروں کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فریاد کرنا اسی حدیث سے ماخوذ ہے، اس میں رب سے ناراضی نہیں بلکہ اپنے شہنشاہ سے فریاد ہے اور دفعیہ کے لیے عرض معروض ہے جیسے مظلوم حاکم سے اور بیمار حکیم سے اپنی شکایات پیش کرتے ہیں۔"[1] عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو درد کی جگہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس بات کی تعلیم دینا چاہتے تھے کہ دم کرنے والے کا مریض پر ہاتھ رکھنا مریض کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ حدیث مذکور میں بِسْمِ اللّٰہ سے مراد مکمل بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ہے۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سات مرتبہ "اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ" پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا، یہ طبِ الٰہی سے علاج ہے کیونکہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہے اور اس دعا کو پڑھنے والے کا خود کو اس کے سپرد کرنا ہے اور اس کی عزت سے پناہ طلب کرنا ہے اور اس دعا کی بار بار تکرار مریض کو بہت فائدہ پہنچاتی ہے اور اس کا خوب اثر ہوتا ہے جیسا کہ طبیب کی دوا بار بار استعمال کرنے سے انسان کے بدن سے نقصان دہ مادے نکل جاتے ہیں اسی طرح اس دعا کی تکرار کرنے یعنی سات بار پڑھنے سے مریض کی حالت اچھی ہو جاتی ہے اور اس دعا کو سات مرتبہ ہی پڑھا جائے کہ اس میں ایک خاص تاثیر ہے اور وہ تاثیر سات کے علاوہ کسی اور عدد میں نہیں پائی جاتی۔[2] "ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ یہ دعا تکلیف دور کرتی ہے یا اس میں کمی کر دیتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا سچی نیت اور کامل یقین کے ساتھ یہ دعا پڑھے کہ مجھے اس دعا سے فائدہ ہو گا۔"[3]

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جسم کے جس حصہ میں درد ہو

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۰۸۔

2 ... فیض القدیر، حرف الضاد، ۴/۳۲۷، ۳۲۸، تحت الحدیث: ۵۲۲۰ ملخصاً۔

3 ... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۱/۶۹۳، تحت الحدیث: ۱۳۸۔

اس جگہ پر ہاتھ رکھ کر مذکورہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔"[1] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ ان صحابی نے خود ہی دعا نہ مانگی بلکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اجازت لے کر دعا کی۔ مشائخ کرام سے جو وظیفوں اور دعاؤں کی اجازت لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، اجازت سے عمل کی تاثیر بڑھ جاتی ہے، دعائیں کارتوس ہیں اور بزرگوں کی زبان اور اجازت رائفل، بغیر رائفل شیر مارنے والا کارتوس مرغی کو نہیں مار سکتا۔"[2]

حدیث نمبر:906

شفا دِلانے والی دعا

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَمْ یَحْضُرْہُ اَجَلُہُ، فَقَالَ عِنْدَہُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: اَسْاَلُ اللہَ الْعَظِیْمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، اَنْ یَّشْفِیَکَ اِلَّا عَافَاہُ اللہُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَرَضِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جو بندہ ایسے مریض کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت نہ آیا ہو اور وہ اس کے پاس سات مرتبہ یہ پڑھے: "اَسْاَلُ اللہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ" یعنی میں عظمت والے ربّ، عرشِ عظیم کے مالک سے تیری شفایابی کی دعا کرتا ہوں۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے شفا عطا فرماتا ہے۔

شفا ملنے کی صورتیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ مریض کے سامنے یہ دعا پڑھنے سے مریض کو شفا نصیب ہوگی) یہ حکم تغلیبی ہے یعنی اکثر شفا ہوگی یا مطلب یہ ہے کہ اگر اس عمل کے تمام شرائط جمع ہوں تو بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی ضرور شفا ہوگی۔ اگر کبھی شفا نہ ہو تو سمجھو کہ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی ہے، **اللہ**، رسول سچے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت کا علاج نہیں۔ نیز اگر قریب المرگ پر یہ دعا پڑھی جائے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی جان کنی آسان ہوگی اور

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ...الخ، ۷/۱۸۹، الجزء الرابع عشر۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۰۸۔

3 ... ابو داود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ۳/۲۵۱، حدیث: ۳۱۰۶ بتغیر۔

ایمان پر خاتمہ نصیب ہو گا۔ غرضکہ دعا رائیگاں نہ جائے گی، شفائے ظاہر نہ ہو تو شفائے باطن ہو گی۔"[1]

حدیث نمبر:907

بیماری گناھوں سے پاک کرنے والی ھے

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم دَخَلَ عَلٰی اَعْرَابِیٍّ یَعُوْدُہٗ، وَکَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰی مَنْ یَعُوْدُہٗ، قَالَ: لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللهُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک اَعرابی کی بیمار پُرسی کے لیے تشریف لے گئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب بھی کسی کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے: "لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللهُ یعنی کوئی ڈر نہیں، اگر **اللہ** نے چاہا تو یہ بیماری پاک کرنے والی ہے۔"

اس حدیث میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طرزِ عیادت کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام جب کسی مریض کی بیمار پُرسی کے لیے جاتے تو فرماتے: "لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللهُ۔"

ہر امیر و غریب کی عیادت کی جائے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے لیے اپنی رعایا میں سے کسی کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ مریض سخت طبیعت دیہاتی ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح عالم کے لیے جاہل کی عیادت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ عالم اسے اچھی باتیں سکھائے گا، اسے نفع بخش نصیحت کرے گا، اُسے صبر کرنے کا حکم دے گا اور اُسے تسلی وغیرہ دے گا جس سے اس کا اور اس کے گھر والوں کا دل خوش ہو گا۔"[3]

مرآۃ المناجیح میں اس دعا کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے: "یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۱۶ ملخصا۔

2 ... بخاری، کتاب المرضی، باب عیادۃ الاعراب، ۴/۷، حدیث: ۵۶۵۶ بتغیر۔

3 ... فیض القدیر، حرف الکاف، باب (کان) وھی الشمائل الشریفۃ، ۵/۱۶۷، تحت الحدیث: ۶۶۴۷۔

بیماریوں سے بچاؤ، کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں، ایک زکام پچپن بیماریوں کو دور رکھتا ہے، خارش والے کو کبھی کوڑھ نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاقِ کریمانہ معلوم ہوئے کہ ہر غریب و امیر کے گھر بیمار پُرسی کے واسطے تشریف لے جاتے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ! کیسا پاکیزہ کلمہ ہے کہ ایک (لفظ) طَهُوْر میں جسمانی، جناتی، روحانی صفائیوں کا ذکر فرما دیا۔"[1]

عیادت کرنے والا مریض کو تسلی دے:

"سنت یہ ہے کہ عیادت کرنے والا مریض کو تسلی دے تاکہ اُسے درد و تکلیف میں کمی محسوس ہو اور اُسے سمجھائے کہ بیماری بُرے اَعمال کا کفارہ ہوتی ہے اور مریض کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ اُس سے یوں کہے کہ کوئی پریشانی کی بات نہیں، تمہیں جو بیماری پہنچی ہے یہ گناہوں کے کفارے کا سبب بنے گی، یہ تکلیف دور ہو جائے گی، تم ٹھیک ہو جاؤ گے اور تمہیں اس مرض پر ثواب ملے گا، اُس سے اس طرح کی باتیں کرے تاکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر پر ناراض نہ ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اُسے شیطان کے بہکاوے سے بچائیں کیونکہ اکثر ایسے موقعوں پر شیطان مریض کے منہ سے ناشکری اور تقدیر پر راضی نہ ہونے والے کلمات ادا کروا دیتا ہے اسی لیے مریض کے سامنے تسلی آمیز باتیں کرنی چاہئیں تاکہ اس کا دل مطمئن رہے۔ نیز مریض کو بھی چاہیے کہ عیادت کرنے والے کا جواب اچھے انداز میں دے اور عیادت کرنے والا اُس سے جو بھی اچھی بات کہے اور اُسے بیماری کے عوض ملنے والے ثواب کے بارے میں جو فضیلت بیان کرے اُسے قبول کرے۔"[2]

مدنی گلدستہ

جنت کے 8 دروازوں کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۰۶۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب المرضی، باب ما یقال للمریض وما یجیب، ۹/ ۳۸۲ ماخوذاً۔

(1) بیماری گناہوں سے پاک کرتی ہے اور ایک چھوٹی بیماری کئی بڑی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

(2) صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ ان کی وفات مدینہ پاک میں ہو۔

(3) نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہر امیر و غریب مسلمان کی عیادت کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(4) دم کرنے والے کا مریض پر ہاتھ رکھنا مریض کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

(5) عیادت کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کو تسلی دے تندرستی کی امید دلائے اور صبر و شکر کا درس دے۔

(6) زکام پچپن بیماریوں سے بچاتا ہے اور خارش والے کو کبھی کوڑھ کا مرض نہیں ہوتا۔

(7) مریض کو چاہیے کہ عیادت کرنے والا اُس سے جو بھی اچھی بات کہے یا اُسے بیماری کے فضائل بتائے انہیں قبول کرے اور اچھے انداز میں جواب دے۔

(8) حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بیماری و مصائب کی شکایت کرنا جائز ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے مریض کا حکیم کو اپنی بیماری بتانا یا مظلوم کا حاکم کے سامنے اپنا دُکھ درد بیان کرنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام روحانی جسمانی بیماریوں سے بچائے۔

آمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:908

حضرت جبریل کا حضور کو دم کرنا

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اشْتَكَيْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اَللهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا جبریل عَلَيْهِ السَّلَام نبی

---

1 . . . مسلم، کتاب الطب، باب الطب والمرض والرقی، ص ۸۲۷، حدیث: ۵۷۰۰۔

کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کیا آپ بیماری کی وجہ تکلیف محسوس کر رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں، حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ کلمات کہے: ”بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ یعنی میں **اللہ** کے نام سے آپ کو دَم کرتا ہوں ہر ایذاء پہنچانے والی چیز سے، ہر نفس کی شرارت یا حاسد کی نظر سے، **اللہ** آپ کو شفاعطا فرمائے، میں **اللہ** کے نام سے آپ کو دَم کرتا ہوں۔“

رب کی طرف سے مزاج پُرسی:

حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت اَقدس میں حاضر ہو کر آپ کی مزاج پُرسی فرمائی۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”حضرت جبریل خود نہ آئے تھے بلکہ ربّ نے بھیجا تھا، یہ مزاج پُرسی رب کی طرف سے تھی، قرآنِ کریم فرماتا ہے: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ﴾ (پ۱۶، مریم: ۶۴) (ترجمۂ کنز الایمان: (اور جبریل نے محبوب سے عرض کی) ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے۔) اس سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبوبیت کا پتہ لگا کہ رب ان کی مزاج پُرسی کرے اور رب ہی جبریل کو بھیج کر ان پر دم کرائے۔ شعر

سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے
حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے[1]

دو اِشکال اور اُن کے جوابات:

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا کہ کیا آپ بیمار ہیں؟ تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ہاں، اس پر حضرت جبریل نے حدیثِ پاک میں مذکور دعا کے ذریعے آپ پر دم کیا۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۹۔

ہے کہ حضرت جبریل نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دم کیا جبکہ ایک دوسری حدیثِ پاک میں ہے کہ جنت میں بے حساب وہ لوگ داخل ہوں گے کہ جو نہ دم کریں گے، نہ کروائیں گے اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرنے والے ہوں گے، بظاہر ان احادیث میں تعارض نظر آتا ہے لیکن ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ جن حدیثوں میں دم نہ کرنے کو اچھا کہا گیا ہے ان سے مراد وہ دم ہے جس میں کفار کے کلمات ہوں یا وہ دم مجہول ہو اور عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ہو تو ایسا دم کرنا مذموم ہے کیونکہ اس دم میں کفریہ معنی یا کفر کے قریبی معنی یا کوئی ناپسندیدہ معنی پائے جانے کا احتمال ہے بہر حال قرآنی آیات اور معروف اَذکار و دعائیں پڑھ کر دم کرنا منع نہیں بلکہ سنت ہے۔ یہاں ایک اور اشکال ہے کہ ایک حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ دم نظرِ بد اور بخار ہی میں کیا جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور وجہ سے دم نہیں کرنا چاہیے، علما اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ دم صرف نظرِ بد اور بخار ہی میں جائز ہے اور کسی چیز میں جائز نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور وجہ سے دم کرنے کے مقابلے میں نظرِ بد اور بخار میں دم کرنا زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے اور یہ دونوں باقی تمام چیزوں سے دم کی زیادہ حقدار ہیں، اس لیے کہ ان میں شدید نقصان ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ حدیثِ مذکور میں اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالٰی کے ناموں سے دم کیا جائے اور اس حدیثِ پاک میں دم کرنے اور دعائیں پڑھنے اور ان کی بار بار تکرار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:909

نارِ جہنم سے بچانے والے کلمات

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا: اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ، فَقَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَکْبَرُ. وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْكَ لَهُ، قَالَ: یَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْكَ لِیْ. وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ لَهُ

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ۷/ ۱۶۹، ۱۷۰، الجزء الرابع عشر ملخصاً۔

اَلْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِیَ الْمُلْكُ وَلِیَ الْحَمْدُ. وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ، وَکَانَ یَقُوْلُ: مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری اور حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ وہ دونوں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے کہا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ سب سے بڑا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتا ہے: "واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں سب سے بڑا ہوں۔" اور جب بندہ کہتا ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ یعنی اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میرے سوا کوئی معبود نہیں میں ایک ہوں میرا کوئی شریک نہیں" اور جب بندہ کہتا ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے لیے ہی بادشاہی ہے اور میرے لیے ہی تعریف ہے۔" اور جب بندہ کہتا ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ کی توفیق سے ہی ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میرے سوا کوئی معبود نہیں گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت میں ہی عطا کرنے والا ہوں۔" نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "جو اپنی بیماری میں یہ کلمات کہے اور پھر فوت ہو جائے تو اُسے جہنم کی آگ نہیں جلائے گی۔"

فرشتوں کے سامنے بندے کا ذِکر:

حدیثِ مذکور میں وہ مبارک کلمات بیان کیے گئے ہیں کہ جنہیں بندہ بیماری کی حالت میں پڑھ لے اور پھر فوت ہو جائے تو ان کلمات کی برکت سے وہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ حدیث پاک میں چار کلمات بیان کیے گئے ہیں، جب بندہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ" کہتا ہے تو رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرا

---

1 . . . ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول العبد اذا مرض، ٥/ ٢٧١، حدیث: ٣٤٤١ بتغیر۔

فلاں بندہ یہ پڑھ رہا ہے اور وہ سچا ہے سچ کہہ رہا ہے۔ سُبْحَانَ اللہ! بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اس کی تھوڑی سی لب کی حرکت سے اس کا ذکر بارگاہِ رب العالمین میں فرشتوں کے سامنے آجائے اور ساتھ میں خود رب تعالیٰ تصدیق بھی فرمادے۔ پھر جب بندہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ'' کہتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں۔'' پھر بندہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ'' کہتا ہے تو ربِّ کریم فرماتا ہے: ''میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے لیے ہی بادشاہی اور میرے لیے ہی تعریف ہے۔'' پھر جب بندہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے سوا کوئی معبود نہیں میں ہی گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت عطا کرتا ہوں۔''

مرآۃ المناجیح میں ہے: ''خیال رہے کہ لَاحَوْل شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے یہ ہی بندگی کا مدار ہے اسی لیے یہ جنت کا خزانہ ہے۔ حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے میں بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت، اس کے کرم کے بغیر بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کرسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دَین، اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیا وانبیا کی کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان نے تین میل سے دور چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی، حضرت آصف بن برخیا پل بھر میں یمن سے تختِ بلقیس لے آئے یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب، پنکھے، مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں پاور آجائے تو بہت طاقتور ہوجاتے ہیں، بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کردیتا ہے۔''[1] مزید فرماتے ہیں کہ بندہ رب سے کٹ کر کچھ نہیں نہ اس میں حَوْل رہتی ہے نہ قُوَّت مگر رب سے واصل ہو کر سب کچھ بن جاتا ہے کہ اس میں حول بھی آجاتی ہے اور قوت بھی، قطرہ دریا سے الگ ہو تو کچھ نہیں مگر دریا میں جاتے ہی اس میں روانی، طغیانی، فراوانی سب کچھ آجاتی ہے، شیشہ سائے میں رہے تو کچھ

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۴۱ ملخصاً۔

نہیں مگر آفتاب کے مقابل ہو کر اس میں شعاعیں روشنی تیزی دھوپ سب کچھ آجاتی ہے۔ اِلَّا بِاللّٰہ میں ب اِلصاق کی ہے یعنی اللہ سے مل کر بندے میں حول و قوت سب کچھ آجاتی ہے۔"[1] حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ جو بیماری کی حالت میں یہ کلمات پڑھ لے اُسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی۔"یعنی اُسے قبر حشر اور حشر سے فارغ ہونے کے بعد کبھی آگ کا عذاب نہ ہوگا اور جب وہ پل صراط سے گزر گیا تو آگ کا اس پر اثر نہ ہوگا۔ سُبْحَانَ اللہ! یہ کلمات ایسا روحانی مصالحہ ہیں جس کے لگ جانے سے جہنم کی آگ اثر نہیں کرتی۔"[2]

مدنی گلدستہ

پنجتن پاک کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، مخلوق کو جو کچھ عطا ہوا وہ عارضی طور پر ان کی ملکیت میں ہے۔

(2) نظر بد یا بخار کے مریض کو دم کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

(3) بندے میں رب تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ ظاہری طاقت ہے نہ باطنی قوت، رب کے کرم کے بغیر نہ بندہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے۔

(4) بندہ اپنے ربّ سے دور ہو کر کچھ نہیں کر سکتا جبکہ رب کا قرب پا کر سب کچھ کر سکتا ہے۔

(5) بیماری کا علاج دوا کے ساتھ ساتھ دم و دعا سے بھی کرنا چاہیے کہ دونوں ہی طریقے سنت ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں زمینی آسمانی بلاؤں سے محفوظ رکھے اور دِین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۴۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۴۵۔

باب نمبر:146

مریض کی طبیعت پوچھنا مُستَحَب ہے

مریض کے گھر والوں سے اس کی طبیعت پوچھنا مستحب ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام ہمیں رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور آپس میں محبت و اخوت کے ساتھ رہنے کا درس دیتا ہے۔ انسان کا اپنے گھر والوں، رشتے داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کے ساتھ تعلق زندگی کا لازمی حصہ ہے لہٰذا دینِ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ کس طرح رہنا ہے۔ اسی طرح بیماری و تندرستی بھی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے جب ہمارا کوئی جاننے والا بیمار پڑتا ہے تو اسلام ہمیں اس کی عیادت کرنے کا حکم دیتا ہے اور ساتھ ہی ہمیں عیادت کرنے کے آداب بھی سکھاتا ہے کہ کسی مریض کی عیادت کس انداز میں کرنی چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"مریض کے گھر والوں سے اس کی طبیعت پوچھنے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:910

مریض کا حال بتانے کا بہترین انداز

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَقَالَ النَّاسُ: يَا اَبَا الْحَسَنِ! كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبدالله** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس سے اُس بیماری کے دوران باہر نکلے جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصالِ ظاہری ہوا۔ لوگوں نے اُن سے (نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طبیعت معلوم کرتے ہوئے) پوچھا: "اے ابوالحسن! رسولُ **الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کس حال میں صبح

---

1. . . بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ٣/١٥٦، حدیث: ٤٤٤٧۔

کی ؟" حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ صحت میں صبح کی۔"

مریض کی عیادت کے آداب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر مریض سو رہا ہو یا اس کی طبیعت زیادہ خراب ہو تو عیادت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ مریض کے گھر والوں سے ہی اس کا حال پوچھ لیں۔ خود مریض کے پاس جاکر اس کی نیند خراب نہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے عیادت کرنے سے مریض کی نیند خراب ہو جائے یا شور شرابے کی وجہ سے اس کی مزید طبیعت خراب ہو اور وہ آپ کے آنے سے بجائے خوش ہونے کے اور ناراض ہو جائے، لہٰذا ایسی صورت میں مریض کے گھر والوں سے اس کی طبیعت معلوم کر کے واپس آجائیں۔ گھر والوں کو بھی چاہیے کہ وہ مریض کا اچھا حال بیان کریں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کریں شکوے شکایت والے جملے نہ بولیں نہ ہی چیخیں چلائیں کہ اس سے مریض کو بھی تکلیف ہوگی بلکہ اچھے انداز میں عیادت کرنے والوں کو مریض کا حال بتائیں، دعا کے لیے کہیں اور رخصت کریں۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** آپ کے مرض میں کوئی ہلکا پن نہ تھا مگر جناب علی نے یہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کے فضل سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قلب پاک تندرست ہے یا اِنْ شَآءَ اللہ آپ قریب صحت ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ بیمار پرسی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بیمار کا حال آنے والے سے پوچھ لیا جائے۔ ❁ دوسرے یہ کہ اگر بیمار کا حال خراب بھی ہو تب بھی لفظ اچھے بولے جائیں کہ اس میں فال بھی نیک ہے اور رحمتِ الٰہی کی امید بھی۔[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض کی شدت یا کسی اور وجہ سے مریض تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو گھر والوں سے اس کا حال پوچھنا مستحب ہے کیونکہ جب مریض کو اس بارے میں پتا چلے گا تو وہ خوش ہوگا۔ حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۲۷۔

لوگوں کو جو جواب دیا وہ اُن کے گمان کے مطابق تھا یا نیک فالی کے لئے ایسا کہا۔“[1] گھر والوں کو چاہیے کہ وہ مریض کا اچھا حال بیان کریں چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ جب مریض کا حال پوچھا جائے تو اس کی اچھی حالت کو بیان کیا جائے۔[2]

مدنی گلدستہ

”عیادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) عیادت کرنے والوں کو چاہیے کہ مریض کی حالت و کیفیت دیکھ کر عیادت کریں اگر مریض کی حالت بہتر ہے وہ بات کرنے کے قابل ہے تو اس کے پاس جائیں ورنہ مریض کے اہلِ خانہ سے حال پوچھ لیں۔

(2) مریض کے اہلِ خانہ کو چاہیے کہ مریض ملاقات کرنے کی حالت میں ہو تو ملاقات کروائیں ورنہ عیادت کے لیے آنے والوں کو پہلے ہی منع کر دیں تاکہ وہ آنے کی زحمت نہ کریں۔

(3) جب اہلِ خانہ سے لوگ مریض کی طبیعت کے بارے میں پوچھیں تو اہلِ خانہ کو چاہیے کہ حمدِ الٰہی بجالا کر اچھے انداز میں مریض کا حال بیان کریں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھیں۔

(4) دوسروں کو مریض کے لیے دعا کے لیے کہیں۔

(5) مریض کا حال خراب بھی ہو تب بھی اچھے الفاظ بولے جائیں کہ اس میں نیک فال ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اچھے طریقے سے مریض کی عیادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب عیادۃ المریض، باب فی استحباب سؤال اھل المریض عن حالہ، ۳/ ۳۸۲، تحت الحدیث: ۹۰۸ ملتقطا۔

2 . . . لمعات التنقیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض و ثواب المرض، ۴/ ۵۳، تحت الحدیث: ۱۵۵۶۔

باب نمبر:147

جو اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے وہ کیا کہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِنسان اِس دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہے۔ جس طرح مسافر مختصر سے وقت کے لیے کسی جگہ ٹھہرتا ہے پھر اپنی اصل منزل کی جانب روانہ ہو جاتا ہے۔ یونہی جو بھی اِس دنیا میں آیا ہے ایک نہ ایک دن اسے بھی اپنی اصل منزل یعنی آخرت کی طرف روانہ ہونا ہے، کوئی بھی اِس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ ہر ایک کیلئے موت کا وقت مقرر ہے اور وہ اسی وقت پر آکر ہی رہے گی، دِینِ اِسلام ہماری اِس سلسلے میں بھی رہنمائی فرماتا ہے کہ جب کسی شخص کی موت کا وقت قریب آجائے اور اُسے اِس بات کا یقین ہو جائے کہ اب میرا آخری وقت ہے تو اسے کیا کلام کرنا چاہیے، وہ کیسی گفتگو کرے جو اُس کیلئے آخرت میں ذریعۂ نجات بن جائے؟ ریاض الصالحین کا یہ باب اِسی بارے میں ہے کہ **"جو اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے وہ (موت کے وقت) کیا کہے؟"** اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:911

رسولِ خدا کا آخری کلام

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَيَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاَلْحِقْنِي بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِس حال میں کہ آپ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے یہ فرماتے سنا: **"یَا اَللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملادے۔"**

مغفرت کی دعا کرنے کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جب بندے کو اپنی زندگی کی امید نہ رہے تو اُسے **اللہ**

1 . . . بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ۴/ ۱۴، حدیث: ۵۶۷۴، بدون: الاعلی۔

تَعَالٰی سے رحمت و مغفرت کی دعا کرنی چاہیے جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں دعا فرمائی: ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما۔“لیکن یہ بات یاد رہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مغفرت ورحمت کی دعا مانگنا بارگاہِ خداوندی میں عاجزی و اِنکساری کی وجہ سے تھا کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گناہوں سے پاک ہیں، سید المعصومین ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے گناہ سرزد ہونا محال ہے۔ یہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عاجزی و اِنکساری ہے نیز ہماری تعلیم کے لیے ہے، چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: رسول **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دعائے مغفرت کرنا بارگاہِ الٰہی میں انتہائی عاجزی وانکساری کی وجہ سے ہے ورنہ وہ تو تمام گناہوں سے پاک ہیں یا پھر مغفرت کی دعا کرنا اُمَّت کی تعلیم کے لیے ہے۔[1]

رفیقِ اعلیٰ سے مراد:

حدیث میں ہے کہ مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملادے۔ رفیقِ اعلیٰ سے کیا مراد ہے اس کی شرح کرتے ہوئے عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: علامہ جوہری کہتے ہیں کہ رفیقِ اعلیٰ سے مراد جنت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رفیقِ اعلیٰ سے مراد انبیا عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں اور وہ لوگ جن کا ذِکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہوا: ﴿وَحَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا ﴾ (پ۵، النساء: ٦٩) ترجمۂ کنز الایمان: ”اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔“ یعنی انبیا، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ علامہ خطابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ملائکہ ہیں۔ علامہ کرمانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا ذِکر مذکورہ آیت میں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رفیقِ اعلیٰ سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ ہے کیونکہ رِفق کے معنی ہیں نرمی و مہربانی کرنا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔[2] یہ آخری معنی مراد لینا مقامِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ رفیق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَسماء میں سے ہے اور اعلیٰ صفت ہے۔[3] **فائدہ:** موت کے وقت دل

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب عیادۃ المریض، باب فیما یقولہ من ایس من حیاتہ، ۳/ ۳۸۵، تحت الحدیث: ۹۰۹۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ۱۲/ ۳۹۱، تحت الحدیث: ۴۴۳۶۔

3 . . . دلیل الفالحین، کتاب عیادۃ المریض، باب فیما یقولہ من ایس من حیاتہ، ۳/ ۳۸۶، تحت الحدیث: ۹۰۹۔

دنیا کے تعلق سے فارغ ہو اور اس کا تعلق رحمت اور بخشش کی اُمید کرتے ہوئے حق تعالیٰ کی طرف ہو۔

مدنی گلدستہ

”رحمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مغفرت اور رحمت کی دعا کرنا بطورِ عاجزی و اِنکساری اور تعلیم اُمّت کے لئے تھا ورنہ آپ تو گناہوں سے پاک ہیں۔

(2) جب کوئی شخص بیمار ہو اور اُسے اپنے بچنے کی اُمّید نہ رہے تو اسے چاہیے کہ اپنے لیے رحمتِ الٰہی کی اُمّید کرتے ہوئے بخشش کی دعا مانگے۔

(3) عاجزی و انکساری **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بہت پسند ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی بہت عاجزی و اِنکساری فرماتے تھے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم عاجزی و انکساری کریں۔

(4) مرتے وقت دل دنیا کے تعلق سے خالی ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا نصیب فرمائے اور اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نورانی جلووں میں ہمیں موت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:912

موت کی سختی کے وقت کی دُعا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ.[1]

---

[1] ... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی التشدید عند الموت، ۲/ ۲۹۴، حدیث: ۹۸۰۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بوقتِ وصال دیکھا، آپ کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ تھا جس میں آپ اپنا دستِ مبارک داخل کرتے اور پھر اپنے چہرۂ انور پر مَلتے اور یہ فرماتے جاتے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! موت کی سختیوں اور سکراتِ موت پر میری مدد فرما۔“

حدیث کی باب سے مناسبت:

اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آخری وقت میں بندے کو چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے یہ دعا مانگے کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ موت کی سختیوں کو مجھ پر آسان فرمادے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اس بارے میں ہے کہ آخری وقت انسان کیا کہے؟ اسی لیے اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث اِس باب میں ذِکر فرمائی۔

بوقتِ موت گرمی اور پیاس محسوس ہوتی ہے:

وقتِ وصال نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنے چہرۂ انور پر پانی مَلنے کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: غشی یا تپش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے کیونکہ بوقتِ موت بہت گرمی محسوس ہوتی ہے اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آجاتا ہے اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے اس وقت منہ میں پانی ٹپکانے کا حکم ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔ سکرات سکرۃ کی جمع ہے، بمعنی غشی، رب تعالٰی فرماتا ہے: ”وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى“۔ یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کردے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرمادے۔[1]

نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر سکراتِ موت کی وجوہات:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ہمارے بزرگ شیخ محمد البکری مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۲۱۔

اللہِ القَوِی نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سکرات موت کے سبب میں بہت سی وجوہ بیان کی ہیں:

(1) ایک یہ کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مزاج شریف تمام مزاجوں سے بڑھ کر حالتِ اعتدال پر تھا جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف کا احساس بھی زیادہ ہوتا تھا اس سبب سے موت کا احساس والم زیادہ ہوا اور اس کا اثر بھی زیادہ محسوس کیا جیساکہ حدیث پاک میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔"

(2) دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی روح مبارک کا آپ کے جسد لطیف سے تعلق و عشق بہت قوی اور بہت زیاد تھا تو اس کی جدائی سے آپ کو درد و تکلیف بھی زیادہ ہوئی۔

(3) تیسری وجہ یہ کہ اس میں آپ کی امت کو تسلی دینا مطلوب ہے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ آپ کی رُوحِ پاک کے جسمِ اطہر سے منتقل ہونے کی کیفیت و صورت یہ ہے تو پھر ہر امتی پر جان نکلنے کا معاملہ آسان محسوس ہوگا۔

(4) چوتھی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حقیقت شریف تمام جہانوں کی جامع تھی تو آپ کی روح پاک کا آپ کے جسد اطہر سے الگ ہونا گویا تمام ارواح اور تمام اجسام کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کی طرح تھا۔

(5) پانچویں وجہ یہ کہ حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سلطنت الٰہیہ کے متولی اور منتظم ہیں، کون و مکان کے سارے احکام آپ کے سپرد ہیں، تمام جہان حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دائرہ حکومت میں ہیں، ایسی ذمہ دار ہستی جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جائے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے، اس وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ہیبتِ الٰہیہ کا غلبہ تھا جس کی یہ کیفیت تھی۔ ہمارے شیخ عبد الوہاب متقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے شیخ حضرت علی متقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ وفات کے وقت فرما رہے تھے: "اگر مجھ سے شدّتِ سکرات کا مشاہدہ کرو تو پریشان اور غمناک نہ ہونا کہ یہ شدت مقام و منصب قطبیت کو لازم ہے۔"

(6) چھٹی وجہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اس وقت تنزلاتِ اَحدیت، تجلیاتِ صمدیت اور اسرارِ انوارِ ربوبیت کا نزول ہو رہا تھا جیسا کہ نزول وحی کے وقت ہوتا تھا اور یہ آپ کے اوقات

زندگی میں سب سے اتم واکمل حال تھا۔ یہ سکرات دراصل ان مشاہدات وافاضات کا معائنہ تھا جو کہ جسمانیت کے رشتہ کی برداشت ومجاہدات کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ آخری وجہ گزشتہ تمام وجھوں سے بہتر اور آپ کے مقام وحال شریف کے زیادہ موافق ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم (1)

فائدہ حدیث: جسم سے روح کے جُدا ہوتے وقت شدت وتکلیف محسوس ہوتی ہے لہٰذا ایسے وقت ربّ تعالیٰ سے نرمی وآسانی کی دعا مانگنا مستحب ہے۔

مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) آخری وقت میں بندے کو چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے موت کی سختیوں پر آسانی کی دعا مانگے۔

(2) موت کے وقت بندے کو بہت گرمی محسوس ہوتی ہے لہٰذا ایسے وقت میں اس کے منہ میں پانی ٹپکانے کا کہا گیا ہے۔

(3) ہمارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مزاج شریف تمام مزاجوں سے بڑھ کر حالتِ اعتدال پر تھا۔

(4) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دو آدمیوں جتنا بخار ہوتا تھا۔

(5) نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر سکراتِ موت کی ایک حکمت آپ کی اُمَّت کو تسلی دینا ہے کہ جب وہ دیکھیں گے آپ کی روح پاک کے جسمِ اطہر سے منتقل ہونے کی کیفیت وصورت یہ ہے تو پھر ہر اُمّتی پر جان نکلنے کا معاملہ آسان محسوس ہوگا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر موت کی سختیوں میں آسانی فرمائے اور ہمیں اس دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے جانے میں کامیابی عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

(1) ... اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض، ۱/ ۶۸۷۔

باب نمبر:148

مریض کے اَہلِ خانہ کو نصیحت کرنے کا بیان

مریض کے گھر والوں اور خدمت گاروں کو اس بات کی وصیت کرنا مستحب ہے کہ مریض کے ساتھ اچھا سلوک کریں، اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف برداشت کریں اور ناگوار بات پر صبر کریں، اسی طرح جس کی موت حد یا قصاص کی وجہ سے قریب ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! انسان جب کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اُسے ایسے فرد کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی ضرورتیں پوری کرے اور اس کا خیال رکھے۔ ایسا شخص اکثر اس کا قریبی ہی ہوتا ہے یعنی اس کے اپنے گھر والے یا اس کے خادم وغیرہ۔ دِینِ اِسلام مریض کے اہلِ خانہ کو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور اُس کی دیکھ بھال کرنے کا درس دیتا ہے۔ بیماری کی حالت میں تکلیف کی وجہ سے بہت سے مریض بھی صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور بہت زیادہ آہ و بکا کرتے ہیں بلکہ بعض بد زبانی اور سخت کلامی سے پیش آتے ہیں لہٰذا مریض کی دیکھ بھال کرنے والے کو چاہیے کہ وہ مریض کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کرے اور اس پر صبر کرکے ڈھیروں ثواب کمائے۔ جس شخص کی موت قریب ہو مثلاً سزائے موت کا مجرم یا کسی لاعلاج مرض کا مریض جسے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہو اور وہ اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہا ہو ایسے شخص کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”مریض کے گھر والوں اور خدمت گاروں کو اس بات کی وصیت کرنا مستحب ہے کہ مریض کے ساتھ اچھا سلوک کریں، اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف برداشت کریں اور ناگوار بات پر صبر کریں، اسی طرح جس کی موت حد یا قصاص کی وجہ سے قریب ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت“** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:913

سرپرست کو نیک سلوک کرنے کا حکم

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ اِمْرَاَۃً مِنْ جُھَیْنَۃَ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَھِیَ حُبْلٰی مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْہُ عَلَیَّ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَلِیَّھَا فَقَالَ: اَحْسِنْ اِلَیْھَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِیْ بِھَا فَفَعَلَ فَاَمَرَبِھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَشُدَّتْ عَلَیْھَا ثِیَابُھَا

ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: قبیلہ جُہَیْنَہ کی ایک عورت جو زنا سے حاملہ تھی، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں قابلِ حد ہوں، مجھ پر حد قائم کیجئے۔ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس کے سرپرست کو بلا کر ارشاد فرمایا: "اِس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، جب بچہ پیدا ہو جائے تو اِسے میرے پاس لے آنا۔" اُس شخص نے ایسا ہی کیا (پھر جب وہ عورت لائی گئی) تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم سے اُس عورت پر اس کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیئے گئے پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اُسے سنگسار کیا گیا پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حدیث کی باب سے مناسبت:

یہ باب جس کی موت قصاص یا سزا کی وجہ سے قریب ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرنے کے بارے میں بھی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس عورت کو سزا ہونے والی تھی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس عورت کے سرپرست کو عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اسی لیے اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس حدیث کو اِس باب میں ذکر فرمایا۔

عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وجہ:

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح **مسلم** میں فرماتے ہیں: اس عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دینے کی دو وَجہیں ہیں: ❁ **ایک** تو یہ کہ اُس کے عزیز و اقارب کی طرف سے اُس پر خوف ہے کہ غیرت و عار کی وجہ سے وہ اسے تکلیف پہنچا سکتے ہیں تو انہیں اس چیز سے باز رہنے کے لیے اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ❁ **دوسری** وجہ یہ ہے کہ اُس پر رحم فرماتے ہوئے یہ حکم دیا

---

1 . . . مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ۷۲۱، حدیث: ۴۴۳۳ بتغیر قلیل۔

کیونکہ وہ توبہ کر چکی ہے اور لوگوں کو اس کے ساتھ حُسنِ سُلُوک پر اُبھارا کیونکہ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والی عورت سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور اُسے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ عورت کے کپڑوں کو باندھنے کا اس لئے فرمایا گیا تاکہ سنگسار کرتے وقت بے پردگی نہ ہو۔[1]

مریض کا خیال رکھنے کی ترغیب:

مریض کے گھر والوں اور اس کے خادموں کو چاہیے کہ مریض کا اچھی طرح خیال رکھیں۔ اُس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئیں۔ حالتِ مرض میں تکلیف اور ایک ہی جگہ پڑا رہنے سے مریض کچھ چڑ چڑا بھی ہو جاتا ہے اور اسے ذرا ذرا سی بات پر غصہ آجاتا ہے۔ لہٰذا مریض کو ایسے وقت میں ہمدردی اور خیال کی ضرورت ہوتی ہے جتنا زیادہ اس کا خیال رکھا جائے گا اتنی جلدی وہ صحتیاب ہوگا۔ اگر اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ مریض کی تیمارداری کریں گے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ثواب بھی ملے گا جیسا کہ پچھلے اَبواب میں مریض کی عیادت کرنے کے بہت سے فضائل گزرے ہیں۔ جب عیادت کرنے پر بہت زیادہ اجر و ثواب ہے تو جو ہر وقت مریض کے ساتھ رہے اُس کی دیکھ بھال کرے اس کا خیال رکھے تو اس کے لیے کتنا ثواب ہوگا۔

چھوٹی تکلیف بڑا فائدہ:

اس باب میں یہ بات بھی بیان کی گئی کہ مریض کی طرف سے پہنچنے والی مصیبت اور تکلیف کو برداشت کیا جائے اور اس پر صبر سے کام لیا جائے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: ”مسلمان کو جو تکلیف و اذیت اور غم پہنچے، یہاں تک کہ کانٹا جو اُسے چُبھے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔“[2]

بیماری نعمتِ الٰہی ہے:

بیمار کو چاہیے کہ بیماری کو زحمت نہیں بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت خیال کرے چنانچہ حضرت علامہ مولانا

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الحدود، باب حد الزنا، ۲ / ۲۰۵، الجزء الحادی عشر۔

2 . . . بخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارة المرض، ۴ / ۳، حدیث: ۵۶۴۱۔

مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بیماری بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس کے منافع بے شمار ہیں، اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقۃً راحت و آرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے۔ یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے، حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے۔ حقیقی بیماری اَمراضِ رُوحانیہ (مثلاً دنیا کی محبت، دولت کی حرص، بخل، دل کی سختی وغیرہ) ہیں کہ یہ البتہ بہت خوف کی چیز ہے اور اِسی کو مرضِ مُہلک (یعنی ہلاک کرنے والی بیماری) سمجھنا چاہیے۔“[1]

شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ اپنے رسالے **”بیمار عابد“** کے صفحہ نمبر 4 پر فرماتے ہیں: ”بیماری اور پریشانی پر شکوہ کرنے کے بجائے صبر کی عادت بنانی چاہیے کہ شکایت کرنے سے مصیبت دور نہیں ہوجاتی بلکہ بے صبری کرنے سے صَبْر کا اَجر ضائع ہو جاتا ہے۔ بلا ضرورت بیماری و مصیبت کا اِظہار کرنا بھی اچھی بات نہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم، نُورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”جس کے مال یا جان میں مصیبت آئی پھر اُس نے اسے چھپایا اور لوگوں سے اس کی شکایت نہ کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے۔“[2]

بیمار کے لیے تحفہ:

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”جب کوئی بندہ بیمار ہو جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس کی طرف دو فرشتے بھیجتا ہے کہ جا کر دیکھو میرا بندہ کیا کہتا ہے۔ بیمار اگر **اللہ** تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا (مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتا) ہے تو فرشتے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جا کر اس کا قول عرض کرتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہوتا ہے: ”اگر میں نے اس بندے کو اس بیماری میں موت دے دی تو اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر صحت عطا کی تو اسے پہلے سے بھی بہتر گوشت اور خون دوں گا اور اس کے گناہ کو معاف کر دوں گا۔“[3]

---

1 . . . بہارِ شریعت، ۱/ ۷۹۹، حصہ ۴۔

2 . . . معجم الاوسط، باب من اسمہ احمد، ۱/ ۲۱۴، حدیث: ۷۳۷۔

3 . . . موطا امام مالک، کتاب العین، باب ماجاء فی اجر المریض، ۲/ ۴۲۹، حدیث: ۱۷۹۸۔

نوٹ: بیماری کے فضائل کے متعلق جاننے کے لیے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 48 صفحات پر مشتمل رسالے **"بیمار عابد"** کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ اس رسالے میں 78 بیماریوں کے روحانی علاج بھی موجود ہیں آپ خود بھی اس کا مطالعہ کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلائیں۔ یہ رسالہ آپ مکتبۃ المدینہ سے ہدیۃً حاصل کر سکتے ہیں اور اسے دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں۔

مدنی گلدستہ

"نعمتِ رب" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) مریض کے گھر والوں اور خادموں کو چاہیے کہ مریض کا اچھی طرح خیال رکھیں۔

(2) جس کی موت جان لیوا مرض یا قصاص کی وجہ سے قریب ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

(3) تیماردار کو چاہیے کہ بیمار کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کر کے اجر و ثواب کمائے۔

(4) بیماری اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

(5) ظاہری بیماری حقیقت میں باطنی بیماریوں کا علاج ہے۔

(6) بیمار کو چاہیے کہ اپنی بیماری اور تکلیف کا دوسروں پر بلا وجہ اِظہار نہ کرے اور نہ ہی شکوہ و شکایت کے الفاظ زبان پر لائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بیمار کی تیمارداری کرنے، اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے اور دوسروں کو بھی اس بات کی نصیحت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

باب نمبر:149

مریض کا یہ کہنا کہ مجھے تکلیف یا بخار ہے

بیمار یہ جملے کہہ سکتا ہے کہ مجھے درد ہے، شدید درد ہے، بخار ہے یا ہائے میرا سر وغیرہ، اگر یہ کلمات ناراضی اور جزع فزع کے طور پر نہ ہوں تو کوئی کراہت نہیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام ہمیں ہر حال میں صبر کرنے کا درس دیتا ہے خواہ کیسی ہی تکلیف یا مصیبت آ پڑے مسلمان کو ہمیشہ صبر کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ صبر کرنے والوں کو پسند بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۴۶) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔'' یقیناً مسلمان کے لیے بیماریوں اور پریشانیوں میں دونوں جہانوں کی بھلائیاں ہیں۔ کوئی سی بیماری یا مصیبت ہو اس سے گناہ معاف ہوتے اور جنت کا سامان ہوتا ہے، لہٰذا جب کبھی بندۂ مؤمن بیمار ہو یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اُسے صبر کر کے اجر کمانا چاہیے۔ بلا وجہ اپنی تکلیف کا اظہار دوسروں پر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے صبر کا اجر بھی ہاتھ سے جائے گا اور تکلیف بھی دور نہیں ہوگی۔ البتہ اگر تکلیف کا اِظہار ناراضی یا شکوہ کے لیے نہ ہو بلکہ کسی اور صحیح وجہ سے ہو تو کوئی برائی نہیں، جیسے ڈاکٹر یا طبیب کو بتانا کہ میرے سر میں شدید درد ہے یا بخار ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب اس بارے میں ہے کہ **''بیمار یہ جملے کہہ سکتا ہے کہ مجھے درد ہے، شدید درد ہے، بخار ہے یا ہائے میرا سر وغیرہ، اگر یہ کلمات ناراضی اور جزع فزع کے طور پر نہ ہوں تو کوئی کراہت نہیں۔''** اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 3 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:914

دو مَردوں کے برابر بُخار

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسِسْتُهُ فَقُلْتُ: اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا فَقَالَ: اَجَلْ اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

1 . . . بخاری، کتاب المرضی، باب وضع الید علی المریض، ۴/ ۹، حدیث: ۵۶۶۰ ملتقطاً۔

کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تیز بخار تھا۔ میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو چھوا تو عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''ہاں مجھے تمہارے دو مردوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔''

حدیث کی باب سے مناسبت:

یہ باب اس بارے میں ہے کہ مریض یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے درد ہے یا بخار ہے لیکن اس کا یہ کہنا شکایت یا جزع فزع کے طور پر نہ ہو۔ اس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''ہاں مجھے تمہارے دو شخصوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔'' یعنی اپنے مرض کا ذکر فرمایا لیکن مرض کا یہ اظہار کرنا شکوہ وشکایت کے طور پر نہ تھا۔ اسی لیے اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث یہاں ذکر کی۔

مریض کے جسم پر ہاتھ رکھنے کی وجہ:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسمِ مبارک کو چھوا تو انہیں بخار کی شدت کا اندازہ ہوا اس کے تحت عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ''مریض کے جسم پر ہاتھ رکھنا مریض کو مانوس کرنے کے لیے ہے اور اِس سے مرض کی شدت ونوعیت کا اندازہ بھی ہوجاتا ہے کہ وہ کتنا بیمار ہے تاکہ عیادت کرنے والا مریض کے لیے اُس کے مرض کے حساب سے دعا کرے۔''[1]

بخار مرضِ انبیا ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ غلام آقا کی مزاج پرسی بھی کرے اور اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگائے۔ خیال رہے کہ بخار مرضِ انبیا ہے، ہمارے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات بخار ہی سے ہوئی۔[2]

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب المرضی، باب وضع الید علی المریض، ۹ / ۳۸۱۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲ / ۴۱۰۔

ایک اور مقام پر مفتی صاحب فرماتے ہیں: "حضور کی وفات شریف دردِ سر اور بخار سے ہوئی ہے، بخار مبارک بیماری ہے دوسری بیماریاں ایک ایک عضو کو ہوتی ہیں اسی کے گناہ اس سے معاف ہوتے ہیں مگر بخار سارے جسم پر چھا جاتا ہے اور رگ رگ کے گناہ نکال کر معاف کرا دیتا ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"صالحین" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اپنے مرض کا اظہار کرنا جائز ہے جبکہ شکوہ و شکایت کے طور پر نہ ہو۔

(2) مریض کو چاہیے کہ بیماری پر صبر کرے اور جزع و فزع نہ کرے۔

(3) عیادت کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کے جسم پر ہاتھ رکھے تا کہ مرض کی شدت کا اندازہ ہو۔

(4) چھوٹا بڑے کے، غلام آقا کے اور ملازم اپنے افسر کے سر یا جسم پر ہاتھ رکھ کر عیادت کر سکتا ہے۔

(5) بخار ایسا مرض ہے جس میں انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کو مبتلا فرمایا گیا۔

(6) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وِصال بخار ہی میں ہوا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں مہلک اَمراض سے محفوظ فرمائے اور بے حساب مغفرت فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 915

آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے عِیادت فرمائی

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَاءَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ مِنْ وَجَعٍ اِشْتَدَّ بِیْ فَقُلْتُ: بَلَغَ بِیْ مَا تَرٰی وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَتِیْ.[2]

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۰۷۔

[2] ... بخاری، کتاب المرضی، باب قول المریض انی وجع اووا راساہ ۔۔۔ الخ، ۴/ ۱۲، حدیث: ۵۶۶۸ ملتقطاً۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں ایک شدید مرض میں مبتلا تھا۔ اس مرض میں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری عیادت فرمائی تو میں نے عرض کی: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ دیکھ رہے ہیں میں کس مرض میں مبتلا ہوں اور میں مالدار ہوں اور میری وارث میری ایک ہی بیٹی ہے۔“

حدیث کی باب سے مناسبت:

یہ باب اس بارے میں ہے کہ مریض کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ کہے: مجھے درد ہے، شدید درد ہے یا مجھے بخار ہے جبکہ بطورِ جزع فزع نہ ہو۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ حدیث اِس باب میں اِس لیے ذِکر کی جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عیادت فرمائی تو انہوں نے اپنے مرض کاذِکر ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے کیانہ کہ شکایت یا بے صبری کی وجہ سے۔ مسئلہ یہ تھا کہ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مالدار تھے اوران کی وارث صرف ایک ہی بیٹی تھی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ اپنا دو تہائی یا نصف مال صدقہ کردیں۔ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا اور ایک تہائی مال کی وصیت کرنے کی اجازت دی۔ پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا مبارک ہاتھ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پیشانی پر رکھ کر چہرے اور پیٹ پر پھیرا جس کی برکت سے وہ شفایاب ہوگئے۔[1]

مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھنا سنت ہے:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں کہ بسا اوقات جب عیادت کرنے والا مریض کے درد کی جگہ پر ہاتھ پھیرتا ہے تو اس سے مریض کو فائدہ ہوتا ہے کہ عیادت کرنے والا نیک یا بزرگ ہستی ہوتا ہے تو مریض اس کے ہاتھ اور دُعا سے برکت پاتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عیادت فرمائی اور ان کی پیشانی پر دستِ مبارک رکھا اور یہ مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے آداب میں سے ہے اور سنت بھی ہے لہٰذا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 . . . بخاری، کتاب المرضی، باب وضع الید علی المریض، ۴/ ۸، حدیث: ۵۶۵۹ ملخصا۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر سنت پر عمل کرنا چاہیے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا کرنی چاہیے۔[1]

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح کیلئے فیضان ریاض الصالحین، جلد 1، صفحہ 81، حدیث نمبر 6 کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

”سُنَّت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) کسی عالمِ دِین سے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے اپنی بیماری کا اِظہار کرنا جائز ہے۔

(2) مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھنا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔

(3) عیادت کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کی صحت یابی کی دعا کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق عیادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ہائے میرا سر کہنا

حدیث نمبر: 916

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَارَأْسَاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَنَا وَارَأْسَاهُ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا قاسم بن محمد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ”ہائے میرا سر۔“ تو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”بلکہ ہائے میرا سر۔“

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب المرضی، باب وضع الید علی المریض، ۹/ ۳۸۱۔

2 . . . بخاری، کتاب المرضی، باب قول المریض انی وجع اووا راساہ۔۔۔ الخ، ۴/ ۱۱، حدیث: ۵۶۶۶ ملتقطاً۔

حدیث کی باب سے مناسبت:

اس حدیث میں حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے سر کے درد کا اظہار کیا اور یہ باب اسی بارے میں ہے کہ مریض یہ کہہ سکتا ہے کہ ہائے میرا سر یا مجھے بخار ہے وغیرہ وغیرہ۔

سرکار کا دَرد حضرت عائشہ کو محسوس ہوا:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اِس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ کے سر میں درد تھا، انہوں نے فرمایا: ہائے میرا سر پھٹا جارہا ہے۔ (پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بلکہ ہائے میرا سر۔) یعنی اے عائشہ! تمہارے دردِ سر کو تو اِنْ شَآءَ اللہ آرام ہو جائے گا۔ دردِ سر ابھی ابھی مجھے شروع ہوا ہے، یہ درد مرضِ وفات کی ابتدا ہے۔ یہاں (صاحب) مرقات نے فرمایا کہ دردِ سر اَصل میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تھا اِس کا اثر حضرت عائشہ صدیقہ پر ہوا کہ اِس درد کی چمک اُن کے سر شریف میں محسوس ہوئی کمالِ محبت کی وجہ سے۔ اب بھی دیکھا جاتا ہے کہ پردیس میں بیٹا بیمار ہو تو گھر پر ماں کا دل دھڑکتا ہے بلکہ ماں بیمار پڑ جاتی ہے، دلی محبت کے انداز نرالے ہیں۔ جس اُمّتی کو حضور اب بھی یاد فرماتے ہیں وہ اُمّتی کہیں ہو تڑپنے لگتا ہے۔ جب رب بندے کو عرش پر یاد کرتا ہے تو بندہ رب کی یاد میں دیوانہ ہوتا ہے۔[1] اس باب میں بخار اور دَرْدِ سر کے بارے میں ذکر ہوا لہٰذا سر درد کے بارے میں ایک ایمان افروز حکایت پڑھیے اور جھومیے۔

سَر دَرد کے شکرانے میں 400 رَکعت نفل:

شیخ طریقت امیر اہلسنت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرتِ علامہ مولانا ابوبلال محمد اِلیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے رسالے **"بیمار عابد"** کے صفحہ نمبر 12 پر ایک حکایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: منقول ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا فتح موصلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کو دَردِ سر ہوا تو خوش ہو کر ارشاد فرمایا: **"اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۸ / ۳۰۴، ۳۰۵ ملتقطاً۔

مجھے وہ مَرَض عنایت فرمایا جو انبیائے کِرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو در پیش ہوتا تھا لہٰذا اب اس کا شکرانہ یہ ہے کہ میں 400 رَکعت نَفْل پڑھوں۔“

بخار اور دَردِ سر مبارک اَمراض ہیں:

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ 118 پر ہے: دَردِ سر اور بخار وہ مبارک اَمراض ہیں جو انبیاعَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہوتے تھے، ایک وَلِیُّ اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْه کے دردِ سر ہوا، آپ نے اس شکریہ میں تمام رات نوافل میں گزار دی کہ ربُّ العزت تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیاعَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہوتا تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَر! یہاں یہ حالت کہ اگر برائے نام درد معلوم ہوا تو یہ خیال ہوتا ہے کہ جلد نماز پڑھ لیں۔ پھر فرمایا: ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس مَوضع (یعنی جگہ) پر ہوتی ہے وہ زیادہ کفّارہ اسی موقع (یعنی مقام) کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کرجاتا ہے جس سے بِاِذْنِہٖ تَعَالٰی (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے) تمام رگ رگ کے گناہ نکال لیتا ہے۔

بخار کے چار 4 روحانی علاج مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے **”بیمار عابد“** کے صفحہ نمبر 25 پر اور سر دَرد کے 5 پانچ علاج اسی رسالے کے صفحہ نمبر 37 پر ملاحظہ فرمائیں۔

مدنی گلدستہ

”نبی“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مرضِ وفات کی ابتدا دردِ سر سے ہوئی۔

(2) دَردِ سر اور بخار ایسے مبارک اَمراض ہیں جو انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام کو ہوتے تھے۔

(3) بخار وہ مرض ہے جو تمام جسم کے رگ رگ کے گناہ نکالتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بیماری میں شکوہ اور شکایت کرنے سے بچائے اور صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:150

مرنے والے کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو بھی اِس دنیا میں آیا ہے اُس کا یہاں سے جانا بھی طے ہے۔ مسلمان کے پاس اس کی سب سے بڑی اور قیمتی دولت اُس کا ایمان ہے، جو اپنا ایمان اِس دنیا سے سلامت لے جانے میں کامیاب ہوگیا وہی اصل میں کامیاب ہے۔ شیطان مرتے دم تک مسلمان سے اُس کا ایمان چھیننے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور خاص کر اُس کے آخری وقت میں ایمان چھیننے کے لیے اس پر مختلف صورتوں میں خوب حملے کرتا ہے کہ کسی طرح اس کا ایمان چھین لے۔ اس لیے مرنے والے کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کا کہا گیا ہے تاکہ اس کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہو اور ایمان کی حالت میں اس کا خاتمہ ہو۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"مرنے والے کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:917

جنت میں داخلے کا ٹکٹ

عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔"

تلقین کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "دنیا میں موت کے وقت جس کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اسی لیے ہمارے اصحاب نے فرمایا: "موت کے وقت مرنے والے کو تلقین کرنا چاہیے تاکہ اُس کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہو۔"[2]

---

1 . . . ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، ۳/۲۵۵، حدیث: ۳۱۱۶۔

2 . . . شرح ابی داود، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، ۶/۳۵، تحت الحدیث: ۱۵۵۱۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے سے بخشش:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اگرچہ عمر بھر کلمہ پڑھتا رہا، لیکن مرتے وقت کلمہ ضرور پڑھنا چاہیے کہ اس کی برکت سے بخشش ہوگی۔ مرنے والے کو کلمہ پڑھانا اِسی حدیث پر عمل ہے۔ روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ کلمہ پڑھ کر سوئے۔ یہ حدیث کتاب الایمان کی اس حدیث کی شرح ہے کہ ”جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ لیا جنتی ہوگیا۔“ اسی معنٰی پر حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ جس کا اول کلام ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ“ ہو اس کے گناہوں کی معافی ہوگی، لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ بچے کی زبان کلمہ پر کھلے۔ اس سے مراد پورا کلمہ (یعنی: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ) ہے۔“[1]

امام ابوزرعہ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کو تلقین:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب ”آئینہ عبرت“ صفحہ 47 پر ہے: ”علمِ حدیث کے مشہور امام ابوزرعہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مرض الموت میں سکراتِ موت اور جانکنی کے عالم میں بہت سے محدثین حاضر تھے۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہیے مگر حضرت ابوزرعہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی جلالتِ شان کے آگے کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آخر سب لوگوں نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہیے تاکہ اُن کو کلمہ یاد آجائے۔ چنانچہ محمد بن مسلم محدث رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی کہ حَدَّثَنَا الضَّحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ جَعْفَرٍ اتنا پڑھ کر رُعب سے ان کی زبان بند ہوگئی اور اس پر ابوزرعہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جانکنی کے عالم میں روایت شروع کردی کہ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ کَثِیْرِ بْنِ مُرَّۃَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۴۶۔

2 ... تاریخ بغداد، عبید اللہ بن عبد الکریم، ۱۰/ ۳۳۳۔

مدنی گلدستہ

”کلمہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جس کا آخری کلام کلمۂ طیبہ ہو گا وہ جنتی ہو گا۔

(2) مرنے والے کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنی چاہیے۔

(3) مرتے وقت کلمہ ضرور پڑھنا چاہیے کہ اِس کی برکت سے بخشش ہو گی۔

(4) بچہ جب بولنا شروع کرے تو کوشش کرکے سب سے پہلے کلمہ پڑھنا سکھانا چاہیے تاکہ اس کے بولنے کا آغاز کلمہ پر ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں مرتے وقت کلمہ پڑھنا نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مرنے والے کو تلقین کا حکم

حدیث نمبر:918

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اپنے مرنے والوں کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرو۔“

مرنے والے کے پاس حاضر رہیں:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”مَوْتَاکُمْ سے مراد یہ ہے کہ جو شخص مرنے والا ہو اُسے کلمہ پڑھنے کی تلقین کرو۔ یعنی اُسے کلمہ یاد دِلاؤ

[1] . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا الہ الا اللہ، ص ۴۵۶، حدیث: ۲۱۲۳۔

تاکہ اس کی زندگی کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہو جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ جس کا آخری کلام ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا الله'' ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ تلقین کرنے کا یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں۔ تمام علماء کا اس طرح تلقین پر اتفاق ہے لیکن مرنے والے کے پاس بہت زیادہ کثرت سے پڑھنا یا مرنے والے پر زور دینا مکروہ ہے تاکہ کہیں نزع کی تکلیف اور سختی کے سبب وہ کلمہ سے بیزار نہ ہو جائے اور کوئی ایسی بات نہ کہہ دے جو کہ نہیں کہنی چاہیے۔ علما فرماتے ہیں کہ جب وہ ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو پھر دوبارہ یا بار بار پڑھنے کا نہ کہا جائے ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات کی تو پھر کلمہ پڑھنے کی تلقین کریں گے تاکہ اس کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہو۔ مرنے والے کے پاس (گھر والے یا دوست احباب وغیرہ) موجود رہیں تاکہ کلمہ یاد دِلائیں اور اسے اُنسیت حاصل ہو۔[1]

نزع میں کلمۂ کفر نکل جائے تو۔۔۔!

خیال رہے کہ اگر مومن بوقتِ موت کلمہ نہ پڑھ سکے جیسے بیہوش یا شہید وغیرہ تو وہ ایمان پر ہی مرا کہ زندگی میں مومن تھا لہٰذا اب بھی مومن بلکہ اگر نزع کی غشی میں اس کے منہ سے کلمۂ کفر سنا جائے تب بھی وہ مومن ہی ہو گا اس کا کفن دفن نماز سب کچھ ہو گی، کیونکہ غشی کی حالت کا اِرتداد (ایمان سے پھر جانا) معتبر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھانا اس حدیثِ مذکورہ پر عمل کے لیے ہے نہ کہ اسے مسلمان بنانے کیلئے، مسلمان تو وہ پہلے ہی ہے۔[2] بہارِ شریعت میں ہے: ''مرتے وقت مَعَاذَ الله اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا۔ اور بہت ممکن ہے کہ اس کی بات پوری سمجھ میں نہ آئی کہ ایسی شدت کی حالت میں آدمی پوری بات صاف طور پر ادا کرلے دشوار ہوتا ہے۔''[3]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا الٰہ الا اللہ، ۳/ ۲۱۹، الجزء السادس۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۴۴۔

3 ... بہارِ شریعت، ۱/ ۸۰۹، حصہ ۴۔

موت کی بعض علامات:

حدیث پاک میں حکم ہے کہ مرنے والے کو کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے لیکن یہ کیسے پتا چلے گا کہ بندے کا آخری وقت آ گیا ہے؟ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے موت کی بعض علامات یہ بھی بیان فرمائی ہیں: (1) اس وقت پاؤں اس قدر سست ہو جاتے ہیں کہ اگر انہیں کھڑا کیا جائے تو کھڑے نہیں رہ سکتے۔ (2) ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ (3) آنکھوں اور کان کا درمیانی حصہ اندر دھنس جاتا ہے۔[1]

تلقین کرنے کا طریقہ:

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”جان کنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی (ہو) مرنے والے کو تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھیں مگر اسے (یعنی مرنے والے کو) اس کے کہنے کا حکم نہ کریں۔ جب اس (یعنی مرنے والے) نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کر دیں۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخری کلام: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہو۔“[2]

تلقین کون کرے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تلقین کون کرے؟ چنانچہ، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو، ایسا نہ ہو جس کو اس کے مرنے کی خوشی ہو اور اس کے پاس اس وقت نیک اور پرہیزگار لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے اور اس وقت وہاں سورۂ یٰسٓ شریف کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب، مثلاً لوبان یا اگربتیاں سُلگا دیں۔[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، باب مایقال عندمن حضرہ الموت، ۱/ ۷۰۳ ملخصاً۔

2 ... بہار شریعت، ۱/ ۸۰۸، حصہ ۴ ملخصاً۔

3 ... بہار شریعت، ۱/ ۸۰۸، حصہ ۴۔

مدنی گلدستہ

”کلمۂ طیبہ“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) جس کی موت کا وقت قریب ہو اسے کلمہ پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے۔

(2) تلقین کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس کلمہ شریف بلند آواز سے پڑھا جائے تاکہ اسے یاد آجائے اور اُسے پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے پھر جب وہ کلمہ پڑھ لے تو تلقین روک دیں۔

(3) مرنے والے کے پاس سورہ یٰسٓ شریف کی تلاوت کی جائے۔

(4) مرنے والے کو تلقین کرنا مستحب ہے۔

(5) مرنے والے کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ کچھ لوگ اس کے پاس رہیں تاکہ تلقین کریں اور اُن سے مرنے والا اُنسیت بھی حاصل کرے۔

(6) اگر کوئی شخص مرتے وقت کوئی کلمہ کفر کہہ دے تو اس پر حکمِ کفر نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ موت کی سختی کی وجہ سے ایسی بات منہ سے نکل گئی ہو۔

(7) تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہونا چاہیے۔

(8) مرنے والے کے پاس نیک اور پرہیز گار لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے اور خوشبو سلگانا مستحب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نزع کی سختیوں میں آسانی فرمائے اور ہمیں تلاوتِ قرآنِ پاک اور کلمہ شریف پڑھتے ہوئے موت نصیب فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر: 151

مَیِّت کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے؟

موت بہت بڑی عبرت ہے۔ جیتا جاگتا انسان موت آتے ہی میت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ معمولی جنبش کی بھی سکت نہیں رہتی۔ اپنے اوپر سے مکھی تک نہیں اُڑا سکتا۔ جسم سے روح کیا نکلی تمام اعضا جس حالت میں تھے اسی حالت میں رہ گئے۔ آنکھیں کھلی تھیں تو کھلی ہی رہ گئیں۔ اب میت کے پاس موجود افراد کو حکم ہے کہ وہ اس کے اعضاء سیدھے کر دیں اور آنکھیں کھلی ہوں تو بند کر دیں۔ اس میت کے لئے مغفرت، قبر میں روشنی اور وسعت کی دعا کریں۔ اہلِ خانہ کو صبر کرنے اور ناشکری و بے صبری سے بچنے کی تلقین کریں۔ یہ تمام امورِ میت اور اس کے اہلِ خانہ کی بھلائی پر مشتمل ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اس بارے میں ہے کہ **"میت کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے؟"** اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیث بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر: 919

انتقال کے بعد آنکھیں بند کر دی جائیں

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ: لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ. [1]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے انتقال کے وقت نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے تو ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھیں بند کرنے کے بعد فرمایا: "جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو نظر بھی اس کے پیچھے جاتی ہے۔" (یہ سن کر) اہلِ خانہ میں سے لوگ رونے لگے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اپنے لئے خیر ہی مانگو کیونکہ فرشتے تمہارے کلمات پر آمین کہتے ہیں۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 ... مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اغماض المیت والدعاء له اذا حضر، ص ۴۵۷، حدیث: ۲۱۳۰۔

نے دعا کی: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما، اس کے پسماندگان کا نگہبان ہو جا، اے تمام جہانوں کے پالنے والے! ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اس کی قبر کو وسیع اور روشن فرما۔"

آنکھیں کھلی رہنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: روح جب جسم سے نکلتی ہے تو نگاہ اس کا تعاقب کرتی ہے کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟ اسی وجہ سے مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ امام ابنِ حجر عسقلانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِس مقام پر اشکال ہے کہ نگاہ تو اس وقت تک دیکھتی ہے جب تک روح جسم میں رہتی ہے اور جب جسم سے نکل جاتی ہے تو حس و نگاہ سب مُعَطَّل ہو جاتے ہیں پھر آنکھیں کیسے روح کو دیکھ رہی ہوتی ہیں؟ تیس سال کے غور و فکر کے بعد مجھے اس کا یہ جواب سمجھ میں آیا کہ جسم کے اکثر حصہ سے جب روح نکل جاتی ہے اور ابھی سر اور آنکھوں میں باقی ہوتی ہے پھر جب منہ سے روح کا اکثر حصہ نکل جاتا ہے اور کچھ باقی ہوتا ہے تو نگاہ نکلنے والی مقدار کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم نہیں دیکھتے جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں؟" صحابہ نے عرض کی: کیوں نہیں (بالکل ایسا ہی ہوتا ہے)۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں روح کو دیکھتی رہتی ہیں۔"[1]

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وصال کے بعد ان کی آنکھیں کھلی رہ گئیں تھیں۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بند فرمادیں کیونکہ مرنے کے بعد آنکھیں کھلی رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آنکھیں کھلی رہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس کی موت قریب ہوتی ہے اس کے سامنے موت کا فرشتہ ظاہر ہوتا ہے جو اس کی روح قبض کرتا ہے تو وہ اس کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے نظر نہیں اٹھاتا حتّٰی کہ اس کی روح قبض ہو جاتی ہے یا روح قبض ہوتے وقت اس کی باقی قوتِ بصارت زوال پذیر ہو جاتی

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب عیادۃ المریض، باب فیما یقولہ بعد تغمیض المیت، ۳/۳۹۴، تحت الحدیث: ۹۱۷ ملتقطا۔

ہے اور نگاہ اسی حالت پر جم جاتی ہے جس کے باعث اس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ آنکھیں کھلی رہنے کی یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ مرتے وقت آنکھیں غیبی چیزوں کو دیکھتی ہے اور **اللہ** پاک کی قدرت کے سامنے یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ اس وقت ربِّ کریم نگاہوں سے پردہ اٹھادے اور مرنے والا اُن چیزوں کو دیکھ لے جو اسے دنیا کی زندگی میں نظر نہ آتی تھیں۔ اس کی تائید **اللہ** کریم کے اِس فرمان سے ہوتی ہے:

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ (پ۲٦، ق:۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اُٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وصال کی خبر پاکر اہلِ خانہ میں سے لوگ روئے تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بُری بات زبان سے نکالنے یعنی ہائے میری ہلاکت! ہائے بربادی! وغیرہ کلمات کہنے سے منع فرمایا کیونکہ اس وقت جو اچھے یا بُرے کلمات کہے جاتے ہیں فرشتے آمین کہتے ہیں۔ پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں دعا کی: ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما، اس کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما۔“ یہاں ہدایت یافتہ لوگوں سے مراد اِسلام قبول کرنے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہجرت کرنے میں سبقت کرنے والے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہیں۔ قبر کی وُسعت سے مراد اس کے سختی سے دبانے سے حفاظت اور قبر کی روشنی سے مراد اس کے ہولناک اندھیرے سے حفاظت ہے۔ ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔“ اِن کلمات کے ذریعے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے لیے، اپنے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے لیے، اپنی اُمّت کے لیے اور حضرت سَیِّدُنا ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے دعا کی۔[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”روح کے ساتھ نورِ نگاہ بھی نکل جاتی ہے اس لیے کبھی مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، آنکھیں کھلی رہنے سے فائدہ کچھ ہوتا نہیں البتہ شکل ڈراوٴنی ہوجاتی ہے اس لیے آنکھیں فوراً بند کردو بلکہ اگر منہ کھلا رہ گیا ہو تو اسے بھی بند کردیا جائے اور جبڑے باندھ دیئے جائیں۔“[2]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب مایقال عند من حضره الموت، ۸٦/۴، ۸۷ تحت الحدیث: ۱٦۱۹ ملتقطا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۴۴۵۔

آنکھیں بند کرتے وقت کی دعا:

حضرت سَیِّدُنا بکر بن **عبد اللہ** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم مُردے کی آنکھیں بند کرو تو یوں کہو: بِسْمِ اللہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللہِ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام کے ساتھ اور رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مِلّت پر۔[1]

مدنی گلدستہ

"مدینہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جسم سے روح نکلتے وقت آنکھیں اس کا تعاقب کرتی ہیں۔

(2) اگر میت کی آنکھیں کھلی رہ جائیں تو وہاں موجود افراد کو چاہیے کہ اس کی آنکھیں بند کردیں اور دیگر اَعضاء بھی سیدھے کردیں۔

(3) آنکھیں بند کرنے والے کو چاہیے کہ وہ میت کی مغفرت، قبر میں روشنی اور وُسعت کی دعا کرے۔

(4) کسی عزیز کی موت پر ہرگز ہرگز ناشکری اور بے صبری والے کلمات نہ کہے جائیں کہ اُس وقت فرشتے آمین کہتے ہیں۔

(5) میت کی مغفرت کی دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لئے بھی مغفرت کی دعا مانگے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق میت کی تجہیز و تکفین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . سنن کبری، کتاب الجنائز، باب مایستحب من اغماض عینیہ اذا مات، ۳/ ۵۴۰، حدیث: ۶۶۰۹۔

باب نمبر:152

مَیِّت کے پاس کہے جانے والے کلمات کا بیان

مَیِّت کے پاس کیا پڑھا جائے اور جس کے ہاں میت ہو جائے وہ کیا کہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب علاماتِ موت ظاہر ہوں مثلاً کنپٹیاں اندر کو دھنس جائیں، ناک ٹیڑھی پڑ جائے، پاؤں بے جان ہو جائیں کہ کھڑے کیے جائیں تو کھڑے نہ رہ سکیں بلکہ گر جائیں یا دیگر موت کی علامتیں پائی جائیں تو قریب الموت شخص کو سیدھی کَرْوَٹ پر لٹا کر اس کا منہ قبلے کی طرف کر دیں اور جب تک رُوح گلے کو نہ آئے اسے نیک پرہیزگار لوگ تَلْقِین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے کَلِمۂ شہادت پڑھیں۔ اپنے اور اس کے لیے دُعائے خیر اور دُعائے مغفرت کرتے رہیں، کوئی بُرا کَلِمہ زبان سے نہ نکالیں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے فِرِشتے اس پر آمین کہتے ہیں، نزع میں سختی دیکھیں تو سُورۂ یٰسین اور سُورۂ رَعد پڑھیں۔ دوست و عزیز کے انتقال ہو جانے پر صبر سے کام لیں اور اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اچھے بدل کا سوال کریں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب اِس بارے میں ہے کہ **"مَیِّت کے پاس کیا پڑھا جائے اور جس کے ہاں میت ہو جائے وہ کیا کہے؟"** اِمَام نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللّٰهِ الْقَوِی نے اس باب میں 5 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:920

بہترین عوض

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ اَوِ الْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا خَيْرًا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ قَالَ: قُوْلِي: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلَهُ وَاَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً فَقُلْتُ فَاَعْقَبَنِيَ اللهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِيْ مِنْهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جب تم بیمار یا مَیِّت کے پاس آؤ تو اچھی بات بولو (یعنی دُعا کرو) اس لئے کہ فرشتے تمہاری دُعاؤں

[1] ... مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المریض والمیت، ص ٤٥٧، حدیث: ٢١٢٩۔

پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب (میرے شوہر) اَبُو سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنتقال کر گئے تو میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضِر ہوئی اور عَرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اَبُو سَلَمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: یوں کہو: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلَہٗ وَاَعْقِبْنِیْ مِنْہُ عُقْبٰی حَسَنَۃً (اے اللہ میری اور اَبُو سَلَمہ کی مغفرت فرما اور مجھے اس کا اچھا بدلہ عطا فرما) تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صُورت میں مجھے اَبُو سَلَمہ سے بہتر بدلہ عطا فرمایا۔

میت کے پاس دنیا کی باتیں نہ کی جائیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: غالبًا یہ شک راوی کو ہے یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مریض فرمایا یا مَیِّت۔ مریض سے مراد قریب الموت مریض ہے، خیر (یعنی اچھی بات بولنے) سے مُراد دُعائے شِفا اور دعائے مغفرت ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں حاضرین دُنیوی کلام نہ کریں، آخر وقت تک دعائے شِفا کر سکتے ہیں، اَعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے وصیّت کی تھی کہ میری جانکنی کے وقت اس حجرے (یعنی کمرے) میں ناپاک انسان، کُتّا، جاندار کا فوٹو یعنی نوٹ روپیہ پیسہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔ (اس حصہ حدیث "فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں۔" کے تحت فرماتے ہیں:) یعنی مَلَکُ الموت اور ان کے ساتھی ہر اس بات پر آمین کہہ دیتے ہیں جو تمہارے منہ سے نکلتی ہے۔[1]

مرنے والے کے پاس نیک لوگوں کا ہونا:

عَلَّامَہ اَبُو عبدُ اللہ مُحمَّد بِن اَحمد قُرْطُبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نَقْل فرماتے ہیں: اس حدیث شریف میں بیمار یا مَیِّت کے لیے دُعا کرنے کی تعلیم ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حاضرین کی دُعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں، اسی وجہ سے عُلَمانے اس بات کو مُسْتَحَب قرار دیا کہ مرنے والے شخص کے پاس صالحین اور اَہلِ خَیر موجود ہوں تاکہ وہ اسے (کَلِمہ شریف) یاد دِلائیں، اس کے لیے اور اس کے پسماندگان کے لیے دُعا کریں اور کَلِماتِ خَیر

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۴۴، ۴۴۵۔

کہیں اور یوں ان کی دُعا اور فرشتوں کی آمین جمع ہو جائے اور مَیّت اور اس کے پسماندگان فائدہ اُٹھائیں۔[1]

مدنی گلدستہ

”جنّت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مَدَنی پھول

(1) جب قریب الموت شخص کے پاس آئیں تو اُس وقت دُعائیں اور کَلِماتِ خیر کہیں، بُرے کَلِمات اور دُنیوی گفتگو نہ کریں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

(2) جان کنی کے وقت کمرے میں کُتّا اور جاندار کی تصویر نکال دیں کہ جہاں یہ ہوتے ہیں وہاں رحمت کے فِرِشتے نہیں آتے نیز تصویروں والے نوٹ یا سکے وغیرہ سامنے ہوں تو بہتر یہ ہے کہ انہیں بھی ہٹا دیں۔

(3) قریب الموت شخص کے پاس نیک پرہیز گار لوگوں کا ہونا مُستحب ہے تاکہ اسے ان کی دُعائیں حاصل ہوں اور ان کی دُعاؤں میں فرشتوں کی آمین بھی شامل ہو جائے تو اُس کا بیڑا پار ہو جائے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں قریبُ الموت شخص کے پاس اچھے کَلِمات کہنے اور اس کے لیے دُعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مُصیبت کے وقت پڑھنے کی دُعا

حدیث نمبر: 921

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَجَرَهُ اللّٰہُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْلَفَ اللّٰہُ لِيْ خَيْرًا مِنْهُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[2]

---

1 . . . التذکرۃ للقرطبی، باب من حضر المیت فلا یلغو ولیتکلم بخیر۔۔۔الخ، ص ۳۷۔

2 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبة، ص ۴۵۶، حدیث: ۲۱۲۶۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھَا بیان کرتی ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو مصیبت پہنچے پھر وہ یہ دُعا پڑھ لے: ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا یعنی ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے، اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اَجر عطا فرما اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما۔“ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اُس مصیبت کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اُسے اس سے بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھَا فرماتی ہیں: جب اَبُو سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وِصال ہوا تو میں نے وہی دُعا پڑھی جس کا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے حکم فرمایا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صُورت میں مجھے اُن سے بہتر بدلہ عطا فرمایا۔

مُجَرَّب عمل:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنّان فرماتے ہیں: یہ عمل بڑا مُجرَّب ہے۔ فوت شُدہ مَیِّت اور گمشدہ چیز سب پر پڑھا جائے لیکن جس گمی چیز کے ملنے کی اُمید ہو اس پر (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ) رٰجِعُوۡن تک پڑھے اور جس سے مایوسی ہو چکی ہو اس پر پورا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا) پڑھے، مگر ضروری یہ ہے کہ زبان پر اَلفاظ ہوں اور دِل میں صبر۔ (مزید فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدُنا) اَبُو سَلَمہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) حضرت اُمِّ سَلَمہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا) کے پہلے خاوند تھے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رَضاعی بھائی تھے اور پھوپھی کے بیٹے بھی۔ آپ نے مع گھر بار پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ پاک کی جانب، مع گھر بار ہجرت کرنے میں آپ اوّل ہیں۔ [1]

مدنی گلدستہ

”صبر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۴۵۔

(1) مصیبت پہنچنے پر حدیثِ پاک میں مذکور دُعا پڑھ لی جائے تو اس کی بَرکت یہ ہوگی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس مصیبت کا ثواب عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ اس کا نِعْمَ الْبَدَل بھی عطا فرمادے گا۔

(2) جس گمشدہ چیز کے ملنے کی امید ہو اس پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ تک پڑھے اور جس سے مایوسی ہو چکی ہو اس پر حدیث میں موجود پوری دعا پڑھے۔

(3) مذکورہ دُعا کے اَلفاظ زبان پر ہونے کے ساتھ دِل میں صبر کا ہونا بھی ضروری ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں مصیبت کے وقت صبر کرنے اور دُعائے مسنون پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 922

جنّت میں گھر

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلَائِکَتِہٖ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ فُؤَادِہٖ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ فَیَقُوْلُ: فَمَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: ابْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب کسی آدمی کے بچے کا اِنتقال ہو جاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی رُوح قَبض کرلی؟ فرشتے عَرض کرتے ہیں: ہاں! تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دِل کا ٹکڑا لے لیا؟ فرشتے عَرض کرتے ہیں: ہاں! تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: تو پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ فِرشتے عَرض کرتے ہیں: اس نے تیری حَمد کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ”میرے اس بندے کے لئے جنّت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بَیْتُ الْحَمْد رکھو۔“

---

1 ... ترمذی، کتاب الجنائز، باب فضل المصیبۃ اذا احتسب، ۲ / ۳۱۳، حدیث: ۱۰۲۳۔

جنّتی مَحلات کی دو اَقسام:

مر آۃ المناجیح میں ہے: یہ سُوال و جواب ان فِرِشتوں سے (ہوتا) ہے جو مَیِّت کی رُوح بار گاہِ الٰہی میں لے جاتے ہیں۔ اِس سُوال سے انہیں گواہ بنانا مقصود ہے ورنہ ربّ تعالیٰ تو عَلیم و خَبیر ہے۔ خیال رہے کہ جنّت میں بعض محل ربّ کی طرف سے پہلے ہی بَن چکے ہیں اور بعض انسان کے اَعمال پر بنتے ہیں یہاں اس دوسرے محلّ کا ذِکر ہے جیسے یہاں مکانوں کے نام کاموں سے ہوتے ہیں ویسے ہی وہاں محلّات کے نام اَعمال سے ہیں۔(1)

مدنی گلدستہ

”غوث“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جو شخص اپنی اَولاد کے اِنتقال پر صبر کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَمد کرے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْن پڑھے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے جنّت میں بَیْتُ الْحَمْد نامی محل تیار فرماتا ہے۔

(2) جنّت میں بعض محل ربّ کی طرف سے پہلے ہی بَن چکے ہیں اور بعض انسان کے اَعمال پر بنتے ہیں اور بَیْتُ الْحَمْد کا تعلق بھی اس دوسری قسم کے محلات سے ہے۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فِرِشتوں سے کوئی بات پوچھنے کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو مَعَاذَ اللہ اس بات کا علم نہیں ہے بلکہ اس پوچھنے میں کئی حکمتیں ہوتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اولاد اور عزیزوں دوستوں کے اِنتقال پر حَمد کرنے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مر آۃ المناجیح، ۲/ ۵۰۷۔

حدیث نمبر:923

صابر کی جزا جنّت ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰی: مَا لِعَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَبُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مَروی ہے کہ **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**الله** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندے سے اس کی کوئی دُنیوی محبوب چیز لے لوں پھر وہ ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے صبر کرے تو میرے پاس اس کی جزا جنّت کے سوا اور کچھ نہیں۔"

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** یہ حدیث ہر پیاری چیز کو عام ہے، ماں باپ، بیوی اولاد حتّٰی کہ فوت شُدہ تندرستی وغیرہ جس پر بھی صبر کرے گا اِنْ شَآءَ الله جنّت پائے گا لہٰذا یہ حدیث بڑی بِشارت کی ہے۔(2)

سب سے بڑی جزا:

اِمام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** "حدیثِ پاک میں پیاری چیز کو دنیوی چیز کے ساتھ مقید کیا گیا ہے یعنی دُنیوی چیز کے فوت ہونے پر صبر کیا تو اس کی جزا جنت ہے۔ یہ اس لئے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اگر کسی اُخروی چیز (یعنی جن چیزوں کی وجہ سے آخرت بہتر بنتی ہے جیسے دینی دوست، دینی استاذ، پیرو مرشد وغیرہ) کے فوت ہو جانے پر صبر کیا تو اس کی جزا جنت سے بھی زیادہ ہے یعنی "**الله** کی رضا" اور یہ سب سے بڑی جزا ہے۔"(3)

سدا کیلئے ہو جا راضی خُدایا
ہمیشہ ہو لطف و کرم یاالٰہی

---

(1)... بخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله، ۴/۲۲۵، حدیث: ۶۴۲۴۔

(2)... مرآۃ المناجیح، ۲/۵۰۵۔

(3)... شرح الطیبی، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، ۳/۴۱۷، تحت الحدیث: ۱۷۳۱۔

اس حدیث کی مزید شرح کے لئے فیضانِ ریاض الصالحین جلد 1، باب نمبر 3، حدیث نمبر 32 کا مطالعہ کیجیے۔

مدنی گلدستہ

"ثواب" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس باب کے تحت یہ حدیثِ مُبارَکہ لائے اِس سے پتا چلا کہ مَیِّت کے گھر والوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے اس مضمون کی اَحادیثِ مُبارَکہ سنانی چاہیے۔

(2) اولاد یا اس جیسی محبوب شے کے فوت ہو جانے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ثواب کی اُمید پر صبر کرنا چاہیے کہ اس صبر پر جنّت کی بِشارت ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت بڑا اکرم ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیز لے لے اور بندہ اس مصیبت پر ثواب کی نیّت سے صبر کرے تو اس کو جزا میں جنّت عطا فرماتا ہے۔

(4) اُخروی چیز کے فوت ہو جانے پر صبر کرنے کی جزا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ پیاری چیز کے فوت ہو جانے پر ہمیں صبر کا حوصلہ عطا فرمائے اور اس موقع پر شکوہ شِکایت زبان پر لانے کے بجائے کلماتِ خیر کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 924

ہر چیز کی ایک میعاد مُقَرَّر ہے

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: اَرْسَلَتْ اِحْدٰی بَنَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِ تَدْعُوْہُ وَتُخْبِرُہُ اَنَّ صَبِیًّا لَہَا اَوِ ابْنًا فِی الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ: اِرْجِعْ اِلَیْہَا فَاَخْبِرْہَا اَنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّی فَمُرْہَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔[1]

[1] ... مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، ص ۴۵۸، حدیث: ۲۱۳۵۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک صاحِبزادی (حضرت سَیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) نے بار گاہِ رِسالت میں پیغام بھجوایا کہ میرا بچہ موت وحیات کی کشمکش میں ہے لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائیے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قاصِد سے فرمایا: "جاؤ! اور میری لختِ جگر سے کہہ دو کہ جو چیز (یعنی اولاد وغیرہ) خدا نے لے لی وہ بھی اسی کی تھی اور جو چیز اس نے دے رکھی ہے وہ بھی اسی کی ہے اور اس کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مُقَرَّر ہے لہٰذا ان سے کہو کہ وہ صبر کریں اور ثواب کی اُمید رکھیں۔"

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "درست یہی ہے کہ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا بچے کا نام علی اِبنِ اَبِی الْعَاص تھا۔ اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں: ❀ وفات کے وقت اہلِ فضل کو بلانا چاہیے تاکہ اس کی برکت اور دعا سے اس کو فائدہ ہو۔ ❀ موت سے پہلے پسماند گان کو تسلی دینا چاہیے۔ ❀ بیمار اگرچہ بچہ یا عام آدمی ہو اہلِ فضل کو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔ ❀ اہلِ فضل کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے فضل سے کسی کو نااُمید کریں۔ ❀ اس حدیث میں مخلوقِ خدا پر شفقت اور اُن کے لئے رحمت کی ترغیب اور ❀ قساوتِ قلبی (سخت دلی) سے بچنے کی تلقین ہے۔"(1)

سارا جہان اللہ کی مِلک ہے:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ حدیث شریف اِسلام کے عظیم قواعِد و ضَوابِط میں سے ہے اور دِین کے بہت سے اَہم اُصول و فُروع پر مشتمل ہے۔ اس میں آداب کی تعلیم، تمام آفات و بَلِیّات پر صبر اور غم و اَمراض وغیرہ سختیاں برداشت کرنے کی تلقین ہے۔ حدیث شریف کے اَلفاظ "جو چیز خدا نے لے لی وہ اسی کی تھی" کا معنٰی یہ ہے کہ سارے جہاں کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے تو اس نے تمہاری کوئی چیز نہیں لی بلکہ اپنی چیز لی ہے جو تمہارے پاس بطورِ عارِیّت موجود تھی اور حدیث شریف کے جُملے "اور جو چیز اس نے دے رکھی ہے وہ اسی کی ہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اس ذات نے تمہیں عطا کیا ہے وہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا بلکہ وہ اسی کا ہے وہ جیسے چاہے اس میں تصرّف

(1) ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت... الخ، ۶/۱۰۱، ۱۰۳، تحت الحدیث: ۱۲۸۴ ملتقطا۔

کرے۔ لہٰذا جَزع فَزع نہ کرو، جس شخص کی وہ رُوح قَبض فرمائے سمجھ لو کہ اس کا وقت پُورا ہو چکا تھا، اس کی موت کا وقت آگے پیچھے ہو جائے یہ مُحال (یعنی ناممکن) ہے۔ جب تمہیں یہ باتیں معلوم ہو گئیں تو مَصائب وآلام پر صبر کرو اور اَجر وثواب کی اُمید رکھو۔[1]

مدنی گلدستہ

”امانت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) قریب الموت شخص کے پاس بُزرگوں کو بُلانا چاہیے تاکہ ان کی دُعا اور ان کی بَرَکت حاصل ہو۔

(2) مَیِّت کے گھر والوں کو صبر وشکر کی تلقین کرنی چاہیے اور انہیں اس بات کا اِحساس دِلانا چاہیے کہ یہ جو کچھ ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا ہے وہ جو چاہے لے لے اور جو چاہے عطا فرما دے۔ موت کا ایک وقت مُقرَّر ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

(3) جو چیز بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں کو عطا فرماتا ہے وہ اسی کی ملکیّت ہوتی ہے اور بندوں کے پاس وہ چیز اَمانت ہوتی ہے لہٰذا جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے لے لے تو واویلا کرنے کے بجائے صبر کرنا چاہیے اور ثواب کی اُمید رکھنی چاہئے کیونکہ جو کسی کی اَمانت اسے واپس کرتا ہے وہ چیختا چلّاتا نہیں ہے۔

(4) کسی کی مصیبت اور رَنج وغم کو دیکھ کر قَساوتِ قلبی (سخت دلی) کا مُظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ مصیبت زدہ سے ہمدردی کرنی چاہیے۔

(5) بیمار اگرچہ بچہ ہو یا کوئی عام آدمی ہو اس کی بھی عیادت کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں آفات وبَلِیّات پر صبر کرنے اور سختیاں برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... الاذکار المنتخبۃ، باب التعزیۃ، ص ۱۲۵۔

باب نمبر:153

مَیِّت پر بغیر بَین اور نَوحہ کے رونے کا جواز

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی کے مرنے پر اَفسوس کا اِظہار نہ صرف جائز بلکہ سنّت ہے۔ رَنج و غم ایک فطری چیز ہے۔ اس سے بچنا اِنسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اگر مصیبت کے وقت دِل بھر آئے، آنسو جاری ہو جائیں تو اس پر مُواخذہ نہ ہوگا لیکن اس سے بڑھ کر چیخنا چِلّانا، واویلا کرنا، بال نوچنا، گریبان چاک کرنا، سینہ کُوٹنا، رَان پر ہاتھ مارنا، ماتَم و نوحہ کرنا، کالے کپڑے پہننا، ناشکری کے کَلِمات زبان پر لانا یا ایسا کام کرنا جس سے حُلیہ بگڑ جائے، یہ سب ممنوع و حرام ہے۔ عورتیں اس سلسلہ میں بہت ہی بے اِحتیاطی سے کام لیتی ہیں۔ انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا چاہیے اور صبر و ضبط سے کام لینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں سے بیعت لیتے وقت نوحہ نہ کرنے کا عَہد لیا اور نَوحہ کی مُمانَعت کوئی معمولی قسم کی نہیں ہے، فتاویٰ رضویہ شریف کے مضمون کا خُلاصہ ہے کہ مَیِّت پر چِلّا کر رونا جَزع فَزع کرنا حرام سخت حرام ہے۔ جب اس سے زِندے پریشان ہو جاتے ہیں، اِیذا پاتے ہیں تو مُردہ کی پریشانی اور اِیذا تو بیان سے باہر ہے۔ یہ اَمر اس کے لیے صد گونہ اِیذا کا باعث ہوتا ہے، بچہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں۔[1] اسی طرح مَیِّت کی حقیقت سے دُور تعریف اور خوبیاں بَیان کرتے ہوئے رونا مثلاً یہ کہنا کہ ہائے وہ کتنا بہادُر تھا! ہائے وہ اَیسا تھا! ہائے وہ وَیسا تھا! یہ بھی حرام ہے جسے بَین کہتے ہیں اور یہ زمانۂ جاہلیّت کی رَسم ہے۔ البتّہ مَیِّت کی واقعی اور حقیقی تعریف بَیان کے طَور پر ذِکر کرنے میں مُضایقہ نہیں۔ یونہی آنسوؤں سے یا آہستہ آواز سے رونے میں بھی حَرَج نہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"مَیِّت پر بغیر بین اور نوحہ کے رونے کے جواز"** سے مُتعلِّق ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 اَحادیثِ مُبارکہ ذِکر فرمائی ہیں۔

نوحہ حرام ہے:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس باب کے شروع میں فرماتے ہیں: "نَوحہ حرام ہے اور کِتَابُ النَّھْیِ کے باب میں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مُمانَعت آئے گی اور جن اَحادیث میں (مَیِّت پر) رونے سے منع کیا گیا

[1] ... فتاویٰ رضویہ، ۲۴/ ۴۸۰، ۴۸۲ ملخصاً۔

ہے اور جن میں یہ آیا ہے کہ اَہل خانہ کے رونے کی وجہ سے مَیِّت کو عذاب دیا جاتا ہے (وہ اپنے ظاہر پر نہیں ہیں) بلکہ اُن میں تاویل کی جائے گی اور یہ اُس شخص کے مُتعلِّق ہیں جس نے اپنے اَہلِ خانہ کو وصیّت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد مجھ پر رونا۔ ممانعت صرف اس رونے کی ہے جس میں نوحہ یا بین ہو۔ مَیِّت پر بغیر بین اور نوحہ کئے رونے کے جواز پر کئی دلیلیں بصورتِ اَحادیث موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

حدیث نمبر:925

زبان کے سبب عذاب یا رحم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَبَكٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ: اَلَا تَسْمَعُونَ اِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْ يَرْحَمُ وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهِ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ** بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے رِوایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سَیِّدُنا سعد بن عُبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عِیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف، حضرت سَیِّدُنا سَعد بن اَبی وقّاص، حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چَشْمانِ اَقدس سے آنسو جاری ہوگئے۔ یہ دیکھ کر لوگ بھی رونا شروع ہوگئے۔ آپ نے اِرشاد فرمایا: ”سُنو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آنکھ کے آنسو اور دِل کے غم کے سبب عذاب نہیں دیتا۔“ اور زبان کی طرف اِشارہ کرکے فرمایا: ”لیکن اس کے سبب عذاب یا رحم فرماتا ہے۔“

مصیبت میں صبر و شکر پر رَحم اِلٰہی:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ رونا اُن کی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ اُن کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بِنا پر اور یہ کلام حکیمانہ مُبلِّغانہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر

(1) . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض، ۱/ ۴۴۱، حدیث: ۱۳۰۴۔

حمدِ الٰہی کرتا ہے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔[1]

مَیت کے اَوصاف بیان کرنا:

مَیِّت پر آواز سے یا صِرف آنسوؤں سے رونا جائز ہے بلکہ مُردے کے بعض فضائل بیان کرنا بھی دُرُست ہے جیسے (حضرت سَیِّدَتُنا) فاطِمہ زَہرہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) نے حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر روتے ہوئے فرمایا تھا: ابّا جان! آپ جنّت میں چلے گئے، اَب وَحی آنا بند ہوگئی وغیرہ، ہاں اس پر سر یا سینہ کُوٹنا، منہ پر تھپڑ لگانا، بال نوچنا، اس کے جھوٹے اَوصاف بَیان کرنا، ہائے میرے پہاڑ! ہائے کالی گھوڑی کے سُوار! یہ سب حرام ہے کہ یہ نَوحہ میں داخل ہے۔[2] فقیہِ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: (زبان کے سبب عذاب یا رحم ہوتا ہے اس کا) مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیخے گا یا زمانہ جاہلیت کی طرح بین کرے گا تو عذاب کا مستحق ہے اور اگر اچھی بات کرے گا، کلماتِ صبر و شکر ادا کرے گا تو اس پر رحم ہو گا۔[3]

نَوحہ کی تعریف اور نَوحہ اور بین میں فَرق:

اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اُمّتِ مسلمہ کا اِتفاق ہے کہ مَیِّت پر نوحہ کرنا، جاہِلوں کا سا واویلا کرنا اور مصیبت کے وقت اپنے لیے تباہی و بربادی کی دُعا کرنا حرام ہے۔ (آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:) بلند آواز سے بین کرنا نوحہ ہے اور مَیِّت کی خُوبیاں بَیان کرنا بین ہے، کہا گیا ہے کہ رو رو کر مَیِّت کی خُوبیاں شُمار کرنا بین ہے۔ ہمارے عُلَما فرماتے ہیں: روتے ہوئے چیخنا چِلّانا حرام ہے البتّہ مَیِّت کے پاس بغیر بین اور نَوحہ کے رونا حرام نہیں ہے۔[4] بَہارِ شریعت میں ہے: نَوحہ یعنی مَیِّت کے اَوصاف مُبالَغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بین کہتے ہیں بِالاِجماع حرام ہے۔ یوہیں واویلا وَامُصِیْبَتَاہ (ہائے ہلاکت، ہائے مصیبت) کہہ کے چِلّانا۔[5]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۰۲۔ 2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۹۹۔ 3 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۸۱۰۔

4 ... الاذکار المنتخبۃ، باب تحریم النیاحۃ علی المیت ۔۔۔ الخ، ص ۱۲۱، ۱۲۲ ملتقطاً۔

5 ... بہار شریعت، ۱/ ۸۵۴، حصہ ۴۔

مَیِّت کی خُوبیوں اور واویلا مچانے سے متعلق 4 حکایات:

(1) حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بَیان کرتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن رَوَاحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر غَشی طاری ہوئی تو عورتوں نے نَوحہ شُروع کر دیا، جب حُضُور نبی کریم، رَءُوف رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہاں تشریف لائے تو وہ ہوش میں آچکے تھے، عَرْض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں بے ہوش ہوا تو عورتوں نے چِلّانا شُروع کر دیا کہ ہمارے پیارے! ہائے ہمارے پہاڑ! میں نے دیکھا اس وقت ایک فِرِشتہ کھڑا ہو گیا اس کے پاس ایک ہتھوڑا بھی تھا جسے اس نے میرے پیروں کے درمیان رکھ کر پوچھا: کیا تم ایسے ہی تھے؟ میں نے کہا: نہیں، پس اگر میں "ہاں" کہتا تو وہ مجھے ہتھوڑے سے مارتا۔[1] **(2)** حضرت سَیِّدُنا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی بَیان کرتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بے ہوش ہوئے تو ان کی ہَمْشِیرہ کہنے لگیں: ہائے ہمارے پہاڑ! جب ان کو ہوش آیا تو فرمایا: آج تم مجھے تکلیف دیتی رہی ہو۔ ہَمْشِیرہ نے عَرْض کی: آپ کو تکلیف دینا مجھے ہرگز گوارا نہیں۔ فرمایا: جب جب تم کہتی تھیں: ہائے ایسے! تو ایک فِرِشتہ سختی کے ساتھ جِھڑک کر مجھ سے پوچھتا تھا: کیا تم ایسے ہو؟ تو میں کہتا: نہیں۔[2] **(3)** حضرت سَیِّدُنا مِقْدَام بن مَعْدِی کَرِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَیان کرتے ہیں کہ جب اَمیرُ المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو زخمی کیا گیا تو آپ کی صاحبزادی اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا حَفْصَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا آپ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: اے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھی! اے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سُسر! اے مسلمانوں کے اَمیر! آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں تمہیں اپنے اس حق کا واسطہ دیتا ہوں جو میرا تم پر ہے! اس مَجْلِس کے بعد اب کبھی میری خُوبیاں بَیان کر کے مجھ پر نہ رونا کیونکہ جس مَیِّت کی وہ خُوبیاں بَیان کی جائیں جو اس میں نہ ہوں تو فرشتے اس مَیِّت پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔[3] (حالانکہ ان میں یہ خوبیاں و وصف موجود تھے تو ان کا کہنا بطورِ عاجزی و انکساری ہو گا۔) **(4)** ایک عِراقی عورت کا بچّہ فوت ہو گیا جس کا اسے بَہُت زِیادہ غم ہوا۔ کچھ سالوں کے بعد اسے کسی وجہ سے مغرب کی

---

1 . . . شرح الصدور، باب تاذی المیت بالنیاحۃ علیہ، ص ۲۹۹۔
2 . . . معجم کبیر، معاذ بن جبل، ۲۰/ ۳۵، حدیث: ۵۰۔
3 . . . طبقات کبریٰ، عمر بن الخطاب، ۳/ ۲۷۵ ملخصاً۔

طرف جانا پڑا۔ اپنے شہر میں اس کی عادت یہ تھی کہ ہر عید کے روز قبرستان جاتی اور اپنے بچے پر روتی۔ چنانچہ جس جگہ وہ تھی جب وہاں عید کا روز آیا تو وہ اس عَلاقہ کے قبرستان گئی اور اپنی عادت کے مطابق رونا دھونا مچایا بلکہ وہاں اور بھی زیادہ روئی دھوئی اور خُوب واویلا کیا پھر قبرستان ہی میں اسے نیند آگئی، اس نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان میں مَدفُون مُردے اسے بُرا بھلا کہہ رہے ہیں اور ایک دوسرے سے پُوچھ رہے ہیں کہ کیا ہمارے پاس اس عورت کا بچّہ ہے؟ تو ان میں سے بعض نے کہا کہ نہیں! کہنے لگے: پھر یہ ہمارے پاس آکر اپنے رونے سے ہمیں کیوں تکلیف دے رہی ہے چنانچہ وہ اس عورت کے پاس آئے اور اسے بہت مارا پیٹا۔ جب وہ عورت بیدار ہوئی تو اس نے اس مار کی تکلیف محسوس کی۔[1]

مدنی گلدستہ

پنجتن پاک کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) افضل شخص کو بھی عِیادت اور بیمار پُرسی کرنی چاہیے جیسا کہ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا سَعد بن عُبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عِیادت فرمائی۔

(2) صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ بِغیر بُلائے عِیادت کے لیے چلے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت اور عِیادت کے لیے بِغیر بُلائے جانے میں حرج نہیں، البتہ ولیمہ یا شادی کی دعوت میں جب بُلایا جائے تب جانا چاہیے۔

(3) اس حدیث شریف میں مریض کے پاس رونے کا ثُبوت ہے۔

(4) اگر اُستاذ صاحِب یا پیر صاحِب روئیں تو ان کی اِتباع میں شاگردوں اور مریدوں کو بھی رونا چاہیے۔

(5) کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری کے کَلِمات کہنے کے بجائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا اور اس کی تقدیر پر راضی رہنے والے اَلفاظ ادا کیے جائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں مصیبت پر صبر وشکر سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، ۴/ ۲۲۴، تحت الحدیث: ۱۷۴۱۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:926

رحم دِل بندوں پر رحم ہوتا ہے

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ اِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هٰذَا؟ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالٰى فِي قُلُوْبِ عِبَادِهِ وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے رِوایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نَواسے کو جو دم توڑ رہا تھا، اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُبارَک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت سَیِّدُنا سَعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عَرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ آنسو کیسے؟ آپ نے فرمایا: یہ آنسوؤں کا بہنا رحمت کے سبب ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کے دل میں ڈال دیتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی بیمار پرسی بھی سنّت ہے:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: بچّے کا یہ حال دیکھ کر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اَزراہِ شَفقت ضَبط نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس پر حضرت سَعد بن عُبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تعجب ہوا اس لئے کہ وہ حضور اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صبر و ضبط کو بارہا مُلاحظہ فرما چکے تھے۔ غَزْوَۂ اُحد کی اس قیامت خیز گھڑی میں زخمی ہونے کے باوُجود زبان سے اُف تک نہ نکلی۔ غَزْوَۂ خَندَق کی اس شدت میں جسے قرآنِ مجید نے ان اَلفاظ میں بَیان فرمایا ہے کہ دِل حُلقُوم تک آگئے تھے پہاڑ سے بھی زیادہ اِستقامت تھی اور آج بچّے کا یہ حال مُلاحَظہ فرما کر رو رہے ہیں یا تعجب اس پر ہوا کہ مَیِّت پر رونے سے مَنْع فرمایا ہے پھر یہ آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ شَفقت کا

(1)...بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ...الخ، ۱/ ۴۳۴، حدیث: ۱۲۸۴۔

مُقْتَضٰی (تقاضا) ہے جو اِختیاری نہیں فطری ہے اور یہ ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے انہیں بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جو خود دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیمار پُرسی واجب نہیں ہے سنّت ہے نیز یہ کہ مَیِّت کی تجہیز و تکفین واجبِ عَیْن نہیں کِفایہ ہے۔ چھوٹے بچّوں کی بیمار پُرسی بھی مَسْنُون ہے۔ (مزید فرماتے ہیں:) کسی مَیِّت پر رونے میں حَرَج نہیں جبکہ بَطورِ جزع فَزع اور چیخ چلّا کر نہ ہو بلکہ محمود ہے۔[1]

آنسو بہہ جانے سے دل کی گرمی نکل جاتی ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اَطِبّاء کہتے ہیں کہ مَیِّت پر بالکل نہ رونے سے سخت بیماری پیدا ہو جاتی ہے، آنسو بہنے سے دِل کی گرمی نکل جاتی ہے اس لیے اس رونے سے ہر گز منع نہ کیا جائے اور ایسے موقع پر رونا نہ آنا سختیٔ دِل کی علامت ہے جسے بندوں پر رحم نہیں آتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔[2]

مدنی گلدستہ

”رحمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مَیِّت پر آہستہ آواز سے رونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے جسے وہ اپنے بندوں کے دِلوں میں ڈال دیتا ہے۔

(2) مخلوقِ الٰہی پر رحمت وشفقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا سبب بنتی ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اُن بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جو خود دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔

(4) آہستہ آواز میں رونے سے کسی کو نہ روکا جائے کہ ایسے موقع پر نہ رونا دل کی سختی کی علامت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمارے دِل میں نرمی اور رحم ڈال دے اور ہمیں دِل کی سختی سے بچائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۷۹۰، ۷۹۱ ملتقطا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۰۱۔

حدیث نمبر:927

رحمت کے آنسو

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی ابْنِہٖ اِبْرَاھِیْمَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَھُوَ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللہ!فَقَالَ: یَا ابْنَ عَوْفٍ! اِنَّھَا رَحْمَۃٌ ثُمَّ اَتْبَعَھَا بِاُخْرٰی فَقَالَ: اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ! لَمَحْزُوْنُوْنَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے رِوایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے لختِ جگر، نُورِ نظر حضرت سَیِّدُنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس وقت جان کنی کی حالت میں تھے، ان کی حالت دیکھ کر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُبارَک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عَرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ بھی رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابنِ عَوف! یہ آنسو کا بہنا رحمت کے سبب ہے۔ اس کے بعد پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُبارَک آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ آپ نے فرمایا: آنکھ رو رہی ہے، دل غم زدہ ہے مگر اس کے باوُجود ہم اپنی زبان سے وہی اَلفاظ ادا کریں گے جو ہمارے ربّ کو راضی کر دیں اور اے ابراہیم! ہم تمہارے فِراق میں غمگین ہیں۔

علّامہ سیِّد محمود احمد رَضَوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت عبد الرحمٰن بن عَوف (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) جو آپ سے صبر کی فضیلت وترغیب اور بے صبری کی ممانعت سُن چکے تھے۔ حُضُور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر متعجب ہو کر عَرض کرنے لگے: حُضُور آپ بھی گریہ وزاری فرماتے ہیں؟ حُضُور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے جواب دیا: میرا گریہ بے صبری اور ناشکری کا نہیں ہے بلکہ یہ تو رحمت ہے۔ ہر باپ کو اپنے بیٹے سے فطری طور پر محبّت ہوتی ہے تو اگر جدائی کے وقت دِل بھر آئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو یہ رحمت ہیں۔ اس پر کوئی مُواخذہ نہیں ہو گا۔“[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انا بک لمحزونون، ۱ / ۴۴۱، حدیث: ۱۳۰۳۔

2 . . . فیوض الباری، ۵ / ۱۰۲۔

مصیبت پر غم کا اِظہار سنّت ہے:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: کسی کی مصیبت پر آنسو بہانا اور ایسے کَلِمات کہنا جن سے اَندرونی غم ظاہر ہو اور وہ ناشائستہ نہ ہوں سنّت ہے۔[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: مَیِّت پر صِرف آنسوں سے رونا بھی جائز ہے اور صبر شُکر کے اَلفاظ کہنا بھی اور مَیِّت کو مُخاطب کرکے کلام کرنا بھی جائز کہ بچّہ زندگی میں اگرچہ کچھ نہ سمجھتا ہو مگر بعدِ وفات سمجھنے بلکہ بولنے لگتا ہے۔[2]

عزیز کی وفات پر غمزَدہ کے لیے تسلی:

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَالِی فرماتے ہیں: ”جس شخص کا بچّہ یا کوئی قَرِیبی فوت ہو جائے تو وہ یہ خیال کرے کہ ہم دونوں اپنے شہر کی جانِب سفر کر رہے تھے لیکن میرا بچّہ مجھ سے پہلے اپنے ٹِھکانے اور وطن پہنچ گیا ہے اور سفر کرتے ہوئے بچّے کا جلدی پہنچ جانا زِیادہ رنج و غم کا باعث بھی نہیں بنتا کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ عنقریب میں بھی اس سے جاملوں گا، فَرق صِرف اتنا ہے کہ اس نے سفر جلدی طے کرلیا اور میں نے تاخیر سے۔ موت کا مُعاملہ بھی ویسا ہی ہے کیونکہ موت کا معنٰی ہے وطن کی طرف جلدی پہنچنا یہاں تک کہ بعد والا بھی آملے تو جب وہ اس طرح سوچے گا اور بالخُصوص اَولاد کی موت پر ملنے والے ثواب پر غور کرے گا کہ جس سے ہر مصیبت زَدہ کو تسلی ہوتی ہے تو اس کی پریشانی کم ہو جائے گی۔“[3]

میت پر چِلّا کر رونے اور نوحہ کرنے کی تین وعیدیں:

(1) دو آوازوں پر دُنیا و آخرت میں لعنت ہے: ❁ خُوشی کے وقت باجے کی آواز اور ❁ مصیبت کے وقت چِلّانے کی آواز۔[4] **(2)** چِلّا کر رونے والی جب اپنی موت سے قبل توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن کھڑی

---

1 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۸۰۹۔
2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۰۰۔
3 ... احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب السادس، ۵/ ۲۲۱۔
4 ... مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب فی النوح، ۳/ ۱۰۰، حدیث: ۴۰۱۷۔

کی جائے گی یُوں کہ اس کے بدن پر گَنْدَھک کا کُرتا ہوگا اور کھجلی کا دوپٹہ۔[1] اور ایک روایت میں ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے گَنْدَھک کے کپڑے پہنائے گا اور اوپر سے دوزخ کی لپٹ کا دوپٹہ اُڑھائے گا۔[2] **(3)** نَوحہ کرنے والیوں کی بَروزِ قِیامت جہنَّم میں دو صَفیں بنائی جائیں گی، ان کی ایک صف دوزخیوں کے دائیں طرف اور ایک بائیں طرف ہوگی۔ وہاں جہنَّمیوں کو دیکھ کر ایسے بھونکیں گی جیسے کتے بھونکتے ہیں۔[3]

مدنی گلدستہ

"نعمت" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ہر باپ کو اپنے بیٹے سے فطری محبّت ہوتی ہے تو اگر بیٹے کی موت کے وقت دِل بھر آئے اور آنکھ سے آنسو بہنے لگیں تو اس میں حَرَج نہیں بلکہ یہ تو دِل میں رَحْم پیدا ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(2) مصیبت پر آنسو بہانا اور ایسے کَلِمات کہنا جن سے اَندرونی غم ظاہِر ہو جبکہ وہ ناشائستہ نہ ہوں سنّت ہے۔

(3) مَیِّت کو مُخاطَب کرکے کلام کرنا جائز ہے۔ اگر مَیِّت بچّہ ہو تو اگرچہ وہ اپنی زندگی میں کچھ نہ سمجھتا ہو لیکن مَرنے کے بعد اس کے اَندر بھی سمجھ آجاتی ہے۔

(4) جس کا بچّہ یا کوئی قَریبی فوت ہوجائے تو وہ یہ خیال کرکے خود کو تسلی دے کہ ہم دونوں اپنے شہر کی جانِب سفر کررہے تھے لیکن میرا بچّہ یا عزیز مجھ سے پہلے اپنے ٹھکانے اور وطن پہنچ گیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ ہمیں اپنے عزیز کی وفات پر صبر عطا فرمائے اور خواہ مخواہ کا ہنگامہ مچانے کے بجائے تقدیر پر راضی رہنے والے کَلِمات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، ص ۳۶۲، حدیث: ۲۱۲۰ ملتقطاً۔

2 . . . ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن النیاحۃ، ۲/۲۵۷، حدیث: ۱۵۸۱۔

3 . . . مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب فی النوح، ۳/۱۰۰، حدیث: ۴۰۱۹۔

باب نمبر:154 مَیِّت کی ناپسندیدہ باتوں کو بیان نہ کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرے۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“[1] اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر کوئی یہی پسند کرتا ہے کہ اس کی پردہ پوشی کی جائے اوراس کے رازوں کو چُھپایا جائے لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی بھی پردہ پوشی کرے، اُس کا کوئی عیب ظاہر ہو جائے تو اُسے ہر ایک کے سامنے بیان کرنے کے بجائے چھپائے کہ کسی مسلمان کا عیب دیکھ کر اُس کی پردہ پوشی کرنے کی بھی احادیث میں فضیلت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرتِ سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سلطانِ دوجہان، مدینے کے سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: ”جو شخص اپنے بھائی کا عیب دیکھ کر اس کی پردہ پوشی کردے تو وہ جنَّت میں داخل کر دیا جائے گا۔“[2] عیب چُھپانے میں اِحترامِ مُسلِم بھی ہے۔ واضح رہے کہ مسلمان کا اِحترام اور اُس کی عزّت وحُرمت جس طرح اُس کی زندگی میں ہے اِسی طرح اُس کے مرنے کے بعد بھی ہے کہ جس طرح کسی مسلمان کی ظاہری زندگی میں اس کا عیب چھپانے کا حکم ہے اِسی طرح اُس کے مرنے کے بعد بھی اُس کی میت میں کوئی عیب ظاہر ہو جائے تو اُسے چھپانے کا حکم ہے۔ مسلمان کے مرنے کے بعد اگر اُس کا کوئی عیب نظر آئے مثلاً اُس کا چہرہ سیاہ ہو جائے یا اُس کی شکل تبدیل ہو جائے یا اُسی نوعیّت کی کوئی دوسری ناپسندیدہ چیز ظاہر ہو تو اُسے چُھپایا جائے، کسی کے سامنے بیان یا ظاہر نہ کیا جائے اور ویسے بھی یہ ضروری نہیں کہ چہرے وغیرہ کا بگڑنا مَعَاذَ اللہ بُرے خاتِمے ہی کی علامت ہو بلکہ بیماری کی وجہ سے بھی بعض اَوقات چہرہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ البتہ کسی بدمذہب اور بدعتی کا چہرہ سیاہ ہو

---

1. . . . بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحبّ لاخیہ ما یحبّ لنفسہ، ۱/ ۱۶، حدیث: ۱۳۔
2. . . . مسند عبد بن حمید، ص ۲۷۹، حدیث: ۸۸۵۔

جائے یا شکل بگڑ جائے تو اسے بیان کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کو اس کی حالت سے عبرت و نصیحت حاصل ہو اور لوگ اس کی بدمذہبی اور بدعت سے دور ہوں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”مَیِّت کی ناپسندیدہ باتوں کو بیان نہ کرنے“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:928

مَیِّت کی پردہ پوشی کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ اَسْلَمَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: **مَنْ غَسَّلَ مَیِّتًا فَکَتَمَ عَلَیْهِ غَفَرَ اللهُ لَهٗ اَرْبَعِیْنَ مَرَّةً.**[1]

ترجمہ: حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے آزاد کردہ غلام حضرت سَیِّدُنا ابو رافع اَسْلَم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے رِوایت ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”جس نے مَیِّت کو غسل دیا اور اس کی پردہ پوشی کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چالیس مرتبہ اس کے گناہوں کو بخشے گا۔“

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (اس حصہ حدیث ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ چالیس مرتبہ اس کے گناہوں کو بخشے گا۔“ کے تحت) فرماتے ہیں: اور ہر مرتبہ میں کتنے گناہ بخشے جائیں گے اس کی تعداد سوائے خُدائے سَتّار و غَفّار کے اور کوئی نہیں جانتا۔[2]

غسل کے وقت میت کا چہرہ اور شرم گاہ چھپانا:

علامہ اِبنِ عبدُ البَر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْبَر فرماتے ہیں: عُلَما نے اس بات کو مُسْتَحَب جانا ہے کہ ایک کپڑے سے مَیِّت کا چہرہ چُھپایا جائے اور دوسرے سے اس کی شَرْم گاہ کیونکہ بعض اَوقات موت کے وقت مَیِّت کا چہرہ بیماری یا خون کے غَلَبے کی وجہ سے تبدیل ہو جاتا ہے اور جُہلا جب مَیِّت کا تبدیل چہرہ دیکھتے ہیں تو اسے بُرا جان کر ایک دوسرے کو اس کے مُتَعَلِّق بتاتے ہیں۔ جبکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو مَیِّت کو غُسل دے

1 . . . مستدرک حاکم، کتاب الجنائز، باب فضیلة تغسیل المیت وتکفینه وحفر قبره، ۱/۶۷۷، حدیث: ۱۳۴۷۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب عیادة المریض۔۔۔الخ، باب فی الکف عما یری من المیت من مکروه، ۳/۶۰۲، تحت الحدیث: ۹۲۶۔

اور (جو ناقص بات نظر آئے) اُسے چُھپائے وہ اپنے گناہوں سے ایساپاک ہو جاتا ہے جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔[1]

مَیِّت کی بُرائیاں اور ان کا حکم:

مَیِّت میں دیکھی جانے والی بُرائیوں کی دو اَقسام ہیں: **(1)** پہلی قسم کا تَعلُّق اس کی حالت سے ہے مثلاً کوئی شخص دیکھے کہ مَیِّت کا چہرہ تبدیل ہو کر سیاہ اور قبیح ہو گیا ہے یا اس کے اَعضا میں تَغَیُّر واقع ہو گیا ہے تو اس صورت میں اسے لوگوں کو یہ بتانا جائز نہیں کہ میں نے مَیِّت کو اس حالت میں دیکھا ہے کیونکہ یہ اس کا عیب کھولنا ہے اور ویسے بھی بندہ اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہے اور عنقریب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنے عَدل یا فَضل کے مطابِق جزا عطا فرمائے گا۔ اگر اس نے نیک اَعمال کئے ہوں گے تو اس کو اچھی جزا ملے گی اور اگر اس کے اَعمال بُرے ہوئے تو اسے بُری جزا ملے گی۔ بَہارِ شریعت میں ہے: نہلانے والا مُعتَمَد شخص ہو کہ پوری طرح غُسل دے اور جو اچھی بات دیکھے، مثلاً چہرہ چمک اُٹھا یا مَیِّت کے بدن سے خوشبو آئی تو اسے لوگوں کے سامنے بَیان کرے اور کوئی بُری بات دیکھی، مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا صورت یا اَعضا میں تَغَیُّر آیا تو اسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں کہ حدیث میں اِرشاد ہوا: ”اپنے مُردوں کی خُوبیاں ذِکر کرو اور اُس کی بُرائیوں سے باز رہو۔“ اگر کوئی بَدمذہب مَرا اور اُس کا رنگ سِیاہ ہو گیا یا اور کوئی بُری بات ظاہِر ہوئی تو اس کا بَیان کرنا چاہیے کہ اس سے لوگوں کو عِبرت و نصیحت ہو گی۔

(2) اور دوسری کا تَعلُّق اس کے جِسم سے ہے مثلاً وہ اس کے جِسم میں بَرَص یا پیدائشی کالک وغیرہ کوئی ایسا عیب دیکھے جس پر کسی دوسرے کے مُطَّلع ہونے کو آدمی ناپسند کرتا ہے تو اس صورت میں بھی اسے جائز نہیں کہ لوگوں کے سامنے اسے بیان کرے اور انہیں بتاتا پھرے کہ میں نے اس کے بدن میں یہ یہ چیزیں دیکھی ہیں۔ بَہارِ شریعت میں ہے: نہلانے والے کے پاس خُوشبو سُلگانا مُستَحَب ہے کہ اگر مَیِّت کے بدن سے بُو آئے تو اسے پتہ نہ چلے ورنہ گھبرائے گا، نیز اُسے چاہیے کہ بقدرِ ضَرورت اَعضائے مَیِّت کی طرف

---

1 . . . التمهيد، باب الجيم، جعفر بن محمد بن علي، ١ / ٦٣ ملخصاً۔

نظر کرے، بلا ضَرورت کسی عُضْو کی طرف نہ دیکھے کہ ممکن ہے اُس کے بدن میں کوئی عیب ہو جسے وہ چُھپاتا تھا۔ غُسْل دینے والے شخص کے ساتھ صِرف وہ شخص ہونے چاہئیں جو غُسْل میں اس کی مدد کرے گا، اس کے علاوہ اور کوئی شخص نہ ہو خواہ مَیِّت کا قریبی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مَیِّت کے عیب نظر آجانے کا اندیشہ ہے۔ بَہارِ شریعت میں ہے: جہاں غُسْل دیں مُسْتَحَب یہ ہے کہ پردہ کر لیں کہ سوا نہلانے والوں اور مدد گاروں کے دوسرا نہ دیکھے۔[1]

مدنی گلدستہ

چار یار کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نہلانے والے کو اگر مَیِّت کا کوئی عیب نظر آئے تو اسے چاہئے کہ اس کو چُھپائے، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ چالیس مرتبہ اس کے گناہوں کو بخشے گا۔

(2) اگر کوئی بدمذہب مَرے اور اُس کی کوئی بُری بات ظاہِر ہوئی تو اسے بیان کرنا چاہیے کہ اس سے لوگوں کو عِبْرت و نصیحت ہو۔

(3) مَیِّت کی شَرم گاہ چُھپانے کے ساتھ اس کا چہرہ بھی چُھپا دینا چاہیے تاکہ اگر اس کا چہرہ تبدیل ہو جائے تو کسی کو بد گُمانی نہ ہو۔

(4) جس جگہ مَیِّت کو غُسْل دیں وہاں پَردہ کر لیں اور غُسل دینے والے اور اس کے مدد گاروں کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو تاکہ مَیِّت کا کوئی عیب ظاہِر ہو تو اس پر پَردہ رہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں زِندوں اور مُردوں دونوں کی پردہ پوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... بہار شریعت، ۱/ ۸۱۱، ۸۱۲، حصہ ۴ ملخصاً۔

باب نمبر:155

اَحکامِ جنازہ کا بیان

میت کی نماز جنازہ پڑھنے، جنازے کے ساتھ چلنے اور دفن کرتے وقت حاضر رہنے کی فضیلت اور عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانے کے مکروہ ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح ہم پر ماں باپ، اولاد، بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب کے حقوق ہیں، اسی طرح ہم پر دیگر لوگوں کے بھی کچھ حقوق لازم ہیں۔ ان حقوق میں سے کچھ وہ ہیں جو ان کی زندگی میں ادا کیے جاتے ہیں اور کچھ ان کی وفات کے بعد جیسے جنازہ میں شریک ہونا، نماز جنازہ ادا کرنا، جنازہ کے ساتھ قبر تک جانا اور تدفین میں شریک ہونا۔ شریعت کے بیان کردہ اِن حقوق کو ادا کرنے سے بے شمار دینی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں، لہٰذا جب بھی کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازہ اور تدفین میں شرکت کرنی چاہیے، لیکن جنازہ میں شریک ہونے کا حکم صرف مَردوں کے لیے ہے عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں۔ ہاں عورتوں کے لیے میت کے گھر جاکر اس کے اہلِ خانہ سے تعزیت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"میت کی نماز جنازہ پڑھنے، جنازے کے ساتھ چلنے اور دفن کرتے وقت حاضر رہنے کی فضیلت اور عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانے کے مکروہ ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:929

دو بڑے پہاڑوں کے برابر اجر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ: وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

(1) ... بخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن، ۱/ ۴۴۶، حدیث: ۱۳۲۵۔

وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص جنازہ میں شریک ہوا یہاں تک کہ نماز جنازہ پڑھ لی گئی تو اس کے لیے ایک قیراط کا ثواب ہے اور جو دفن کرنے تک موجود رہا اس کے لیے دو قیراط ہے۔“ عرض کی گئی: دو قیراط کتنے ہیں؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔“

حدیث نمبر:930 تدفین میں شریک ہونے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اس کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھ لے اور اس کی تدفین سے فارغ ہو جائے تو وہ دو قیراط ثواب کے ساتھ واپس لوٹے گا۔ ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہو گا اور جو صرف نماز جنازہ پڑھ کر میت کی تدفین سے پہلے واپس آ گیا تو وہ ایک قیراط ثواب کے ساتھ لوٹے گا۔“

نیک اَعمال کا ثواب ملنے کی دو شرطیں:

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کا مضمون تقریباً ایک ہے اس لیے ان دونوں کی شرح ایک ساتھ بیان کی جا رہی ہے۔ دوسری حدیث پاک میں دو باتوں کی صراحت ہے: پہلی یہ کہ جنازہ مسلمان کا ہو اور دوسری یہ کہ شرکت کرنے والا بھی مسلمان ہو اور ثواب کی نیت سے جنازہ میں شریک ہو تو پھر اُسے مذکورہ فضیلت حاصل ہو گی۔ جنازہ میں شریک ہونے والے کے لیے مسلمان ہونے اور ثواب کی نیت کی جو دو قیدیں بیان کی گئی ہیں، ان دو قیدوں سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کافر کا میت کے ساتھ جانا ثواب کا باعث نہیں کیونکہ اعمال کا ثواب ایمان سے ملتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ریاکاری، قومی نظریئے، کسی مالدار کو خوش کرنے کے لیے

[1] ... بخاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنائز من الایمان، ۱ / ۲۹، حدیث: ۴۷۔

ساتھ جانے پر بھی کوئی ثواب نہیں جیسا کہ آج عموماً دیکھا جارہا ہے کہ غریب کے جنازے پر اُٹھانے والے بھی مشکل سے جمع ہوتے ہیں اور امیر کے جنازے پر اکثر خوشامدیوں کا ہجوم ہوتا ہے جو بغیر نماز جانے ہوئے بھی بے وضو ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔[1]

مذکورہ حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ جو شخص صرف نماز جنازہ میں شرکت کرے گا اُسے ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور جو نماز جنازہ کے ساتھ تدفین میں بھی شریک ہوگا اُسے دو قیراط کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”عموماً دینار کے بیسویں حصے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسویں حصے کو، بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصے کو قیراط کہتے ہیں۔ یہاں تجریداً (دینار کے علاوہ) صرف حصہ مراد ہے نہ کہ دینار کا حصہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی صرف نماز جنازہ میں شرکت کرنے والا آدھا ثواب پاتا ہے اور دفن میں بھی شرکت کرنے والا دُگنا۔“[2]

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ ہٰذا میں قیراط سے جو مراد ہے وہ خود زبانِ نبوت نے بیان فرمادیا یعنی اُحد پہاڑ کے برابر ثواب، یہ محض ثواب کی زیادتی کی تمثیل ہے۔ اُحد، یہ مدینہ کے پہلو میں دو میل شمال کی طرف ایک پہاڑ ہے۔ جنازہ کے ساتھ شریک ہونا اور دفن تک وہاں رہنا اور نماز پڑھنا بڑے ثواب کا مُوجب (باعث) ہے، دو قیراط ثواب اُحد پہاڑ کے برابر ملتا ہے۔ حدیثِ ہٰذا میں یہ ثواب اس شخص کے لیے بیان ہوا ہے جو جنازہ کے ساتھ چلے، دفن تک وہاں رہے اور نماز بھی پڑھے اور اگر صرف نماز جنازہ کے ساتھ شرکت کرے تو ایک قیراط کا ثواب ہے۔“[3]

ولی سے اجازت لیے بغیر واپس نہ ہو:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے، اس لیے اس میں اِتَّبَعَ کا لفظ وارد ہے، اِتَّبَعَ کے معنی پیچھے پیچھے چلنے کے، یہی احناف کا مذہب ہے۔ امام شافعی (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) کے نزدیک آگے آگے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۶۷۔ 2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۶۸۔ 3 ... فیوض الباری، ۱/ ۲۵۲ ملتقطاً۔

چلنا بہتر ہے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ صرف نماز جنازہ ہی پڑھ کر دفن میں شرکت کیے بغیر نہ آئے اور اگر کسی ضرورت سے واپس ہونے کی جلدی ہو تو ولی سے اجازت لے کر واپس ہو۔"[1] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "امام مالک (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے فرمایا کہ اجازت لیے بغیر واپس ہونا پسندیدہ بات نہیں مگر یہ کہ دفن میں دیر ہو، ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ بغیر اجازت واپس نہ ہو، اس لیے کہ جس طرح نماز جنازہ میت کا حق ہے اسی طرح دفن بھی حق ہے اور یہ اس سے اہم اور بہ نسبت اس کے کچھ محنت کا طالب ہے۔ اگر سب چھوڑ کر چلے جائیں تو دفن کون کرے گا۔"[2]

دو قیراط ثواب کب ملے گا؟

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "دو قیراط کے برابر ثواب حاصل کرنے کے لیے تین شرائط پر عمل کرنا ضروری ہے: (1) جنازہ کے ساتھ چلنا۔ (2) نماز جنازہ پڑھنا۔ (3) تدفین کے وقت موجود ہونا۔ اگر کوئی شخص جنازہ کے ساتھ چلا اور تدفین میں شریک ہوا لیکن نماز جنازہ نہیں پڑھی تو اُسے دو قیراط کا ثواب نہیں ملے گا۔ صرف نماز جنازہ پڑھنے سے ایک قیراط اجر ملتا ہے اور اگر اس کے بعد جنازہ کے ساتھ بھی جائے اور دفن کرنے تک حاضر رہے تو اُسے دوسرا قیراط بھی دیا جاتا ہے۔ صحیح قول کے مطابق دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ قبر مکمل طور پر برابر اور ٹھیک ہو جائے۔ اس مقام پر ایک بات نہایت قابلِ توجہ ہے کہ دوسرا قیراط جو دفن کے وقت موجود ہونے سے ملتا ہے وہ جنازہ کے ساتھ چلنے اور پورے راستے جنازہ کے ساتھ رہنے پر موقوف ہے تو اگر کسی نے نماز جنازہ ادا کی اور پھر اکیلے ہی قبر پر چلا گیا اور وہاں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ جنازہ آگیا اور وہ تدفین میں شریک ہوا تو اُسے دوسرا قیراط نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر کوئی تدفین کے وقت حاضر رہا لیکن نماز جنازہ نہیں پڑھی یا صرف جنازہ کے ساتھ چلا اور نماز جنازہ نہیں پڑھی تو حدیث پاک کے مطابق اُسے کوئی قیراط نہیں ملے گا لیکن اسے ثواب ضرور ملے گا اگرچہ قیراط جتنا نہیں۔"[3]

---

1 ... نزہۃ القاری، ۱/ ۳۶۱۔

2 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۸۲۱۔

3 ... عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنائز من الایمان، ۱/ ۴۰۱، تحت الحدیث: ۴۷ ملتقطاً۔

مدنی گلدستہ

جنت کے آٹھ دروازوں کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) نمازِ جنازہ پڑھنے والے کو ایک قیراط کے برابر ثواب ملتا ہے اور جو جنازہ کے ساتھ بھی جائے اور تدفین کے وقت بھی موجود ہو اُسے دو قیراط کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(2) حدیثِ پاک میں قیراط سے مراد اُحد پہاڑ ہے یعنی اُس شخص کے لیے اُحد پہاڑ کے برابر ثواب ہے۔

(3) حدیثِ پاک میں بیان کردہ فضیلت اُس مسلمان کو حاصل ہوگی جو بہ نیتِ ثواب جنازہ میں شریک ہو۔

(4) کافر کا میت کے ساتھ جانا قابلِ ثواب نہیں کیونکہ اَعمال کے ثواب کے لیے ایمان شرط ہے، اِسی طرح ریاکاری یا کسی اور غرض سے جنازہ میں شریک ہونے والے کو بھی ثواب نہیں ملے گا۔

(5) اَحناف کے نزدیک جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا افضل ہے کیونکہ حدیث پاک میں اِتِّبَاع کا لفظ آیا ہے جس کا معنی ہے پیچھے چلنا۔

(6) نمازِ جنازہ میں شریک ہونے والے کو چاہیے کہ تدفین میں بھی شرکت کرے اگر کسی وجہ سے واپس جانا چاہے تو میت کے ولی سے اجازت لیے بغیر واپس نہ ہو بلکہ اُس سے اجازت لے کر لَوٹے۔

(7) جو شخص نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد اکیلا ہی قبر پر آجائے اور وہاں انتظار کرے اور پھر جب جنازہ آجائے تو تدفین کے وقت موجود ہو تو ایسے شخص کو صرف ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔

(8) اگر کوئی شخص صِرف جنازہ کے ساتھ چلے یا صِرف تدفین کے وقت حاضِر ہو لیکن نمازِ جنازہ نہ پڑھے تو اُسے کسی قیراط کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ قیراط سے کم ثواب ملے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نمازِ جنازہ ادا کرنے، جنازہ کے ساتھ چلنے اور تدفین کے وقت حاضر ہو کر دو قیراط جتنا ثواب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:931

عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے کی ممانعت

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے لیکن ہم پر سختی نہیں کی گئی۔“

عورت کی موجودگی میں جنازہ نہ پڑھایا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں عورتوں کے جنازہ کے ساتھ جانے کی ممانعت کو بیان کیا گیا ہے۔ امام ثوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا بدعت ہے۔ حضرت سَیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نہ جانا چاہیے۔ علامہ حازمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لیے جنازہ کے ساتھ جانے میں کوئی رخصت نہیں۔ حضرت سَیِّدُنا یزید بن حبیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک شخص کے جنازہ میں تشریف لائے جب میت کو نماز جنازہ کے لیے رکھا گیا تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی نظر ایک عورت پر پڑی تو آپ نے اس کے بارے میں پوچھا۔ عرض کی گئی کہ یہ میت کی بہن ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُس عورت سے فرمایا: واپس ہو جاؤ اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی حضور نے نماز نہیں پڑھائی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک دوسری عورت سے فرمایا: ”لوٹ جاؤ ورنہ میں لوٹ جاؤں گا۔“[2]

عورتوں کا میت کے گھر والوں سے تعزیت کرنا:

علامہ داوٗدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا یہ ارشاد کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس بات سے روکا گیا ہے کہ ہم میت کے ساتھ قبروں تک جائیں اور حضرت اُمِّ عطیہ کا یہ کہنا کہ ہم پر سختی نہیں کی گئی تو اس کا مطلب یہ ہے

---

1 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز، ۱/ ۴۳۲، حدیث: ۱۲۷۸۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز، ۶/ ۸۷، ۸۸، تحت الحدیث: ۱۲۷۸ ملتقطاً۔

کہ ہم پر اس بات میں سختی نہیں کی گئی کہ ہم میت کے گھر والوں کے پاس جا کر ان سے تعزیت نہ کریں اور ان کے مُردے کے لیے دعائے رحمت نہ کریں، ہمیں صرف اس سے روکا گیا ہے کہ ہم جنازہ کے ساتھ نہ جائیں۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ علامہ داوُدی نے جو بیان کیا حاکم کی روایت اُس کی تائید کرتی ہے۔"[1] صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اُسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سُنّت ترک کرے، بلکہ دل سے اُسے بُرا جانے اور شریک ہو۔"[2]

مدنی گلدستہ

"بقیع" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی موجودگی میں ایک عورت اپنے بھائی کے جنازے میں آئی تو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُسے واپس لوٹنے کا حکم ارشاد فرمایا اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے نماز جنازہ نہ پڑھائی۔

(3) عورتوں کے لیے میت کے گھر جا کر اہلِ میت سے تعزیت کرنا اور میت کے لیے دعا کرنا جائز ہے۔

(4) کسی اور کے ناجائز فعل کی وجہ سے جنازے کے ساتھ جانے کی سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اسلامی بہنوں کو جنازہ کے ساتھ جانے اور ہر غیر شرعی کام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز، ۶/ ۸۸، تحت الحدیث: ۱۲۷۸ ملخصا۔

2 ... بہار شریعت، ۱/ ۸۲۳، حصہ ۴۔

باب نمبر:156

نمازِ جنازہ میں صفیں بنانے کا بیان

جنازہ پڑھنے والوں کی کثرت اور ان کا تین یا زیادہ صفیں بنانے کے مستحب ہونے کا بیان

نمازِ جنازہ ادا کرنا بہت فضیلت کی بات ہے۔ نمازِ جنازہ پڑھنے سے جہاں جنازے میں شریک ہونے والوں کو دینی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہیں مُردے کو بھی اس کی برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔ جنازے میں جتنے زیادہ لوگ شریک ہوں گے میت اور شُرکائے جنازہ کی بخشش کے امکانات بھی اتنے ہی زیادہ روشن ہو جائیں گے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی ایسا نیک بندہ بھی اُس جنازے میں شریک ہو جس کی برکت سے میت اور شرکائے جنازہ کی مغفرت ہو جائے یا وہ میت ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اِس قدر مقبول ہو کہ اُس کی برکت سے جنازے میں شریک ہونے والے تمام اَفراد کی بخشش کر دی جائے، لہٰذا جب بھی موقع ملے نمازِ جنازہ میں ضرور شرکت کرنی چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ نمازِ جنازہ میں شریک ہوں اور زیادہ صفیں بنیں، کیونکہ نمازِ جنازہ میں لوگوں کی کثرت اور تین یا تین سے زائد صفیں بنانا مستحب ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"جنازہ پڑھنے والوں کی کثرت اور ان کا تین یا زیادہ صفیں بنانے کے مستحب ہونے"** کے بیان میں ہے۔ اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:932

جس میت کی نماز جنازہ سو مسلمان پڑھیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ. [1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس میت پر بھی مسلمانوں کی ایسی جماعت نماز پڑھے جس کی تعداد سو (100) کو پہنچتی ہو اور وہ سب کے سب اُس کے لیے سفارش کریں تو اُس میت کے حق میں اُن کی شفاعت

---

1 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیہ مائۃ شفعوا فیہ، ص ۴۷۲، حدیث: ۲۱۹۸۔

قبول کی جاتی ہے۔“

دعا کے سبب مغفرت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں نمازِ جنازہ میں سو آدمیوں کے شریک ہونے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کی نمازِ جنازہ سو (100) مسلمان پڑھیں اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جس بھی مسلمان میت پر مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت نماز پڑھے کہ جن کی تعداد سو (100) کو پہنچتی ہو اور وہ جماعت اُس میت کے لیے سفارش کریں یعنی وہ اس کے لیے دعا کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ میت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔“[1]

ایک اشکال اور اس کا جواب:

مذکورہ حدیث پاک پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث پاک میں ہے کہ جس میت کی نماز جنازہ میں سو (100) مسلمان شریک ہوں اور وہ اس کے لیے دعا کریں تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے جبکہ حضرت سَیِّدُنا کُرَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں چالیس مسلمانوں کا ذکر ہے تو بظاہر ان اَحادیث میں تعارُض نظر آتا ہے لیکن در حقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں۔ چنانچہ عَلَّامہ تُورِپِشْتی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ اور حضرت سَیِّدُنا کُرَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کی بیان کردہ احادیث میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پہلے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ جس جنازہ میں سو (100) مسلمان ہوں اس میت کی مغفرت ہو جائے گی اور پھر بعد میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر فضل و کرم میں زیادتی کرتے ہوئے چالیس آدمیوں کا ذکر فرما دیا۔ یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ان دونوں عددوں سے کثرت مراد ہو کوئی خاص عدد مراد نہ ہو یعنی جس کے جنازہ میں کثیر لوگ شریک ہوں گے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔“[2] اِمَام قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”ایک حدیثِ

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا، ۴/۱۴۸، تحت الحدیث: ۱۶۶۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا، ۴/۱۴۸، تحت الحدیث: ۱۶۶۱ ملخصا۔

پاک میں تین صفوں کا ذکر ہے (یعنی جس کی نماز جنازہ میں تین صفیں ہوں گی اس پر جنت واجب ہے) تو اب ان تمام اَحادیث میں اختلاف نظر آتا ہے، اس وجہِ اختلاف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سائل کے سوال کے مطابق جوابات دیئے ہوں (یعنی سائل نے عرض کی ہو کہ جس کی نماز جنازہ میں سو افراد ہوں کیا اس کی مغفرت ہو جائے گی؟ تو جواب میں فرمایا ہو "ہاں"، اسی طرح دوسرے نے سوال کیا ہو کہ اگر چالیس لوگ شریک ہوں تو کیا مغفرت ہو گی؟ تو جواب میں فرمایا ہو "ہاں") اور شاید اگر کوئی اس سے بھی کم مقدار کے بارے میں پوچھتا تو بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہاں فرماتے اور تین صفوں والی حدیث پاک کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو یہ ممکن بھی ہے کہ چالیس سے بھی کم افراد ہوں تو مغفرت ہو جائے گی، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے نبی کی مراد زیادہ جانتا ہے۔"[1]

حدیث نمبر:933 جنازہ میں چالیس مسلمانوں کی شرکت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ عَلٰی جَنَازَتِہٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا یُشْرِکُوْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا شَفَّعَھُمُ اللّٰہُ فِیْہِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مرنے والے مسلمان کے جنازے میں چالیس ایسے افراد شریک ہوں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالٰی اس مرنے والے کے حق میں ان لوگوں کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔"

جنازہ چالیس لوگ ضرور پڑھیں:

مذکورہ حدیث پاک میں اس جنازے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جس میں چالیس مسلمان شریک ہوں، اس حدیث پاک کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فرزند مقامِ

1 ... اکمال المعلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه مائة شفعوا فیه، ۳/ ۴۰۷، تحت الحدیث: ۹۴۷۔

2 ... مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه، ص ۳۶۸، حدیث: ۲۱۹۹۔

قُدَید یا عُسفَان میں وفات پاگئے تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ اے کُرَیب! دیکھو کتنے لوگ جمع ہو گئے؟ حضرت سَیِّدُنا کُرَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نکلا تو کچھ لوگ جمع تھے، میں نے آپ کو خبر دی۔ فرمایا کیا تم کہہ سکتے ہو کہ چالیس ہوں گے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: میت کو لاؤ، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مرنے والے مسلمان کے جنازہ میں چالیس ایسے افراد شریک ہوں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس مرنے والے کے حق میں ان لوگوں کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔"[1] علامہ ابنِ عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب تمہارے کسی عزیز کا انتقال ہو جائے تو کوشش کرو کہ اس کی نماز جنازہ چالیس یا اس سے زیادہ افراد پڑھیں کیونکہ اس حدیث پاک کے مطابق وہ میت کے لیے شفیع ہوں گے۔ منقول ہے کہ ایک عربی شخص ایسے جنازہ کے پاس سے گزرا جس پر لوگوں کی بہت بڑی تعداد نماز جنازہ ادا کر رہی تھی، وہ عربی شخص بولا: یہ میت اہل جنت میں سے ہے۔ لوگوں نے کہا: کس وجہ سے؟ وہ بولا: کیا ایسا کوئی کریم و مہربان ہے جس کے پاس بہت سے لوگ کسی ایک انسان کی سفارش کریں اور وہ ان کی سفارش کو رد کر دے؟ نہیں، خدا کی قسم وہ کبھی اس سفارش کو رد نہیں کرے گا، تو پھر سب سے زیادہ مہربان اور سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والی ذات سے یہ بات کیسے مُتصوَّر ہے؟ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کو اسی لیے ہی مدعُو کیا ہے کہ وہ اُس میت کی سفارش کریں اور وہ اُن کی سفارش قبول فرمائے۔"[2]

چالیس نیک بندوں میں ایک ولی:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے، اس کی برکت سے دوسروں کی بھی۔ خیال رہے کہ یہ ذکر ولیٔ تشریعی کا ہے،[3] ولیٔ تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے

---

1. ... مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیہ اربعون شفعوا فیہ، ص ۳۶۸، حدیث: ۲۱۹۹۔
2. ... فیض القدیر، حرف المیم، ۵/ ۲۱۳، تحت الحدیث: ۸۰۳۴۔
3. ... اولیاء اللہ دو قسم کے ہیں: تشریعی ولی اور تکوینی ولی۔ تشریعی ولی یعنی اللہ سے قرب رکھنے والے اولیا حضور کی اُمت میں بے شمار ہیں جہاں

اَبدال اتنے غوث اور ایک قطبِ عالَم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں، ورنہ سینماؤں اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فُسَّاق ہوتے ہیں۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نمازِ جنازہ میں کثیر مسلمانوں کی شرکت بہت برکت و فضیلت کا باعث ہے۔ چنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "جنازے پر تکثیرِ جماعت شرعاً بہت محبوب کہ اس میں میت کی اِعانتِ جسیم (یعنی بہت زیادہ مدد) اور اُس کے لیے عَفْوِ سَیِّئات (یعنی گناہوں کی معافی) و رَفعِ دَرَجات کی اُمیدِ عظیم ہے۔ لہٰذا شریعتِ مُطَہَّرہ نے صِرف فرضیتِ کفایہ پر اِکتفانہ فرمایا بلکہ نمازِ جنازہ میں نمازیوں کے لیے عظیم واعظم اَفضالِ الٰہیہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے انتہائی بڑے فضل و کرم) کے وعدے دیئے کہ لوگ اگر نفعِ میّت کے خیال سے جمع نہ ہوں گے اپنے فائدے کے لیے دوڑیں گے۔[2]

نوٹ: مزید شرح کیلئے فیضان ریاض الصالحین، جلد چہارم، باب نمبر 51، حدیث نمبر 430 ملاحظہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

"مغفرت" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جس مسلمان کی نمازِ جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مغفرت فرمادیتا ہے۔

(2) ایک حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جس کی نمازِ جنازہ میں سو (100) مسلمان ہوں اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور ایک حدیث پاک میں چالیس کا ذکر ہے لیکن ان اَحادیث میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سو مسلمانوں کا ذکر کیا ہو اور بعد میں اپنے فضل و کرم سے

چالیس صالح مسلمان جمع ہوں وہاں ایک دو ولی ضرور ہوتے ہیں مگر تکوینی ولی جو دنیا کے انتظام کرتے ہیں یہاں کے سیاہ وسفید کے مالک ہوتے ہیں ان کی قسمیں بہت ہیں ہر قسم کی تعداد جداگانہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ۸/ ۵۸۴)

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۷۳۔

2 ... فتاویٰ رضویہ، ۹/ ۳۱۰، ۳۱۱ ملتقطاً۔

چالیس فرمادیا ہو۔

(3) اگر کسی مہربان شخص سے بہت سارے لوگ کسی ایک انسان کی سفارش کریں تو وہ ان کی سفارش کو رد نہیں کرتا تو پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات تو سب سے بڑھ کر رحم وکرم فرمانے والی ہے وہ میت کے حق میں اپنے بندوں کی سفارش کو یقیناً قبول فرمائے گا۔

(4) جہاں چالیس نیک مسلمان ہوتے ہیں ان میں ایک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ولی بھی ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کی برکت سے دوسروں کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔

(5) نمازِ جنازہ میں کثیر لوگوں کی شرکت شرعاً بہت محبوب ہے کہ اس سے میت کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں اسی لیے شریعت نے نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کی بڑی فضیلتیں بیان کی ہیں تاکہ اگر لوگ میت کو نفع پہنچانے کی غرض سے نہ بھی آئے تو اپنے فائدے کے لیے ضرور آئیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کے جنازوں میں شریک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:934

نمازِ جنازہ میں تین صفوں کی فضیلت

عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللہِ الْیَزَنِیِّ قَالَ: کَانَ مَالِکُ بْنُ ھُبَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِذَا صَلّٰی عَلَی الْجَنَازَۃِ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَیْھَا جَزَّاَھُمْ عَلَیْھَا ثَلَاثَۃَ اَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ ثَلَاثَۃُ صُفُوْفٍ فَقَدْ اَوْجَبَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا مَرثَد بن **عبد اللہ** یَزَنِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا مالک بن ھُبَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بھی کسی کی نمازِ جنازہ پڑھاتے اور لوگ کم ہوتے تو انہیں تین حصوں میں تقسیم

---

1 . . . ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی المیت والشفاعۃ لہ، ۲/۳۱۷، حدیث:۱۰۳۰۔

کردیتے پھر فرماتے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس پر تین صفیں نمازِ جنازہ پڑھیں اُس کے لیے (جنت) واجب ہو جاتی ہے۔“

نمازِ جنازہ میں کم از کم تین صفیں ہوں:

اسی باب کی پہلی حدیث پاک میں سو (100) نمازیوں کا ذکر تھا اور دوسری حدیث پاک میں چالیس کا جبکہ مذکورہ حدیث پاک میں صرف تین صفوں پر جنت کی بشارت دی گئی ہے، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندوں پر فضل و کرم ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوْ جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِیْر طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اہل میت کو چاہیے کہ جب تک میت کے خراب ہونے کا خوف نہ ہو نمازِ جنازہ کے لیے سو (100) آدمیوں کی جماعت کا انتظار کریں اگر سو آدمی آسانی سے نہ ہو سکیں تو چالیس لوگوں کی جماعت کا انتظار کریں اور اگر چالیس افراد بھی نمازِ جنازہ کے لیے نہ ہو سکیں تو پھر تین صفیں بنالیں۔“[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ حدیث بہت اُمید افزا ہے کیونکہ یہاں صفوں کی حد بیان نہ فرمائی گئی اگر دو دو آدمیوں کی صفیں بھی نمازِ جنازہ میں ہو جائیں تب بھی میت کی بخشش کی قوی اُمید ہے۔ یہ سب اِس اُمَّتِ مَرحومہ پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقہ سے رب کی رحمت ہے، رب کی رحمت بہانہ چاہتی ہے قیمت نہیں مانگتی۔ اب بھی فقہا فرماتے ہیں کہ تھوڑے نمازیوں کو بھی تین صفوں میں بانٹ کر جنازہ پڑھو یہ اسی حدیث پر عمل ہے۔ خیال رہے کہ اور نمازوں میں صف اوّل افضل ہے مگر نمازِ جنازہ میں صف آخری بہتر۔“[2]

کم نمازیوں کی زیادہ صفیں بنانا:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: تین صفوں کی قید سے نمازِ جنازہ میں صرف ایک ہی صف بنانے کی کراہت کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ کرمانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نمازِ جنازہ میں صفوں میں سب سے آخری صف

---

1 ... فیض القدیر، حرف المیم، ۵/ ۶۱۹، تحت الحدیث: ۸۰۴۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۸۴۔

سب سے افضل ہے اور اس کے علاوہ نمازوں میں پہلی صف افضل ہوتی ہے، نمازِ جنازہ کی آخری صف کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کیونکہ اس میں تواضع کا اظہار ہے اور آخری صف والے کی سفارش **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے یہاں مقبول ہونے کا سبب ہے۔"[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "نمازِ جنازہ میں متعدد صفیں بنانی چاہئیں کہ یہ میت کی بخشش کے لیے اثر رکھتی ہیں۔ صحابیٔ رسول حضرت سَیِّدُنا **مالک بن ھُبَیْرَہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نمازِ جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تین صفیں بناتے چاہے لوگ کم ہوتے یا زیادہ۔ لیکن صفیں زیادہ ہوں اور ان میں تعداد کم ہو یا پھر صف ایک ہو اور اس میں زیادہ لوگ ہوں، ان دونوں میں کونسی صورت افضل ہے اس بارے میں کلام ہے۔ اور میرے نزدیک زیادہ صفیں بنانا افضل ہے۔"[2] "اگر کُل سات ہی شخص ہوں تو ایک امام ہو اور تین پہلی صف میں اور دو دوسری میں اور ایک تیسری میں۔"[3] "اگر امام کے علاوہ پانچ آدمی ہوں تو دو دو آدمی دو صفیں بنائیں گے اور ایک آدمی تیسری صف تاکہ تین صفوں کی بشارت میت کو حاصل ہوجائے۔"[4]

مذکورہ حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضرت مالک بن ھُبَیْرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب بھی کوئی ایسا جنازہ پڑھاتے جس میں لوگ کم ہوتے تو آپ انہیں تین حصوں میں تقسیم کردیتے اور پھر یہ حدیث پاک سناتے کہ "جس پر تین صفیں نمازِ جنازہ پڑھیں اُس کے لیے (جنت) واجب ہوجاتی ہے۔"

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی آپ ایسے جنازے کی نماز پڑھا کر لوگوں کو یہ حدیث سنا دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ سے پہلے یا بعد جنازے کے متعلق تھوڑا وعظ کہہ دینا منع نہیں جب کہ اس سے دفن میں دیر نہ لگے۔"[5]

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا، ۴/۱۷۰، تحت الحدیث: ۱۶۸۷ ملتقطا۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب صفوف الصبیان مع الرجال علی الجنائز، ۶/۱۶۷، تحت الحدیث: ۱۳۲۱ ملخصا۔

3 ... بہار شریعت، ۱/۸۳۶، حصہ ۴۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۱۹۰۔

5 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۸۵۔

مدنی گلدستہ

"نمازِ جنازہ" کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) جس کی نمازِ جنازہ میں تین صفیں ہوتی ہیں اُس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(2) صحابیِ رسول حضرت سَیِّدُنا مالک بن ھُبَیْرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب کوئی ایسا جنازہ پڑھاتے کہ جس میں لوگ کم ہوتے تو آپ ان کی تین صفیں بنا لیتے۔

(3) میت کے خراب ہونے کا خوف نہ ہو تو نمازِ جنازہ کے لیے سو افراد کا انتظار کریں اگر سو آسانی سے نہ ہو سکیں تو چالیس کا اور چالیس بھی نہ ہو سکیں تو پھر تین صفیں بنا کر نمازِ جنازہ ادا کر لیں۔

(4) تین صفوں سے میت کی بخشش ہو جانا اِس اُمّتِ مرحومہ پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقہ سے رب کی رحمت ہے، رب کی رحمت بہانہ چاہتی ہے قیمت نہیں مانگتی۔

(5) دیگر نمازوں میں صف اَوّل افضل ہے مگر نمازِ جنازہ میں آخری صف۔

(6) نمازِ جنازہ میں آخری صف اس لئے افضل ہے کیونکہ اس میں تواضع کا اظہار ہے۔

(7) لوگ کم ہوں تو ایک صف بنانے کے بجائے چند افراد پر مشتمل متعدد صفیں بنانا بہتر ہے۔

(8) اگر کُل سات ہی شخص ہوں تو ایک امام ہو اور تین پہلی صف میں اور دو دوسری میں اور ایک تیسری میں اور اگر امام کے علاوہ پانچ آدمی ہوں تو دو دو آدمی دو صفیں بنائیں اور ایک آدمی تیسری صف تاکہ میت کو تین صفوں کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

(9) تدفین میں دیر نہ ہو تو نمازِ جنازہ سے پہلے یا بعد تھوڑا وعظ کہہ دینا منع نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کے جنازہ میں شریک ہونے اور میت کی بخشش کے لیے کم از کم تین صفیں بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:157

نمازِ جنازہ میں کیا پڑھا جائے؟

نمازِ جنازہ میں شریک ہونا بہت فضیلت و سعادت کی بات ہے۔ یہ نماز درحقیقت میت کے حق میں دعا ہے۔ اس نماز کا مقصد بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں میت کے لیے مغفرت کی سفارش کرنا ہے اور کسی بھی سفارش کے قبول ہونے کی اُمید اسی وقت کی جاسکتی ہے کہ جب سفارش بہتر انداز اور اخلاص کے ساتھ کی جائے۔ احادیث کریمہ میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نمازِ جنازہ میں پڑھنے کی مختلف دعائیں بیان فرمائی ہیں، ہر دعا اپنی ایک خاص تاثیر رکھتی ہے لہٰذا جس قدر ممکن ہو سکے نمازِ جنازہ میں اتنی زیادہ دعائیں پڑھی جائیں۔ عام طور پر نمازِ جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے یعنی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا۔۔۔ الخ، یہ دعا بھی حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے لیکن نمازِ جنازہ کے درست ہونے کے لیے اسی دعا کا پڑھنا لازمی نہیں بلکہ اس کے علاوہ نمازِ جنازہ کی دوسری دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ ہاں اگر اس دعا کے ساتھ اور دعائیں بھی پڑھی جائیں تو بہت بہتر ہے، لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ امام صاحب کے چوتھی تکبیر کہنے تک آپ اپنی دعائیں مکمل کرلیں اگر آپ کی دعا مکمل ہونے سے پہلے ہی امام صاحب چوتھی تکبیر کہہ دیں تو پھر آپ اپنی دعا موقوف کرکے تکبیر کہیں اور امام صاحب کے ساتھ سلام پھیر دیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"نمازِ جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ (حنفی):

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب کی ابتدا میں نمازِ جنازہ کا طریقہ (شافعی) بیان فرمایا ہے، حنفی طریقہ یہ ہے: "مقتدی اس طرح نیت کرے: میں نیت کرتا ہوں اس جنازہ کی نماز کی واسطے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے، دعا اس میت کیلئے، پیچھے اس امام کے۔ اب امام و مقتدی پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے فوراً حسب معمول ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثناء پڑھیں۔ اس میں وَتَعَالٰی جَدُّکَ کے بعد وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ پڑھیں، پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَر کہیں، پھر درود ابراہیم پڑھیں، پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَر کہیں اور دعا پڑھیں (امام تکبیریں بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ۔ باقی تمام اذکار امام و مقتدی سب آہستہ

پڑھیں) دعا کے بعد پھر اَللہُ اَکْبَر کہیں اور ہاتھ لٹکا دیں پھر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔ (1)

حدیث نمبر:935

میت کے لیے مغفرت و رحمت کی التجا

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ. (2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عوف بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک میت کی نمازِ جنازہ پڑھی تو میں نے آپ کی دعا کو یاد کر لیا، آپ نے یوں دعا مانگی: ”اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما، اس کو عافیت دے، اسے معاف فرما، اسے عزت والا مقام عطا فرما، اس کی قبر کشادہ فرما، اسے پانی، برف اور اولے سے دھو دے اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف رکھا ہے، اسے اس کے دنیاوی گھر کے بدلے بہتر گھر عطا فرما، اس کے اہل سے بہتر اہل اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عنایت فرما، اسے جنت میں داخل فرما اور اسے عذابِ قبر و عذابِ جہنم سے پناہ دے۔“ (حضرت عوف بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ سن کر) میں نے خواہش کی کہ کاش میں ہی وہ میت ہوتا۔“

نمازِ جنازہ کی دعا بلند آواز سے پڑھنا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضرت سَیِّدُنا عوف بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک میت کی نمازِ جنازہ میں یہ دعا پڑھی تو میں نے یاد کر لی۔ آپ کے بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ میں نے خود حضور عَلَیْہِ السَّلَام سے سن کر یہ دعا یاد کی، آپ کے حوالہ سے کسی اور سے سن کر یاد نہیں کی۔

1 . . . نماز کے احکام، ص ۳۸۱۔ 2 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ، ص ۳۷۳، حدیث: ۲۲۳۲ بتغیر۔

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نمازِ جنازہ میں بلند آواز سے دعا پڑھنا فقہ کے اس جزیہ کے منافی نہیں ہے کہ نمازِ جنازہ میں دعا آہستہ آواز میں پڑھنا مستحب ہے کیونکہ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا بلند آواز سے دعا مانگنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سکھانے کے لیے تھا نہ کہ کسی اور وجہ سے۔[1]

دعائیہ کلمات کی وضاحت:

مذکورہ دعا میں میت کے لیے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی گئی ہے کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے پانی، برف اور اولے سے دھو دے اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف رکھا ہے اس کے تحت مرآۃ المناجیح میں ہے: "یہاں رب کی رحمت کو پانی، برف اور اولے کہا گیا کیونکہ ٹھنڈے پانی سے نہانے میں دل کو خوشی، دماغ کو فرحت، جسم کی صفائی اور راحت سب کچھ ہی حاصل ہوتی ہے، یعنی مولی اسے دوزخ کی آگ میں تپا کر صاف نہ کرنا بلکہ معافی اور رحمت کے ٹھنڈے پانی سے (صاف کرنا)۔ سفید کپڑے کی صفائی دور سے محسوس ہوتی ہے اسی لیے سفید کپڑے کی قید لگائی گئی۔"[2]

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ "اسے اس کے دُنیاوی گھر کے بدلے بہتر گھر عطا فرما اور اس کے اہل سے بہتر اہل اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عنایت فرما" یعنی "قیامت کے بعد اسے جنت میں گھر دے، غلمان، خدام دے اور حوریں اور دنیا کی بیوی جو وہاں حوروں سے بھی خوبصورت ہو گی اور جس میں دنیا کی سی ظاہر و باطن کوئی خرابی نہ ہو گی وہ اسے نصیب کر، لہٰذا اس دعا پر اعتراض نہیں کہ جنت میں دنیا کی عورتیں حوروں سے بھی اچھی ہوں گی پھر یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے گئے۔"[3]

حدیثِ پاک کے آخر میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عوف بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جب میں نے اس میت کے حق میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اتنی دعائیں سنی تو میرے دل میں خواہش ہوئی کہ کاش میں ہی یہ میت ہوتا "تاکہ مجھے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتنی دعائیں نصیب ہوتیں۔ معلوم ہوا کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ دعا اتنی آواز سے پڑھی جو قریب کے مقتدیوں نے سن لی۔"[4]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا، ۴/ ۱۴۲، تحت الحدیث: ۱۶۵۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۷۰۔ 3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۷۰۔ 4 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۷۰۔

مدنی گلدستہ

”دعا“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) میت کے لئے طویل دعا مانگی جائے۔

(2) نمازِ جنازہ میں آہستہ آواز کے ساتھ دعا پڑھنا مستحب ہے اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بلند آواز سے پڑھنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سکھانے کے لیے تھا۔

(3) دنیا کی جو عورتیں جنت میں جائیں گی ان کا حسن جنت میں حوروں سے بھی زیادہ ہوگا اور ان میں کسی طرح کی ظاہری اور باطنی خرابی نہ ہو گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کے نمازِ جنازہ میں شریک ہونے اور ان کے لیے زیادہ سے زیادہ دعائیں مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:936

نمازِ جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبِیْ قَتَادَۃَ وَ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ الْاَشْھَلِیِّ عَنْ اَبِیْہِ وَ اَبُوْہُ صَحَابِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہُ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہُ مِنَّا فَتَوَفَّہُ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ، حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ اور حضرت سَیِّدُنا ابراہیم اَشْھَلِی اپنے والد ماجد سے کہ جو صحابی ہیں رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ، اِن سب سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

1 . . . ابوداود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت، ۳/ ۲۸۳، حدیث: ۳۲۰۱، مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا، ۱/ ۳۱۹، حدیث: ۱۶۷۵ ماخوذا۔

ایک آدمی کی نمازِ جنازہ پڑھی تو یوں دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ یعنی اے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ)! ہمارے زندوں اور مُردوں کو، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو، ہمارے مَردوں اور عورتوں کو اور ہمارے حاضر وغائب کو بخش دے، اے **اللہ**! تو ہم میں سے جسے بھی زندہ رکھے اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور تو ہم میں سے جسے بھی موت دے اُسے ایمان پر موت دے، اے **اللہ**! ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

زندہ اور مُردہ ہر مسلمان کے لیے دعا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں نمازِ جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا بیان کی گئی ہے۔ دعا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ اے **اللہ**! ہمارے زندوں اور مُردوں کو، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو، ہمارے مَردوں اور عورتوں کو اور ہمارے حاضر وغائب کو بخش دے۔ ”ان چار کلمات کا مقصد دعا کو عام کرنا ہے یعنی صرف میت کے لیے ہی دعا نہ کرے بلکہ سارے زندوں مُردوں کے لیے دعا کرے۔“[1] حدیث پاک میں چھوٹوں اور بڑوں کے لیے بھی مغفرت کی دعا مانگی گئی ہے، اس سے ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بڑوں کے لیے ان کے گناہوں کی وجہ سے مغفرت کی دعا کرنا تو ٹھیک ہے مگر چھوٹوں کے لیے مغفرت کی دعا کیوں کی جارہی ہے؟ اُن کے تو گناہ ہی شمار نہیں ہوتے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ چھوٹوں کے حق میں دعا بلندیٔ درجات کے لیے کی جارہی ہے نہ کہ ان کی بخشش کے لیے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث پاک میں چھوٹوں سے مراد جوان اور بڑوں سے مراد بوڑھے ہوں تو اس صورت میں اشکال وارد ہی نہیں ہوگا کیونکہ جوانوں کی خطائیں بھی لکھی جاتی ہیں لہٰذا ان کے حق میں دعا کرنا بالکل درست ہے۔[2] دعا میں کہا گیا کہ ”اے **اللہ**! ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال“ یعنی ایمان کے ثواب سے محروم نہ کر اور ایمان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال یا میت پر صبر کے اجر سے محروم نہ کر اور توفیق دے کہ ہم بے صبری کر کے فتنہ میں نہ پڑ جائیں، چونکہ اسلام میں عقیدہ، کلمۂ شہادت اعمال سب شامل ہیں اس لیے زندگی اسلام پر مانگی گئی اور

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۸۰۔ 2 ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا، ۴/ ۱۶۱، تحت الحدیث: ۱۶۷۵۔

ایمان صرف عقائد کا نام ہے اس لیے موت ایمان پر مانگی گئی کہ اس وقت اعمال نہیں ہوتے۔ (1)

مدنی گلدستہ

”بخشش“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نمازِ جنازہ میں صرف میت کے لیے دعا نہ کرے بلکہ زندہ مُردہ سب مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

(2) نمازِ جنازہ کی دعا میں چھوٹوں کے حق میں مغفرت کی دعا بلندیٔ درجات کے لیے کی جاتی ہے۔

(3) جب کسی عزیز کا انتقال ہو جائے تو میت کے ساتھ ساتھ اپنے حق میں بھی دعا کرنی چاہیے کہ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو ہمیں صبر کرنے کی توفیق عطا فرما اور بے صبری کے فتنہ سے بچا۔

(4) ایمان صرف عقائد کا نام ہے اس لیے دعاءِ جنازہ میں موت ایمان پر مانگی گئی کہ اس وقت اعمال نہیں ہوتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 937

میت کے لیے خلوصِ دل سے دعا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَقُوْلُ: اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ. (2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے خلوص کے ساتھ دعا کرو۔“

نماز میں دعا کرنے کی اجازت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”جب تم میت کی نمازِ جنازہ پڑھو تو

(1) ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۸۰۔

(2) ... ابوداود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت، ۳/۲۸۲، حدیث: ۳۱۹۹۔

اس کے لیے اِخلاص اور حضور قلبی کے ساتھ دعا مانگو کیونکہ اس نماز کا مقصد میت کے لیے استغفار کرنا اور اس کی سفارش کرنا ہے اور اس سفارش کے قبول ہونے کی اُمید اسی وقت کی جاسکتی ہے کہ جب یہ دعا نہایت اخلاص کے ساتھ اور گڑگڑا کر کی جائے۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس ارشاد نے ان لوگوں کے قول کو بھی باطل کر دیا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ دعا سے میت کو فائدہ نہیں ہوتا۔"[1] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس حدیث کے دو معنٰی ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ نمازِ جنازہ میں خالص دعا ہی کرو تلاوت قرآن نہ کرو، حمد وثنا درود و دعا کے مقدمات میں سے ہے۔ اس صورت میں یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ نمازِ جنازہ میں تلاوت قرآن ناجائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جب تم نمازِ جنازہ پڑھ چکو تو میت کے لیے خلوصِ دل سے دعا مانگو۔ اس صورت میں دعا بعد نمازِ جنازہ کا ثبوت ہوگا۔ خیال رہے کہ دعا بعد نمازِ جنازہ سنت **رسولُ الله** صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی ہے اور سنتِ صحابہ بھی۔ چنانچہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شاہ حبشہ نجاشی کی نمازِ جنازہ پڑھی اور بعد میں دعا مانگی۔ حضرت **عبدالله** ابنِ سلام (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) ایک جنازہ پر پہنچے نماز ہوچکی تھی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ نماز تو پڑھ چکے میرے ساتھ مل کر دعا تو مانگ لو۔ جن فقہا نے اس دعا سے منع کیا اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کے بعد یونہی کھڑے کھڑے دعا مانگی جائے جس سے آنے والے کو نماز کا دھوکا ہو یا بہت لمبی دعائیں مانگی جائیں جس سے بلاوجہ دفن میں بہت دیر ہوجائے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"اِخلاص" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نمازِ جنازہ میت کے لیے استغفار اور سفارش ہے اور اس کے قبول ہونے کی اُمید اسی وقت کی جاسکتی ہے جب یہ اِخلاص اور دل جمعی کے ساتھ کی جائے۔

(2) نمازِ جنازہ میت کے حق میں خالص دعا ہے اس لیے اس میں قرآن کی تلاوت کرنا ناجائز ہے۔

---

1 . . . فیض القدیر، حرف الهمزة، ١/٥٠٥، تحت الحدیث: ٢٩٧ ملتقطا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ٢/٩٧ ملتقطاً۔

(3) مذکورہ حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد بھی میت کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

(4) نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(5) جن فقہا نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کیا ہے ان کی مراد اس طرح کھڑے ہو کر دعا مانگنا ہے جس سے آنے والے کو یہ شبہ ہو کہ ابھی نمازِ جنازہ ہو رہی ہے یا اتنی لمبی دعا کرنا منع ہے کہ جس سے دفنانے میں بلاوجہ دیر ہو جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِخلاص اور حضورِ قلبی کے ساتھ میت کے لیے دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:938

میت کے حق میں جامع دعا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلَاۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَاَنْتَ خَلَقْتَھَا وَاَنْتَ ھَدَیْتَھَا لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّھَا وَعَلَانِیَتِھَا جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَہٗ فَاغْفِرْ لَہٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نمازِ جنازہ کی یہ دعا روایت کرتے ہیں: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَاَنْتَ خَلَقْتَھَا وَاَنْتَ ھَدَیْتَھَا لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّھَا وَعَلَانِیَتِھَا جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَہٗ فَاغْفِرْ لَہٗ" یعنی اے اللہ! تو اس کا رب ہے، تو نے اسے پیدا کیا، تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی، تو نے ہی اس کی روح قبض کی، تو اس کے باطن وظاہر کو خوب جانتا ہے اور ہم اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں، پس تو اسے بخش دے۔

اَلفاظِ دعا کے معانی:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ دعائیہ کلمات کی وضاحت کرتے ہوئے

[1] ... ابو داود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت، ۳/ ۲۸۳، حدیث: ۳۲۰۰۔

فرماتے ہیں: ”اے اللہ (عَزَّوَجَلَّ)! تو اس کا رب ہے۔“یعنی تو نے اپنی نعمتوں کے ذریعے اس کی پرورش کی اور اسے عدم سے وجود میں لایا اور پھر غذا و نعمتوں سے اس کی نگہداشت کی۔”تو نے اسے اسلام کی ہدایت دی۔“ یعنی تو نے اسے اسلام تک پہنچایا کیونکہ اگر تو اسے ہدایت دینے کا ارادہ نہ فرماتا تو یہ کسی صورت ہدایت یافتہ نہ ہوتا۔”تو نے اس کی روح قبض کی۔“ یعنی جن فرشتوں کو تو نے روح نکالنے پر مامور کیا ہے انہوں نے اس کے جسم سے اس کی روح نکالی اور پھر فرشتے نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔”تو اس کے باطن و ظاہر کو خوب جانتا ہے“ یعنی اس نے زندگی میں اپنا جو بھی عقیدہ یا ارادہ پوشیدہ رکھا تھا تو اسے جانتا ہے اور وہ جو کچھ ظاہر کرتا تھا تو اس سے بھی باخبر ہے اور تو اس کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔”ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں تو اسے بخش دے۔“یعنی اس کے تمام گناہوں سے درگزر فرما۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اگرچہ روح قبض کرنا ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ رب کے حکم سے کرتے ہیں اس لیے فعل کو رب کی طرف نسبت کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”حدیث“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اسلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے جو اس نے ہمیں عطا فرمائی ہے اگر وہ ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دینے کا ارادہ نہ فرماتا تو ہم کسی صورت اسلام کو حاصل کرنے پر قدرت نہ رکھتے۔

(2) انسان لوگوں سے اپنا جو بھی عقیدہ یا ارادہ چھپاتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے باخبر ہے۔

(3) اسلام اور ایمان کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے روح قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ رب کے حکم سے

---

1 ... دلیل الفالحین، کتاب عیادۃ المریض، باب فیما یقرا فی صلاۃ الجنازۃ، ۳/ ۴۱۸، تحت الحدیث: ۹۳۶ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۸۵۔

کرتے ہیں اس لیے حدیث پاک میں روح قبض کرنے کی نسبت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف کی گئی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔

آمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:939

میت کے لیے عذاب سے نجات کی دعا

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں ایک مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: "اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" یعنی اے **اللہ**! فلاں بن فلاں تیرے ذمہ ہے اور تیرے عہد کی پناہ میں ہے، اسے قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچا، تو وعدہ پورا کرنے والا اور تعریف کا مستحق ہے۔ اے **اللہ**! اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، بے شک تو ہی بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

حاضِر میت کے لیے خاص دعا:

مذکورہ حدیث پاک میں بھی گزشتہ احادیث کی طرح ایک دعا بیان کی گئی ہے کہ جو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک مردِ مومن کی نمازِ جنازہ میں پڑھی تھی، یہ دعا خاص طور پر حاضر میت کے لیے ہے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "اے **اللہ**! فلاں بن فلاں تیرے ذمہ ہے۔" یعنی تیری امان میں ہے کیونکہ وہ تجھ پر ایمان رکھنے والا ہے۔ "وَحَبْلِ جِوَارِكَ" اور تیرے عہد کی پناہ میں ہے یعنی تیری

[1] ... ابو داود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت، ۳/ ۲۸۳، حدیث: ۳۲۰۲ ملتقطا۔

حفاظت میں ہے، اور اس عبارت کا ایک واضح معنیٰ یہ ہے کہ قرآن کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۰۳) ترجمۂ کنز الایمان: ”اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو۔“ جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ رسّی سے مراد قرآنِ مجید ہے تو جو بندہ کتابُ اللہ کو مضبوطی سے پکڑلے گا(یعنی اس پر عمل کرے گا) وہ امن و امان، اِسلام و ایمان، معرفت ویقین اور جنت کی منازل سے بہرہ مند ہو جائے گا۔ نہایہ میں ہے کہ عربوں کی عادت تھی کہ وہ ایک دوسرے پر بہت ظلم کرتے تھے اسی لیے جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا تو ہر قبیلے کے سردار سے یہ عہد لیتا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لہٰذا جب تک وہ شخص ان کی سرزمین میں رہتا تو اس عہد کے سبب امن میں ہوتا۔ عرب اس عہد کو ”حَبْلِ جِوَار“ کہتے ہیں یعنی امان کا عہد۔ ”اسے قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔“ یعنی قبر میں سوال و جواب کا جو امتحان ہے یا قبر کے جو مختلف عذاب ہیں جیسا کہ قبر کا دبانا اور قبر کا اندھیرا وغیرہ ان سے اس کی حفاظت فرما۔ ”تو وعدہ پورا کرنے والا ہے۔“ کیونکہ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ”بے شک تو ہی بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“ یعنی کثرت سے گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور بہت رحم کرتے ہوئے نیکیاں قبول کرتا ہے اور ان نیکیوں میں اضافہ فرما کر فضل فرماتا ہے۔“[1]

مذکورہ دعا پڑھنے کا طریقہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی نمازِ جنازہ میں مذکورہ دعا پڑھیں تو دعا میں جہاں فلاں بن فلاں کے الفاظ ہیں وہاں پر میت اور میت کے باپ کا نام لیں ”اگر میت کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو اُس کی جگہ آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کہے کہ وہ سب آدمیوں کے باپ ہیں اور اگر خود میّت کا نام بھی معلوم نہ ہو تو اُس کی جگہ ”عَبْدُكَ هٰذَا“ یا عورت ہو تو ”اَمَتُكَ هٰذِهٖ“ کہے۔“[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِیْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 . . . مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة والصلاة عليها، ۴/ ۱۶۳، ۱۶۴، تحت الحديث: ۱۶۷۵ ملخصاً۔

2 . . . بہارِ شریعت، ۱/ ۸۳۴، حصہ ۴ ملتقطاً۔

مدنی گلدستہ

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا تو ہر قبیلے کے سردار سے یہ عہد لیتا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لہٰذا جب تک وہ شخص ان کی سرزمین میں رہتا تو اس عہد کے سبب امن میں ہوتا۔ عرب اس عہد کو ”حَبْلِ جِوَار“ کہتے ہیں یعنی امان کا عہد۔

(2) مذکورہ دعا میں جہاں فلاں بن فلاں کے الفاظ ہیں وہاں میت اور اس کے باپ کا نام لے، اگر میت کا نام معلوم نہ ہو تو مرد کے لیے ”عَبْدُكَ هٰذَا“ اور عورت کے لیے ”اَمَتُكَ هٰذِهٖ“ کہے اور اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو حضرت آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا نام لے۔

(3) جو بندہ قرآنِ مجید کو مضبوطی سے پکڑ لے گا یعنی اس پر سختی سے عمل کرے گا وہ امن و امان، اسلام و ایمان، معرفت و یقین اور جنت کی منازل سے بہرہ مند ہو جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے مرحوم مسلمان بھائیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:940

نمازِ جنازہ میں صرف چار تکبیریں ہیں

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَهُ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُوْ ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا.[1] وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَبَّرَ اَرْبَعًا فَمَكَثَ سَاعَةً حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُكَبِّرُ خَمْسًا ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: اِنِّيْ لَا اَزِيْدُكُمْ عَلٰى مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ

---

1 . . . مسند بزار، مسند عبد اللہ بن ابی اوفی۔۔۔ الخ، ۸/۲۸۷، حدیث: ۳۳۵۵ ماخوذاً۔

اَوْ: هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن ابی اوفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی صاحبزادی کے جنازے پر چار تکبیریں پڑھیں پھر چوتھی تکبیر کے بعد دو تکبیروں کے درمیانی وقفہ کی مقدار کھڑے رہے اور اس کے لیے مغفرت طلب کی اور دعا مانگی پھر فرمایا: "نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسی طرح کیا کرتے تھے۔" اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے چار تکبیریں کہیں پھر کچھ دیر توقف کیا (راوی کہتے ہیں) یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ پانچویں تکبیر کہیں گے پھر آپ نے اپنی دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ پس جب وہ مُڑے تو ہم نے ان سے عرض کی: یہ کیا ہے؟ فرمایا: "میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جس طرح کرتے دیکھا تھا میں نے اُس پر زیادتی نہیں کی۔" یا فرمایا کہ "حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی طرح کیا کرتے تھے۔"

چار تکبیروں پر اجماع ہے:

مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نمازِ جنازہ میں صرف چار تکبیریں ہی کہی جائیں گی، پانچویں تکبیر کہنا درست نہیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "چاروں اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں ہیں جن پر بے شمار احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ خیال رہے کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پانچ چھ تکبیریں بھی ثابت ہیں مگر وہ سب منسوخ ہیں۔ چنانچہ مؤطا امام محمد میں ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ عہد فاروقی تک صحابہ نمازِ جنازہ میں کبھی تکبیریں چار کہتے، کبھی پانچ، کبھی چھ۔ حضرت عمر فاروق (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے سب کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم میں ہی اختلاف رہے گا تو قیامت تک سارے مسلمانوں میں اختلاف رہے گا۔ تحقیق کرو کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آخری جنازوں میں تکبیریں کتنی کہیں۔ تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ نے چار تکبیریں کہیں، اسی پر صحابہ کا اجماع ہوا۔ چنانچہ حضرت عمر نے صدیق اکبر پر، حضرت ابن عمر نے عمر فاروق پر، حضرت حسن ابن علی نے جناب علی مرتضٰی پر، امام حسین نے حضرت حسن (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) پر چار تکبیریں

---

1 ... سنن کبری، کتاب الجنائز، باب من قال یسلم عن یمینه وعن شماله، ۴/۷۱، حدیث: ۶۹۸۸۔

ہی کہیں بلکہ فرشتوں نے آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جنازہ پڑھا تو آپ پر چار تکبیریں ہی کہیں۔“[1]

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی نے فرمایا: چار پر اجماع منعقد ہوگیا ولہٰذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہر گز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں، یہی صحیح ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”تکبیر“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں ہیں، اِس پر چاروں ائمہ کا اتفاق ہے۔

(2) نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پانچ، چھ تکبیریں بھی ثابت ہیں لیکن وہ سب منسوخ ہیں۔

(3) عہدِ فاروقی تک صحابہ کرام نمازِ جنازہ میں پانچ، چھ تکبیریں کہتے رہے پھر حضرت عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کے حکم پر اس مسئلہ کی تحقیق کی گئی اور یہ بات ثابت ہوئی کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آخری جنازوں میں چار تکبیریں کہیں لہٰذا چار تکبیروں پر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اجماع ہوا۔

(4) فرشتوں نے حضرت آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر چار تکبیریں کہیں۔

(5) امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہر گز ساتھ نہ دیں بلکہ خاموش کھڑے رہیں اور جب وہ سلام پھیرے تو اس کے ساتھ سلام پھیر دیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح طریقے کے مطابق نمازِ جنازہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۶۹ ملتقطاً۔

2 ... فتاوی رضویہ، ۹/ ۳۹۶۔

باب نمبر:158

جنازہ جلدی لے جانے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! موت یقینی ہے جو ہر جاندار کو آکر رہے گی۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ﴾ (پ ۱۷، الانبیاء: ۳۵) ترجمۂ کنز الایمان: "ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔" بڑا خوش نصیب ہے وہ شخص جسے ایمان کی دولت ملی اور وہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا، اس کی آخری منزل مقامِ رحمت یعنی جنت ہے اور بڑا ہی بدنصیب ہے وہ شخص جو اس دولت سے محروم رہا یا نورِ اسلام سے چمکنے دَمکنے کے بعد کفر کی تاریکیوں میں جا پڑا، ایسا شخص دنیا وآخرت میں خسارہ پانے والا ہے، اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم میں جو کوئی اپنے دِین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کِیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

واضح رہے کہ جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو حالتِ نزع میں ہی اسے اپنے آئندہ کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے اعمال کی سزا یا جزا اس کے سامنے آجاتی ہے۔ اگر وہ شخص نیک ہے تو اب اسے دنیا میں ٹھہرنا وبال لگتا ہے کہ اس نے اپنے اعمال کی جزا دیکھ لی ہے، وہ آگے جانے کے لیے بے تاب ہوتا ہے۔ نیک شخص کی میت کہتی ہے: "مجھے آگے بڑھاؤ۔" اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے اِس بات کا حکم دیا ہے کہ جنازے کو جلدی لے جایا جائے کہ اسی میں مرنے والے شخص کی بھلائی ہے۔ اگر وہ نیک ہے تو اس کا اگلا ٹھکانا اِس دنیا سے اچھا ہے لہٰذا جلدی کی جائے اور اگر گناہ گار ہے تو وہ رحمتِ خداوندی سے دور ہے اس لیے ہمیں بھی جلد ہی اُس سے دور ہو جانا چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"جنازہ جلدی لے جانے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 اَحادیث ذکر فرمائی ہیں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 941

جنازہ جلدی لے جاؤ

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا اِلَيْهِ وَاِنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.[1] وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا عَلَيْهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جنازہ جلدی لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو تم اسے بھلائی کی طرف بڑھارہے ہو اور اگر اُس کے علاوہ ہے تو تم بُرائی کو اپنی گردنوں سے اُتار رہے ہو۔“ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: وہ بھلائی ہے جس کو تم آگے بڑھارہے ہو۔

جنازہ جلدی لے جانے کی حکمت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی میت کو قبرستان تیز رفتار سے پہنچاؤ۔ تیزی سے مراد عام رفتار سے زیادہ اور دوڑنے سے کم ہے، ہاں اگر میت کے پھول یا پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو دوڑتے ہوئے لے جائیں۔ ہر نیک اور بد میت کو تیز ہی لے جانا چاہیے۔ نیک کو اس لیے کہ اس کا اگلا گھر اس کے لیے خیر ہے وہاں جلدی پہنچاؤ۔ بد کو اس لیے کہ وہ رحمت سے دور ہے تم سے بھی جلدی دور ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بُرے آدمی کی صحبت مرے بعد بھی اچھی نہیں چہ جائے کہ اس کی زندگی میں۔“[3]

جنازہ میں جلدی کرنے سے مراد:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی کتاب ”ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت“ صفحہ 348 پر ہے: (نمازِ جنازہ کی تَعْجِیْل (یعنی جلدی کرنے) سے مراد یہ ہے کہ) غسل و کفن کے بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں، ہاں! اس

1 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة، ۱ / ۴۴۲، حدیث: ۱۳۱۵ بتغیر قلیل۔

2 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب الاسراع بالجنازة، ص ۳۶۶، حدیث: ۲۱۸۶۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲ / ۴۶۶ ملتقطاً۔

کے بعد تاخیر نہ کرے، بعض لوگ شبِ جمعہ (یعنی جمعہ کی رات) جس کا انتقال ہوا میّت کو تا نمازِ جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نمازِ جُمُعہ میں کثرت ہو جائے، یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کُتُبِ فقہ میں موجود ہے اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

مدنی گلدستہ

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) انتقال کے بعد جتنا جلدی ممکن ہو جنازے کو لے جانا چاہیے۔

(2) بُرے انسان کی صحبت اس کے مرنے کے بعد بھی اچھی نہیں کہ وہ رحمت خداوندی سے دُور ہے اس لیے ہمیں بھی جلد ہی اُس سے دُور ہو جانا چاہیے۔

(3) جنازہ لے جانے میں تیزی کرنے سے مراد عام رفتار سے زیادہ اور دوڑنے سے کم چلنا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

میّت کی پُکار

حدیث نمبر: 942

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ: اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَۃُ فَاحْتَمَلَھَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِھِمْ فَاِنْ کَانَتْ صَالِحَۃً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ کَانَتْ غَیْرَ صَالِحَۃٍ قَالَتْ لِاَھْلِھَا: یَا وَیْلَھَا اَیْنَ تَذْھَبُوْنَ بِھَا یَسْمَعُ صَوْتَھَا کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے: ”جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو

[1] . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب قول المیت وھو علی الجنازۃ: قدمونی، ۱/ ۴۴۴، حدیث: ۱۳۱۶۔

اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ اور اگر نیک نہ ہو تو اپنے گھر والوں کو کہتا ہے: ہائے افسوس! اسے کہاں لے جا رہے ہو۔ انسان کے علاوہ ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔''

مُردہ بولتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اِس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ''جنازے سے مراد میت ہے اور اُس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مُردہ بزبانِ قال (زبان سے) یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے۔ اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال **معلوم** ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اس سے **معلوم** ہوا کہ اس حالت ہی میں جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مُردہ بولتا بھی ہے، سنتا بھی ہے۔ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اُتارنے والے سب کو پہچانتا ہے۔

(اگر نیک نہ ہو تو اپنے گھر والوں کو کہتا ہے: ہائے افسوس! اسے کہاں لے جا رہے ہو، انسان کے علاوہ ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے، اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔) اس عبارت سے **معلوم** ہوا کہ مُردے کی یہ گفتگو زبانِ قال سے آواز کے ساتھ ہی ہوتی ہے جسے جانور، فرشتہ، کنکر، پتھر سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں۔ دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔[1]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: نیک مردہ جنت میں اپنے بلند مراتب دیکھ رہا ہوتا ہے اس لئے وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی آگے بڑھاؤ۔ میت کا کلام کرنا حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کہ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی قدرت سے یہ بعید نہیں اور یہ اسی طرح ہے جس طرح **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ قبر میں سوالات کے جوابات دینے کے لئے مردے کو زندگی دیتا ہے بلکہ حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ مردہ فرشتوں کے آنے سے پہلے دفن کر کے واپس لوٹ جانے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ میت کا

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۲/۴۶۶ ملتقطاً۔

کلام مجازاً ہو لیکن پہلا احتمال ہی معتمد ہے۔ (1)

ایک اہم مسئلہ:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: اگر روزِ جمعہ پیش از جمعہ (جمعہ کی نماز سے پہلے) جنازہ تیار ہو گیا (تو اب) جماعتِ کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں (یعنی نمازِ جمعہ کے بعد لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گی اس وجہ سے جنازے میں تاخیر نہ کریں بلکہ جنازہ پڑھا کر) پہلے ہی دفن کر دیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے کہ آج کل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے۔ جنہیں کچھ سمجھ ہے وہ تو اسی جماعتِ کثیر کے انتظار میں روکے رکھتے ہیں، اور نرے جُہال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں۔ کوئی کہتا ہے: میّت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے: نماز کے بعد دفن کریں گے تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل و خلافِ مقصدِ شرع ہیں۔ (2)

مدنی گلدستہ

”مَیّت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) مُردے کا کلام سننے کی انسان میں طاقت نہیں، انسان کے علاوہ ہر چیز اس کا کلام سنتی ہے۔

(2) مَرنے کے بعد مُردہ بولتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے لیکن یہ معاملہ لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتا۔

(3) نیک جنازہ جنت میں اپنے مراتب دیکھ رہا ہوتا ہے اس لئے وہ کہتا ہے: مجھے آگے بڑھاؤ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں میت کی تدفین میں بلاوجہ دیر کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة والصلاة عليها، ۴/ ۱۳۲، تحت الحديث: ۱۶۴۷ ملخصاً۔

2 ... فتاوی رضویہ، ۹/ ۳۱۰۔

باب نمبر 159

مَیِّت کے مُعَامَلات میں جلدی کرنے کا بیان

میت کے قرض کی ادائیگی وکفن دفن میں جلدی کرنے اور اچانک فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی موت کے یقینی ہونے تک رکنے کا بیان

اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ قرض باقی ہو تو اہل خانہ کو چاہیے کہ تدفین سے پہلے ہی مرحوم کا قرض ادا کر دیں یا قرض خواہ خود ہی رضائے الٰہی کی نیت سے مرحوم کا قرض معاف کر دے تاکہ مرحوم کے لئے آخرت میں آسانی ہو کیونکہ قرض کی وجہ سے مومن کی روح جنت میں داخل ہونے یا نیکوں کے ساتھ ملنے اور درجات حاصل کرنے سے روکی جاتی ہے۔ مرحوم کا قرض معاف کرانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ نمازِ جنازہ سے قبل امام صاحب یا کوئی بھی اسلامی بھائی اِس طرح اعلان کریں: ”مرحوم کے اہل خاندان اور دوست احباب توجہ فرمائیں، مرحوم نے اگر زندگی میں کبھی آپ کی دل آزاری یا حق تلفی کی ہو تو ان کو معاف کر دیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ مرحوم کا بھی بھلا ہو گا اور آپ کو بھی ثواب ملے گا، آپ کا اگر مرحوم پر قرض ہو اور وہ معاف کر دیں گے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کا بھی بیڑا پار ہو گا۔“ جس طرح مرحوم کا قرض ادا کرنے میں جلدی کرنے کا حکم ہے اسی طرح مرحوم کے کفن ودفن میں بھی جلدی کرنے کا حکم ہے کہ میت کو زیادہ دیر تک اہل وعیال کے سامنے رکھنا مناسب نہیں، البتہ اچانک فوت ہو جانے کی صورت میں کفن دفن میں اتنی تاخیر ضروری ہے کہ اس کی موت کا یقین ہو جائے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب اسی بارے میں ہے کہ **”میت کا قرض ادا کرنے اور کفن دفن میں جلدی کی جائے اور اچانک انتقال کی صورت میں اس کی موت کے یقینی ہونے تک رُکا جائے۔“** اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر: 943

قرض کی وجہ سے روح مُعَلَّق رہتی ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَۃٌ بِدَیْنِہٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْہُ۔ (1)

(1)... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ الخ، ۲/ ۳۴۱، حدیث: ۱۰۸۰۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مؤمن کی روح قرض کی وجہ سے مُعَلَّق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے۔“

قرض ادا نہ کرنے کا نقصان:

مرآۃ المناجیح میں ہے: (مؤمن کی روح) یا تو فی الحال جنت میں داخل ہونے یا نیکوں کے ساتھ ملنے یا درجات حاصل کرنے سے روکی جاتی ہے۔ ادائے قرض کی منتظر رہتی ہے یا قیامت میں قرض کی ادا تک جنت میں جانے سے روکی جائے گی جب تک کہ قرض کی معافی یا کوئی اور صورت نہ ہو جائے، کتنی ہی صالح نیک ہو جنت میں داخل نہ ہو سکے گی۔ اس قرض سے وہ قرض مراد ہے جو انسان بغیر ضرورت کے لے لے اور ادا نہ کرنے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرے اور مرتے وقت ادا کے لیے مال نہ چھوڑے۔ اگر ان تین شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ ہو تو اللہ تعالٰی کے فضل سے اُمّید ہے کہ اسے محبوس نہ کرے گا (یعنی جنت میں جانے سے نہ روکے گا)، جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے۔ چنانچہ ابنِ ماجہ میں ہے کہ قیامت میں قرض خواہ کو مقروض سے قصاص دلوایا جاوے گا سوائے تین مقروضوں کے: ایک وہ جو جہاد وغیرہ دِینی ضروریات کے لئے قرض لے۔ دوسرے وہ جس کے ہاں بے کفن میت پڑی ہو اس کے کفن دفن کے لئے قرض لے۔ تیسرے وہ جو اپنے دِین پر خطرہ محسوس کرے اور نکاح کے ضروری و جائز خرچ کے لئے قرض لے، ان کے قرض رب تعالٰی قرض خواہوں سے معاف کرا دے گا۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

رب کا قرض خواہ کو راضی کرنا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: یہ جو کہا گیا ہے کہ مرنے والا مقروض اپنے قرض کی وجہ سے جنت میں جانے اور نیکوں کے ساتھ ملنے سے روک دیا جائے گا اس کی تائید اس حدیث پاک سے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۹۹ ملتقطاً۔

ہوتی ہے کہ ”قیامت کے دن مقروض اپنے قرض میں گرفتار ہو گا اور اپنے رب سے تنہائی کی شکایت کرے گا۔“ البتہ جو شخص کسی ضرورت مثلاً فاقہ کے سبب قرض لیتا ہے پھر اتنا مال چھوڑ کر نہیں مرتا جس سے قرض ادا ہو سکے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت سے نہیں روکے گا کیونکہ سلطانِ اِسلام پر ہے کہ وہ اس کا قرض ادا کرے اور اگر وہ ادا نہ کرے تو ربِّ کریم قرض خواہ کو راضی کر کے مقروض کو قرض سے خلاصی عطا فرمائے گا۔“[1]

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے ”حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟“ کے صفحہ نمبر 36 پر ہے: ”مدیون (قرض دار) جس نے بحاجتِ شرعیہ (شرعی ضرورت کی وجہ سے) کسی نیک جائز کام کیلئے دَین (قرض) لیا اور اپنی چلتی ادا میں گئی نہ کی (استطاعت کے باوجود جان بوجھ کر ٹال مٹول نہ کی)، نہ کبھی تاخیرِ ناروا، روا رکھی (نہ کبھی بلاوجہ تاخیر کی) بلکہ ہمیشہ سچے دل سے اَدا پر آمادہ اور تا حدِ قدرت (حتی المقدور) اُس کی فکر کرتا رہا پھر بمجبوری ادا نہ ہو سکا اور موت آگئی تو مولیٰ عَزَّوَجَلَّ اُس کیلئے اس دَین سے درگزر فرمائے گا اور روزِ قیامت اپنے خزانۂ قدرت سے ادا فرما کر دائن (قرض دینے والے) کو راضی کر دے گا۔“

مقروض کی نمازِ جنازہ:

حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ارشاد فرماتے ہیں: ایک آدمی فوت ہو گیا، ہم نے اسے غسل اور کفن دیا اور خوشبو لگائی پھر ہم اسے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس لے کر حاضر ہوئے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کا جنازہ پڑھائیں۔ ہم نے عرض کی: اس کا جنازہ پڑھائیے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک قدم چلے پھر دریافت فرمایا: ”کیا اس پر قرض ہے؟“ ہم نے عرض کی: اس کے ذمہ دو دینار ہیں، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واپس چلے گئے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لے لی تو ہم دوبارہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: دو دینار میرے ذمہ ہیں۔ تو رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: ”کیا قرض خواہ کا حق پورا کر دیا گیا ہے اور اب میت اس سے بَری ہے؟“

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار، ۶/ ۱۲۵، حدیث: ۲۹۱۵ ملتقطاً۔

حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر اس کے ایک دن بعد پوچھا: ''ان دو دیناروں کا کیا ہوا؟'' میں نے عرض کی: وہ شخص کل ہی تو فوت ہوا ہے۔ پھر اگلے دن حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میں نے وہ قرض ادا کر دیا ہے۔ تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اب اس کے جسم کو راحت پہنچی ہے۔''[1]

پُراَسرار کنوئیں کا قیدی:

حضرت شَیْبان بن حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم اور حضرت سَیِّدُنا عبدُ الواحد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جہاد کے لئے نکلے تو راستے میں اچانک ایک گہرا اور کشادہ کنواں آگیا جس میں سے گھٹی گھٹی آوازیں آرہی تھیں۔ دونوں میں سے ایک کنوئیں میں اُترے تو اندر تخت پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور اس کے نیچے پانی تھا۔ اترنے والے نے اس سے پوچھا: تم انسان ہو یا جن؟ اس نے کہا: انسان ہوں۔ پوچھا: کون ہو؟ اس نے کہا: میں اِنطاکیہ کا باشندہ ہوں اور مر چکا ہوں، مجھ پر قرض تھا جس کی وجہ سے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے یہاں قید کر دیا ہے۔ انطاکیہ میں میرا بیٹا ہے جو نہ مجھے یاد کرتا ہے نہ میرا قرض ادا کرتا ہے۔ کنوئیں میں جانے والے باہر نکلے اور اپنے ساتھی سے کہا: ہم جہاد بعد میں کریں گے چلو پہلے اس کا قرض ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے جاکر قرض ادا کیا اور پھر واپس اسی جگہ آئے تو وہاں کنوئیں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ شام ہو چکی تھی لہٰذا دونوں نے وہیں رات بسر کی تو ایک شخص ان کے خواب میں آیا اور کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میری طرف سے تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے، جب میرا قرض ادا ہوا تو میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے جنت کے فلاں مقام کی طرف منتقل کر دیا۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ۵ / ۸۳، حدیث: ۱۴۵۴۳۔

2 . . . موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب من عاش بعد الموت، ۶ / ۲۹۸، حدیث: ۵۰ ملخصاً۔

مقروض شہید بھی جنّت میں نہ جاسکے گا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا قرض بہت بڑا بوجھ ہے جو لوگ ادائے قرض میں ٹال مٹول کرتے ہیں اُن کو بیان کردہ حکایت سے ڈر جانا چاہیے اور قرض خواہ (یعنی جس سے قرض لیا ہے اُس) کو اپنے پاس دھکے کھلانے کے بجائے خود اُس کے پاس جاکر شکریہ کے ساتھ اس کا قرض ادا کر دینا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جھوٹ موٹ آج کل کرتے ہوئے موت آجائے اور قبر میں جان پھنس جائے۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر کوئی آدمی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زِندہ ہو پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو اور اس کے ذِمّہ قرض ہو تو وہ جنّت میں داخِل نہ ہو گا یہاں تک کہ اُس کا قرض ادا کر دیا جائے۔“[1] کوئی مسلمان مقروض فوت ہو جائے تو عزیزوں کو چاہیے کہ فوراً اُس کا قرضہ ادا کر دیں تاکہ مرحوم کے لئے قبر میں آسانی ہو۔ ایک صحابی جن پر قرض تھا اُن کا انتقال ہو گیا تو نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کی موجودگی میں فرمایا: بے شک تمہارا مرنے والا شخص جنّت کے دروازے پر اپنے قرض کی وجہ سے روک دیا گیا ہے اگر تم چاہو تو اس کا قرض ادا کر کے اس کی جان چھڑاؤ اور اگر چاہو تو اسے عذاب کے حوالے کر دو۔[2]

مدنی گلدستہ

”صحابی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) قرض لے کر واپس نہ کرنا جنت میں داخلے سے روکے جانے کا سبب ہے۔

(2) بغیر ضرورت قرضہ لینے سے اجتناب کرنا چاہیے کہ اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

(3) جو قرضہ ضرورت کی بنا پر لیا جائے اور واپس کرنے کی نیت بھی ہو لیکن ادا کرنے سے قبل وفات ہو

---

1 . . . مسند امام احمد، مسند الانصار، ۸/ ۳۲۸، حدیث: ۲۲۵۵۶۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب البیوع، باب لو قتل رجل فی سبیل اللہ۔۔۔ الخ، ۲/ ۳۲، حدیث: ۲۲۶۱۔

جائے تو بروزِ قیامت ایسے شخص کے قرض کو ربِّ کریم قرض خواہ سے معاف کرا دے گا۔

(4) اپنی آخرت کی فکر کرتے ہوئے قرض خواہ کو اپنے پاس دھکے کھلانے اور ٹال مٹول کرنے کے بجائے خود اُس کے پاس جاکر شکریہ کے ساتھ اس کا قرض ادا کر دینا چاہیے۔

(5) کوئی مسلمان مقروض فوت ہو جائے تو عزیزوں کو چاہیے کہ فوراً اُس کا قرضہ ادا کر دیں تاکہ مرحوم کے لئے قبر و حشر کے معاملات میں آسانی ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں موت سے قبل اپنا قرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 944

تدفین میں جلدی کرنا

عَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَالَ: اِنِّي لَا اُرَى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيْهِ الْمَوْتُ فَآذِنُوْنِي بِهِ وَعَجِّلُوْا بِهِ فَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَهْلِهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حُصین بن وَحْوَح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت سَیِّدُنا طلحہ بن بَراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیمار ہو گئے تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ طلحہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کی وفات کا وقت آچکا ہے، مجھے اس کی اطلاع کر دینا اور جلدی کرنا کیونکہ کسی مسلمان کی لاش کو اس کے اہل و عیال کے درمیان روکے رکھنا مناسب نہیں۔“

میت کے لئے اِعلانِ عام کرنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو

1 . . . ابوداود، کتاب الجنائز، باب التعجیل بالجنازہ و کراھیۃ حبسہا، ۳/۲۶۸، حدیث: ۳۱۵۹۔

جائے تو اس کی میت کو اس کے اہل خانہ کے درمیان زیادہ دیر تک نہیں رکھنا چاہیے بلکہ جتنا جلدی ممکن ہو سپرد خاک کر دینا چاہیے جیسا کہ مذکورہ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: مجھے اس کی اطلاع کر دینا اور جلدی کرنا کیونکہ کسی کی لاش کو اس کے اہل و عیال کے درمیان روکے رکھنا مناسب نہیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ میت کے لیے اعلانِ عام کرنا بھی جائز ہے اور خاص بزرگ و اہلِ قرابت کو خبر کرنا بھی تاکہ وہ نماز اور دفن میں شرکت کرلیں۔ دوسرے یہ کہ حتی الامکان دفن میں جلدی کی جائے۔ بلاضرورت دیر لگانا سخت ناجائز ہے کہ اس میں میت کے پھولنے پھٹنے اور اس کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”مکہ“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیث مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جب کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لیے جانا سنتِ مبارکہ ہے۔

(2) وفات کا عام اِعلان کرنا بھی جائز ہے اور خاص بزرگ و اہلِ قرابت کو خبر کرنا بھی تاکہ وہ لوگ نمازِ جنازہ اور تدفین میں شریک ہو کر میت کے لیے دعا کر سکیں۔

(3) میت کو حَتَّی الامکان جلدی دفن کر دینا چاہیے کہ بلاضرورت تاخیر کرنا سخت ناجائز ہے کہ اس میں میت کے پھولنے پھٹنے اور اسکی بے حرمتی کا اندیشہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے تجہیز و تکفین اور تدفین میں جلدی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۴۷۔

باب نمبر:160

قبر کے پاس وعظ کرنے کا بیان

لوگوں میں نیک اعمال کرنے کا جذبہ بڑھانے اور بُرے اعمال سے نفرت پیدا کرنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ وعظ و نصیحت ہے کہ اسی کے ذریعے دِلوں کے اَمراض سے شفا نصیب ہوتی ہے۔ وعظ و نصیحت میں اچھے عمل کرنے کی ترغیب دینا اور بُرے اَعمال کے انجام سے ڈرانا بھی داخل ہے۔ وعظ و نصیحت کرنے کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں ہے، البتہ بعض جگہوں پر وعظ و نصیحت زیادہ اثرانداز ہوتی ہے، جیسے مسجد میں، کسی ناگہانی آفت جیسے زلزلہ، طوفان اور سیلاب کے وقت یا اس کے بعد۔ اسی طرح جب کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے، اس کے کفن دفن کے معاملات ہوتے ہیں تو ایسے موقع پر بھی عموماً لوگوں کا دل اپنی موت اور آخرت کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"قبر کے پاس وعظ کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک ذِکر فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:945

قبر کے پاس وعظ و نصیحت فرمائی

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا؟ فَقَالَ: اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم جنت البقیع میں ایک جنازے کے ساتھ تھے اتنے میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ نے سر مبارک جھکایا اور چھڑی سے زمین کُرید نے لگے، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ہر شخص

---

1 . . . مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ الخلق۔۔۔الخ، ص ۱۰۹۱، حدیث: ۲۶۴۷، بخاری، کتاب التفسیر، باب فسنیسرہ للعسری، ۳/۳۸۱، حدیث: ۴۹۴۹ ملتقطاً۔

کا ٹھکانا دوزخ اور جنت سے لکھ دیا گیا ہے۔" صحابہ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَان نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کرلیں (اور عمل چھوڑ دیں)؟ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "عمل کرو ہر شخص کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا۔"

قبر کے گرد بیٹھنا جائز ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک کی باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام کو قبر کے پاس بیٹھ کر وعظ و نصیحت ارشاد فرمائی۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیۡهِ رَحۡمَةُ اللهِ الۡغَنِی فرماتے ہیں: "یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر زندہ لوگوں یا قبر والے کی کسی مصلحت (خیر و بھلائی) کا تقاضا ہو تو قبر کے گرد لوگوں کا بیٹھنا جائز ہے۔ زندہ لوگوں کی مصلحت (خیر و بھلائی) یہ ہے کہ انہیں موت اور آخرت کی یاد دلائی جائے اور قبر والے کی مصلحت (خیر و بھلائی) یہ ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآنِ پاک کی تلاوت کی جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا جائے تو اس سے میت کو نفع ہوگا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"رب" کے 2 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 2 مدنی پھول

(1) قبر کے گرد بیٹھ کر وعظ و نصیحت کرنا جائز ہے کہ اس میں موت اور آخرت کی فکر زیادہ ہے۔

(2) قبر کے پاس ذِکرُ اللہ کرنے اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے سے میت کو نفع ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں موت کو یاد رکھنے اور فکرِ آخرت کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمارا ٹھکانا جنت میں بنائے۔ اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب موعظۃ المحدث عند القبر ... الخ، ۲/ ۲۵۶، تحت الباب۔

باب نمبر:161

مَیِّت کو دفنانے کے بعد دعا کرنے کا بیان

میت دفنانے کے بعد دعا کرنے اور کچھ دیر قبر کے پاس میت کے لیے دعائے مغفرت اور تلاوت کرنے کے لیے بیٹھنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح ہم اس دنیا کی زندگی میں اپنے عزیز و اَقارب و دوست اَحباب کا ساتھ دیتے ہیں۔ مشکلات میں اُن کے کام آتے ہیں، انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہمارے اپنوں کو ہماری ضرورت ہوتی ہے۔ قبر میں پیش آنے والے اَحوال مثلاً منکر نکیر کی بھیانک شکل، قبر کی تاریکی، قبر کے سوالات وجوابات نہایت سخت معاملات ہیں۔ اسی لیے میت قبر میں نہایت خوف زدہ، گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار ہوتی ہے لہٰذا مردے کو دفن کر کے فوراً وہاں سے چلے نہ جائیں بلکہ کچھ دیر اس کی قبر کے پاس ٹھہر کر پہلے تلقین کریں پھر میت کے لیے دعائے مغفرت، فاتحہ خوانی اور کچھ تلاوتِ کلام پاک کریں تاکہ مُردے کو اُنسیت حاصل ہو اور وہ قبر کے امتحان میں کامیابی حاصل کر سکے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور بعض صحابہ سے بھی اِس بارے میں روایات منقول ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”میت کو دفنانے کے بعد دعا کرنے اور کچھ دیر قبر کے پاس میت کے لیے دعائے مغفرت اور تلاوت کرنے کے لیے بیٹھنے“** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں **2** اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:946

اپنے بھائی کے لیے دعا کرو

عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَقِیْلَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَقِیْلَ اَبُوْلَیْلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَیِّتِ وَقَفَ عَلَیْہِ وَقَالَ: اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَسَلُوْا لَہُ التَّثْبِیْتَ فَاِنَّہُ اَلْاٰنَ یُسْئَلُ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عَمرو یا ابو عبد اللہ یا ابو لیلیٰ عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو کچھ دیر قبر پر تشریف فرما رہتے اور فرماتے: ”اپنے بھائی کے لیے اِستِغْفَار کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو بے شک اب اُس سے سوال کیا جائے گا۔“

1 . . . ابو داود، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر ۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۸۹، حدیث: ۳۲۲۱، عن هانی مولی عثمان۔

حدیث سے ماخوذ تین فوائد:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: اس حدیث سے تین فائدے حاصل ہوئے۔ ❁ پہلا فائدہ: مُردے کو زندوں کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ❁ دوسرا فائدہ: قبر میں سوالات ہوں گے۔ ❁ تیسرا فائدہ: یہ سوالات بعدِ دفن ہوں گے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبد اللہ بن ابو بکر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب میت کو دفنا دیتے تو کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرتے پھر یوں کہتے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرے بندے کو تیری طرف لوٹا دیا گیا ہے تو اِس پر نرمی اور رحم فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کی قبر کشادہ کر دے، اِس کی رُوح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دے اور اُسے اچھی طرح قبول فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکیوں کو دُگنا فرما اور اگر گنہگار تھا تو اُس سے درگزر فرما۔"[1]

تدفین کے بعد دعا اور اِیصالِ ثواب کا ثبوت:

مُفَسِّرِ شہِیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ہمارے ہاں رواج ہے کہ بعدِ دفن فوراً واپس نہیں ہوتے بلکہ قبر کے آس پاس حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں اور میت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ یہ تمام فعل سنت ہیں۔ بعض جگہ بعد دفن قبر پر اذان بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی اسی حدیث سے نکل سکتا ہے کہ اس میں مردے کو تلقین ہے اور اس کے ثبات قدمی کی کوشش ہے۔ (بے شک اب اُس سے سوال کیا جائے گا۔) یعنی ہونے ہی والے ہیں کیونکہ حساب قبر لوگوں کے لَوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زِندوں کی دُعا سے مُردوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان کے صدقات وخیرات میت کو مفید ہیں۔ ابو امامہ کی روایت میں ہے کہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ارشاد فرماتے ہیں: دفن کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ کہو: اے فلاں ابنِ فلاں! اپنا وہ کلمہ یاد کر جسے تو دنیا میں پڑھتا تھا۔ تیرا رب اللہ ہے، تیرا دین اسلام ہے، تیرے نبی محمد مصطفےٰ ہیں۔[2]

اشعۃ اللمعات میں ہے: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ زندوں کی دعا سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے اور ان کے لئے استغفار اور بخشش کی طلب رحمت کا سبب وذریعہ ہے۔ مشائخ اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب

---

1 ...ابوداود، کتاب الجنائز، باب الاستغفار للمیت عند القبر، ۳ / ۲۹۷، تحت الحدیث: ۳۲۲۱۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۳۹۔

ہے کہ زندوں کا مردوں کے لئے دعا کرنے اور ان کی طرف سے صدقہ کرنے میں انہیں نفع اور فائدہ پہنچتا ہے۔ قبر پر دعا اور طلب استقامت اس تلقین کے علاوہ ہے جو دفن میت کے بعد کرتے ہیں۔[1] مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔“یعنی یہ کہو: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے **قولِ ثابت** پر ثابت قدم رکھے یا اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے قولِ ثابت پر ثابت قدم رکھ۔ قولِ ثابت سے مراد منکر نکیر کے سوالات کے وقت کلمہ شہادت ہے۔ امام ابن حجر مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث میں بعد تدفین تلقین کا اشارہ ہے جو ہمارے معتمد مذہب کے مطابق سنت ہے۔ بعض نے اسے بدعت کہا ہے مگر یہ تلقین بدعت کیسے ہوسکتی ہے جبکہ اس کے بارے میں صریح حدیث موجود ہے جو درجہ حسن تک پہنچی ہوئی ہے۔ بیہقی میں حضرت ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ بعد دفن قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع اور پائنتی پر آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے۔[2]

مدنی گلدستہ

”مُسْتَحَب“کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) تدفین کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرے رہنا سنت ہے۔

(2) تدفین کے بعد میت کے لیے اِسْتِغْفَار اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دُعا کرنی چاہیے۔

(3) مردے کو زندوں کی دُعا سے فائدہ پہنچتا ہے۔

(4) قبر کے پاس قرآن پڑھنا مستحب ہے۔

(5) تدفین کے بعد میت کے سرہانے پر سورہ بقرہ کا پہلا رکوع اور پائنتی پر آخری رکوع پڑھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایمان وعافیت کے ساتھ موت عطا فرمائے اور قبر کے امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، باب اثبات عذاب القبر، ١/١٣٠۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب اثبات عذاب القبر، ١/٣٥٦، ٣٥٧، تحت الحدیث: ١٣٣ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:947

تدفین کے بعد قبر پر رُکنا

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَاَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَیُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّیْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب تم لوگ مجھے دفن کردو تو میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر ایک اونٹ کو نحر کرنے اور اُس کا گوشت تقسیم کرنے میں لگتی ہے تاکہ میں تم لوگوں سے اُنسیت حاصل کرسکوں اور یہ جان سکوں کہ میں نے اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دینا ہے۔"

امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "قبر کے پاس قرآن کا کچھ حصہ پڑھنا مستحب ہے اور اگر پورا قرآن ختم کرلیا جائے تو بہت اچھا ہے۔"[2]

قبر کے پاس ذِکر و اِستِغفار کرنا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: قبر کے گرد کھڑے رہنے کی وصیت سے مراد شاید ثابت قدمی وغیرہ کی دعا ہے۔ اونٹ کے نحر اور گوشت تقسیم ہونے کی مقدار ٹھہرنا تاکہ میں تمہارے سبب انسیت حاصل کروں یعنی تمہاری دُعا، ذکر، تلاوت اور اِستِغفار سے اُنسیت پاؤں۔[3]

قبر کے پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے:

اس وصیت سے کچھ مسئلے معلوم ہوئے: بعد دفن قبر کے آس پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے۔ میت حاضرین کو جانتی پہچانتی ہے اور ان کی موجودگی سے اس کی وحشتِ قبر دور ہوتی ہے، اُنس حاصل ہوتا ہے۔ حاضرین کا میت کو بعد دفن تلقین کرنا، یعنی کلمہ طیبہ یا اذان سنا کر اسے سوالاتِ نکیرین کے جوابات بتانا سنت سے ثابت ہے۔ آپ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کی وصیت کا منشاء یہ ہے کہ بعدِ دفن قبر کا گھیر اڈال کر **ذکر اللہ** کرنا تاکہ

---

1. . . مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ۔۔۔الخ، ص ۴۷، حدیث: ۳۲۱۔
2. . . ریاض الصالحین، باب الدعاء للمیت بعد دفنہ۔۔۔الخ، ص ۲۷۱، تحت الحدیث: ۹۴۷۔
3. . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، ۳/ ۱۹۶، تحت الحدیث: ۱۷۱۶ ملتقطا۔

تمہاری موجودگی سے مجھے اُنس حاصل ہو اور تمہارے ذِکر سے نکیرین کو جوابات دینے میں آسانی ہو۔[1]

حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

عَلّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ عذابِ قبر اور فرشتوں کا سوال جواب کرنا حق ہے اور یہی اہلِ حق کا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ تدفین کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرے رہنا مستحب ہے۔ تیسرا یہ کہ مُردہ قبر کے پاس ہونے والے معاملات کو سنتا ہے۔[2]

مدنی گلدستہ

"تلقین" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مُردہ قبر پر موجود حاضرین کو جانتا ہے۔

(2) دفن کے بعد تلقین (کلمہ طیبہ یا اذان سنا کر اسے سوالاتِ نکیرین کے جوابات بتانا) سنت سے ثابت ہے۔

(3) میت کو حاضرین کی موجودگی سے اُنسیت حاصل ہوتی ہے۔

(4) عذابِ قبر حق ہے۔

(5) مُردہ قبر کے پاس ہونے والے معاملات کو سنتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں قبر میں منکر نکیر کے سوالات پر ثابت قدمی اور میت کو تلقین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۹۷ ملتقطا۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ۔۔۔الخ، ۱/ ۱۳۹، الجزء الثانی۔

باب نمبر:162

مَیِّت کی طرف سے صَدَقَہ دینا اور اس کیلئے دُعا کرنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِنسان جب مَر جاتا ہے تو اُس کے اَعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور اُسے اپنے کئے ہوئے اعمال کے مطابق جزاو سزا ملتی ہے۔ مرنے والا اگر نیک ہو تو اپنے نیک اعمال کا صلہ پاتا اور اگر گنہگار ہو تو بُرے اعمال کی سزا پاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ہم گنہگاروں پر کرم بالائے کرم ہے کہ اُس نے ہمارے لیے ایصالِ ثواب کا دروازہ کھول دیا تاکہ گنہگار مسلمانوں کی بخشش کا سامان ہو سکے اور مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ وہ نیک اعمال کا ثواب میت کو پہنچا کر اُس کے کام آئیں۔ بے شک مُردوں کو نیک اعمال کے ثواب اور دعا سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"میت کی طرف سے صَدَقہ کرنے اور اُس کے لیے دعا کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

مرحومین کے لئے دعائے مغفرت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (پ۲۸، الحشر: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اُن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے مرحوم مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا مسلمانوں کا طریقہ ہے۔ تفسیر خازن میں ہے: اس آیت میں "جو اُن کے بعد آئے" سے مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے تابعین اور قیامت تک جو مسلمان آئیں گے وہ مراد ہیں۔ اس آیت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ مسلمان اپنے لیے بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو ایمان والے اُن سے پہلے گزر گئے ان کے لیے بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔[1]

[1] ... تفسیر خازن، پ۲۸، الحشر، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۲۴۹۔

حدیث نمبر:948

میّت کی طرف سے صَدَقہ کرنے پر اجر

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاُرَاهَا لَوْتَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے عرض کی: میری والدہ اچانک انتقال کر گئی ہیں، میرا خیال ہے کہ اگر وہ کچھ بولتیں تو خیرات کرتیں۔ اگر میں اُن کی طرف سے صَدَقہ کروں تو کیا اُنہیں ثواب ملے گا؟ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "ہاں۔"

ناگہانی موت کس کے لئے اچھی؟

ناگہانی (اچانک) موت آجانا اچھا ہے یا بُرا اس بارے میں احادیث مختلف ہیں۔ عَلّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں جب ایک شخص نے اپنی والدہ کی ناگہانی موت کا ذکر کیا اور پوچھا کہ کیا میرے صدقے کا ثواب اُنہیں ملے گا؟ تو رسولُ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا: "ہاں ملے گا" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ناگہانی موت ناپسندیدہ نہیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "ناگہانی موت مؤمن کے لیے راحت اور فاسق کے لیے غضب ہے۔" ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "ناگہانی موت الله کا غضب ہے۔" حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم جب کسی ایسی دیوار کے پاس سے گزرتے جو گرنے کے قریب ہوتی تو تیزی سے گزر جاتے اور فرماتے: "میں ناگہانی موت کو ناپسند کرتا ہوں"

(علامہ بدر الدین عینی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ وہ روایات جن میں ناگہانی موت کو بُرا کہا گیا اُس شخص کے لئے ہے جو موت کی تیاری سے غافل ہو کیونکہ ایسی

1 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجاۃ البغتۃ، ۱/ ۴۶۸، حدیث: ۱۳۸۸ بتغیر قلیل۔

صورت میں وہ وصیت کر سکتا ہے نہ ہی اس کو توبہ نصیب ہوتی ہے اور جس نے موت کی تیاری کر رکھی ہو اس کے لئے ناگہانی موت اچھی اور باعث راحت ہے۔[1]

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "سائل (یعنی پوچھنے والے) حضرت عبادہ ابنِ عبادہ تھے، ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں۔ 5ہجری میں ہاٹ فیل (Heart Fail) یعنی حرکتِ قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئیں۔ آپ کی والدہ صحابیہ ہیں، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بیعت کر چکی تھیں، بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ ناگہانی موت غافل کے لیے عذاب ہے کہ اسے توبہ اور نیک اَعمال کا موقع نہیں ملتا مگر ذِکرِ خدا میں رہنے والے مؤمن کے لیے رحمت کہ **اللہ** تعالٰی اُسے بیماری کی شدتوں سے بچالیتا ہے۔"[2]

ایصالِ ثواب:

اس حدیث میں اپنے مُردوں کے لیے ایصالِ ثواب کرنے کا واضح بیان ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم اپنے مُردوں کے لیے دعا کرتے ہیں، اُن کی طرف سے صَدَقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو کیا اُنہیں اِس کا ثواب پہنچتا ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "بے شک ثواب اُن تک پہنچتا ہے اور وہ اس ثواب سے اِس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص تحفہ ملنے پر خوش ہوتا ہے۔"[3]

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز و مستحب ہے اور اُس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اِس کا فائدہ میت کو بھی ہوتا ہے اور خود صَدَقہ

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجأۃ البغتۃ، ۲ / ۳۰۳، ۳۰۴، تحت الباب وتحت الحدیث: ۱۳۸۸ ملتقطا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳ / ۱۲۸ ملتقطا۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجأۃ البغتۃ، ۲ / ۳۰۵، تحت الحدیث: ۱۳۸۸۔

کرنے والے کو بھی اور اِس پر علما کا اجماع ہے۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سائل نے اپنی والدہ کے متعلق یہ پوچھا کہ اگر وہ ہوشیار ہوتیں اور بول سکتیں تو کسی چیز کا صدقہ کرتیں یا صدقہ کرنے کی وصیت کرتیں۔ اب وہ وفات پا گئی ہیں تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ یہ سن کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انہیں ضرور ثواب ملے گا۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا اور دعا واستغفار سے فائدہ ہوتا ہے۔ صَدَقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہلِ حق اہلسنت وجماعت کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادت مثلاً نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ کے متعلق علما میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ امام **عبد اللہ یافعی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی روض الریاحین میں فرماتے ہیں: شیخ عز الدین عبد السلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا: "ہم دنیا میں تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر اس جہاں میں آکر پتہ لگا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔"[2]

مرآۃ المناجیح میں ہے: "اس قسم کی اِیصالِ ثواب کی احادیث نہ تو اِس آیت کے خلاف ہیں کہ ﴿وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾﴾ (پ ۲۷، النجم: ۳۹) (ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش) اور نہ اِس (آیت) کے ﴿لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ﴾ (پ ۳، البقرۃ: ۲۸۶) (ترجمۂ کنز الایمان: اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی) کیونکہ اِن آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادتیں ادا نہیں کر سکتا کہ اس کی طرف سے فرض نمازیں ادا کر دیا کرے یا روزے رکھ دیا کرے، ادائے فرض اور ہے ثواب کچھ اور۔ اِسی لیے آیات میں کسب اور سعی کا ذکر ہوا نہ کہ ثواب کا، ایصال تو قرآنِ کریم کی آیات سے ثابت ہے۔"[3]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الوصیۃ، باب وصول ثواب الصدقات الی المیت، ۶ / ۸۲، الجزء الحادی عشر۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الزکاۃ، باب انفاق المراۃ من مال الزوج، ۲ / ۷۳۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۳ / ۱۲۹۔

مدنی گلدستہ

”صدقہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ناگہانی موت مؤمن کے لیے راحت اور فاسق کے لیے غضب ہے۔

(2) میت کی طرف سے صَدَقہ کرنا اور دیگر نیکیوں کا ثواب پہنچانا احادیث سے ثابت ہے۔

(3) میت کے لیے دعا کرنا سنت ہے اور اُس کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

(4) جب مُردوں کو ثواب پہنچتا ہے تو وہ ثواب سے اِس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح ہم تحفہ ملنے پر خوش ہوتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے مرحوم اسلامی بھائیوں کے لئے ایصال ثواب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:949

مرنے کے بعد فائدہ دینے والے اعمال

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُہُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کے اَعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے: (1) صَدَقہ جاریہ۔ (2) وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور (3) نیک اولاد جو اُس کے لیے دُعا کرے۔“

---

[1] . . . مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ، ص ٨٨٦، حدیث: ٤٢٢٣۔

میت کو ثواب پہنچتا ہے:

علمائے کرام فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان کے اعمال اور اُن پر ملنے والے ثواب کا سلسلہ اُس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن تین اعمال ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اُن کا ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ اُن کا سبب خود انسان ہوتا ہے۔ (1) نیک اولاد چونکہ انسان کی اچھی تربیت اور کوشش سے ہوتی ہے اس لیے جب تک وہ اولاد نیکیاں کرے گی اور دعا کرے گی اسے ثواب ملتا رہے گا۔ (2) علم نافع مثلاً لوگوں کو پڑھا دیا یا کوئی کتاب لکھ دی جسے مرنے کے بعد بھی لوگ پڑھ کر فائدہ اٹھاتے رہے تو اس کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔ (3) صدقہ جاریہ جیسے کوئی چیز وقف کر دی تو مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی پتا چلا کہ میت کو دعا اور صدقات کا ثواب پہنچتا ہے۔[1]

مُردوں کی تمنا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: انسان سے مراد مسلمان ہے۔ عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی لئے ہی مُردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔ (حدیث میں مذکور) یہ وہ تین چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصالِ ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اَوقاف ہیں جیسے مسجدیں، مدرسے، وقف کیے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف، نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں۔ نیک اولاد سے مراد عالِم عامل بیٹا۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ٦/ ٨٥، الجزء الحادی عشر ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ١/ ١٨٨۔

بیٹا باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: یہ جو فرمایا گیا کہ "نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے" یہاں دعا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتّٰی کہ کہا گیا ہے کہ اگر نیک بیٹا دعا نہ بھی کرے ماں باپ کو پھر بھی ثواب ملتا رہے گا جیسے کسی نے درخت لگایا تو جو بھی اس کا پھل کھائے گا درخت لگانے والے کو اس کا ثواب ملے گا خواہ پھل کھانے والا اس کے لیے دعا کرے یا نہ کرے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے یا فرمایا گیا کہ غازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ یہ صدقہ جاریہ یا نافع علم میں داخل ہیں۔[1]

والدین پر اولاد کا حق:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح اولاد پر والدین کے حقوق ہیں اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے کچھ حقوق ہیں۔ اگر والدین اپنی اولاد کو اچھا اور سچا مسلمان بنانا، دنیا وآخرت میں انہیں کامیاب و کامران دیکھنا اور خود بھی سرخرو ہونا چاہتے ہیں تو پھر ان کے حقوق کا خیال رکھنا ہو گا۔ ان حقوق میں سے ایک حق اولاد کی اچھی تربیت کرنا ہے یقیناً وہی اولاد اُخروی طور پر نفع بخش ثابت ہو گی جو نیک و صالح ہو اور یہ حقیقت بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اولاد کو نیک یا بد بنانے میں والدین کی تربیت کو بڑا عمل دخل ہوتا ہے لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی اچھی تربیت کریں۔ اگر اچھی تربیت کریں گے تو یہ اولاد مرنے کے بعد کام آئے گی اور ثوابِ جاریہ کا ذریعہ بنے گی۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 188 صفحات پر مشتمل کتاب "تربیتِ اولاد" کے صفحہ نمبر 115 پر ہے: "اپنی اولاد کو کامل مسلمان بنانے کے لئے زیورِ علمِ دِین سے آراستہ کرنا بے حد ضروری ہے مگر آہ! آج دینی تعلیم کا رجحان نہ ہونے کے برابر ہے۔ اپنے ہونہار بچوں کو دنیاوی علوم وفنون تو خوب سکھائے جاتے ہیں مگر سنتیں سکھانے کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اگر بچہ

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الاول، ۱ / ۴۵۳، تحت الحدیث: ۲۰۳۔

ذرا ذہین ہو تو اس کے والدین کے دل میں اسے ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، کمپیوٹر پروگرامر بنانے کی خواہش انگڑائیاں لینے لگتی ہے اور اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس کی دینی تربیت سے منہ موڑ کر مغربی تہذیب کے نمائندہ اداروں کے مخلوط ماحول میں تعلیم دلوانے میں کوئی عار محسوس نہیں کی جاتی بلکہ اسے "اعلیٰ تعلیم" کی خاطر کفار کے حوالے کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ اور اگر بچہ کند ذہن ہے یا شرارتی ہے یا معذور ہے تو جان چھڑانے کے لئے اسے کسی دارالعلوم یا جامعہ میں داخلہ دلا دیا جاتا ہے۔ بظاہر اس کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ والدین کی اکثریت کا مَطْمَحِ نظر محض دنیاوی مال وجاہ ہوتی ہے، اُخروی مراتب کا حصول ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔ والدین کو چاہیے کہ پہلے اپنی اولاد کو ضروری دینی تعلیم دلوائیں اسے کم از کم نماز وروزہ کے مسائل، دیگر فرائض وواجبات، حلال وحرام، خرید وفروخت، اجارہ (یعنی اجرت پر خدمت لینے یا دینے)، حقوق العباد وغیرہ کے شرعی اَحکام سکھا دیئے جائیں۔ اس کے بعد چاہیں تو وہ دنیاوی تعلیم جس سے احکامِ شرعیہ کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو، بھی دلائیں لیکن بہتر یہی ہے کہ اسے درسِ نظامی (یعنی عالم کورس) کروائیں تاکہ وہ عالم بننے کے بعد معاشرے میں لائقِ تقلید کردار کا مالک بنے اور دوسروں کو علمِ دین بھی سکھائے۔

والدین پریشان نہ ہوں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اولاد کی بہترین تربیت کرنے کے لیے والدین کو پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہونے کی برکت سے اعلیٰ اخلاقی اوصاف غیر محسوس طور پر ان کے کردار کا حصہ بنتے چلے جائیں گے۔ اس کے لئے والدین کو چاہیئے کہ وہ اپنے شہر میں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کریں اور راہِ خدا میں سفر کرنے والے عاشقانِ رسول کے مدنی قافلوں میں سفر کریں۔ اِن مدنی قافلوں میں سفر کی برکت سے اپنی سابقہ طرزِ زندگی پر غور وفکر کا موقع ملے گا اور دل حُسنِ عاقبت کے لئے بے چین ہو جائے گا جس کے نتیجے میں ارتکابِ گناہ کی کثرت پر ندامت محسوس ہو گی اور توبہ کی توفیق ملے گی۔ عاشقانِ رسول کے مدنی قافلوں میں مسلسل سفر کرنے کے نتیجے میں زبان پر فحش کلامی اور فضول گوئی کی جگہ دُرُودِ پاک جاری ہو جائے گا۔ تلاوتِ قرآن، حمدِ الٰہی اور نعتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عادی

بن جائیں گے۔ غصے کی عادت رخصت ہو جائے گی اور اس کی جگہ نرمی لے لے گی، بے صبری کی عادت ترک کرکے صابر وشاکر رہنا نصیب ہو گا، تکبر سے جان چھوٹ جائے گی اور احترامِ مسلم کا جذبہ ملے گا۔ دنیاوی مال ودولت کی لالچ سے پیچھا چھوٹے گا اور نیکیوں کی حرص ملے گی۔ الغرض بار بار راہِ خدا میں سفر کرنے والے کی زندگی میں مدنی انقلاب برپا ہو جائے گا اور اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اولاد کی مدنی تربیت کا جذبہ بھی نصیب ہو گا۔ اولاد کی بہترین تربیت کرنے کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 188 صفحات پر مشتمل کتاب **"تربیتِ اولاد"** کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ اس کتاب کو آپ مکتبۃ المدینہ سے ہدیۃً حاصل کرسکتے ہیں اور دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net سے ڈاؤن لوڈ بھی کرسکتے ہیں۔

مدنی گلدستہ

"ثواب" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صَدَقہ جاریہ، وہ علم جس سے لوگ نفع اٹھائیں اور نیک اولاد جو والدین کے لئے دعا کرے، یہ تینوں ایسے عمل ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

(2) ماں باپ کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو نیک بنائیں، اچھے ماحول میں ان کی تربیت کریں تاکہ مرنے کے بعد اولاد ان کے لیے ثوابِ جاریہ کا سبب بنے۔

(3) اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کے لیے دعا اور اُنہیں ایصالِ ثواب کرتی رہے۔

(4) درخت لگانا صدقہ جاریہ ہے جو بھی اس کا پھل کھائے گا درخت لگانے والے کو اس کا ثواب ملے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک بننے اور اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:163

لوگوں کا مَیِّت کی تعریف کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِنسان کے اِس دنیا سے چلے جانے کے بعد اُس کے دوست اَحباب اور محلے دار اُسے اُس کے اَعمال سے یاد کرتے ہیں۔ اگر وہ نمازوں کا تارِک، روزوں کو چھوڑنے والا، لوگوں کو اذیت پہنچانے والا اور بد معاشی کرنے والا ہو تو لوگ اس کی تعریف کرنے کی بجائے مذمت کرتے ہیں اور اُسے برے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ اگر وہ نمازی، پرہیز گار، روزہ دار، والدین کا فرمانبردار، محلے والوں کا غمخوار اور سنتوں کا آئینہ دار ہو تو لوگ اس کی تعریف کرتے اور اُسے اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ میت کے ظاہری فسق وفجور کے باعث لوگوں کے اس کی سچی مذمت بیان کرنے اور اس کے نیک اَعمال، تقویٰ وپرہیز گاری کے باعث اس کی سچی تعریف کرنے کو شریعت مُطَہَّرہ نے بڑی اہمیت دی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"لوگوں کا میت کی تعریف کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:950

جنت واجب ہو گئی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: مَرُّوْا بِجَنَازَۃٍ فَاَثْنَوْا عَلَیْهَا خَیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: وَجَبَتْ، ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰی فَاَثْنَوْا عَلَیْهَا شَرًّا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:وَجَبَتْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ:مَاوَجَبَتْ؟ قَالَ: ھٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْہِ خَیْرًا فَوَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ،وَھٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْہِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَہُ النَّارُ، اَنْتُمْ شُھَدَاءُ اللہِ فِی الْاَرْضِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ لوگ ایک جنازے کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اُس مَیِّت کی تعریف بیان کی۔ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "واجب ہو گئی۔" پھر ایک جنازے کے پاس سے گزرے تو لوگوں نے اُس مَیِّت کی بُرائی بیان کی۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "واجب ہو گئی۔" حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی:

1 ... بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ۱/ ۴۶۰، حدیث: ۱۳۶۷۔

یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا چیز واجب ہوگئی؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس جنازے کی تم لوگوں نے خوبی بیان کی اُس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس جنازے کی تم لوگوں نے بُرائی بیان کی اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی، تم لوگ زمین پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے گواہ ہو۔"

زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ کون ہیں؟

اس حدیث سے بظاہر ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اگر فاسق و فاجر لوگ بھی کسی میت کی تعریف بیان کریں تو اس کی بخشش ہو جائے گی لیکن ایسا نہیں۔ چنانچہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "علمائے کرام کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی میت کی خوبیاں نیک اور متقی لوگ بیان کریں تو اُس کے لیے یہ فضیلت ہے کیونکہ بدکار اور فاسق لوگ تو اپنے جیسے فاسق کی تعریف کرتے ہیں تو اُن کے تعریف کرنے سے کوئی فاسق اس فضیلت میں داخل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی میت کے دشمن اُس کی برائی بیان کریں تو ان کے برائی کرنے سے وہ جہنم کا حقدار نہیں ہو جائے گا کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ نیک شخص کے دشمن ہوتے ہیں اور وہ اپنی عداوت کی وجہ سے اسے بُرا بھلا کہتے ہیں تو اُن کے بُرا کہنے سے وہ نیک شخص حدیث کی اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک **سوال** یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں میت کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے لیکن حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت کردہ مذکورہ حدیث میں جب میت کی بُرائی بیان کی گئی تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع کیوں نہیں فرمایا؟ اس کا ایک **جواب** تو یہ ہے کہ جن احادیث میں میت کو بُرا کہنے سے منع کیا ہے اس سے کافر، منافق، فاسِقِ مُعْلِن (علی الاعلان گناہ کرنے والا) اور بدعتی افراد خارج ہیں کہ مرنے کے بعد ان کی مذمت اس لئے کی جاتی ہے تاکہ مسلمان ان کے طریقے پر چلنے اور اُن کی اتباع و اقتدا کرنے سے بچیں اور مذکورہ حدیث میں جس میت کی بُرائی بیان کی گئی وہ ان میں سے ایک تھی۔ امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ حدیث میں جس مُردے کی بُرائی بیان کی گئی وہ منافقین میں سے تھا۔ اس بات کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے ہوتی جو سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ "جس میت کی بُرائی بیان کی گئی نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا

جنازہ نہ پڑھا جبکہ دوسری میت کا جنازہ پڑھا۔“ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ والی حدیث کا حکم وہی ہے جو زندوں کی غیبت کا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بہت سے حوالوں سے اچھا ہے، نیک ہے لیکن اُس میں ایک آدھ بُرائی ہے تو ایسے شخص کی بُرائی بیان کرنا غیبت اور حرام ہو گا اور اگر کوئی شخص فاسِقِ مُعْلِن (علی الاعلان گناہ کرنے والا) ہے تو ایسے شخص کی بُرائی بیان کرنا غیبت نہیں، یہی معاملہ میت کا ہے اگر مرنے والا بہت سے حوالوں سے اچھا ہے اس کی زیادہ تر عادتیں اچھی اور نیک ہیں لیکن کچھ خامیاں بھی ہیں تو اب اُس کی خامیوں کا ذکر کرنا جائز نہ ہو گا اور اگر مرنے والا بہت سے حوالوں سے بُرا ہے اس کے اندر برائیاں زیادہ ہیں تو ایسے شخص کی بُرائی کرنا غیبت نہیں۔[1]

مسلمانوں کا کسی کام کو اچھا اور باعث ثواب سمجھنا:

مرآۃ المناجیح میں ہے: اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جسے عام مسلمان قدرتی طور پر وَلِیُّ اللہ کہیں وہ واقعی وَلِیُّ اللہ ہے۔ ربّ تعالیٰ اولیاءاللہ کی علامت بیان فرماتا ہے: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ (پ ۱۱، یونس: ۶۴) یعنی ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں کہ عام مسلمان انہیں جنتی کہتے ہیں اور آخرت میں بھی کہ فرشتے انہیں جنتی کہیں گے، لہٰذا حضور غوثِ پاک، خواجہ اجمیری، داتا گنج بخش لاہوری، مُجَدِّدِ الفِ ثانی یقیناً اَولیا ہیں کہ انہیں مسلمان ولی سمجھتے ہیں۔ ولایت کے ثبوت کے لیے قرآنی آیت ہی ضروری نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو کام مسلمان اچھا اور ثواب سمجھیں وہ واقعی اچھا ہے لہٰذا گیارھویں میلاد شریف، عرسِ بزرگان، ختمِ خواجگان وغیرہ کارِ ثواب ہیں کہ انہیں عام مسلمین، اولیاء، صالحین کارِ ثواب جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں کی گواہی سے مومنین صالحین کی گواہی مراد ہے جو قدرتی طور پر منہ سے نکلتی ہے جس میں نفسانی بغض اور کینہ کو دخل نہیں ہوتا ورنہ رَوافض صحابہ کو، خَوارِج اہلِ بیت کو، بعض بے دِین عُلما و صالحین کو برا کہتے ہیں وہ گواہی اس میں داخل نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں (حدیث پاک میں موجود لفظ) اَنْتُمْ (تم لوگ) میں صرف صحابہ سے خطاب نہیں بلکہ تاقیامت سارے نیک مؤمنوں سے (خطاب

---

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ۶ / ۲۶۸، تحت الحدیث: ۱۳۶۷ ملخصاً۔

ہے) جیسے: ﴿ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: نماز قائم رکھو۔) میں۔[1]

حدیث نمبر:951 مَیِّت کو بُرے لفظوں سے یاد کرنے کا نقصان

عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَجَلَسْتُ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَمَرَّتْ بِھِمْ جَنَازَۃٌ فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِھَا خَیْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰی فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِھَا خَیْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَۃِ فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِھَا شَرًّا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ قَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ؟ قَالَ: قُلْتُ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَیُّمَا مُسْلِمٍ شَھِدَ لَہُ اَرْبَعَۃٌ بِخَیْرٍ اَدْخَلَہُ اللہُ الْجَنَّۃَ فَقُلْنَا: وَثَلَاثَۃٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَۃٌ فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْاَلْہُ عَنِ الْوَاحِدِ.[2]

ترجمہ: حضرت ابُوالاَسود رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں مدینے آیا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ میں حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو وہاں سے ایک جنازہ گزرا تو اُس کی تعریف کی گئی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”واجب ہو گئی۔“ پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اُس کی بھی تعریف کی گئی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”واجب ہو گئی۔“ پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اُس کی بُرائی بیان کی گئی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”واجب ہو گئی۔“ حضرت ابو الاسود رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا چیز واجب ہو گئی؟ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ ”جس مسلمان کے نیک ہونے کی گواہی چار مسلمان دے دیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔“ ہم نے عرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر تین مسلمان گواہی دیں تو؟ فرمایا: ”اگر تین دیں تب بھی۔“ ہم نے عرض کی: اگر دو مسلمان گواہی دیں؟ فرمایا: ”اگر دو دیں تب بھی۔“ پھر ہم نے ایک کی گواہی کے بارے میں نہیں پوچھا۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۷۴۔

2 ... بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ۱/ ۴۶۱، حدیث: ۱۳۶۸۔

چار، تین اور دو کے عدد میں حکمت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”بخاری کی روایت میں چار مسلمانوں کی گواہی کا ذِکر ہے جبکہ ترمذی کی روایت میں تین کا ذِکر ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ گواہی کے اس عدد کے اختلاف یعنی چار، تین اور دو کے ذِکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کسی کی تعریف لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہوتی ہے تو اس بارے میں گواہی کے اعتبار سے تواتُر اور کثرت مستحب ہے اور چار گواہوں کی گواہی نصابِ شہادت میں سب سے اعلیٰ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے زنا کی گواہی میں چار لوگوں کی گواہی کو رکھا ہے۔ چار کے بعد پھر تین گواہوں کی گواہی ہے اور اس کے بعد دو کی اور یہ تمام حقوق کے سلسلے میں سب سے کم نصابِ شہادت ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے بندوں پر یہ مہربانی وکرم ہے کہ اس نے گواہی کے بارے میں اُمورِ آخرت کو دنیا کے اُمور کے مطابق رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایک شخص کی گواہی کے بارے میں نہیں پوچھا کیونکہ مُردے کے بارے میں گواہی دینے کا مقام بہت عظیم ہے جس میں نصابِ شہادت سے کم یعنی ایک شخص کی گواہی کافی نہیں۔“[1]

ربّ تعالیٰ کے مُحِبّ و محبوب:

شیخ عبد الحق مُحدّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ممکن ہے کہ اگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ایک آدمی کی گواہی کے بارے میں سوال کرتے تو حضور پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک آدمی کی گواہی پر بھی اسے جنتی قرار دیتے۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے یہ بشارت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے وُسعتِ رَحمت واُمید اور بندوں پر اُس کے فضل وکرم کا بیان ہے۔ نیز اس امر کا بھی بیان ہے کہ بندوں کو اس کی بارگاہِ رحمت سے توقع اور اُمید وابستہ رکھنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے جب صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے تین اور دو آدمیوں کی گواہی کا سوال کیا تو نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بارگاہِ خداوندی میں توجہ اور عرض کی ہو تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے وحی نازل ہو گئی ہو کہ ایسا ہی ہو گا جس طرح اے حبیب! تو کہہ رہا

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ٦ / ٢٧١، تحت الحدیث: ١٣٦٨۔

ہے کیونکہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رب تعالیٰ سے راضی اور خوش اور رب تعالیٰ آپ سے راضی اور خوش ہے، نیز آپ اس کی بارگاہ میں محب و محبوب ہیں، آیہ کریمہ: ﴿ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ ﴾ (پ۳۰، الضحی:۵) (ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔) اِس بات کی نشانی ہے۔"[1]

میت کے ملنے جلنے والے تعریف کریں:

مرنے کے بعد میت کو جن نیک اور متقی لوگوں کی تعریف سے فائدہ ہوتا ہے وہ کون لوگ ہیں؟ کیا صرف وہ لوگ ہی مراد ہیں جن کے ساتھ وہ ملتا جلتا رہا اور جو اس کا حال احوال جانتے ہیں یا یہ اپنے عموم پر ہے خواہ وہ اس کا حال احوال جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں؟ ظاہر یہی ہے کہ یہاں مراد وہ لوگ ہی ہیں جن کے ساتھ مردہ ملتا جلتا رہا اور جو اس کا حال احوال جانتے ہیں۔ اس بات کی تائید حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو بھی مسلمان مرے اور اس کے قریب کے چار پڑوسی یہ گواہی دیں کہ ہم اس کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میں نے تمہاری بات کو قبول کیا اور اس بارے میں بھی اس کی مغفرت کر دی جسے تم نہیں جانتے۔"[2]

کرمِ خاص:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اِس اُمّت پر یہ کرمِ خاص ہے کہ اپنے بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی بات قبول فرمالیتا ہے حتّٰی کہ ایک حدیث میں ہے: کبھی بندے کو عوام کی جانب سے تعریف، پردہ پوشی اور محبت ملتی ہے تو محافظ فرشتے یہ کہتے ہیں: اے رب! تو بھی جانتا ہے اور ہم بھی اس کے خلاف جانتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: گواہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ جو نہیں جانتے اسے میں نے بخش دیا اور ان کی شہادت قبول

1 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیھا، ۱/ ۲۷۷ ملخصاً۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ۶/ ۲۷۲، تحت الحدیث: ۱۳۶۸۔

کرلی۔ [1] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الغَنِی فرماتے ہیں: ”ہمارے شیخ زَین الدین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ میت کی ایسی تعریف سے بھی میت کو فائدہ ہوتا ہے جو خلافِ واقع ہو کیونکہ اگر ایسی تعریف سے ہی فائدہ ہوتا جو واقع کے مطابق ہو تو پھر میت کی تعریف کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔“ [2]

میت کی خوبیاں بیان کرو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں اَحادیث سے ایک بات یہ پتا چلی کہ مرنے کے بعد میت کی برائیاں بیان نہ کی جائیں۔ اگر میت نیک ہے تو اس کی اچھائیوں کو بیان کرنا چاہیے اور اگر میت گنہگار ہے تو بلا وجہ شرعی اُس کی عیب جوئی سے بچنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابنِ عائذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ جب جنازہ رکھا گیا تو ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیے کیونکہ یہ فاجر آدمی ہے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا تم میں سے کسی نے اسے اسلامی کام پر دیکھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کی: ہاں یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس نے ایک رات راہِ خدا میں پہرہ دیا تھا۔ یہ سن کر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس پر مٹی ڈالی پھر فرمایا: ”تیرے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے۔“ اور پھر جنازہ نہ پڑھنے کیلئے عرض کرنے والے سے ارشاد فرمایا: ”تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی لیکن تم سے اسلام کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔“ [3]

حدیث کے ان الفاظ ”تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی۔“ کے تحت **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی دنیا میں ہم اور سارے مسلمان تم سے کسی میت کے بُرے اعمال کے متعلق نہ پوچھیں گے لہٰذا تم ایسے موقع پر کسی مسلمان

---

1. . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۸۶۱ ملخصا، عمدة القاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ۶/ ۲۷۲، تحت الحدیث: ۱۳۶۸۔
2. . . . عمدة القاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ۶/ ۲۷۲، تحت الحدیث: ۱۳۶۸۔
3. . . . شعب الایمان، باب فی المرابطة فی سبیل اللہ عزوجل، ۴/ ۴۳، حدیث: ۴۲۹۷۔

کے گناہ بیان نہ کرنا، عیب پوشی سے کام لینا، دیکھو ہم نے اس کی نیکی کی تو گواہی لی مگر گناہوں کی گواہی نہ لی، اپنے مسلمان مُردوں کو بھلائی سے یاد کیا کرنا۔[1]

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مَرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر گیا

مدنی گلدستہ

"عبادت" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اگر نیک اور متقی لوگ کسی میت کی تعریف کریں تو رحمتِ الٰہی سے امید ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی مغفرت فرمادے۔

(2) نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مرنے والوں کا حال بھی جانتے ہیں کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی؟

(3) بلاوجہ کسی مسلمان میت کے عیب بیان نہ کیے جائیں۔

(4) عام مسلمان جسے قدرتی طور پر نیک سمجھیں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی نیک ہوتا ہے۔

(5) مسلمان مُردوں کو اچھے الفاظ میں یاد کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے مرحوم اسلامی بھائیوں کی بُرائیاں بیان کرنے سے بچائے اور اُن کی تعریف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۶۵۔

باب نمبر:164

جس کے نابالغ بچے انتقال کر جائیں اس کی فضیلت

انسان کے پاس ہر چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کی ہوئی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہر چیز کا مالک ہے اگر وہ اپنے بندے کو دی ہوئی چیز واپس لے لے تو اُسے اختیار ہے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندوں پر اِحسان ہے کہ جب کسی بندے سے کوئی چیز لیتا ہے پھر وہ رضائے الٰہی پر راضی رہتے ہوئے صبر سے کام لیتا ہے تو اس کے بدلے میں اسے بڑے اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ چھوٹے بچے کی موت والدین کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صدمے کو برداشت کرنے پر والدین کو بڑے اجر وثواب کی خوشخبری دی گئی ہے تاکہ ان پر بچے کی موت کا غم ہلکا ہو اور وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"جس کے چھوٹے بچے انتقال کر جائیں اس کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 3 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:952

اللہ کا فضل و کرم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ لَہُ ثَلَاثَۃٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہِ اِیَّاھُمْ۔(1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس مسلمان کے تین چھوٹے نابالغ بچے فوت ہو جائیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن بچوں پر رحمت کی وجہ سے اُس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔"

اولاد کی موت پر صبر کرنے پر جنت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حدیث اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب کسی مسلمان کے تین چھوٹے نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے اُن بچوں پر رحمت کی وجہ سے اُس شخص کو

(1)... بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المسلمین، ۱/۴۶۵، حدیث: ۱۳۸۱۔

جنت میں داخل فرمائے گا کیونکہ چھوٹے بچوں سے محبت اور اُلفت زیادہ ہوتی ہے جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو یہ محبت و شفقت کم ہو جاتی ہے لہٰذا جب کسی کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں اور وہ ثواب کی امید کرتے ہوئے صبر کرے تو اُس کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے یہ اِنعام ہے کہ وہ داخلِ جنت ہو گا۔ اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے بڑی خوشخبری ہے جن کے تین چھوٹے بچے فوت ہو گئے ہوں اور وہ اس پر ملنے والے اجر پر نظر رکھتے ہوئے صبر کریں تو اُن کے لیے یہ فوت شدہ بچے جنت میں جانے کا ذریعہ بن جائیں گے۔

نابالغ اولاد کی موت پر بشارت کی وجہ:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بشارت صرف نابالغ بچوں کی موت پر ہی کیوں ہے اولاد تو اولاد ہے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی۔ ماں باپ کے لیے تو دونوں ہی برابر ہیں؟ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حدیث میں خاص نابالغ بچوں کی موت پر جنت میں داخلے کی بشارت دی گئی کیونکہ ماں باپ کی شفقت ان پر زیادہ ہوتی ہے اور وہ بڑی اولاد کی نسبت ان سے محبت زیادہ کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے فوت ہو جانے سے ان کو صدمہ زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اس پر اجر و ثواب بھی زیادہ ہونا چاہیے اگرچہ مُطْلَقاً اولاد کے فوت ہونے پر ماں باپ کو ثواب ملتا ہے۔ اولاد کی اولاد اس بشارت میں داخل نہیں کیونکہ ایک روایت میں صُلبی (حقیقی) اولاد کی صراحت موجود ہے۔ کفر کی حالت میں کسی کا نابالغ بچہ فوت ہو جائے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ اِس بشارت میں داخل نہیں۔ ایسا بچہ جو جنون اور پاگل پن کی حالت میں بالغ ہوا اور اسی حالت میں رہا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی اس بشارت میں داخل ہے کیونکہ جس طرح نابالغ شریعت کا مُخاطَب نہیں اسی طرح وہ بھی شریعت کا مخاطب نہیں۔[1]

ایک یا دو بچوں کی موت پر۔۔۔

حدیث میں تین بچوں کا ذکر ہے کہ جس کے تین بچے فوت ہو جائیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ محض اپنے فضل سے اُسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس کے دو یا ایک ہی بچہ فوت ہوا ہو تو کیا اُس کے

1 . . . عمدة القاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، ۶/ ۴۱، تحت الحدیث: ۱۲۴۸ ملخصاً۔

لیے یہ بشارت نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں بلکہ اسی باب کی آخری حدیث میں دو بچوں کا بھی ذکر ہے کہ جس کے دو بچے فوت ہو جائیں اس کے لیے بھی جنت کی بشارت ہے جبکہ بعض احادیث میں ایک بچے کے فوت ہونے پر بھی یہ بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس کا ایک بیٹا فوت ہو جائے تو وہ بھی جنت میں داخل ہو گا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: جب میں اپنے بندے سے اُس کی قیمتی چیز لے لوں اور وہ ثواب کی امید پر صبر کرے تو میرے پاس اس کی جزا صرف اور صرف جنت ہے۔" اور بیٹے سے قیمتی چیز کوئی نہیں۔[1] حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب کسی مومن بندے کا بیٹا مر جاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کرلی؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ تو فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: (اس مصیبت پر) میرے بندے نے کیا کہا؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیری تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میرے اس بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام "بَیْتُ الْحَمْد" رکھو۔[2]

مدنی گلدستہ

"بقیع" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جس کے تین چھوٹے نابالغ بچے فوت ہو جائیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اپنے فضل سے داخلِ جنت فرمائے گا۔

(2) جس کی نابالغ اولاد فوت ہو جائے اسے چاہیے کہ اس پر ملنے والے انعام (جنت) پر نظر رکھے اور صبر کرے۔

(3) جو اپنی اولاد کی موت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا اور اس کا نام بَیْتُ الْحَمْد رکھے گا۔

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب ...الخ، ۳/ ۲۴۶۔

2 . . . ترمذی، کتاب الجنائز، باب فضل المصیبة اذا احتسب، ۲/ ۳۱۳، حدیث: ۱۰۲۳۔

(4) جس کا ایک بچہ بھی فوت ہو جائے اُس کے لیے بھی جنت کی بشارت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر مصیبت پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جسے اولاد کی نعمت سے نوازا ہے اس کی اولاد کو اس کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:953

آگ نہیں چھوئے گی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: لَا یَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثَلَاثَۃٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَا تَمَسُّہُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّۃَ الْقَسَمِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ **فرماتے ہیں** کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اُسے آگ نہیں چھوئے گی مگر قسم پوری ہونے کے لیے۔"

قسم پوری ہونے سے مراد:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں: قسم پوری ہونے سے مراد اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (پ١٦، مریم: ٧١) ترجمۂ کنز الایمان: "اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔" گزرنے سے مراد پل صراط کو پار کرنا ہے جو کہ جہنم کے اوپر نصب ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے عافیت عطا فرمائے۔[2] **حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** یہاں حقیقی قسم مراد نہیں مگر جیسے قسم کھانے والا قسم کھا کر اپنے اوپر وہ بات لازم کر لیتا ہے جو اُس پر لازم نہیں ہوتی۔ اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہر شخص کو جہنم پر گزارے گا حالانکہ اس پر کچھ لازم نہیں اس لیے اسے "تَحِلَّۃَ الْقَسَم" سے تعبیر کیا۔ یا "تَحِلَّۃَ الْقَسَم" سے مراد تھوڑی دیر ہے جتنی دیر میں قسم پوری ہوتی ہے وہ محض ایک آن ہے کسی نے قسم کھائی میں آج فلاں کے گھر جاؤں گا تو جس

---

1 . . . بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب قول اللہ تعالٰی: واقسموا باللہ جھد ایمانھم، ۴/ ۲۹۰، حدیث: ۶۶۵۶۔

2 . . . ریاض الصالحین، کتاب عیادۃ المریض، باب فضل من مات لہ اولاد صغار، ص ۲۷۴، تحت الحدیث: ۹۵۳۔

آن گھر کے اندر داخل ہوا قسم پوری ہو گئی اگرچہ گھر میں جاتے ہی فوراً واپس ہو جائے چند سیکنڈ بھی نہ ٹھہرے مراد یہ ہے کہ ایک آن کے لیے۔ جہنم سے گزرنے سے کیا مراد ہے؟ صحیح اور راجح امام حسن بصری اور حضرت قتادہ کا قول ہے کہ پل صراط پر گزرنا مراد ہے۔[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”ہر ایک کو دوزخ میں وارِد ہونا ہے کیونکہ محشر سے جاتے ہوئے جنت کے راستہ میں دوزخ پڑتی ہے یعنی ایسا صابر دوزخ سے گزرے گا تو ضرور مگر صرف اس قسم کو پورا کرنے نہ کہ عذاب پانے کے لیے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”قسم“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جو اپنی نابالغ اولاد کی موت پر صبر کرے تو وہ دوزخ سے گزرے گا تو ضرور مگر صرف ربّ تعالیٰ کی قسم کو پورا کرنے کے لیے نہ عذاب پانے کے لیے۔

(2) ہر شخص کو پل صراط سے گزرنا پڑے گا۔

(3) کسی نے قسم کھائی میں آج فلاں کے گھر جاؤں گا تو جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوا قسم پوری ہو گئی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پل صراط سے عافیت کے ساتھ گزارے اور ہمیں بلا حساب وکتاب بخش دے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

جہنم سے آڑ

حدیث نمبر:954

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: جَاءَتْ اِمْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللہِ ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ یَوْمًا نَاْتِیْكَ فِیْہِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللہُ قَالَ: اِجْتَمِعْنَ یَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاھُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَعَلَّمَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَہُ اللہُ ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَاَۃٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَۃً مِّنَ الْوَلَدِ اِلَّا كَانُوْا لَھَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَۃٌ: وَاثْنَیْنِ؟ فَقَالَ

---

1 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۶۳۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۰۴۔

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: وَاثْنَيْنِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ”ایک عورت نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بار گاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی: یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! مرد آپ کی اَحادیث لے گئے، آپ ہمارے لیے بھی کوئی دن مقرر فرما دیجئے جس میں آپ ہمیں وہ سکھائیں جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو سکھایا ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”فلاں دن جمع ہو جانا۔“ پس عورتیں جمع ہو گئیں۔ حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اُن کے پاس تشریف لائے اور انہیں وہ سکھایا جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو سکھایا پھر فرمایا: ”تم میں سے جس عورت نے بھی تین بچے آگے بھیجے (یعنی فوت ہو گئے) تو وہ اُس عورت کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گے۔“ ایک عورت نے عرض کی: اور دو؟ فرمایا: ”اور دو بھی۔“ (یعنی دو بچے بھی اُس عورت کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گے۔)

کُن کی کُنجی:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان حدیث کے الفاظ (مرد آپ کی احادیث لے گئے) کے تحت فرماتے ہیں: یعنی مردوں نے آپ کا فیضِ صحبت بہت حاصل کیا ہر وقت آپ کی اَحادیث سنتے رہتے ہیں ہم کو حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضری کا اتنا موقع نہیں ملتا مہینہ میں یا ہفتہ میں ایک دن ہم کو بھی عطا فرمائیں کہ اس میں صرف ہم کو وعظ فرمایا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ وغیرہ کے لئے دن مقرر کرنا بالکل جائز بلکہ سنت ہے۔ (تین بچے آگے بھیجے) آگے بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ماں کی زندگی میں بچے فوت ہوں اور وہ اُن پر صبر کرے، یہ مطلب نہیں کہ انہیں ہلاک کر دے۔ (حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اور دو بھی۔“) معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم رحمتِ الٰہی کے بااختیار قاسم ہیں اور حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کی زبان مبارک کُن کی کنجی ہے کہ حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے تو رب تعالیٰ نے تین بچے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا اچھا اب جب جبریل آئیں گے تو اُن کے ذریعہ رب

[1] ... بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امته۔۔۔الخ، ۴/ ۵۱۰، حدیث: ۷۳۱۰۔

سے پوچھوا لیں گے بلکہ خود ہی یہ جواب دے دیا۔[1]

حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد و مسائل:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **(1)** عورتوں کو دینی معاملات کے بارے میں مَردوں سے (پردے میں رہتے ہوئے) بات چیت کرنا جائز ہے۔ **(2)** وعدہ کرنا جائز ہے۔ **(3)** جس عورت کا بچہ مر جائے اس کے لیے اجر ہے۔ **(4)** حضرت مہلب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے فوت شدہ چھوٹے بچے جنت میں جائیں گے کیونکہ جب اُن کے فوت ہونے پر **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اپنے فضل سے اُن کے والدین کو جنت میں داخل فرمائے گا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود وہ بچے جنت میں نہ جائیں وہ تو بدرجہ اَولیٰ جنت میں جائیں گے۔ **(5)** اس بات پر اِجماع ہے کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی نابالغ اولاد جنت میں ہی جائے گی۔[2]

مدنی گلدستہ

”طیبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کسی بھی نیک یا جائز کام کیلیے دن مقرر کرنا جائز ہے۔

(2) عورتوں کو دینی معاملات میں علماء و مفتیانِ کرام سے پردے میں رہتے ہوئے کلام کرنا جائز ہے۔

(3) جس کا بچہ گم ہو جائے، کبھی نہ ملے رحمتِ الٰہی سے امید ہے کہ اس کے لیے بھی یہی بشارت ہو۔

(4) مسلمانوں کے فوت شدہ نابالغ بچے جنت میں جائیں گے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری بلا حساب مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۱۶، ۵۱۷ ملتقطا۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم، ۲/ ۱۸۹، تحت الحدیث: ۱۰۱۔

باب نمبر:165

عذاب والی جگہوں سے گزرتے وقت رونے کا بیان

ظالموں کی قبروں اور اُن کے تباہ شدہ علاقوں سے گزرتے وقت رونے، ڈرنے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی عاجزی کا اظہار کرنے اور اس معاملے میں غفلت کرنے سے ڈرانے کا بیان

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تُو نے
جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سُونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس دنیا میں ہم سے پہلے بہت سی قومیں آئیں اور چلی گئیں، جس قوم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے پیغمبروں عَلَیْہِمُ السَّلَام کی اطاعت کی وہ کامیاب ہوئی اور جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسولوں کی نافرمانی کی **اللہ** تعالیٰ نے اُسے ہلاک کر دیا اور آنے والی نسلوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا تا کہ وہ لوگ اُن کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسولوں کی نافرمانی سے بچیں، لہٰذا جب کسی ایسی تباہ شدہ قوم کی قبروں، علاقوں یا باقیات سے گزریں تو اُن سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے آپ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرانا چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"ظالموں کی قبروں اور اُن کے تباہ شدہ علاقوں سے گزرتے وقت رونے، ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی عاجزی کا اظہار کرنے اور اس معاملے میں غفلت کرنے سے ڈرانے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:955

عذاب والے مقام سے کیسے گزریں؟

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ یَعْنِی لَمَّا وَصَلُوا الْحِجْرَ: دِیَارَ ثَمُوْدَ: لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی ھٰٓؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِیْنَ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ فَاِنْ لَمْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا

عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ.[1] وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: لَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ: لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ثُمَّ قَنَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اَجَازَ الْوَادِي.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جس وقت صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان مقامِ حِجر یعنی قومِ ثمود کے تباہ شدہ علاقے سے گزرنے لگے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اَصحاب سے فرمایا: ''ان عذاب میں مبتلا لوگوں کے پاس سے روتے ہوئے گزرو، اگر تمہیں رونا نہ آئے تو اِن کے پاس سے مت گزرنا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جس میں وہ لوگ مبتلا ہوئے۔'' ایک روایت میں ہے کہ جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مقامِ حِجر کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: ''ان ظالم لوگوں کے مکانات کے پاس سے روتے ہوئے گزرو تاکہ تم پر وہ عذاب نہ آجائے جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا اور تیزی سے چلنے لگے حتّٰی کہ اس وادی سے گزر گئے۔

مقامِ حِجر:

حِجر وہ جگہ ہے جہاں صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم یعنی قومِ ثمود آباد تھی، یہ جگہ تبوک جاتے ہوئے راستہ میں پڑی اور یہ واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے وہاں عذابِ الٰہی آیا تھا اب اُس کے کھنڈرات موجود تھے۔[3] مذکورہ دونوں اَحادیث میں اُن مقامات سے روتے ہوئے گزرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے جہاں عذابِ الٰہی کا نزول ہوا ہو نیز وہاں سے تیزی سے گزرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ ایسی جگہوں سے تیزی سے اور روتے ہوئے گزر جاؤ تاکہ تم اس عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس عذاب میں وہ لوگ مبتلا ہوئے تھے۔

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 . . . بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف والعذاب، ۱/ ۱۶۶، حدیث: ۴۳۳۔

2 . . . بخاری، کتاب المغازی، باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر، ۳/ ۱۴۹، حدیث: ۴۴۱۹۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۷۰۔

عذاب والی جگہوں سے روتے ہوئے گزرو:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیث میں ظالم و سرکش لوگوں کے علاقوں اور عذاب والے مقامات سے گزرتے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے پر اُبھارا گیا ہے۔ اسی طرح وادیٔ محسّر سے تیزی سے گزرنے کا حکم ہے کیونکہ وہاں اصحابِ فیل ہلاک ہوئے۔ ایسے مقامات سے گزرنے والے کو چاہیے کہ وہاں سے گزرتے وقت اپنے معاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے اور روتے ہوئے، اُن سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے ہوئے گزر جائے۔[1] مذکورہ حدیث شریف سے پتا چلا کہ ایسے مقامات پر بلا وجہ نہیں جانا چاہیے جہاں عذابِ الٰہی کا نزول ہوا ہو اور اگر ضرورتاً جانا پڑ جائے تو روتے ہوئے وہاں سے گزر جانا چاہیے۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ جہاں عذابِ الٰہی آچکا ہو وہاں جانا نہ چاہیے کہ وہاں **اللہ** کی لعنت برس رہی ہے کہ تم بھی اس میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ اس سے پتہ چلا کہ جہاں **اللہ** کی رحمتیں آچکی ہوں وہاں ضرور جانا چاہیے کہ وہاں اب بھی نزولِ انوار ہے تم بھی اس میں کچھ پالو، مثلاً صفا مروہ پہاڑیاں، منیٰ مزدلفہ، عرفات، یوں ہی حضرات اولیاءُ اللہ کے آستانے تاقیامت انوارِ الٰہی کے مقامات ہیں۔ قومِ ثمود کے کنویں کا پانی پینے سے بھی حضور نے منع فرمادیا بلکہ جن لوگوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا ان کا گوندھا ہوا آٹا بھی پھینکوا دیا۔ اس سے پتہ لگا کہ مکین کا اثر مکان میں ہوتا ہے، یوں ہی بندوں کا اثر زمانہ میں ہو جاتا ہے۔ جس جگہ یا جس وقت **اللہ** کے مقبول بندے نے عبادت کی ہو وہ جگہ وہ وقت قبولیت کے ہو جاتے ہیں۔ سرکارِ دو عالَم (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرماتے ہیں کہ شہر میں بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ بازار ہیں، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اچھے بُرے لوگوں کی صحبت میں تاثیر ہے۔ مصر میں فرعون پر عذاب نہ آیا لہٰذا وہاں رہنا ممنوع نہیں، طوفانِ نوح کفار کے لیے عذاب تھا مگر مؤمنوں کے لیے رحمت، لہٰذا اس کا حکم کچھ اور ہے۔"[2]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزھد، باب النھی عن الدخول علی اھل الحجر۔۔۔ الخ، ٩/ ١١١، الجزء الثامن عشر۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ٦/ ٧٠٦ ملخصا۔

سر ڈھانپ کر تیزی سے گزر جانے کی حکمت:

حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے سر مبارک کو ڈھانپا اور اُس مقام سے تیزی سے گزر گئے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے **عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی **فرماتے ہیں:** ”حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مقامِ حجر سے اپنے سر مبارک کو ڈھانپا اور سر جھکا کر دائیں بائیں توجہ کیے بغیر خوف و خشیت رکھنے والے کی طرح وہاں سے جلدی سے گزرے تاکہ آپ کی نظر ان کے مکانات پر نہ پڑے۔ آپ کا یہ فعل تعلیمِ اُمّت کے لیے تھا تاکہ مسلمان آپ کی اتباع کریں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”نعمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جب کسی عذاب شدہ قوم کے پاس سے گزریں تو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

(2) عذاب والی جگہوں پر بلاوجہ نہیں جانا چاہیے۔

(3) جب کسی ایسے مقام سے گزرنا پڑے جہاں عذاب نازل ہوا ہو تو وہاں سے روتے ہوئے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے تیزی سے گزر جانا چاہیے۔

(4) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عذاب والے مقام سے سر ڈھانپ کر تیزی سے گزر جانا تعلیمِ اُمّت کے لیے تھا تاکہ اُمّتی بھی جب ایسی جگہ سے گزریں تو آپ کی پیروی کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے ہر قسم کے عذاب سے محفوظ فرمائے اور اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے میں ہماری بے حساب مغفرت فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الظلم، ۸/ ۸۳۸، تحت الحدیث: ۵۱۲۵۔

کتابُ آداب السفر

باب نمبر:166 جمعرات اور اَوَّل دِن میں سفر کرنا مُستَحَب ہے

اپنے دِینی اور دُنیاوی اُمور سرانجام دینے کے لیے ہمیں اکثر اَوقات سفر کی ضرورت در پیش ہوتی ہے اگر شریعت کے مطابق سفر کیا جائے تو یقیناً سفر کی برکتیں حاصل ہوں گی۔ سفر کے لیے مناسب وقت اور دِن کا تعیُّن بھی سفر کے آداب میں سے ہے۔ اسلام میں کوئی دن منحوس نہیں لیکن بعض ایام بابرکت ضرور ہیں۔ سفر کرنے کے اعتبار سے جمعرات کا دن اور صبح کا ابتدائی وقت بہت بابرکت ہے۔ جمعرات کو صبح سویرے سفر کرنا سنت بھی ہے لہٰذا جہاں تک ممکن ہو سکے جمعرات کے دن، صبح سویرے سفر کا آغاز کیا جائے، ہفتہ اور پیر شریف کا دن بھی سفر کے لئے بہت مبارک ہے۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس دن سفر نہ ہو پائے تو پھر اپنی سہولت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کسی بھی دن سفر پر جانے میں مُضایقہ نہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"جمعرات کو دن کے ابتدائی حصے میں سفر کرنے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں **2** اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:956 جمعرات کو سفر کا آغاز

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ.(1) وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ: لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ.(2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا کعب بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن تشریف لے گئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جمعرات کے دِن سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔" اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1. ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من اراد غزوة فوری بغیرها۔۔۔الخ، ۲/۲۹۶، حدیث: ۲۹۵۰ بتقدم وتاخر۔
2. ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من اراد غزوة فوری بغیرها۔۔۔الخ، ۲/۲۹۶، حدیث: ۲۹۴۹ بتغیر۔

وَسَلَّم جمعرات کے علاوہ سفر پر بہت کم جایا کرتے تھے۔

جمعرات کی برکات:

حدیثِ مذکور میں جمعرات کو سفر پر جانے کی فضیلت بیان ہوئی، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر جمعرات کے دن ہی سفر پر روانہ ہوتے، غزوۂ تبوک کے لیے بھی جمعرات کے دن ہی تشریف لے گئے تھے۔ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کسی سفر میں پنجشنبہ (جمعرات) کے دن نکلنا مبارک ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت بھی ہے جسے طبرانی نے ذکر کیا ہے ”بُوْرِكَ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا يَوْمَ خَمِيْسِهَا“[1] پنجشنبہ (جمعرات) کی صبح سفر کرنے میں میری اُمّت کو برکت دی گئی ہے۔ بعض احادیث میں شنبہ (ہفتہ) کے دن سفر کرنے کے بھی بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص شنبہ (ہفتہ) کو کسی کام کے لیے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پورا فرمادے گا، حجۃ الوداع کے لیے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم شنبہ (ہفتہ) ہی کو نکلے تھے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ زیادہ تر پنجشنبہ (جمعرات) کو نکلتے تھے یہ اس کے مُعارِض (خلاف) نہیں کہ کبھی کبھار شنبہ (ہفتہ) یا دوسرے دِنوں میں بھی سفر شروع فرمایا ہے۔“[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

جمعرات کو سفر کرنے کی وُجوہات:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) یا تو سفر جہاد کیلئے جمعرات پسند فرماتے تھے یا ہر سفر کے لیے۔ خیال رہے کہ چند وجوہ سے جمعرات کو سفر کے لیے پسند فرمایا گیا: ❁ ایک یہ کہ جمعرات مبارک دن ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ عملی حج کی ابتدا اس دن سے ہو۔ ❁ دوسرے یہ کہ

---

1 . . . معجم صغیر، باب الالف، من اسمه احمد، ص ٣٠، الجزء الاول۔

2 . . . نزہۃ القاری، ٤/١١٧۔

جمعرات ہفتہ کا آخری دن ہے۔ ❀ تیسرے یہ کہ جمعرات جمعہ کا پڑوسی ہے کہ اس کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ ❀ چوتھے یہ کہ جمعرات کو عربی میں خَمِیس کہتے ہیں تو اس دن روانگی میں نیک فال ہے۔ ❀ پانچویں یہ کہ جمعرات کو خَمِیس کہتے ہیں جو خَمِیس بمعنیٰ پانچ سے بنا ہے اور غنیمت سے **اللہ**، رسول کے لیے خُمس (پانچواں حصہ) ہی نکالا جاتا ہے **اللہ** تعالیٰ خمیس کی برکت سے خُمس والی غنیمت عطا فرمائے۔ خیال رہے کہ سفر کے لیے ہفتہ، سوموار (پیر) اور جمعرات نہایت ہی مبارک ہیں جو کوئی ہفتہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے سفر کو نکل جائے اِنْ شَآءَ اللہ کامیاب اور بامُراد واپس ہو گا۔ مگر خیال رہے کہ اسلام میں کوئی دن یا کوئی ساعت (گھڑی) منحوس نہیں، ہاں! بعض دن بابرکت ہیں۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی کسی دِینی یا دُنیاوی کام کی غرض سے سفر پر جانے کا ارادہ ہو تو کوشش فرما کر جمعرات کے دن سفر پر جانے کی ترکیب بنائیے کہ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعرات کو سفر پر جانا پسند فرماتے تھے اور حدیث پاک کے مطابق اس دن کی ابتدا میں سفر پر جانے میں اُمّت کے لیے برکت رکھی گئی ہے، اگر کسی وجہ سے جمعرات کو سفر پر جانے کی ترکیب نہ بن سکے تو پھر ہفتہ یا پیر کے دن جانے کی کوشش کریں کہ یہ ایام بھی سفر پر جانے کے لیے بابرکت ہیں البتہ اگر ان دنوں میں بھی نہ جا سکیں تو پھر اپنی ضرورت کے مطابق کسی بھی دن سفر شروع کرنے میں حرج نہیں۔ جمعرات، ہفتہ اور پیر کے دن سفر پر روانہ ہونے کے لیے بابرکت ضرور ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے علاوہ دنوں میں سفر نہیں کرنا چاہیے یا اس کے علاوہ دنوں میں بدشگونی ہے۔ اسلام میں چند ایام بابرکت تو ہیں لیکن کوئی دن منحوس و بد نہیں، جب کسی حاجت کے پیشِ نظر سفر کرنا ضروری ہو جائے تو پھر سوچ وبچار کئے بغیر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے سفر پر چلے جائیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو آپ کا سفر بخیر و عافیت پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۸۴ ملخصا۔

حدیث نمبر:957

برکت کی دعا

عَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ. وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا، فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ اَوَّلَ النَّهَارِ، فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ.(1)

ترجمہ: صحابیِ رسول حضرت سَیِّدُنا صَخْر بن وَدَاعہ غامدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے **اللہ**! میری اُمَّت کے صبح کے کاموں میں برکت عطا فرما۔“ اورآپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب بھی کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو دِن کے شروع میں بھیجتے تھے اور حضرت سیدنا صخر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تاجر تھے وہ اپنا مالِ تجارت دن کے ابتدائی حصے میں بھیجا کرتے تھے وہ دولت مند ہوگئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا۔

صبح سویرے کام کرنا سنت ہے:

حدیثِ مذکور میں حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ)! میری اُمَّت کے صبح کے کاموں میں برکت عطا فرما۔“یعنی میری اُمَّت کے تمام اُن دِینی و دنیاوی کاموں میں برکت دے جو وہ صبح سویرے کیا کرے جیسے سفر طلبِ علم، تجارت وغیرہ۔(2) اور خود حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بھی اسی پر عمل تھا، جیساکہ حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام جب بھی کوئی لشکر بھیجتے تو صبح کے شروع میں بھیجتے تھے، اسی لیے حضور کی دعا اور عمل سے یہ صبح کا ابتدائی وقت برکت والا ہے۔

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو تلاوت کرنے یا علمِ شرعی حاصل کرنے اور تسبیح پڑھنے، یا صنعت کاری کے لیے کوئی وقت مقرر کرنا چاہے تو اس کے لیے اس حدیث پاک کی وجہ سے صبح کا ابتدائی وقت مقرر کرنا سنت ہے، اسی طرح سفر، نکاح اور کوئی بھی نیا کام صبح کے

(1) ... ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الابتکار فی السفر، ٣/ ٥١، حدیث: ٢٦٠٦ بتغیر قلیل۔

(2) ... مرآۃ المناجیح، ٥/ ٤٩١۔

ابتدائی وقت میں کرنا سنت ہے۔“[1]

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تمام اوقات میں سے صبح کے ابتدائی وقت کے لیے خاص طور پر برکت کی دعا اس لیے فرمائی کہ اس وقت لوگ اپنے کام شروع کرنے کا اِرادہ کرتے ہیں، یہ نشاط اور نیند سے بیداری کا وقت ہوتا ہے تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے خاص طور پر اس وقت کے لیے دعا فرمائی تاکہ آپ کی دعا کی برکت آپ کی تمام اُمّت کو حاصل ہو جائے۔“[2]

سنت پر عمل کرنے کی برکت:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا صَخْر بن وَدَاعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ صبح صبح اپنا تجارتی مال بھیجتے تھے اسی وجہ سے وہ امیر ہوگئے اور ان کے مال میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔ مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”دن کے ابتدائی حصے میں سفر کرنا سنت ہے اور حضرت سیدنا صخر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تاجر تھے اور وہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنا مال تجارتی سفر پر دن کی ابتدا ہی میں روانہ فرمادیتے تھے تو اس سنت پر عمل کرنے کی برکت سے ان کے مال میں بہت اضافہ ہوگیا کیونکہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اس وقت کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے اور حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا لامحالہ مقبول ہے۔“[3]

مُفَسِّر شہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صحابہ کا تجربہ بھی اس کے متعلق ہوچکا ہے کہ وہ حضرات اس سنت پر عمل کی برکت سے بہت فائدے اٹھا چکے ہیں۔ فقیر نے بھی تجربہ کیا کہ صبح سویرے کاموں میں بہت برکت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو طالبِ علم مغرب و عشا کے دوران اور فجر کے وقت محنت کرے پھر عالم نہ بنے تو تعجب ہے اور جو طالبِ علم ان دو وقتوں میں محنت نہ کرے اور عالم بن جاوے تو بھی حیرت ہے۔“[4]

---

1. ... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/ ۱۲۲، تحت الحدیث: ۱۴۵۷۔
2. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجھاد، باب الخروج بعد الظھر، ۵/ ۱۲۴۔
3. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجھاد، باب آداب السفر، ۷/ ۵۴۶، تحت الحدیث: ۳۹۰۸ ملخصاً۔
4. ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۹۱۔

مدنی گلدستہ

”غارِ ثور“ کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعرات کو سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔ جمعرات کو بندوں کے اعمال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔

(2) ہفتہ اور پیر شریف کا دن بھی سفر کے لیے بہت بابرکت ہے، جو ہفتہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے سفر پر روانہ ہو اِنْ شَآءَ اللّٰہ وہ کامیاب وبامُراد واپس ہو گا۔

(3) اگر کسی مجبوری کی وجہ سے جمعرات، ہفتہ اور پیر کے علاوہ کسی اور دن سفر کی حاجت ہو تو بغیر کسی اندیشہ کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے سفر کیجئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے آپ کا سفر بخیر وعافیت انجام پذیر ہو گا۔

(4) جو جائز کام صبح سویرے کیا جائے مصطفےٰ کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا کی برکت سے اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس میں برکت ہو گی۔

(5) اسلام میں چند دن بابرکت ضرور ہیں لیکن کوئی دن منحوس وبد نہیں۔

(6) طلبۂ کرام کو چاہیے کہ مغرب وعشا کے دوران اور فجر کے وقت خوب محنت سے اپنے اَسباق یاد کریں کہ یہ اوقات بہت بابرکت ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صرف جائز مقاصد کے لئے جمعرات اور ابتدائی دن میں سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:167

سفر میں امیر بنانے کے مُستَحَب ہونے کا بیان

سفر کیلئے رُفقاڈھونڈنے اور ان میں سے کسی ایک کو امیر بنا کر اُس کا حکم ماننے کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہا گیا ہے، سواری چاہے جتنی اچھی ہو، سفر چاہے جتنا پر سکون ہو لیکن دورانِ سفر انسان کو کئی طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے، بعض مشکلات ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا سامنا کرنے کے بعد بذاتِ خود اسے حل کرنا آسان ہوتا ہے لیکن بعض مشکلات تو ایسی ہوتی ہیں کہ جن سے تنہا شخص چھٹکارا نہیں پا سکتا، اُسے کچھ ساتھیوں کی ضرورت ہوتی ہے، اگر سفر میں چند رُفقا ساتھ ہوں تو بہت آسانی ہو جاتی ہے، شرکا میں سے کوئی بیمار ہو جائے، کسی کا زادِ راہ کم ہو جائے، کوئی مصیبت آپڑے تو ساتھ والے تعاون کر سکتے ہیں، اس لیے حتی الامکان قافلہ کی صورت میں سفر کرنا چاہیے اور شرکا میں سے کسی ایک کو امیر بنا لیا جائے اور پھر اس کی اطاعت کی جائے۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ بُروں کی صحبت سے ہمیشہ بچیں، اچھے لوگوں کے ساتھ سفر کریں تاکہ دُنیوی فوائد کے ساتھ ساتھ اُخروی بھلائیاں بھی نصیب ہوں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"سفر کے لیے رُفقا ڈھونڈنے اور اُن میں سے کسی ایک کو امیر بنا کر اس کا حکم ماننے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں **4** اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:958

رات کو تنہا سفر کرنے کی مُمَانَعَت

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ اَنَّ النَّاسَ یَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَۃِ مَا اَعْلَمُ، مَا سَارَ رَاکِبٌ بِلَیْلٍ وَحْدَہٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن **عمر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے مَروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **فرمایا:** "اگر لوگ تنہا سفر کرنے کے نقصانات کے بارے میں وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرتا۔"

[1] ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب السیر وحده، ۲ / ۳۰۹، حدیث: ۲۹۹۸ بتغیر۔

تنہا سفر کرنے کے نقصانات:

حدیثِ مذکور میں تنہا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ تنہا سفر کرنے کے دِینی و دُنیاوی کئی طرح کے نقصانات ہیں۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”(تنہا سفر کرنے میں) دِینی و دُنیاوی دونوں نقصان ہیں: ❁ دِینی نقصان تو یہ کہ اکیلا آدمی سفر میں جماعت نہیں کر سکتا۔ دُنیاوی نقصان یہ کہ ❁ اکیلے میں وَحشت بھی ہوتی ہے، ❁ سفر کے ضروریات بھی پورے نہیں ہوتے، ❁ بیماری میں تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے، ❁ اگر موت واقع ہو جائے تو کوئی وطن میں خبر پہنچانے والا بھی نہیں ہوتا۔“[1]

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”رات کو تنہا سفر کرنا اس لیے منع ہے کہ ❁ رات میں خطرہ اور شر بہت ہے اور اس سے بچنا بہت مشکل، اہلِ عرب کا رات کے بارے میں یہ محاورہ مشہور ہے: اَللَّیْلُ اَخْفٰی لِلْوَیْلِ یعنی رات اپنے دامن میں بہت سی مصیبتوں کو چھپائے ہوئے ہے۔ ❁ جب رات میں اندھیرا زیادہ ہو تو ہلاکت خیزیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ ❁ سواری رات کے اندھیرے میں کسی چیز سے ڈر کر بھاگ سکتی ہے، ❁ گڑھے یا کھائی میں گرنے کا بھی خدشہ ہوتا ہے اس کے علاوہ بھی کئی طرح کے نقصانات ہیں، ہاں! جب کئی لوگ ساتھ ہوں تو اس طرح کی پریشانیاں نہیں ہوتیں۔“[2]

علامہ مُھَلِّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اکیلے انسان کو سفر کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اکیلے شخص پر شیاطین کے حملے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ رات کا وقت شیاطین کے پھیلنے کا وقت ہوتا ہے، وہ اس وقت انسانوں کو اَذِیَّت پہنچاتے ہیں اور مختلف شکلوں سے انہیں خوف زدہ کرتے ہیں اور ان کے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں، اسی وجہ سے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ رات کے اندھیرے میں اپنے بچوں کو گھروں میں روک کر رکھیں باہر نہ جانے دیں۔“[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۸۴ ملخصاً۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب الجہاد، باب آداب السفر، ۷/ ۳۹۵، تحت الحدیث: ۳۸۹۳ ملخصاً۔

3 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجہاد، باب السیر وحدہ، ۵/ ۱۵۵۔

تنہا سفر کرنے کی صورتیں:

حدیثِ مذکور میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر لوگ تنہا سفر کرنے کے نقصانات کے بارے میں وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرتا۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی اگر اکیلے سفر کرنے کے نقصان کَمَا حَقُّہٗ معلوم ہوں تو پیدل تو کیا سوار بھی اکیلے سفر کرنے کی جرأت نہ کرے۔ خیال رہے کہ اُس زمانہ میں راستے پُر امن نہ تھے اکیلے سفر نہایت خطرناک تھا اب ریل ہوائی جہاز موٹروں کی وجہ سے وہ خطرے نہیں ہیں لہٰذا اب اَحکام نرم ہوں گے نیز رات کا اکیلے سفر اُس زمانہ میں زیادہ خطرناک تھا وہاں یہ مثل مشہور تھی: ”اَللَّیْلُ اَخْفٰی بِالْوَیْلِ“ (یعنی رات اپنے دامن میں بہت سی مصیبتوں کو چھپائے ہوئے ہے۔) اس لیے خصوصیت سے رات ہی میں سفر کا ذکر ہوا۔“[1] شارحِ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مطلبِ حدیث یہ ہے کہ راستہ پُر امن ہو تو ایسی صورت میں اکیلے سفر کرنا جائز ہے اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ دُشمن یا درندے یا چور ڈاکو نقصان پہنچائیں گے تو پھر رات کیا دن میں بھی اکیلے سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔“[2]

حدیث نمبر: 959

سفر قافلے کی صورت میں کرنا چاہیے

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے روایت کرتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار قافلہ ہیں۔“

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۸۳ ملتقطاً۔

2 ... فیوض الباری، ۱۲/ ۴۰۹۔

3 ... ترمذی، کتاب الجهاد، باب ما جاء فی کراهية ان یسافر الرجل وحده، ۳/ ۲۵۲، حدیث: ۱۶۸۰۔

سفر میں کم از کم تین افراد ہوں:

حدیثِ مذکور میں اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ سفر پر جاتے ہوئے کم از کم تین اَفراد کا قافلہ ضرور ہو تاکہ مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں، صِرف ایک یا دو کا سفر پر جانا مناسب نہیں۔ شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ایک سوار اور دو سواروں کو سفر سے منع فرمایا کیونکہ ایک سے جماعت فوت ہو جائے گی اور دو اَفراد کے لیے وقت بسر کرنا مشکل ہو جائے گا، دو افراد میں سے اگر ایک فوت ہو جائے یا بیمار ہو جائے تو دوسرا ساتھی بے بس اور مجبور ہو جائے گا اور شیطان خوش ہو گا، مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ شیطان ہے جو انہیں شر کا حکم دیتا ہے اس لیے بطورِ مبالغہ خود انہیں شیطان فرمادیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں تین افراد کا ہونا ضروری ہے اور یہ جماعت کی کم از کم تعداد ہے نیز اگر ایک فرد کسی کام سے چلا جائے تو باقی دو ایک دوسرے سے اُنس حاصل کریں گے (اور بور نہیں ہوں گے) اور اگر کام کرنے میں تاخیر ہو جائے تو دوسرا تحقیقِ حال اور خبر کے لیے چلا جائے گا اور سامان تنہا نہیں رہے گا۔''[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''جنگل میں اکیلا مُسافر آفات کے نرغہ میں ہوتا ہے، نمازِ باجماعت سے محروم ہے، ضرورت کے وقت اسے مدد گار کوئی نہ ملے گا، بلاؤں آفتوں کے خطرے میں ہے خصوصًا اُس زمانۂ پاک میں جب کہ راستے پُر خطر تھے اب اِس امن کے زمانہ میں بھی ریل کے ڈبے میں اکیلے سفر کرنے والے چلتی ٹرین میں لُٹ گئے، سرکار کے فرمان ہمیشہ ہی مفید ہیں۔ دو مسافر بھی آفات کے خطرے میں ہیں کہ اگر ایک بیمار ہو جائے تو دوسرا بے یارو مددگار رہ جائے۔ (اور تین سوار قافلہ ہیں) اِس فرمانِ عالی میں بھی بڑی حکمتیں ہیں سفر میں کسی کی رضا قضا واقع ہو جائے تو باقی اور دو آسانی سے اُسے سنبھال سکتے ہیں۔''[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الجهاد، باب آداب السفر، ۳/ ۹۴ ۳ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۹۲، ملتقطاً۔

حدیث نمبر:960

مُسافِر تین ہوں تو ایک کو امیر بنائیں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید اور حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تین اَفراد سفر کے لیے روانہ ہوں تو انہیں چاہیے کہ ایک کو اپنا امیر بنالیں۔“

امیر کی اہمیت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اگر مسافر تین یا زیادہ ہوں تو انتظام قائم رکھنے کے لیے اپنے میں سے ایک افضل اور تجربہ کار کو اپنا سردار بنائیں جو ہر چیز کا انتظام رکھے اور باقی ساتھی اُس کے مشورہ پر عمل کریں اس میں برکت بھی ہوگی اور سفر میں آسانی بھی اس سردار کو چاہیے کہ اپنے کو اُن ساتھیوں کا حاکم نہ سمجھے بلکہ خادِم تصور کرے، نماز بھی وہ ہی پڑھائے جیسا کہ بزاز نے بروایت حضرت ابو ہریرہ مرفوعًا روایت کی کہ جب تم چند آدمی سفر کرو تم میں سے بڑا قاری (عالم) تمہاری امامت کرے اور جب وہ تمہاری اِمامت کرے تو وہ ہی تمہارا امیر و سردار ہے۔“(2) شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”(دورانِ سفر ایک شخص کو امیر بنانے کا حکم دیا گیا ہے) تاکہ اترنے، سوار ہونے اور ایسے ہی دوسرے معاملات میں اختلاف اور جھگڑا نہ ہو۔ امیر کو چاہیے کہ ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی، نرمی اور امداد کا رویہ اختیار کرے اور ان کا خادم بنے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ”سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ“ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔“(3) عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”امیر ایسے شخص کو بنانا چاہیے جو اُن میں سب سے زیادہ زُہد رکھتا ہو، سب سے زیادہ متقی ہو،

---

1 ...ابوداود، کتاب الجہاد، باب فی القوم یسافرون یؤمرون احدھم، ۳/ ۵۱، حدیث: ۲۶۰۸۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۹۲۔

3 ...اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب آداب السفر، ۳/ ۴۰۹ ملخصا۔

مُرُوَّت و سخاوت کے اعتبار سے کامل ہو اور سب سے بڑھ کر شفقت کرنے والا ہو۔"[1]

امیر ہو تو ایسا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ سفر پر روانہ ہوتے ہوئے ایک شخص کو امیر بنالیا جائے، امیر ایسے شخص کو بنائیں جو نہایت بُردبار اور حُسنِ اَخلاق کا پیکر ہو اور جسے امیر بنایا جائے اُسے چاہیے کہ اپنے ماتحتوں کا خیال رکھے، انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچنے دے اگر کسی چیز میں کمی کا سامنا ہو تو ایثار کرتے ہوئے اپنی ذات پر انہیں ترجیح دے، خود تکلیف برداشت کرکے اپنے رفقا کو راحت پہنچائے۔ ہمارے اسلاف کا بھی یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ خود مشقت برداشت کر کے اپنے رفقا کو راحت پہنچاتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو علی رباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ مَروَزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی صحبت اختیار کی تو انہوں نے فرمایا: "اس شرط پر میں تمہیں اپنی صحبت میں رکھوں گا کہ ہم دونوں میں سے ایک امیر ہو گا۔" حضرت سیِّدُنا ابو علی رباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے کہا: "آپ ہی امیر ہیں۔" تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ مَروَزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی اپنا اور ان کا سامان اپنی پیٹھ پر اٹھائے پھرتے رہے، ایک رات تیز بارش ہوئی تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ مَروَزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی ساری رات ایک چادر اپنے رفیق کے سر پر پھیلائے کھڑے ان سے بارش روکتے رہے، حضرت سیِّدُنا ابو علی رباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی جب بھی ان سے کہتے کہ "ایسا مت کیجئے!" تو آپ فرماتے: "کیا تم نے مجھے امیر تسلیم نہیں کیا؟ مجھ پر حکم نہ چلاؤ اور اپنے قول سے نہ پھرو۔" حضرت سیِّدُنا ابو علی رباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے کہا: "کاش! میں مر جاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ ہی امیر ہیں۔"[2]

حدیث نمبر: 961

بارہ ہزار کا لشکر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَیْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ، وَخَیْرُ السَّرَایَا اَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَیْرُ الْجُیُوْشِ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ، وَلَنْ یُغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ.[3]

---

1 ... التیسیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۹۱۔

2 ... احیاء العلوم، ۲/ ۹۱۵۔

3 ... ترمذی، کتاب الجھاد، باب ما جاء فی السرایا، ۳/ ۱۹۷، حدیث: ۱۵۶۱ بتغیر قلیل۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بہترین ساتھی چار افراد ہیں اور بہترین سَرِیَّہ (فوجی دستہ) وہ ہے جس میں چار سو افراد ہوں، بہترین لشکر وہ ہے جو چار ہزار افراد پر مشتمل ہو اور بارہ ہزار کا لشکر کبھی کم ہونے کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوتا۔"

سفر میں چار اَفراد کا فائدہ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: (چار افراد بہترین ساتھی ہیں) "یہاں ساتھی سے مراد سفر کے ساتھی ہیں۔ چار ہم سفر ساتھیوں کو اس لیے افضل فرمایا گیا کہ اگر ان میں سے ایک راستہ میں فوت ہو جائے اور ان بقیہ میں سے ایک کو اپنا وصی و منتظم کر جائے تو باقی دو اس وصیت کے گواہ بن سکتے ہیں۔ بعض شارحین نے کہا کہ پانچ ساتھی چار سے افضل ہیں بلکہ جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اتنا ہی اچھا ہے۔ جیسے جماعتِ نماز میں جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اسی قدر اچھا۔"(1) امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "(یہاں) چار میں حصر کا کوئی نہ کوئی فائدہ تو ضرور ہے اور جو فائدہ بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مسافر کو ایک ایسے شخص کی حاجت ہوتی ہے جو اَسباب اور مال کی حفاظت کرے اور دوسرے اُس شخص کی جو بوقت حاجت اِدھر اُدھر جائے تو اگر قافلہ میں کل تین آدمی ہوں تو حاجت کے لیے اِدھر اُدھر جانے والا اکیلا ہی جائے گا اور سفر میں اُس کے ساتھ کوئی رفیق نہیں ہوگا اور رفیق نہ ہونے کی وجہ سے اس کا دِل گھبرائے گا اور خطرہ درپیش ہوگا اور اگر دو جائیں تو سامان کی حفاظت کرنے والا اکیلا رہ جائے گا اور یہ بھی خطرہ و گھبراہٹ سے خالی نہیں، لہٰذا چار سے کم تعداد میں مقصد پورا نہیں ہوتا۔"(2)

بارہ ہزار کا لشکر کبھی مغلوب نہیں ہوتا:

مرآۃ المناجیح میں ہے: (بہترین سَرِیَّہ چار سو افراد ہیں) "**سَرِیَّہ** چھوٹے لشکر کو بھی کہتے ہیں اور اس فوج کو بھی جس میں حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف نہ لے جائیں یہاں پہلے معنی میں ہے کیونکہ اس کے مقابل

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۹۳۔

2 ... احیاء العلوم، ۲/ ۹۱۶ ملخصاً۔

جُیوش آرہا ہے۔" (چار ہزار افراد بہترین لشکر ہے) "یعنی بہتر یہ ہے کہ لشکرِ جرار چار ہزار سے کم نہ ہو زیادہ ہو تو بہتر ہے۔" (بارہ ہزار کا لشکر کبھی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا) "یعنی بارہ ہزار کا لشکر جرار کبھی کمی تعداد کی وجہ سے دشمن کے مقابل شکست نہیں کھائے گا کسی اور وجہ سے شکست کھا جائے جیسے آپس کے جھگڑے، امیر کی نافرمانی، بے صبری، مالِ غنیمت کی رغبت وغیرہ۔"[1]

مدنی گلدستہ

"اجمیر" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بلا عذر ویران راستوں، جنگلوں اور خطرناک علاقوں میں اکیلے سفر نہیں کرنا چاہیے بالخصوص رات کو تو اکیلا بندہ ہرگز ایسا سفر نہ کرے۔

(2) جب راستہ پُر امن ہو اور کسی ضرر، چور، ڈاکو وغیرہ کا خوف نہ ہو تو رات میں تنہا سفر کرنے کی اجازت ہے مگر پھر بھی کوئی ساتھ ہو تو زیادہ مناسب ہے۔

(3) چار ہمسفر ہوں تو مسافروں کو کافی سہولت رہتی ہے اور وہ کئی آفتوں سے بچ سکتے ہیں۔

(4) رات کو شیاطین پھیل جاتے ہیں اور مختلف ڈراؤنی شکلوں میں انسان کو ڈراتے اور دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

(5) بارہ ہزار کا لشکر کبھی اپنی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوتا ہاں! اپنی کسی غلطی سے مغلوب ہو جائے تو اور بات ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بلا عذر اکیلے سفر کرنے سے بچائے اور سفر کرتے ہوئے شرعی حکمتوں اور مصلحتوں کو مدِ نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۹۳۔

باب نمبر:168

سفر میں چلنے اور آرام کرنے کے آداب

سفر میں چلنے، پڑاؤ کرنے، رات گزارنے اور سونے کے آداب نیز رات میں سفر کرنے، جانوروں سے نرمی برتنے اور ان کا خیال رکھنے کے مستحب ہونے اور اگر جانور میں طاقت ہو تو اپنے پیچھے کسی کو سوار کرنے کے جواز اور جانور کے حق میں کوتاہی کرنے والے کو اس کے حق کی ادائیگی کا حکم دینے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سفر ہماری زندگی کا اہم حصہ ہے، ضروریات کی تکمیل، تجارت، سیاحت، حصولِ علم، سفرِ حج و عمرہ، بزرگوں کی زیارت اور اقربا کی ملاقات وغیرہ کے سلسلہ میں ہر ایک کو سفر سے واسطہ پڑتا ہے، اگرچہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے مگر شریعت کے مطابق سفر کیا جائے تو یہ نیکیاں جمع کرنے کا ایک بڑا ذریعہ بن سکتا ہے، دورانِ سفر اپنے رفقا کے ساتھ خیر خواہی کرکے، سواری کے جانوروں کے ساتھ بھلائی کرکے، اپنے امیر کی اطاعت کرکے اور سفر کے دیگر آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سفر کیا جائے تو بے شمار نیکیاں جمع کی جاسکتی ہیں۔ شریعتِ مُطَہَّرہ نے جہاں دیگر معاملات میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے وہیں سفر کے آداب بھی بیان کیے ہیں کہ دورانِ سفر کن کن باتوں کا خیال رکھا جائے، پڑاؤ کرتے وقت کیا انداز اختیار کیا جائے اور اپنے رفقا کی کس طرح خیر خواہی کی جائے وغیرہ۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”سفر میں چلنے، پڑاؤ کرنے، رات گزارنے اور سونے کے آداب نیز رات میں سفر کرنے، جانوروں سے نرمی برتنے اور ان کا خیال رکھنے کے مستحب ہونے اور اگر جانور میں طاقت ہو تو اپنے پیچھے کسی کو سوار کرنے کے جواز اور جانور کے حق میں کوتاہی کرنے والے کو اس کے حق کی ادائیگی کا حکم دینے“** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 7 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:962

جانوروں پر نرمی کی تاکید

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: ”اِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْخِصْبِ فَاَعْطُوْا الْاِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْاَرْضِ، وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْجَدْبِ، فَاَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ وَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا، وَاِذَا عَرَّسْتُمْ، فَاجْتَنِبُوْا الطَّرِيْقَ، فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَاْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ.“(1)

---

1 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب مراعاۃ مصلحۃ الدواب فی السیر۔۔۔ الخ، ص۸۱۸، ۸۱۹، حدیث: ۴۹۵۹، ۴۹۶۰ ملتقطا۔

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم سرسبز زمین میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین سے ان کا حصہ دو اور جب بنجر زمین میں سفر کرو تو انہیں تیز چلاؤ اور ان کے تھکنے سے پہلے وہاں سے گزر جاؤ اور جب تم رات میں قیام کرو تو راستے میں اُترنے سے بچو کیونکہ وہ جانوروں کا راستہ ہے اور وہ جگہ رات کے وقت کیڑے مکوڑوں کا ٹھکانہ ہے۔"

دورانِ سفر قیام کے آداب:

حدیثِ مذکور میں جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے اور اُن کا خیال رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اگر ہریالی زمین پر سفر کرو تو انہیں آہستہ چلاؤ، اُن پر نرمی کرتے ہوئے دن کے کچھ حصے انہیں کھلا چھوڑ دو تاکہ وہ کچھ چَر لیں اور زمین سے اپنے حصے کی خوراک کھالیں اور جب کسی قحط زدہ علاقے میں سفر کرو تو تیزی سے چلو تاکہ جلد اپنی منزل تک پہنچ جاؤ اور سواری کے جانور میں طاقت باقی رہے ایسے بنجر و ویران علاقوں میں انہیں آہستہ نہ چلاؤ کہ جلد تھک جائیں گے اور یہاں چارہ وغیرہ بھی نہ ملے گا اور نتیجۃً کمزور ہو جائیں گے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور نبی کریم رءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "رات کے وقت راستوں پر پڑاؤ نہ کرو۔" اس فرمانِ عالی میں سفر کے آداب میں سے ایک ادب بیان ہوا کہ رات کے وقت راستوں پر پڑاؤ نہ کیا جائے کیونکہ زہریلے کیڑے اور درندے وغیرہ رات کے وقت راستوں پر چلتے ہیں اور جو چیز راستے میں گری پڑی ملتی ہیں اسے خوراک بنالیتے ہیں اگر لوگ راستے میں قیام کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی موذی شئے وہاں سے گزرے اور ایذا پہنچائے لہٰذا مسافروں کو چاہیے کہ راستے سے ہٹ کر قیام کریں۔"[1]

سواری کے ساتھ خیر خواہی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث پاک میں جانوروں کا خیال رکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے دراصل اُس میں

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب مراعاۃ مصلحۃ الدواب فی السیر۔۔۔ الخ، ٧/ ٢٩، الجزء الثالث عشر ملخصا۔

ہماری ہی بھلائی ہے اگر ہم اپنی سواری کا خیال رکھیں گے اس کے کھانے پینے کا خیال رکھیں گے تو وہ جانور ہمارے لیے بھی سفر میں کارآمد ہوگا اور ہمیں اپنی منزل تک پہنچادے گا جبکہ اس معاملے میں کوتاہی کی صورت میں دورانِ سفر پریشانی ہوسکتی ہے۔ جدید دور کے تناظر میں اس حدیث پاک کو دیکھا جائے تو بھی یہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے آج کل عموماً کاروں، موٹر سائیکلوں اور بسوں ویگنوں میں سفر کیا جاتا ہے اس لئے سفر پر جانے سے پہلے گاڑی کا ایندھن (FUEL) چیک کرلیں، اسپیئر ٹائر رکھ لیں، گاڑی کو مستقل چلاتے نہ رہیں بلکہ حسب موقع کچھ دیر کسی مناسب و محفوظ جگہ رُک جائیں تاکہ گاڑی بھی ٹھنڈی ہوجائے اور راستے میں ہرگز نہ ٹھہریں ورنہ گزرنے والی گاڑیوں سے شدید نقصان کا خطرہ ہے۔

حدیث نمبر:963 حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اندازِ سفر

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ فِیْ سَفَرٍ، فَعَرَّسَ بِلَیْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰی یَمِیْنِہٖ، وَاِذَا عَرَّسَ قُبَیْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَہٗ وَوَضَعَ رَاْسَہٗ عَلٰی کَفِّہٖ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دورانِ سفر جب رات میں قیام فرماتے تو سیدھی کروٹ پر آرام فرماتے اور جب صبح صادق سے کچھ پہلے قیام کا ارادہ فرماتے تو دستِ مبارک کھڑا کرکے ہتھیلی پر اپنا سرِ اقدس رکھ لیا کرتے۔"

فکرِ نماز:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ "رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنا مبارک ہاتھ کھڑا کرکے اُس پر سر اقدس اس لئے رکھتے تاکہ پکی نیند نہ آئے اور صبح کی نماز یا اس کا اوّل وقت نہ نکلے۔"[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب

---

1 . . . مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائھا، ص ۳۴۰، حدیث: ۱۵۶۲۔

2 . . . ریاض الصالحین، کتاب آداب السفر، باب آداب السیر والنزول۔۔۔الخ، ص ۲۷۵۔

سفر میں وقتِ سحر سے پہلے کسی جگہ قیام کرتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے تاکہ بدن کو راحت ملے اور جب صبح صادق سے پہلے قیام فرماتے تو اپنا ہاتھ کھڑا کر کے اُس پر سر مبارک رکھ لیتے تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور میں دورانِ سفر پڑاؤ کرنے کا ایک بہت ہی اہم ادب بیان کیا گیا ہے کہ دورانِ سفر جب رات کے ابتدائی حصے میں پڑاؤ کریں تو داہنی کروٹ پر لیٹیں تاکہ بدن کو راحت ملے اور تھکن دور ہو جائے، اور اگر رات کے آخری حصے میں قیام کریں تو اپنے ہاتھ سے ٹیک لگا لیں تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو اور فجر کی نماز وقت پر ادا کی جاسکے، یہ ہے ہمارے پیارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اندازِ سفر، آپ تو نبی ہیں اور نبی کا دل جاگتا ہے آنکھیں سوتی ہیں لیکن پھر بھی آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز کی کتنی فکر فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں آرام نہیں فرماتے جس میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو، یقیناً آپ کا یہ فعل ہماری تعلیم کے لیے ہے۔

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) دورانِ سفر میں کہیں منزل پر قیام فرماتے تو سونے کی نیت سے داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے جیسا کہ حضورِ انور کا دائمی طریقہ تھا کہ قبر کی رخ بستر ہوتا داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھتے داہنی کروٹ پر لیٹتے کہ اس طرح لیٹنے میں نیند غفلت کی نہیں آتی رات کو بآسانی اٹھا جاسکتا ہے۔ اطبا بائیں کروٹ لینے کو اس لیے کہتے ہیں تاکہ نیند خوب آجائے اطبا کی نظر راحت بدن پر ہے حضور کی نظر پاک تہجد کے لیے اٹھنے پر تھی۔ (جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اخیر رات میں قیام فرماتے تو اپنی کلائی کھڑی کرکے اُس پر سر اقدس رکھ لیتے۔) اور لیٹ جاتے تاکہ کچھ تھکن دور ہو جائے مگر نیند نہ آجائے کیونکہ نماز فجر کا وقت قریب ہے ہر جگہ نماز کا خیال ہے۔“[2]

حدیث نمبر:964

رات کا سفر فائدہ مند ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: ”عَلَیْکُمْ بِالدُّلْجَۃِ، فَاِنَّ الْاَرْضَ

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، باب آداب السفر، ۷/ ۴۶۲، تحت الحدیث: ۳۹۲۲۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۹۹ ملتقطاً۔

تُطْوٰی بِاللَّيْلِ.“[1]

ترجمہ: حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم رات میں سفر کیا کرو کیونکہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔“

رات میں زیادہ مسافت طے ہوتی ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یعنی صِرف دن میں سفر کرنے پر اکتفا مت کرو بلکہ رات میں بھی سفر کرو کیونکہ رات میں سفر کرنا فائدہ مند ہے کہ مسافر سمجھتا ہے کہ اُس نے تھوڑا راستہ طے کیا حالانکہ وہ بہت زیادہ راستہ طے کرلیتا ہے۔“[2] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اب بھی اہل عرب رات میں سفر زیادہ کرتے ہیں، سمندری جہاز رات میں تیز چلائے جاتے ہیں، تمام حجاج سے بعد نمازِ عشا کہہ دیا جاتا ہے کہ اب آرام کرو جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا۔“[3]

حدیث نمبر: 965

تفرقہ شیطان کی طرف سے ہے

عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوْا فِی الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: ”اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِیْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ“ فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ.[4]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ثعلبہ خُشَنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جب لوگ دورانِ سفر کسی گھاٹی یا وادی میں پڑاؤ کرتے تو پھیل جاتے (یعنی الگ الگ ہو جاتے) رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تمہارا اِن گھاٹیوں اور وادیوں میں الگ الگ ٹھہرنا شیطان کی طرف سے ہے۔“ اس کے بعد سے وہ لوگ

1. . . ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الدلجة، ۳/ ۴۰، حدیث: ۲۵۷۱۔
2. . . مرقاة المفاتیح، کتاب الجهاد، باب آداب السفر، ۷/ ۴۵۵، تحت الحدیث: ۳۹۰۹۔
3. . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۹۱۔
4. . . ابوداود، کتاب الجهاد، باب ما یؤمر من انضمام العسکر، ۳/ ۵۸، حدیث: ۲۶۲۸ ملتقطاً۔

جب بھی کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو ایک جگہ مل کر رہتے۔“

الگ الگ ٹھہرنا خطرناک ہے:

حدیث مذکور میں سفر کے آداب میں سے یہ ادب بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ سفر میں پہاڑی راستوں پر یا کسی وادی پر قیام کریں تو الگ الگ ہو کر نہ ٹھہریں کیونکہ الگ الگ ٹھہرنے میں کوئی کسی کے حال سے واقف نہ ہو گا، کسی پر کوئی مصیبت آئی یا کسی کو کسی چیز کی ضرورت پڑی تو دوسرا اس کی مدد نہ کر سکے گا، لہٰذا ایسی جگہوں پر ایک ساتھ مل کر ٹھہرنا چاہیے۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (الگ الگ ٹھہرنا شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ) تمہارے اس طرح بکھرنے سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ کفار سے تم پر چڑھائی کرا دے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ لوگ متفرق ہیں ان پر اچانک ٹوٹ پڑو یہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے اس طرح الگ الگ اترنا خطرناک ہے۔ جیسے جسمانی دوری خطرناک ہے ایسے ہی دلی دوری بھی شیطانی اثر سے ہوتی ہے اور سخت خطرناک۔ ربّ تعالیٰ مسلمانوں میں تنظیم اور یکجہتی نصیب کرے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ! حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے مسلمانوں کے صرف جسموں کو یکجانہ فرمایا بلکہ اُن کے دِلوں کو بھی یکجا کر دیا مسلمان یک دِل اور یک جان ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مسافر منزل پر اکٹھے رہیں اس میں بہت فائدے ہیں۔ ہر ایک، ایک دوسرے سے خبر دار رہتا ہے تعاون کر سکتا ہے۔[1]

حدیث نمبر:966

سواری کے جانور کا خیال کرو

عَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو وَقِيْلَ سَهْلِ بن الرَّبِيعِ بنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ فَقَالَ: ”اِتَّقُوا اللهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً، وَكُلُوْهَا صَالِحَةً.“[2]

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۹۴ ملتقطاً۔
2. ... ابو داود، کتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم، ۳/ ۳۲، حديث: ۲۵۴۸۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا سہل بن عَمرو اور ایک قول کے مطابق سہل بن ربیع بن عَمرو انصاری جو کہ اِبْنِ حَنْظَلِیَّہ کے نام سے مشہور ہیں اور اَہلِ بیعتِ رِضوان میں سے ہیں رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی کمر پیٹ سے ملی ہوئی تھی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اِن بے زبان چوپایوں کے معاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، ان پر اس وقت سوار ہو جب یہ صحیح حالت میں ہوں اور انہیں اس وقت کھاؤ جب یہ ٹھیک ہوں۔“

جانوروں پر حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا کرم:

ہمارے پیارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کتنے رَءُوْفٌ رَّحِیم ہیں کہ انسان تو انسان جانوروں پر بھی رحم کرنے کا درس دے رہے ہیں جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کمزور اونٹ دیکھا تو فرمایا: ”ان بے زبان جانوروں کے معاملے میں **اللہ** تَعَالٰی سے ڈرو۔“ بے شک یہ جانور بول نہیں سکتے، اپنے دکھ درد کی شکایت نہیں کر سکتے مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب جانتا ہے وہ تم سے ان جانوروں کے بارے میں بھی پوچھ گچھ فرمائے گا۔ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: علما فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ بڑا ہے کہ انسان تو اپنا دکھ درد کسی سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کسی سے فریاد بھی نہیں کر سکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا چارہ پانی مالک پر واجب ہے، بعض آئمہ کے ہاں ظالم مالک کو حاکم جانور فروخت کر دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔ (ان پر اس وقت سوار ہو جب یہ صحیح حالت میں ہوں) یعنی جو جانور سواری کے لائق ہو اس پر سوار ہو، بیمار اور کمزور، چھوٹے بچے پر نہ سواری کرو نہ بوجھ لادو، یہ ہے اسلامی عدل و انصاف اور یہ ہے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی رحمت عَلَی الْخَلْق، آج حکومتیں جانوروں کے متعلق قوانین بناتی ہیں ظالم مالکوں کا چالان کرتی ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۱۷۱۔

حدیث نمبر:967

جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عبدِ اللهِ بنِ جعفرٍ، رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَرْدَفَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم، ذَاتَ یَوْمٍ خَلْفَهُ، وَاَسَرَّ اِلَیَّ حَدِیْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ، وَکَانَ اَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم لِحَاجَتِهٖ هَدَفٌ اَوْ حَائِشُ نَخْلٍ. یَعْنِیْ: حَائِطَ نَخْلٍ.[1] وَزَادَ فِیْهِ الْبَرْقَانِیُّ بِاِسْنَادِ مُسْلِمٍ: بَعْدَ قَوْلِهٖ: حَائِشُ نَخْلٍ: فَدَخَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَاِذَا فِیْهِ جَمَلٌ، فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَیْنَاهُ، فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم فَمَسَحَ سَرَاتَهُ اَیْ: سَنَامَهُ وَذِفْرَاهُ فَسَکَنَ، فَقَالَ: "مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ، لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟" فَجَاءَ فَتًی مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ: هٰذَا لِیْ یَا رَسُوْلَ اللهِ. فَقَالَ: "اَفَلَا تَتَّقِی اللهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهِیْمَةِ الَّتِیْ مَلَّکَکَ اللهُ اِیَّاهَا؟ فَاِنَّهٗ یَشْکُوْ اِلَیَّ اَنَّکَ تُجِیْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ."[2]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابو جعفر **عبدُاللہ** بن جعفر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: "ایک دن رسولُ **اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے سواری پر مجھے اپنے پیچھے بٹھایا اور ایک راز کی بات بتائی، جسے میں کسی کو نہیں بتاتا۔ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو قضائے حاجت کے لیے کسی اُونچے ٹیلے یا کھجور کے جُھنڈ سے پردہ کرنا زیادہ پسند تھا۔ امام برقانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی نے مسلم کی سند کے ساتھ "حَائِشُ نَخْلٍ" کے بعد مزید روایت بیان کی کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ موجود تھا، اس نے نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، رحمت عالَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اُس کے قریب ہوئے اور اُس کے کوہان اور سر کے پچھلے حصے پر دستِ مبارک پھیرا تو وہ پُرسکون ہوگیا۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا کہ اس کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان حاضر ہوا اور عرض کی: یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! یہ اونٹ میرا ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم اس چوپائے کے

---

1 . . . مسلم، کتاب الحیض، باب ما یستتر به لقضاء الحاجة، ص ۱۵۱، حدیث: ۷۷۲۔

2 . . . ابوداود، کتاب الجهاد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم، ۳/۳۲، حدیث: ۲۵۴۹ بتغیر۔

معاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتے جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے؟ بے شک! اِس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اسے تھکا دیتے ہو (یعنی بہت کام لیتے ہو)۔“

جانور بھی حضور کو پہچانتے ہیں:

حدیثِ مذکور میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کا خیال رکھنے کی ترغیب دلائی ہے کہ سواری کے جانور کے دانہ پانی کا خیال رکھا جائے اور اسے وقت پر چارہ دیا جائے، نیز جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ اس حدیث میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی نشانی بھی ہے کہ جانور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہچانتے ہیں کہ آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور آپ ہی ہماری فریاد سنیں گے۔ دلیل الفالحین میں ہے: ”جب اس اونٹ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا تو اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جو آپ کے سچا نبی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس اونٹ کے پاس تشریف لائے اور اُس کے کوہان پر دستِ مبارک پھیرا، آپ کا یہ فعل کمالِ شفقت اور اس بے زبان جانور پر رحم کی وجہ سے تھا پس وہ فوراً پُرسکون ہو گیا اور رونا بند کر دیا۔“[1]

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شُترانِ ناشاد گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

آج کل بھی دیکھا جاتا ہے کہ لوگ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیتے ہیں، پھر انہیں تیز چلانے کے لئے اس بے دردی سے مارتے ہیں کہ زخمی کر دیتے ہیں، اس کے باوجود اُن کے کھانے پینے کا خیال نہیں رکھتے، ایسوں کو چاہیے کہ اِن بے زبان جانوروں پر رحم کریں اور عذابِ الٰہی سے ڈریں کہ مظلوم کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب آداب السفر، باب فی اداب السیر والنزول۔۔۔الخ، ۳/ ۵۴۲، تحت الحدیث: ۹۶۵ ملخصا۔

حدیث نمبر:968

جانوروں پر نرمی کا ایک انداز

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: کُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا، لَا نُسَبِّحُ حَتّٰی نَحُلَّ الرِّحَالَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ”جب ہم کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو اُس وقت تک نفل وغیرہ نہ پڑھتے جب تک کجاوے نہ اُتار لیتے۔“

جانوروں کا بوجھ اُتاردو:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”لَا نُسَبِّحُ“ کا معنی ہے کہ ہم نفل نماز نہ پڑھتے تھے۔ یعنی ہم نماز کے حریص ہونے کے باوجود کجاوے اتارنے اور جانوروں کو آرام دینے سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے۔“[2] اس حدیث میں حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سفر میں قیام کی ایک احتیاط بیان فرمائی ہے کہ جب بھی سفر میں کہیں پڑاؤ کریں تو پہلے کجاوے کھول لیں پھر کوئی دوسرا کام کریں تاکہ جانوروں کو کچھ راحت ملے۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان عبادت وریاضت کے بہت زیادہ حریص تھے وہ اپنا وقت فضولیات میں ضائع کرنے کے بجائے عبادتِ الٰہی میں گزارنا پسند کرتے تھے اس کے باوجود جب بھی سفر میں کہیں ٹھہرتے تو پہلے کجاوے کھول کر جانوروں کو آرام دیتے پھر کوئی اور کام کرتے۔ اپنے اس عمل سے انہوں نے یہ بتادیا کہ یہ کام بہت اہم ہے لہٰذا جب بھی سفر میں کہیں ٹھہرو تو پہلے یہ کام کرو۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی (دورانِ سفر) ہم نفلی عبادت پر اس کام کو مقدم رکھتے تھے کہ پہلے اُونٹوں پر سے کجاوے وغیرہ اتارتے تھے تاکہ وہ ہلکے ہو جائیں پھر منزل پر نوافل وغیرہ ادا کرتے تھے اس میں اونٹوں کو راحت ہوتی تھی اور ان حضرات کو بے فکری ہو جاتی تھی جس سے نماز اطمینان سے ہوتی تھی اس ایک عمل میں بہت سی حکمتیں ہیں۔“[3]

---

1 ... ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی نزول المنازل، ٣/ ٣٣، حدیث: ٢٥٥١۔

2 ... ریاض الصالحین، کتاب آداب السفر، باب آداب السیر والنزول ... الخ، ص ٢٧٧۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ٥/ ٤٩٥ ملخصا۔

مدنی گلدستہ

”رحمتِ عالَم“ کے 8 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) اسلام ہمیں انسان تو انسان جانوروں کے ساتھ بھی اچھا اور نرمی والا سلوک کرنے کا درس دیتا ہے۔

(2) سفر میں جب کہیں قیام کریں تو پہلے سواری کے جانوروں سے بوجھ وغیرہ اتار لیں پھر کوئی اور کام کریں تاکہ جانوروں کو راحت ملے۔

(3) جو جانور سواری کے لائق ہو اسی پر سوار ہونا چاہیے، بیمار، کمزور یا چھوٹے بچے پر نہ تو سوار ہونا چاہئے نہ ہی کوئی وزنی چیز لادنی چاہئے۔

(4) دورانِ سفر بیچ راستے میں قیام نہ کریں کہ اسی جگہوں پر زہریلے جانوروں اور خونخوار درندوں سے ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(5) سفر میں جب کسی جگہ قیام کریں تو متفرق ہو کر نہیں ٹھہرنا چاہیے کہ یہ شیطان کا طریقہ ہے اور اس میں خطرات بھی زیادہ ہیں۔

(6) دوران سفر قحط زدہ یا بنجر زمین سے سواری کے جانور کو تیزی سے چلائیں تاکہ جلد کسی سرسبز جگہ پر پہنچ کر چارہ وغیرہ کھا سکے۔

(7) اگر آسانی ہو تو سفر رات میں کرنا چاہئے کیونکہ رات کو مسافت جلد طے ہو جاتی ہے۔

(8) جو جانور بوڑھے ہو جائیں ان سے کام نہ لیا جائے، ان کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس عمل سے گھر میں برکت ہو گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سفر کی سنتوں اور آداب کے مطابق سفر کرنے کی **توفیق** عطا فرمائے اور ہمیں جانوروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:169

رفیقِ سفر کے ساتھ تعاوُن کرنے کا باب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بسا اوقات ہمیں ایک شہر سے دوسرے شہر اور کبھی دوسرے ملک کا سفر کرنا پڑتا ہے اور سفر میں کبھی ہم اکیلے ہوتے ہیں تو کبھی بہت سے لوگ ہمارے ہمسفر ہوتے ہیں تو ہمیں ایک دوسرے کا خیال کرنا چاہیے کیونکہ سفر بڑے سے بڑے آدمی کو حاجت مند کر دیتا ہے ایک شخص اپنے وطن میں تو غنی ہوتا ہے لیکن فی الحال سفر میں وہ ضرورت مند ہو جاتا ہے، اُسے کسی چیز کی ضرورت پڑ جاتی ہے لٰہذا ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے رہنا چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"رفیق سفر کے ساتھ تعاون کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 احادیث بیان فرمائی ہیں۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس باب سے متعلق بہت سی احادیث گزر چکی ہیں۔ مثلاً یہ حدیث "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔" اور یہ حدیث "ہر نیکی صدقہ ہے۔" یوں ہی اس طرح کی دیگر احادیث۔[1]

حدیث نمبر:969

زائد سامانِ سفر دوسرے کو دینا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ لَہٗ فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَہٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَھْرَ لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَہٗ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَہٗ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے کہ اچانک ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور اپنی نظر دائیں بائیں دوڑانے لگا تو رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس کے پاس زائد سواری ہو تو وہ اُس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے

---

1 . . . ریاض الصالحین، کتاب آداب السفر، باب اعانۃ الرفیق، ص ۲۷۷۔

2 . . . مسلم، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال، ص ۷۳۷، حدیث: ۱۷۲۸۔

پاس زائد سامانِ سفر ہو تو وہ اُس کو دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔" پھر یوں ہی آپ نے مختلف قسم کے اموال کا تذکرہ فرمایا حتّٰی کہ ہم نے یہ خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کا حاجت سے زائد مال میں کوئی حق نہیں۔

زائد سواری کی ترغیب کی وجہ:

عَلّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "اس شخص کا سواری کا اونٹ تھک گیا تھا اور چلتا نہ تھا جس کی وجہ سے وہ پیدل چلنے پر مجبور تھا یا اسے سواری کے لئے اونٹ چاہیئے تھا کیونکہ اس کا سامان اونٹ پر لدا ہوا تھا اور بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اونٹ پر بیٹھ نہ سکتا تھا لہٰذا وہ دائیں بائیں نظر مارنے اور نگاہ دوڑانے لگا تاکہ کوئی اس کا حالِ زار دیکھ کر اس کی مدد کرے (یعنی وہ شخص شریف النفس تھا کسی سے سوال نہ کیا بلکہ امداد کی امید پر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا)۔ یہ دیکھ کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو زائد سواری اُسے دینے کی ترغیب دلائی۔[1]

مسافر ضرورت مند کی خیر خواہی کرنی چاہیے:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث میں صدقہ کرنے، سخاوت کرنے، لوگوں کی خیر خواہی اور غمگساری کرنے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کرنے پر اُبھارا گیا ہے اور اس بات پر بھی ابھارا گیا ہے کہ قوم کے بڑے شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو حاجت مندوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی تلقین کرے۔ ضرورت مند کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کر دے لیکن سوال نہ کرے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ وہ ضرورت مند آیا اور سوالیہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تاکہ اُس کی حاجت کو پورا کیا جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسافر ضرورت مند ہو تو اس کے ساتھ خیر خواہی کرنی چاہیے اور اُسے صدقہ وغیرہ دے دینا چاہیے اگرچہ اس کے پاس سواری ہو اور اس نے اچھے کپڑے پہنے ہوں یا اپنے وطن میں تو غنی ہو لیکن فی الحال سفر میں ضرورت مند ہو۔ اِسی وجہ سے حاجت مند مسافر کو زکوۃ بھی دی جاسکتی ہے۔[2]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجھاد، باب آداب السفر، ۷/ ۴۴۹، تحت الحدیث: ۳۸۹۸ ملخصاً۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال، ۶/ ۳۳، الجزء الثانی عشر۔

حضور ہمارے مالک ہیں:

"حتی کہ ہم نے یہ خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کا زائد مال میں کوئی حق نہیں۔" اس کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر مُحدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی حضور نے ایسی خیرات کو ایسی اہمیت دی کہ ہم سمجھے کہ ضرورت سے زیادہ مال ہماری ملک ہی نہیں۔ بس اپنے پر خرچ کرنے سے جو بچے وہ دوسرے کو دے دینا واجب ہے۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہماری جانوں، ہمارے مالوں کے مالک مطلق ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (پ ۲۱، الاحزاب: ۶) (ترجمۂ کنزالایمان: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔) یہاں اولیٰ کے معنی قریب تر بھی کئے گئے ہیں اور مالک تر بھی۔ دیکھو ایک دفعہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت کعب وغیرہ تین صاحبوں کو بائیکاٹ کے زمانہ میں فرمادیا کہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤ وہ بیویاں ان کی منکوحہ تھیں مگر ان سے اِختلاط (میل جول) منع فرمادیا، یہ ہے حضور کی ملکیت۔ کچھ عرصہ حکم رہا کہ اپنی قربانیوں کے گوشت تین دن سے زیادہ استعمال نہ کرو تو یہ استعمال ممنوع ہوگیا، پھر زیادہ استعمال کی اجازت دی تب جائز ہوا۔ غرضیکہ ہم سب مسلمان حضورِ انور کے لونڈی غلام ہیں حضور ہمارے مالک اگر وہ ہم کو اپنی عبدیت وغلامیت میں قبول فرمالیں تو ہمارے نصیب کھل جائیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"نیکی" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جب سفر میں ہوں تو دوسرے لوگوں کی ضرورت کا خیال رکھنا چاہیے۔

(2) اگر ہمارے پاس ضرورت سے زائد سامان ہے اور کوئی ایسا شخص بھی ہمارے ساتھ سفر میں ہے جسے سامان کی حاجت ہے تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیئے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۸۷۔

(3) سفر کے علاوہ بھی ہمارے گھروں میں اگر زائد سامان ہو تو وہ کسی مستحق کو دے دینا چاہیے۔

(4) حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام مسلمانوں کے مالک ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سفر و حضر میں ضرورت مند لوگوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!   صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:970

سفر میں خیر خواہی

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ اَرَادَ اَنْ یَغْزُوَ فَقَالَ: یَامَعْشَرَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ! اِنَّ مِنْ اِخْوَانِکُمْ قَوْمًا لَیْسَ لَھُمْ مَالٌ وَلَا عَشِیْرَۃٌ فَلْیَضُمَّ اَحَدُکُمْ اِلَیْہِ الرَّجُلَیْنِ اَوِ الثَّلَاثَۃَ فَمَا لِاَحَدِنَا مِنْ ظَھْرٍ یَحْمِلُہُ اِلَّا عُقْبَۃٌ کَعُقْبَۃِ یَعْنِیْ اَحَدَھُمْ قَالَ: فَضَمَمْتُ اِلَیَّ اثْنَیْنِ اَوْ ثَلَاثَۃً مَالِیْ اِلَّا عُقْبَۃٌ کَعُقْبَۃِ اَحَدِھِمْ مِنْ جَمَلِیْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک جنگ پر جانے کا ارادہ فرمایا تو ارشاد فرمایا: "اے مہاجرین اور انصار کے گروہ! تمہارے بھائیوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے نہ ان کا یہاں کوئی قبیلہ ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے ساتھ دو یا تین آدمی ملا لے۔" چنانچہ ہم میں سے کوئی ایک بھی اپنی سواری پر سوار نہ ہوتا تھا مگر باری باری یعنی (وہ دو تین افراد) باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضرتِ جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین آدمی ملا لیے تھے اور میں اپنی باری میں اسی طرح سوار ہوتا جس طرح وہ اپنی باری میں میرے اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث میں اپنے رفیق سفر کا خیال رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اگر ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جس کے پاس سواری نہ ہو یا کوئی ضروری چیز موجود نہ ہو تو ہمیں چاہیے کہ

---

[1] ... ابو داود، کتاب الجهاد، باب الرجل یتحمل بمال غیرہ یغزو، ۳/۲۶، حدیث: ۲۵۳۴۔

ہم اسے اپنے ساتھ سوار کرلیں اور ضرورت کی چیز اسے مہیا کردیں جیسے ہم کہیں جارہے ہوں اور راستے میں کوئی ہم سے لفٹ مانگ لے تو ہمیں چاہیے کہ اسے لفٹ دے دیں یا کسی کی گاڑی میں کوئی خرابی ہوجائے تو اپنی گاڑی سے اس کی گاڑی باندھ کر اسے کسی ورکشاپ یا مکینک تک چھوڑدیں یا اگر ایندھن ختم ہوگیا ہے اور ہمارے پاس کچھ زیادہ ایندھن ہے تو اسے دے دیں یا پھر کسی پیٹرول پمپ تک اسے لے جائیں، اس طرح بہت سے طریقوں سے ہم سفر میں لوگوں کی مدد کرسکتے ہیں۔

مدنی گلدستہ

”خیر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جس کے پاس سواری ہو وہ اپنے ساتھ ایسے شخص کو سوار کرلے جس کے پاس سواری نہ ہو۔

(2) راستے میں کسی کو ہماری مدد کی ضرورت ہو تو ضرور اس کی مدد کرنی چاہیے۔

(3) جب بہت سے لوگ ایک ساتھ سفر کررہے ہوں تو انہیں ایک دوسرے کا خیال کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے رفیق سفر کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 971

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اندازِ سفر

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَتَخَلَّفُ فِی الْمَسِیْرِ فَیُزْجِی الضَّعِیْفَ وَیُرْدِفُ وَیَدْعُوْلَہُ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سفر میں پیچھے پیچھے چلتے تھے اور جس کی سواری کمزور ہوتی اسے ہانکتے اور (کمزور کو) اپنے پیچھے بٹھالیتے

1 . . . ابوداود، کتاب الجھاد، باب فی لزوم الساقۃ، ۳/ ۶۱، حدیث: ۲۶۳۹ بتغیر قلیل۔

اور اس کے لیے دعا فرماتے۔"

سفر میں پیچھے چلنے کی حکمتیں:

مذکورہ حدیث میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اندازِ سفر بیان ہوا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کس طرح سفر کیا کرتے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دورانِ سفر بھی اپنے رفقائے سفر کا خیال رکھتے تھے۔ کمزوروں کو اپنے ساتھ سوار کرلیا کرتے اور سفر میں لوگوں کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ سفر میں پیچھے چلنے کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "تمام سفروں جہاد وغیرہ میں صحابہ کرام کو آگے رکھتے تھے۔ خود تواضع اور تعاون کے لیے پیچھے سفر کرتے تھے۔ سرکارِ ابد قرار کے پیچھے رہنے میں یہ حکمتیں تھیں کہ جو مسافر کمزوری کی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ جاتا یا کسی مسافر کی کوئی چیز رہ جاتی وہ خود سرکار لے آتے تھے۔ اس کے علاوہ تمام صحابہ کو سامنے رکھ کر ان کے لیے دعائے خیر فرماتے تھے۔ سُبْحٰنَ اللہ! ایسے رحیم و کریم نبی پر جان قربان۔"[1]

مدنی گلدستہ

"سفر" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) سفر میں حاکم، نگران یا سربراہ کو پیچھے پیچھے چلنا چاہیے تاکہ اپنے ماتحتوں کا خیال رکھ سکے۔

(2) کمزور لوگوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے اور سواری پر چڑھنے اترنے میں ان کی مدد کرنی چاہیے۔

(3) اگر سفر میں کسی کو کوئی چیز ملے تو اُسے اس کے مالک تک پہنچا دینی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری پیاری سنتوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سفر میں اپنے مسلمان بھائیوں کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۹۳ ملتقطاً۔

باب نمبر:170

سواری پر سوار ہوتے وقت کیا کہے؟

تقریباً ہر شخص کو اپنی زندگی میں کہیں نہ کہیں سفر کرنا پڑتا ہے، کسی کو لمبا سفر تو کسی کو اندرونِ شہر مختصر سفر اور سفر کے لیے ایک سواری کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو کہ سفر کا لازمی جز ہے اس کے بغیر سفر ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔ جب ہم سواری پر سوار ہو جائیں تو ہمیں مختلف احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ہوتی ہیں جیسے اپنی سواری یعنی کار، بائیک یا بڑے سفر میں جہاز وغیرہ میں سوار ہونے سے پہلے اس کا اطمینان کرلینا کہ وہ ہر طرح سے سفر کے لیے تیار ہے، اس میں کوئی خرابی نہیں۔ پھر سیٹ پر بیٹھ کر سیٹ بیلٹ باندھنا اور ضروری اَشیاء ساتھ رکھنا۔ یہ تو دُنیوی احتیاطیں ہیں، البتہ شریعت مُطَہَّرہ نے چند ایسی اُخروی احتیاطیں بھی بیان فرمائی ہیں جنہیں اختیار کر کے دنیا و آخرت کے کثیر فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں، ان میں سے ایک سواری پر سوار ہوتے وقت دعا پڑھنا بھی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اس بارے میں ہے کہ **"سفر کے لیے سواری پر سوار ہوتے وقت کیا کہے؟"** اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیت اور 3 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

سواری پر سوار ہوتے وقت کی دعا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

(پ ۲۵، الزخرف: ۱۲ تا ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں کہ تم ان کی پیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب اُس پر ٹھیک بیٹھ لو اور یوں کہو پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے (قابو) کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ جب ہم سواریوں پر سوار ہوں تو کیا کہیں اور ایک آیت میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی زبانی ہم نے یہ بھی جان لیا کہ جب کشتی میں سوار ہوں تو کیا کہیں، وہ یہ ارشاد ہے: ﴿وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۴۱)﴾ (پ ۱۲، ھود: ۴۱) (ترجمۂ کنزالایمان: اور بولا اس میں سوار ہو اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے) بہت سے لوگ جانوروں پر سوار ہوتے ہیں کبھی سواری سوار کے ساتھ لڑکھڑا جاتی ہے یا گر جاتی ہے یا سوار کو منہ کے بل گرا دیتی ہے یا سوار اُس کی پیٹھ سے نیچے گر کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی کشتی میں سوار ہونے والے ایسے ہیں کشتی ان کے ساتھ ٹوٹ گئی تو سب غرق ہو گئے۔ جب سوار ہونا ایک خطرناک اَمر اور ہلاکت کے اَسباب میں سے ہے تو ایسے وقت میں دِل اور زبان سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر اور اس کی طرف پلٹنے کو نہ بھولے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ سواری اس کے موت کے اسباب میں سے ہو اور وہ اس بات سے غافل ہو۔ حضرت سَیِّدُنا سلیمان بن یسار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ سفر میں تھے جب وہ سوار ہونے لگے تو انہوں نے سواری پر سوار ہونے کی یہ دعا پڑھی: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ(۱۳)﴾ تو ایک شخص جو ایک کمزور اور انتہائی لاغر اونٹنی پر سوار تھا کہنے لگا: "مجھے اپنی اس سواری پر قابو ہے۔" (یعنی مجھے کوئی دعا پڑھنے کی حاجت نہیں) تو اونٹنی نے اسے گرا دیا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔[1]

سفر پر روانہ ہوتے وقت کی دعا

حدیث نمبر: 972

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ: آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ.[2]

---

[1] ... تفسیر قرطبی، پ ۲۵، الزخرف، تحت الآیۃ: ۱۳، ۸/ ۵۰، الجزء السادس عشر ملخصاً۔

[2] ... مسلم، کتاب الحج، باب ما یقول اذا رکب الی سفر الحج وغیرہ، ص ۵۳۸، حدیث: ۳۲۷۵، بدون: والولد۔

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سفر پر جانے کے لیے سواری پر بیٹھ جاتے تو تین بار تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَر) کہتے پھر یہ کلمات ادا فرماتے: ”سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اِسے ہمارے قابو میں دیا اور ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے۔ بے شک ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی، تقویٰ اور تیرے پسندیدہ عمل پر توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارے اِس سفر کو ہم پر آسان کر دے اور مسافت کو لپیٹ دے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی سفر کا ساتھی اور اہل و عیال کا والی ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی مشقتوں سے، ناخوشگوار منظر سے اور مال اور اہل و عیال کی طرف بُری واپسی سے۔“ جب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سفر سے واپس لوٹتے تو یہی کلمات کہتے اور ساتھ میں ان کلمات کا اضافہ کرتے: ”آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ یعنی ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی ثنا کرنے والے ہیں۔“

جامع دعا:

❁ (تین بار تکبیر کہتے) چونکہ اونٹ وغیرہ بلند چیز پر سوار ہوتے وقت انسان کو اپنی بلندی نظر آتی ہے اس لیے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان موقعوں پر رب تعالیٰ کی کبریائی بیان فرماتے تھے۔ چنانچہ ٹیلہ پہاڑی پر چڑھتے وقت بھی تکبیر کہتے تھے یا اس تعجب پر تکبیر کہتے کہ رب تعالیٰ نے ایسے جانور کو ہمارے قبضہ میں کیسے کر دیا جب کہ مکھی، مچھر ہمارے قبضہ سے باہر ہیں۔ ❁ (سُبْحَانَ الَّذِیْ... اِلٰی قَوْلِهٖ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ) یہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اس میں ہم اپنے عجز، رب تعالیٰ کی رحمت کا اقرار کرتے ہیں کہ کہاں ہم جیسے ضعیف النسیان انسان اور کہاں یہ قوی جانور مگر رب تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ یہ ہمارے تابع فرمان ہیں، یہ ہماری بہادری نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ دیکھو ہرن، نیل، گائے بلکہ مکھی وغیرہ کسی طرح ہمارے قابو میں نہیں آتے حالانکہ وہ اونٹ و ہاتھی سے کہیں کمزور ہیں۔ پھر اپنے معاد کا بھی ذکر فرمایا کہ ہمارے یہ قبضے

قدر تیں رہنے والی نہیں۔ ہم ایک دن عاجز ہو کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوں گے ہمیں وہ وقت یاد ہے، ہم متکبر نہیں، زندگی کی سواری سے بھی ایک دن اترنا پڑے گا۔ ❁ جو کوئی خشکی کی سواری، ریل، موٹر، ہوائی جہاز، تانگہ وغیرہ پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لے تو اِنْ شَآءَ الله ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ ❁ (ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی، تقویٰ اور تیرے پسندیدہ عمل پر توفیق کا سوال کرتے ہیں) سفر میں کبھی ساتھیوں سے لڑائی بھی ہو جاتی ہے اور نیک اعمال میں کمی بھی۔ اس لیے رب تعالیٰ سے بِر یعنی بھلائی کی بھی توفیق مانگی اور پرہیز گاری کی بھی۔ تقویٰ سفر کا روحانی توشہ ہے، بِر سے مراد یا تو ساتھیوں سے اچھا سلوک ہے یا رب تعالیٰ کی عطا یا نیک اعمال اور تقویٰ سے مراد بد خلقی، لڑائی، جھگڑے اور بد عملیوں سے بچنا۔ ❁ (اس سفر کو ہم پر آسان کر دے) یعنی سفر میں ہم کو بدنی و روحانی راحتیں عطا فرما اور دراز سفر کو مختصر کر دے۔ جب رب چاہے تو طویل راستے کو چھوٹا کر دیتا ہے۔ فرشتے، جنات ہمارے دور نظر خیال کے لیے، نیز اَنبیا و اَولیا کے لیے دور دراز سفر بہت چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے سفر معراج میں کروڑوں میل آنا جانا طے کیے۔ اس دعا کی برکت سے اِنْ شَآءَ الله طویل سفر ہلکا بھی ہو جائے گا اور سفر کی تکلیف سے بھی امن رہے گی۔ ❁ (بُری واپسی سے) یعنی اس سفر میں نہ تو میں بُرائی کے ساتھ لوٹوں کہ گھر والے مجھے دیکھ کر گھبرا جائیں اور نہ ہی گھر والے کسی آفت میں مبتلا ہوں کہ میں واپسی پر انہیں دیکھ کر گھبرا جاؤں۔ بہت جامع دعا ہے اس میں چوری، ہلاکت و دیگر ناگہانی آفات سے پناہ مانگ لی گئی۔ [1]

مدنی گلدستہ

”نیکی“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بلندی پر چڑھتے وقت اَللهُ اَکْبَر کہنا سنت ہے۔

(2) ہمیشہ الله عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا اِقرار اور اپنے عجز کا اظہار کرتے رہنا چاہیے۔

(3) خشکی کی سواری، ریل، کار، موٹر سائیکل، ہوائی جہاز، تانگا وغیرہ پر سوار ہوتے وقت قرآن شریف

---

(1) ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۴۳، ۳۴۴ ملتقطاً۔

میں موجود سفر کی دعا پڑھ لینی چاہیے اِنْ شَآءَ اللہ ہر آفت سے حفاظت رہے گی۔

(4) تقویٰ اور پرہیز گاری سفر کا روحانی توشہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سفر پر روانہ ہوتے وقت سفر کی مسنون دعا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:973

وقتِ روانگی کن چیزوں سے پناہ مانگے؟

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ یَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْنِ وَدَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن سرجس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب سفر کے لیے نکلتے تو اِن چیزوں سے پناہ طلب کرتے سفر کی مشقتوں سے، بُری واپسی سے، بھلائی کے بعد بُرائی سے، مظلوم کی بد دعا سے اور گھر بار اور مال میں بُرائی دیکھنے سے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث میں اس بات کا ذِکر ہے کہ سفر پر روانہ ہوتے ہوئے کن کن چیزوں سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔ یہ کلمات بہت ہی جامع ہیں جو کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں سکھائے ہیں لہٰذا جب بھی سفر پر روانہ ہوں تو اس طرح دعا کر لینی چاہیے۔

سفر کی مشقت اور بُری واپسی سے پناہ:

سفر کی مشقت سے پناہ طلب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سفر کی مشقت ذِکر و فکر سے غافل کر دیتی ہے اور سفر کی شدت ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں خشوع و خضوع کے ساتھ حاضری کو مانع ہوتی ہے۔ بُری واپسی سے پناہ طلب کرنا یہ ہے کہ جب گھر لوٹوں تو کوئی نقصان دہ چیز نہ دیکھوں۔ اسی طرح جب سفر دنیا سے وطن آخرت کی طرف واپس جاؤں تو کوئی مصیبت نہ اٹھاؤں۔ اس دعا میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ

[1] ... مسلم، کتاب الحج، باب ما یقول اذا رکب الی سفر الحج وغیرہ، ص ۵۳۸، حدیث: ۱۳۴۲۔

ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ (پ۱۹، الشعراء: ۲۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ [1]

بھلائی کے بعد بُرائی سے پناہ:

حدیثِ پاک میں بھلائی کے بعد برائی سے پناہ مانگی گئی ہے یعنی زیادتی کے بعد نقصان، اصلاح کے بعد فساد، جمع ہونے کے بعد بکھرنا، جماعت میں ہونے کے بعد الگ ہو جانا، آرام کے بعد تکلیف، بھلائی کے بعد بُرائی، ثابت قدمی کے بعد بدل جانا ان سب سے تیری پناہ۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ترقی کے بعد تنزلی، توبہ کے بعد گناہ، ذکر کے بعد غفلت اور حاضری کے بعد غائب ہو جانا ان سب سے پناہ۔ [2]

مظلوم کی بددعا سے پناہ:

حدیث شریف میں مظلوم کی بددعا سے بچنے کا کہا گیا ہے چونکہ سفر میں ساتھیوں سے جھگڑے بھی ہو جاتے ہیں، خصوصاً عرب میں پانی پر اور کبھی ان جھگڑوں میں ظلم بھی ہو جاتا ہے اس لیے سفر کے موقع پر مظلوم کی بددعا سے خصوصیت سے پناہ مانگی گئی، مظلوم کی بددعا اور قبولیت کے درمیان حجاب نہیں۔ [3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مظلوم کی بددعا سے پناہ مانگنا در حقیقت ظلم سے پناہ مانگنا ہے یعنی ہم کسی پر ظلم نہ کریں تاکہ وہ مظلوم ہمارے خلاف بددعا نہ کرے۔“ [4]

مدنی گلدستہ

”رحمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) سفر پر نکلنے سے پہلے سفر کی مشقت اور بُری چیزوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

(2) سفر میں اپنے ساتھیوں کا خیال رکھنا چاہیے ہم سے کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے۔

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۵/ ۲۷۴، تحت الحدیث: ۲۴۲۱ ملخصا، مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۴۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۵/ ۲۷۴، حدیث: ۲۴۲۱ ملخصا، مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۴۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۴۔

4 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۲/ ۲۹۰۔

(3) سفر میں اپنے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہیے اور اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

(4) مظلوم کی بد دعا سے بچنا چاہیے یعنی اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم سے کسی پر ظلم نہ ہو جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سفر کی مشقتوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے ہر سفر کو آسان بنائے اور خاص طور پر سفر آخرت ہمارے لیے آسان فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:974

رب کو خوش کرنے والے کلمات

عَنْ عَلِیِّ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ: شَھِدْتُ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اُتِیَ بِدَابَّۃٍ لِیَرْکَبَھَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَہٗ فِی الرِّکَابِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰہِ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی ظَھْرِھَا قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ قَالَ: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰہُ اَکْبَرُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِکَ فَقِیْلَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِکْتَ؟ قَالَ: رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَ کَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِکَ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِکْتَ؟ قَالَ: اِنَّ رَبَّکَ یَعْجَبُ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا قَالَ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَیْرِیْ۔ (1)

ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سَیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس سواری کے لیے ایک گھوڑا لایا گیا جب آپ نے اُس کی رکاب پر پاؤں رکھا تو فرمایا: "بِسْمِ اللّٰہِ" جب سواری کی پیٹھ پر سیدھے بیٹھ گئے تو فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" پھر یہ کہا: "سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اِسے ہمارے قابو میں دیا اور ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے۔ بے شک ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔" پھر تین بار "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہا پھر تین بار "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہا پھر یہ الفاظ کہے: "سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ یعنی پاک ہے تیری ذات بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تو

---

(1) ... ابو داود، کتاب الجہاد، باب ما یقول الرجل اذا رکب، ۳/ ۴۹، حدیث: ۲۶۰۲۔

مجھے بخش دے، بے شک تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔ پھر آپ ہنسے۔ آپ سے پوچھا گیا: اے امیر المؤمنین! آپ کس بات پر ہنسے؟ فرمایا: میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اسی طرح کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا۔ پھر جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکرائے تو میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کس وجہ سے مسکرائے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "تمہارا رب اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میرے گناہ بخش دے۔ ربّ فرماتا ہے: میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے کہ شیر خدا حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جب سواری پر بیٹھتے تو سفر کی دعا پڑھتے اور گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہمیں بھی چاہیے کہ سفر پر روانہ ہوتے وقت سفر کی دعا پڑھیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں کیونکہ جب بندہ رب تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے۔

قولی و فعلی سنت پر عمل:

❁ (تین بار "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہا) یہ حمد سواری ملنے کے شکریہ پر ہے یعنی خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری آسانی کے لیے ہم کو سواری بخشی، بہت لوگ مجبورًا پیدل سفر کرتے ہیں۔ ❁ (تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا) میری خطاؤں و گناہوں کے باوجود تو نے مجھے یہ سواری وغیرہ کی نعمتیں بخشیں تو مجھے امید ہے کہ تو اپنے کرم سے مجھے معافی بھی دے دے گا میں نے وہ ہی کیا جو گنہگار کرتے ہیں تو وہ ہی کر جو ستار و غفار کی شان ہے۔ ❁ (پھر آپ مسکرائے) یعنی مسکرائے ٹھٹھا نہ لگایا، مسکرانا اظہار خوشی کے لیے ہوتا ہے ٹھٹھا دل کی غفلت سے۔ اسی لیے حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسکراتے بہت تھے ٹھٹھا (یعنی قہقہہ) کبھی نہ لگاتے تھے۔ ❁ (میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اسی طرح کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا) یعنی میں قولی و عملی سنتوں پر عمل کر رہا ہوں۔ اس موقع پر یہ دعا مانگنا سنت قولی ہے اور اس وقت تبسم کرنا سنت عملی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حالات کی نقل کرتے تھے اسے ثواب سمجھتے تھے اور یہ بھی پتہ لگا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی ہر سنت پر عمل کرنا باعث ثواب ہے حتّٰی کہ ہنسنا اور رونا بھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی موافقت میں ہنس رہا ہوں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رب تعالیٰ کی موافقت میں تبسم فرمایا تھا تو یہ عمل سنتِ رسول بھی ہے اور سنتِ الٰہیہ بھی۔ رب تعالیٰ تعجب کرنے، ہنسنے سے پاک ہے اس لیے وہاں ان الفاظ کے معنے ہوتے ہیں خوش ہونا۔ رب تعالیٰ کی رضا و خوشی اس کی شان کے لائق ہے، ہماری رضا و خوشی ہماری حیثیت کے موافق ہے۔ ❁ (رب اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے) معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اس بندے سے بہت راضی و خوش ہوتا ہے جو اپنے کو بے کس و گنہگار جانے اور رب تعالیٰ کو قادِر و غفار جانے۔ یہ ہی حال بارگاہِ مصطفوی کا ہے کہ وہاں بھی بے کسی پر رحم بہت ہوتا ہے۔ شعر

دیکھی جو بے کسی تو انہیں رحم آگیا گھبرا کے ہوگئے وہ گنہگار کی طرف[1]

مدنی گلدستہ

"عبادت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جس کے پاس گاڑی پر سفر کرنے کی سہولت ہو یا اپنی گاڑی ہو اُسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں یہ نعمت عطا فرمائی جس کی بدولت ہمارا سفر آرام سے گزر جاتا ہے۔

(2) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیشہ مسکرایا کرتے تھے، قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قولی اور فعلی دونوں سنتوں پر عمل کرتے۔

(4) رب تعالیٰ تعجب کرنے اور ہنسنے سے پاک ہے۔

(5) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس بندے سے بہت خوش ہوتا ہے جو اُس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق سفر پر روانہ ہونے اور سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۱، ۴۲ ملتقطاً۔

باب نمبر:171

مُسافِر کا تکبیر و تسبیح کہنا

مسافر کا ٹیلے اور بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر اور وادی وغیرہ میں اترتے وقت تسبیح کہنے اور تکبیر و تسبیح میں آواز کو بہت زیادہ بلند کرنے کی ممانعت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حالت سفر ہو یا حالت اقامت، اپنی زبان کو ہر وقت ذِکر و دُرود تسبیح و تہلیل و تکبیر سے تر رکھنا سعادت کی بات ہے، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، کسی بلند مقام پر چڑھتے اور اس سے اترتے ہوئے زبان کو ذِکرِ خداوندی سے تر رکھنا چاہیے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر اور تسبیح سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اسی وجہ سے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حج و عمرہ کا سفر ہو یا جہاد ہو، بلند جگہ چڑھتے اور نیچے اترتے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح اور تکبیر کی تعلیم ارشاد فرمائی اور خود بھی اس پر عمل فرمایا نیز صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بھی اس طریقے کو اپنایا۔ زبان کو ذِکر و درود سے تر رکھنے کے دُنیوی و اُخروی بے شمار فوائد و برکات ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"بلندی وغیرہ پر چڑھتے ہوئے مسافر کا تکبیر اور وادی وغیرہ میں اترتے وقت تسبیح کہنے اور تکبیر و تسبیح میں آواز کو بلند کرنے کی ممانعت"** کے بیان میں ہے۔ اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 5 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:975

تکبیر اور تسبیح کہنا صحابہ کی سنت ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا اِذَا صَعِدْنَا کَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اَللہُ اَکْبَر کہتے اور نیچے اُترتے تو سُبْحَانَ اللہ کہتے۔

حدیث نمبر:976

تکبیر اور تسبیح کہنا رسولُ اللہ کی سنت ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجُیُوْشُہُ اِذَا عَلَوُا الثَّنَایَا کَبَّرُوْا وَاِذَا هَبَطُوْا سَبَّحُوْا. (2)

1 . . . بخاری، کتاب الجهاد، باب: ۱۳۲، ۲/ ۳۰۷، حدیث: ۲۹۹۳۔

2 . . . ابو داود، کتاب الجهاد، باب مایقول الرجل اذا سافر، ۳/ ۴۸، حدیث: ۲۵۹۹۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے لشکر کے لوگ بلندی پر چڑھتے وقت اَللہُ اَکْبَر کہتے اور جب اترتے تو سُبْحَانَ اللہ کہتے۔

تکبیر و تسبیح کہنے کی حکمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہنا اور نیچے اترتے ہوئے تسبیح کہنا حضور نبی رحمت شفیع اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔ مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان بلندی پر چڑھتے تکبیر اور نیچے اترتے تسبیح کہنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”(صحابۂ کرام) سفر میں جب کسی ٹیلے پر چڑھتے تھے تو اَللہُ اَکْبَر کہتے تھے کہ وہ ربّ کریم تمام اُونچوں سے بڑا ہے اور جب نشیبی زمین پر اترتے تھے تو سُبْحَانَ اللہ کہتے تھے کہ ربّ تعالیٰ نزول اور اُترنے سے پاک ہے کہ اس میں کمی و نقصان کا شائبہ ہے۔“[1] علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مسافر بلند جگہ پر چڑھے یا نیچی جگہ اُترے تو تہلیل و تسبیح پڑھے اس کا سفر حج و عمرہ کا ہو یا جہاد کا سفر ہو۔ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب مچھلی کے پیٹ میں پانی کے نیچے چلے گئے تو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کی اور فرمایا: ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ مچھلی کے پیٹ میں تسبیح نہ کہتے تو لوگوں کے مر کر اٹھنے تک وہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے تسبیح کی برکت سے اُن کو پانی کے اندھیروں سے نجات دی، اسی لئے سَیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جب نیچی جگہ اُترو تو تسبیح کہو تاکہ اُس وادی کی بلا سے محفوظ رہو۔“[2]

مدنی گلدستہ

”تکبیر“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر وقت اپنی زبان کو ذِکر و دُرود سے تر رکھنا چاہیے۔

(2) سیڑھیوں یا بلندی پر چڑھتے تکبیر اور نیچے اُترتے ہوئے تسبیح پڑھنا حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۵۵۔

2 ... تفہیم البخاری، ۴/ ۵۴۹۔

وَسَلَّم اور صحابہ کی سنت ہے۔

(3) ربِّ کریم تمام اُونچوں سے بڑا ہے اس لئے اونچے مقام پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہتے ہیں اور ربّ تعالیٰ نزول اور اترنے سے پاک ہے اس لئے نشیب کی طرف اترتے ہوئے تسبیح کہتے ہیں۔

(4) تسبیح کی برکت سے حضرت سَیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔

(5) کسی وادی میں اترتے ہوئے تسبیح کہنے والا اس وادی کی بلا سے محفوظ رہے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر اور نیچے اترتے ہوئے تسبیح کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!   صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:977

اُونچے مقام پر چڑھنے کی دعا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَفَلَ مِنَ الحَجِّ اَوِ الْعُمْرَۃِ کُلَّمَا اَوْفٰی عَلٰی ثَنِیَّۃٍ اَوْ فَدْفَدٍ کَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: اِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُیُوْشِ اَوِ السَّرَایَا اَوِ الحَجِّ اَوِ الْعُمْرَۃِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جہاد، حج یا عمرہ سے لوٹتے وقت جب کسی گھاٹی یا سخت اونچی زمین پر چڑھتے تو تین بار اَللہُ اَکْبَر کہتے پھر یہ کلمات کہتے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے، اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم

---

1 . . . بخاری، کتاب العمرۃ، باب مایقول اذا رجع من الحج او العمرۃ او الغزو، ۱ / ۵۹۳، حدیث: ۱۷۹۷ بتغیر۔

2 . . . مسلم، کتاب الحج، باب ما یقول اذا قفل من سفر الحج وغیرہ، ص ۵۳۹، حدیث: ۳۲۷۸۔

لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے ربّ کی تعریف کرنے والے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اکیلے ہی تمام جماعتوں کو بھگا دیا۔ مسلم کی روایت میں ہے: "جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چھوٹے اور بڑے لشکروں یا حج اور عمرہ سے واپس تشریف لاتے تو یہ کلمات فرماتے۔"

نعمتِ الٰہی کا اِقرار اور شکر:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مذکورہ حدیث پاک سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حج اور جہاد سے لوٹنے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد، اس کی نعمت کا اقرار اور اس کے سامنے عاجزی کرنی چاہیے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے حج کے تمام ارکان اور عبادات کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی اور دشمن کو شکست دینے میں اس کی مدد فرمائی اور صحت اور سلامتی کے ساتھ اس کو وطن واپس لوٹایا۔ اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو جو دوسری نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر اس کی حمد کرنی چاہیے اور اس کا شکر بجالانا چاہیے کیونکہ جب بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توحید کا اقرار، اس کی ربوبیت کا اعتراف اور اس کی نعمتوں پر اس کی حمد اور اس کا شکر بجالاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے سے راضی ہوتا ہے۔ اس حدیث میں دعا کے جو عربی کے بعض کلمات ہیں وہ ہم قافیہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا میں ہم قافیہ کلمات لانے سے جو منع فرمایا ہے تو اس منع کرنے سے مراد یہ نہیں کہ یہ حرام ہے بلکہ اس لئے منع فرمایا ہے تاکہ بندے کی توجہ الفاظ کے بنانے اور سنوارنے میں نہ رہے بلکہ وہ اخلاص اور دلجمعی کے ساتھ اپنی دعا میں خوب کوشش کرے۔ [1]

خدا کی تین نعمتوں کا ذِکر:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اس (حدیث پاک) میں خدا کی تین نعمتوں کا ذِکر ہے: ایک اسلام کے غلبے کا وعدہ فرمانا اور اسے پورا کر دینا۔

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الحج، باب ما یقول اذا رجع من الحج او العمرۃ او الغزو، ۳ / ۵۰ ملخصاً۔

دوسرے اپنے بندۂ خاص حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ظاہری مدد صحابہ کے ذریعہ اور باطنی مدد ہواؤں اور فرشتوں کے ذریعہ فرمانا اور تیسرے غزوۂ اَحزاب جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں اس میں کفار کے لشکر جرّار کو تیز ہوا سے بھگا دینا۔"(1) ورنہ مسلمان اس وقت بچ نہ سکتے تھے کیونکہ اس وقت ظاہری حالات مسلمانوں کے خلاف تھے کہ بارہ ہزار کفار کا لشکر مدینہ منورہ پر باہر سے حملہ آور ہوا تھا اور ادھر خود مدینہ کے یہود نے عہد شکنی کرکے مسلمانوں کو فنا کرنے کی ٹھان لی تھی، اندیشہ تھا کہ اس موقع پر مسلمان ان بیرونی اور اندرونی دشمنوں میں پھنس جاتے اور ہو سکتا ہے کہ احزاب سے مراد کفار کی ساری جماعتیں ہوں۔

مدنی گلدستہ

"تسبیح" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بلند مقام پر چڑھتے ہوئے تین بار تکبیر کہنا سنت ہے۔

(2) حج یا جہاد وغیرہ سے لوٹتے ہوئے حمد و شکر بجالانا چاہیے۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا اقرار اور اس کے سامنے عاجزی کرنی چاہیے۔

(4) دعا میں ہم قافیہ کلمات بھی لاسکتے ہیں جبکہ اس کی خوبصورتی کی طرف نظر نہ ہو۔

(5) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ظاہری و باطنی مدد فرمائی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بلندی پر چڑھتے وقت دعا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

تقوٰی کی وصیت

حدیث نمبر:978

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِیْ قَالَ: عَلَیْكَ

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۶۔

بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں مجھے وصیت فرمایئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تقویٰ اختیار کرو اور بلند جگہ پر چڑھتے وقت تکبیر کہو۔" جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا: "الٰہی! اس کے لئے سفر کی دوری کو لپیٹ دے اور اس کا سفر آسان کر دے۔"

وصیت کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "وصیت اگرچہ مرتے وقت کے کلام کو کہتے ہیں جس کا تعلق بعد موت سے ہو مگر کبھی تاکیدی حکم کو بھی وصیت کہہ دیتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ﴾ (پ۴، النساء: ۱۱) (ترجمۂ کنز الایمان: "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں۔") اور کسی آخری حکم کو بھی۔ یہاں دونوں معنیٰ بن سکتے ہیں یعنی مجھے تاکیدی نصیحت فرمادیں یا آخری نصیحت فرمادیں کیوں کہ اب میں بارگاہِ عالی سے رخصت ہو رہا ہوں نہ معلوم اب حاضری میسر ہو یا نہ ہو۔"[2]

دل و زبان دونوں کا انتظام:

مذکورہ حدیث میں حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تقویٰ اختیار کرو اور بلند مقام پر چڑھتے وقت تکبیر کہو "یعنی ہر جگہ ہر حال میں خوفِ خدا دل میں رکھو کہ یہ تمام نیکیوں اور گناہوں سے بچنے کی اصل ہے اور دورانِ سفر میں جب کسی ٹیلہ یا پہاڑی پر چڑھو تو اَللّٰهُ اَكْبَرْ کہہ لو، غرض دل و زبان دونوں کا انتظام فرمادیا۔"[3] حدیثِ بالا میں ہے کہ (جب وہ شخص چلا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: الٰہی! اس کے لئے سفر کی دوری لپیٹ دے اور اس کا سفر آسان کر دے۔) یعنی "اس طرح کہ دراز سفر اسے مختصر معلوم ہو یا واقعی بڑی مسافت اس کے لیے چھوٹی ہو جائے۔ کرامات اولیا معجزات انبیا سے یہ بھی ہے کہ

---

1 ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۴۷، ۵/۲۷۸، حدیث: ۳۴۵۶۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۴/۴۵۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۴/۴۵۔

ان کے لیے زمین لپٹ جاتی ہے قرآن کریم فرمارہا ہے کہ حضرت آصف برخیا تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے شام میں لے آئے کہ گئے بھی لوٹ بھی آئے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"مدینہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) سفر پر جاتے ہوئے کسی بڑے سے نصیحت کی درخواست کرنی چاہیے۔

(2) جس سے نصیحت کی درخواست کی جائے وہ اچھی نصیحت کرے۔

(3) نصیحت کرنے والے کو چاہیے کہ سفر پر جانے والے کو تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرے اور اسے خیر وعافیت وغیرہ کی دعا دے۔

(4) خوفِ خدا تمام نیکیوں اور گناہوں سے بچنے کی اصل ہے۔

(5) انبیا اور اولیا کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سفر وحضر دونوں میں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:979

بلندی پر چڑھتے ہوئے تہلیل وتکبیر کہنا

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَکُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰی وَادٍ هَلَّلْنَا وَکَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّهُ مَعَکُمْ اِنَّهُ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ.[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۵۔

2 ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب مایکره من رفع الصوت فی التکبیر، ۲/ ۳۰۷، حدیث: ۲۹۹۲۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے۔ ہم جب کسی وادی کے اوپر چڑھتے تو ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' اور ''اَللّٰہُ اَکْبَر'' کہتے، ہماری آوازیں اونچی ہو گئیں تو حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں سے نرمی برتو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ جسے پکار رہے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ سننے والا اور قریب ہے۔

اونچی آواز سے تکبیر کہنا:

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے خیبر پر بہت خفیہ طریقہ سے حملہ کیا تھا جیسا کہ حدیث میں آیا مسلمان مجاہد ان کی آبادی میں پہنچ چکے تھے اور انہیں معلوم نہیں ہوا حتّٰی کہ وہ اپنے کام کاج کے لئے اپنے گھروں سے باہر آگئے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بلند آواز سے تکبیر کہنا مصلحت کے خلاف ہو کہ دشمن کے کان کھڑے ہو جائیں گے تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے۔ خود حضور نے تکبیر پڑھی ہے نیز تکبیر سے فوج میں جوش و خروش اور ہمت و جرأت میں اضافہ ہوتا ہے اور دشمن پر رُعب پڑتا ہے نیز تکبیر باعث رحمت و برکت ہے لہٰذا اس نیت سے تکبیر کہنا مستحسن ہے۔[1]

ذِکر بالجہر منع نہیں:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اس نعرہ تکبیر سے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا منع فرمانا اس لیے نہ تھا کہ ذِکر بالجہر منع ہے بلکہ اس لیے تھا کہ صحابہ پر سفر کرتے ہوئے یہ نعرے تکلیف کا باعث تھے اسی لیے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو ورنہ بہت سے موقع پر صحابہ کرام بلکہ خود حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خوب بلند آواز سے ذِکرِ الٰہی کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وعظ کے دوران نعرۂ تکبیر لگاتے تھے۔ (اے لوگو! اپنی جانوں سے نرمی برتو تم کسی بہرے

---

1 ... فیوض الباری، ۱۲/ ۴۰۶۔

اور غائب کو نہیں پکار رہے۔) یہاں ذِکر بالجہر مفید نہیں، رب تعالیٰ تو آہستہ ذِکر بھی سنتا ہے بلکہ تمہیں نقصان دہ ہے کہ تم اس وقت ذِکر سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہو جائے گا اس لیے آہستہ ذِکر کرو۔ ذِکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے، شیطان کو بھگانے، درو دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کے لیے ہوتا ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اونچی آواز سے تکبیر کہنا بالکل جائز ہے البتہ جہاں مصلحت کا تقاضا ہو وہاں آہستہ آواز سے کہی جائے۔

(2) تکبیر سے فوج میں جوش و خروش اور ہمت و جرأت میں اضافہ ہوتا ہے اور دشمن پر رُعب پڑتا ہے۔

(3) تکبیر باعث رحمت و برکت ہے اور اچھی نیت سے تکبیر کہنا مستحسن ہے۔

(4) ذِکر بالجہر (اونچی آواز سے ذکر کرنا) جائز ہے اور صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ذِکر بالجہر فرمایا ہے۔

(5) جماعت سے نماز ادا کرنے کے بعد بھی ذِکر بالجہر کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

(6) دورانِ وعظ نعرہ تکبیر بلند کرنا صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی سنت ہے۔

(7) ذِکر بالجہر اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے، شیطان کو بھگانے، درو دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کے لیے ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں ہر حال میں تسبیح و تکبیر کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۴۱ ملتقطاً۔

باب نمبر:172

سفر میں دعا مُسْتَحَب ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دعا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرنے، اس کا قرب حاصل کرنے اور اس کے فضل وانعام کا مستحق ہونے نیز اس کی بخشش ومغفرت کا پروانہ حاصل کرنے کا نہایت آسان اور مجرب ذریعہ ہے۔ سفر ہو یا حضر ہمیں کسی حال میں بھی دعا ترک نہیں کرنی چاہیے بالخصوص سفر میں تو اپنے اور اپنے مسلمان بھائی کے لئے اچھی اچھی دعائیں کرنی چاہئیں کہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے۔ سُبْحٰنَ الله! اُن اسلامی بھائیوں کی کیا بات ہے جو تین دِن، بارہ دِن اور تیس دِن کے مدنی قافلوں میں سفر کر کے راہِ خدا کے مسافر بنتے ہیں اور اس سفر میں اپنے، اپنے متعلقین اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے خوب خوب دعائیں کرتے ہیں۔ کثیر اسلامی بھائیوں کی مدنی قافلے میں سفر کی برکت سے دعائیں قبول اور پریشانیاں دور ہوئی ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"سفر میں دُعا کے اِستحباب"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:980

تین مقبول دعائیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِیهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تین دعائیں مقبول ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: (1) مظلوم کی دعا (2) مسافر کی دعا اور (3) بیٹے کے خلاف باپ کی دعا۔"

تین مقبول دُعاؤں کی وضاحت:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہاں

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی دعوۃ الوالدین، ۳/ ۳۲۲، حدیث: ۱۹۱۲۔

تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنی یہ تین دعائیں بذاتِ خود قابلِ قبول ہیں اور اپنے فاعلوں کی برکت سے بھی لائق قبول۔ اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بددعا بھی، والد سے مراد ماں باپ دونوں ہیں دادا بھی اس میں داخل ہے کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے، ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ مسافر کی بحالت سفر تمام دعائیں ہی قبول ہیں مگر اپنے محسن کے لیے دعا اور اپنے ستانے والے پر بددعا بہت قبول ہے۔ اسی طرح مظلوم کی بددعا قبول مگر ستانے والے کے لیے بددعا اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لیے دعا بہت قبول ہے۔[1] دلیل الفالحین میں ہے: "مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس کا سفر جائز ہو اور مطلوب ہو یعنی بے مقصد اور فضول نہ ہو تو ایسے مسافر کی دعا واپس لوٹنے تک قبول ہے۔ بیٹا باپ پر ظلم کرے یا اس کی نافرمانی کرے تو ایسے بیٹے کے حق میں باپ کی بددعا قبول ہے۔"[2]

کیا والدین کی ہر بددعا قبول ہے؟

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بیشک میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ کسی پیارے کی پیارے پر بددعا قبول نہ فرمائے۔"[3] علامہ شمس الدین سخاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کے تحت فرماتے ہیں: صحیح احادیث سے ثابت کہ اولاد پر ماں باپ کی بددعا رَدّ نہیں ہوتی تو اس حدیث کو اُن احادیث سے تطبیق دینی چاہیے۔[4] چنانچہ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "بددعا دو طور پر ہوتی ہے: ❁ **ایک** یہ کہ داعی (یعنی دعا کرنے والے) کا قلب حقیقۃً اس کا یہ ضرر (نقصان) نہیں چاہتا، یہاں تک کہ اگر واقع ہو تو خود سخت صدمے میں گرفتار ہو جیسے: ماں باپ غصے میں اپنی اولاد کو کوس لیتے ہیں مگر دل سے اس کا مرنا یا تباہ ہونا نہیں چاہتے اور اگر ایسا ہو تو اس پر ان سے زیادہ بے چین ہونے والا کوئی نہ

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۰۱ ملتقطاً۔
2. ... دلیل الفالحین، کتاب آداب السفر، باب استحباب الدعاء فی السفر، ۳/۲۶۸، تحت الحدیث: ۹۷۸ ملتقطاً۔
3. ... مسند الفردوس، باب الالف، ذکر اخبار جاءت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مناقبہ، ۱/۲۵، حدیث: ۱۸۲۔
4. ... المقاصد الحسنۃ، حرف الدال المھملۃ، ص ۲۲۱، تحت الحدیث: ۴۸۷۔

ہو گا۔ دیلمی کی حدیث میں اسی قسم بد دعا کیلئے وارد کہ حضور رَءُوْفٌ رَّحِیْم رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کا مقبول نہ ہونا اللہ تعالیٰ سے مانگا۔ نظیر اس کی وہ حدیث صحیح ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عرض کی: الٰہی! میں بشر ہوں، بشر کی طرح غضب فرماتا ہوں تو جسے میں لعنت کروں یا بد دعا دوں، اُسے تُو اُس کے حق میں کفارہ واَجر وباعثِ طہارت کر۔ ۞ **دوسرے** اس کے خلاف کہ داعی کا دل حقیقتاً اس سے بیزار اور اُس کے اس ضرر کا خواستگار (امیدوار) ہے اور یہ بات ماں باپ کو مَعَاذَ اللہ اسی وقت ہوگی جب اولاد اپنی شقاوت سے عقوق کو (یعنی نافرمانی وسرکشی کو) اس درجۂ حد سے گزار دے کہ ان کا دل واقعی اس کی طرف سے سیاہ ہو جائے اور اصلاً محبت نام کو نہ رہے بلکہ عداوت آجائے۔ ماں باپ کی ایسی ہی بد دعا کے لیے فرماتے ہیں کہ رَدّ نہیں ہوتی۔ (1)

مدنی گلدستہ

”دعا“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور بیٹے کے خلاف باپ کی دعا رد نہیں ہوتی۔

(2) مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس کا سفر جائز اور مطلوب ہو یعنی بے مقصد اور فضول نہ ہو تو ایسے مسافر کی دعا واپس لوٹنے تک قبول ہے۔

(3) بیٹا باپ پر ظلم کرے یا اس کی نافرمانی کرے تو ایسے بیٹے کے حق میں باپ کی بد دعا قبول ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں ان لوگوں کی دعا سے بہرہ مند فرمائے جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور ان لوگوں کی بد دعا سے بچائے جن کی دعا رد نہیں ہوتی۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

(1) ... فضائل دعا، ص ۲۱۴۔

باب نمبر:173 سفر میں لوگوں وغیرہ سے خوف ہو تو کیا دعا مانگے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہا گیا ہے، کیونکہ سفر چاہے جتنا بھی پر سکون ہو اُس میں طرح طرح کے مسائل اور پریشانیاں درپیش ہوتی ہی رہتی ہیں اور مختلف قسم کے خطرات بھی لاحق ہوتے ہیں۔ مسافر اگر اکیلا ہو تو اسے اپنی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے سامان کی فکر لاحق رہتی ہے کہ کہیں چور ڈاکو وغیرہ اس کا سامان نہ لوٹ لیں۔ اگر گھر والوں بیوی بچوں کے ساتھ ہو تو اُن کے سامان اور خود اُن کی حفاظت کی بھی فکر لگی رہتی ہے کہ انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ بعض اوقات حالات کی خرابی، یا سواری میں کسی خرابی کے پیشِ نظر یا دیگر لوگوں (جیسے چور، ڈاکو، راہزنوں) سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جان ومال کی فکر بھی لاحق ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ بندہ دِینی ودُنیوی ہر طرح کی احتیاطی تدابیر اختیار کرے۔ وہ کوئی ایسا عمل کرے جس کے سبب اُسے اِس خوف سے امان حاصل ہو جائے، وہ اور اس کے گھر والے اپنے سفر کو پر سکون طریقے سے مکمل کرلیں۔ اِسلام نے جہاں زندگی کے مختلف شعبوں میں راہنمائی فرمائی ہے وہیں اس سلسلے میں بھی بھرپور راہنمائی فرمائی ہے کہ سفر میں لوگوں سے جان ومال کا خوف ہو تو کونسی دعا پڑھی جائے؟ کونسا ایسا وظیفہ پڑھا جائے جس سے جان ومال کا تحفظ کیا جاسکے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اِس بات کے بیان میں ہے کہ **”سفر میں لوگوں وغیرہ سے خوف ہو تو کیا دعا مانگے؟“** اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:981 خوف کے وقت پڑھی جانے والی دعا

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَافَ قَوْماً قَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہ

[1] ... ابو داود، کتاب الوتر، باب ما یقول الرجل اذا خاف قوما، ۲/ ۱۲۷، حدیث: ۱۵۳۷۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے تو بارگاہِ ربُّ العزت میں یوں دعا فرماتے: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم اُن کے مقابل تجھے کرتے ہیں اور اُن کے شر سے تیری پناہ لیتے ہیں۔''

خطرہ محسوس کرنے سے مراد:

'' حضور نبی کریم رءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے'' اس کی شرح کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے۔ خیال رہے کہ خوف بہت طرح کا ہے خوفِ اطاعت وبندگی صرف ربّ تعالٰی کا ہی ہونا چاہیے اور خوفِ نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے اور خوف بمعنی خطرہ، تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہو سکتا ہے۔ موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو وادیٔ سینا میں سانپ سے خوف ہوا، آپ نے فرعونیوں سے خوف کیا، یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ کہ وہاں خوفِ اطاعت مراد اس ہی کی نفی ہے۔(1)

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: خوف وخطرہ کسی درندے سے ہو خواہ کسی اور چیز سے دونوں صورتوں میں یہ دعا پڑھ سکتے ہیں۔ اگرچہ حدیث مبارکہ میں یہ دعا لوگوں سے متعلق ہے مگر غیر کو بھی اس پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ دعا مسافر اور غیر مسافر دونوں کو شامل ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اسے سفر کے بیان میں اس لئے ذکر کیا ہے کہ سفر میں اکثر خوف لاحق رہتا ہے۔(2) (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم ان کے مقابل تجھے کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ لیتے ہیں) یعنی ہمارے اور دشمن کی شر کے درمیان تو آڑ ہو جاتا کہ ان کا شر ہم تک نہ پہنچ سکے۔(3)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۶۔

2 ... دلیل الفالحین، کتاب آداب السفر، باب مایدعو بہ اذا خاف ناسا او غیرھم، ۳/ ۴۹۴، تحت الباب۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۶۔

ہر بُرائی سے امان:

عَلّامَہ اِبْنُ الْجَزَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: دشمن وغیرہ سے خوف ہو تو سورۂ قریش پڑھنا ہر بُرائی سے اَمان اور مجرب ہے۔[1] مزید فرماتے ہیں: سفر میں جب مدد درکار ہو تو کہے: ''یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ''[2] اے **اللہ** کے بندو میری مدد کرو۔'' اِنْ شَآءَ اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی کہ بعض **اللہ** کے غیبی بندے اس پر مامور ہیں۔ معلوم ہوا کہ **اللہ** کے بندوں کو مدد کے لیے پکارنا بھی سنت ہے اور ان سے مدد لینا بھی سنت، یہ شرک نہیں۔[3]

مدنی گلدستہ

''کعبہ'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) خوفِ اطاعت و بندگی صرف ربّ تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے، خوفِ نفرت شیطان و دشمنوں سے اور خوف بمعنیٰ خطرہ ہر خطرناک چیز سے ہو سکتا ہے۔

(2) دشمن وغیرہ سے خوف ہو تو سورۂ قریش پڑھنا امان ہے۔

(3) سفر میں جب مدد درکار ہو تو کہے: یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ اِنْ شَآءَ اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غیبی بندوں کو مدد کے لئے پکارنا اور اُن سے مدد لینا سنت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سفر و حضر میں ہر طرح کے خوف سے امن عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . الحصن الحصین، ادعیۃ السفر، ص ۸۰۔

2 . . . الحصن الحصین، ادعیۃ السفر، ص ۸۲۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۷ ملتقطاً۔

باب نمبر:174

مسافر جب کہیں ٹھہرے تو کونسی دعا پڑھے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دینِ اسلام مسلمانوں کی دُنیوی واُخروی بھلائیوں کا ضامن ہے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے دنیا وآخرت میں بلاؤں اور آفتوں سے بچا جاسکتا ہے، اَورادووَظائف اور دعائیں بھی آفات وبلیّات سے بچنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ احادیثِ مبارکہ میں مختلف مواقع پر دشمنوں، مُوذی جانوروں، حشراتُ الارض، جِنّات، شیاطین اور دیگر مُضِر اَشیاء سے حفاظت کے لئے مختلف دعائیں پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مثلاً مسافر کو حکم دیا گیا کہ دورانِ سفر ظاہری حفاظتی انتظام کے ساتھ ساتھ مسنون دعاؤں کا بھی اہتمام کرے تاکہ ظاہری وباطنی ہر طرح کے دشمنوں سے حفاظت رہے اور اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچاسکے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اس بارے میں ہے کہ **"مسافر جب کہیں ٹھہرے تو کونسی دعا پڑھے؟"** اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:982

مخلوق کے شر سے بچنے کا وظیفہ

عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدتنا خولہ بنتِ حکیم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: "مسافر جب کہیں ٹھہرے اور یہ دعا پڑھ لے تو جب تک وہاں رہے گا اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچاسکے گی۔ (دعا یہ ہے:) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلماتِ تامّہ کے ساتھ اس کی مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔"

سفر میں مُوذی جانور اور حشراتُ الارض وغیرہ سے حفاظت:

اس حدیث میں دورانِ سفر دعا کے ذریعے مُوذی جانوروں، حشراتُ الْاَرض اور دیگر نقصان دینے والی

---

1 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعاء۔۔۔الخ، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وغیرہ، ص ١١١٤، حدیث: ٦٨٧٨۔

اَشیاء سے بچنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ فائدہ بھی بتایا گیا کہ اس دعا کی برکت سے مسافر کا جان و مال محفوظ رہتا ہے۔عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: جو بھی مسلمان حضورِ قلب اور پوری توجہ کے ساتھ یہ دعا پڑھے گا اسے مذکورہ فضیلت حاصل ہو گی۔اِس کے لئے مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات ہونا شرط نہیں۔[1]

دَلِیْلُ الْفَالِحِیْن میں ہے:"اس دعا کی برکت سے جہاں باطنی نقصان دہ چیزوں جیسے نفس و بُری خواہشات وغیرہ سے حفاظت رہتی ہے وہیں ظاہری نقصان دہ چیزوں جیسے شیاطین اور مُوذی جانوروں سے بھی حفاظت رہتی ہے۔"[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُ الْبَاقِی زُرْقَانِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:جو کسی ایسی جگہ ٹھہرے جہاں مُوذی جانوروں، درندوں یا حشرات الارض سے نقصان کا خوف ہو تو وہاں یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔اس دعا کا اثر اسی وقت ظاہر ہو گا جب دِلجمعی اور اِس یقین سے پڑھی جائے کہ اس دعا کا اثر ضرور ظاہر ہو گا کیونکہ یہ اُس نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالی ہے جو صادق و مصدوق ہیں۔اگر یہ دعا پڑھنے کے بعد بھی کسی کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو یہ پڑھنے والے کی عدمِ توجہ اور یقین میں کمی کا نتیجہ ہے۔ مذکورہ دعا سفر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کہیں بھی بیٹھتے، سوتے، ٹھہرتے وقت، سفر یا جہاد پر روانہ ہوتے وقت پڑھی جا سکتی ہے کہ ہر جگہ فائدہ مند ہے۔[3]

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: زمانۂ جاہلیت میں لوگ دورانِ سفر کہیں پڑاؤ کرتے تو جِنّوں کی پناہ لیتے ہوئے یوں کہا کرتے:"ہم اس وادی کے سب سے بڑے جن کی پناہ چاہتے ہیں۔" قرآنِ پاک میں ہے:﴿ وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًاۙ(۶) ﴾(پ ۲۹، الجن: ۶) (ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنّوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔) حدیثِ مذکور میں کسی جگہ

---

1 . . . التیسیر، حرف اللام، ۲/ ۳۰۲۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب آداب السفر، باب فیما یقول اذا نزل منزلا، ۳/ ۴۷۰، تحت الحدیث: ۹۸۰۔

3 . . . شرح الموطا للزرقانی، کتاب الاستئذان، باب ما یؤمر به من الکلام فی السفر، ۴/ ۵۲۹، تحت الحدیث: ۱۸۹۲۔

پڑاؤ کرنے میں مذکورہ کلمات کہنے میں زمانۂ جاہلیت کی باطل رسم کا رَدّ ہے اور حقیقتِ توحید کی طرف اشارہ بھی ہے کہ انسان بذاتِ خود نہ تو اپنے کسی نفع ونقصان کا مالک ہے، نہ موت وحیات کا، نہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا بلکہ ان سب چیزوں کا مالک ومختار صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

کلماتِ تامہ سے کیا مراد ہے؟

حدیث میں کلماتِ تامہ کا بیان ہے۔ان کلمات سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں ''مرقاۃ المفاتیح''میں ہے:ان کلمات سے مراد یا قرآن کریم ہے یا ساری آسمانی کُتب یا اسمائے الٰہیہ یا ربّ کا کلامِ نفسی یا اس کا علم یا اس کے فیصلے۔ تام سے مراد ہے نقصان وعیب سے پاک۔[2] مرآۃ المناجیح میں ہے:صوفیا فرماتے ہیں:کَلِمَاتُ اللہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں کیونکہ اُن کی ہر بات وحی الٰہی ہے۔ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کَلِمَۃُ اللہ ہیں۔ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کَلِیْمُ اللہ ہیں اور ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کَلِمَاتُ اللہ۔[3]

مخلوق کے شر سے پناہ:

حدیثِ مذکور میں مخلوق کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔**مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:(یہاں) مخلوق سے وہ مخلوق مراد ہے جس سے شر ہو سکے۔اس میں اپنا نفس بھی داخل ہے اور چیزیں بھی۔ کفارِ عرب سفر کی منزلوں میں اُترتے وقت کہتے تھے کہ ہم اس جنگل کے سردار کی پناہ لیتے ہیں یعنی جِنّات کی، اللہ کے محبوب (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے تو ہم کو اس کے عوض یہ دعا سکھائی۔ یہ دعا سفر وحضر میں ہمیشہ ہی صبح شام پڑھا کریں، زہریلی چیزوں سے محفوظ رہو گے، بہت مُجَرَّب ہے۔[4]

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۵/۲۷۶، تحت الحدیث:۲۴۲۲۔
2. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۵/۲۷۵، تحت الحدیث:۲۴۲۲۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۴/۳۵۔
4. ... مرآۃ المناجیح، ۴/۳۵۔

مدنی گلدستہ

"بغداد" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اَوراد ووظائف سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے انہیں دل کی حاضری اور یقینِ کامل کے ساتھ پڑھنا شرط ہے۔

(2) اوراد ووظائف پڑھنے کے بعد ان کا اثر ظاہر نہ ہونا یقین وتوجہ میں کمی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(3) جس طرح دشمنوں سے بچنے کے لئے ظاہری تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اسی طرح دعاؤں اور وظائف کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

(4) کفارِ عرب سفر کی منزلوں میں اُترتے وقت جنّات کی پناہ لیا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس رَسمِ باطل کارد کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ لینے کا حکم دیا کہ اسی کی پناہ سب سے مضبوط ومفید ہے اور اس کے حکم کے بغیر کسی کو پناہ دینے کی طاقت نہیں۔

(5) انسان بذاتِ خود نہ تو اپنے نفع ونقصان کا مالک ہے، نہ ہی موت وحیات کا، نہ مرنے کے بعد جی اٹھنے کا، یہ سب چیزیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہوتی ہیں وہی حقیقی مالک ومختار ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ مخلوق کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں مخلوق کے شر سے بچنے کی مسنون دعائیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:983

سفر میں رات کی دعا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَاَقْبَلَ اللَّیْلُ قَالَ: یَا اَرْضُ! رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللہُ اَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِیْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِیْكِ وَشَرِّ مَا یَدِبُّ عَلَیْكِ اَعُوْذُ بِاللہِ

مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَاَسْوَدٍ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ دورانِ سفر جب نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلم کو رات ہو جاتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ فرماتے: اے زمین! میرا اور تیرا ربّ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے، میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر سے اور ان کے شر سے جو تجھ میں ہیں اور ان چیزوں کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی گئیں اور ان چیزوں کے شر سے جو تجھ پر چلتی ہیں۔ میں شیر اور کالے سانپ کے شر سے اور عام سانپ و بچھو کے شر سے اور علاقہ کے مکینوں کے شر سے اور جنم دینے والے اور پیدا ہونے والوں کے شر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں۔

(امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) علامہ خطابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: سَاكِنُ الْبَلَدِ (علاقہ کے مکینوں) سے مراد وہ جِنّات ہیں جو زمین پر رہتے ہیں۔ بَلَد زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں حیوانات رہتے ہوں اگرچہ وہاں کوئی عمارت اور مکان نہ ہو۔ ممکن ہے وَالِد سے مراد ابلیس اور وَمَا وَلَدَ (پیدا ہونے والے) سے مراد شیاطین ہوں۔

زمین کو قوتِ سماعت عطا ہونا:

دلیل الفالحین میں ہے: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زمین سے فرمایا: اے زمین! میرا اور تیرا رَبّ ایک ہے اور جن کا رب ایک ہو انہیں ایک دوسرے کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔ زمین میں اگرچہ سننے کی قوت نہیں پھر بھی اسے مُخاطب کر کے کلام کیا گیا کیونکہ اللہ ربُّ العزت نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شرف کی وجہ سے زمین کو قوتِ سماعت عطا فرما دی تھی یا پھر یہاں زمین کو عُقلاء کے مرتبے پر اتار کر کلام کیا گیا۔ [2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

1 . . . ابو داود، کتاب الجهاد، باب ما یقول الرجل اذا نزل المنزل، ۳/ ۵۰، حدیث: ۲۶۰۳۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب آداب السفر، باب فیما یقول اذا نزل منزلا، ۳/ ۴۷۰، تحت الحدیث: ۹۸۱۔

زمین و آسمان کا اِطاعت کرنا:

مرآۃ المناجیح میں ہے: حق یہ ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے تمام شجر و حجر کلام بھی کرتے ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ندا و کلام بھی سنتے ہیں۔ لہٰذا حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمین کو یہ خطاب فرمانا حقیقت پر مبنی ہے۔ ربّ تعالیٰ نے زمین و آسمان سے یوں خطاب فرمایا: ﴿یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ﴾ (پ۱۲، ھود: ۴۴) اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! اپنا پانی روک لے۔ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نائبِ جنابِ کبریا ہیں، زمین و آسمان حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام سنتے اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ﴾ (پ۲۳، ص: ۳۶) ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے مُسَخَّر و تابع کر دیا کہ ہوا آپ کے حکم سے چلتی تھی۔ (1)

زمین سے متعلق شر:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: زمین کے شر سے مراد وہ شر ہے جو اس سے مُتَّصِل ہو جیسے گہرے گڑھے میں گر جانا یا کسی بلند جگہ سے لڑھک جانا وغیرہ۔ زمین کے اندرونی شر سے مراد مُوذِی اشیا کا شر ہے۔ زمین میں پیدا کی ہوئی چیزوں کے شر سے مراد پہاڑوں، ٹیلوں، درختوں، کھائیوں وغیرہ کا شر ہے کہ ان سے بھی انسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ زمین پر چلنے والوں کے شر سے مراد حشرات الارض کا شر ہے۔ اَسْوَد اسم جنس ہے اس سے مراد بڑا سیاہ سانپ ہے۔ الفاظِ حدیث کے عموم میں سانپ و بچھو بھی شامل تھے مگر یہ زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں اس لئے انہیں علیحدہ ذکر کیا گیا۔ (2)

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: زمین کے شر سے مراد زلزلہ، دھنسنا، گر جانا راستہ بھول جانا وغیرہ ہیں اور زمین کے اندرونی شر سے مراد سیلاب، سخت گرمی، سخت ٹھنڈک وغیرہ ہے۔ زمین کی مخلوقات کا شر اندرونی کیڑے مکوڑے وغیرہ ہیں کہ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۵۔

2 ... دلیل الفالحین، کتاب آداب السفر، باب فیما یقول اذا نزل منزلا، ۳/ ۴۷۰، ۴۷۱، تحت الحدیث: ۹۸۱ ملخصا۔

سفر میں انہی کی وجہ سے حادثات زیادہ پیش آتے ہیں۔[1]

مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دورانِ سفر جب رات ہو جاتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زمین اور اس کے اندرونی و بیرونی شر سے حفاظت کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے ہواؤں کو مُسَخَّر و تابع کر دیا تھا۔

(3) زلزلہ، زمین میں دھنسنا، گر جانا راستہ بھول جانا یہ سب زمین کے بیرونی شر ہیں، ان سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔

(4) حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نائبِ جنابِ کبریا ہیں، زمین و آسمان حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام سنتے اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔

(5) تمام شجر و حجر بھی ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کلام کرتے اور آپ کی نِدا و کلام سنتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ زمین کے اندرونی اور بیرونی شر سے ہماری حفاظت فرمائے اور اس سے بچنے کی دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۴/۴۰۵ ملخصاً۔

باب نمبر: 175

مُسافر کے گھر لوٹ آنے کا بیان

حاجت پوری ہونے کے بعد اپنے گھر والوں کی طرف جلدی لوٹ آنے کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہا گیا ہے کیونکہ سفر میں انسان کئی سہولتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور کئی طرح کی پریشانیاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ سفر میں نہ کھانا پینا معمول کے مطابق ہوتا ہے نہ آرام، جمعہ و جماعت میں حاضری بھی دشوار ہو جاتی ہے اور سردی گرمی کی شدت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے کام جو اِقامت کے دوران ہماری موجودگی پر موقوف ہوتے ہیں سفر کی وجہ سے مُعطل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ جیسے ہی سفر کا مقصد پورا ہو مسافر فوراً اپنے گھر لوٹ آئے تاکہ اسے ذہنی و جسمانی سکون مُیَسَّر ہو، جمعہ و جماعت کی سعادت نصیب ہو اور جو حقوق اس کے ذمہ تھے انہیں وہ بخوبی نبھا سکے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اس بارے میں ہے کہ **"سفر کا مقصد پورا ہوتے ہی مسافر کو اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ آنا مستحب ہے۔"** اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر: 984

سفر کی دشواریاں

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، یہ تم میں سے کسی کو کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے پس جب تم میں سے کوئی اپنے سفر کے مقصد کو پورا کر لے تو جلد ہی اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ آئے۔"

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

(1) ۔۔۔ بخاری، کتاب العمرۃ، باب السفر قطعۃ من العذاب، ۱/ ۵۹۵، حدیث: ۱۸۰۴ بتغیر۔

سفر عذاب کا ٹکڑا ہے:

فیض القدیر میں ہے: سفر عذاب کا ٹکڑا ہے کیونکہ دورانِ سفر عموماً مسافر کو بے آرامی، سردی گرمی، آندھی وطوفان، جان ومال کا خوف، کھانے پینے میں کمی اور اہل واَحباب سے دوری جیسی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ دورانِ سفر ضروریات زندگی بالکل معطّل نہیں ہوتیں مگر ان میں کمی ضرور ہو جاتی ہے۔ اسی لئے مسافر کو حکم ہے کہ جب سفر کا مقصد پورا ہو جائے فوراً گھر لوٹ آئے تاکہ جمعہ وجماعت کی پابندی ہو اور وہ حقوقِ واجبہ جو اس کی غیر موجودگی میں ادا نہ ہو سکتے تھے ادا ہو سکیں۔ امام الحرمین عبد الملک بن عبداللہ جُوَینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے پوچھا گیا کہ سفر کو عذاب کا ٹکڑا کیوں کہا گیا؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فوراً جواب دیا: ”اَحباب سے دوری کی وجہ سے۔“[1]

مدینہ تو آخر مدینہ ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہاں عذاب سے مراد تکلیف دہ ہے نہ کہ سزا کیونکہ بعض سفر تو ثواب ہیں جیسے سفر جہاد، سفر حج، سفر طلبِ علم وغیرہ مگر یہ سارے سفر تکلیف دہ ضرور ہیں۔ عموماً سفر میں انسان وقت پر کھانا، وقت پر سونا، وقت پر باجماعت نماز گھر کی طرح نہیں کر سکتا۔ (اس لئے حکم دیا گیا کہ) جس مقصد کے لیے گیا تھا وہ پورا ہو جائے (تو فوراً گھر لوٹ آئے) تاکہ نماز کی جماعتیں، حقوق کی ادائیگی اچھی طرح سے ہو سکے۔ بعض علمائے کرام (رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام) نے فرمایا کہ دنیاوی سفروں کے لیے یہ فرمان ہے (کہ سفر سے جلد گھر لوٹ آئے، مگر) سفر حج وسفر جہاد وغیرہ کا یہ حکم نہیں۔ مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں جتنی حاضری نصیب ہو جائے بہتر ہے۔ مدینہ تو آخر مدینہ ہے، وہ تو ہر مومن کا دیس ہے پردیس ہے ہی نہیں، جیسا سکونِ قلب اداءِ عبادات میں وہاں مُیَسَّر ہوتا ہے گھر میں مُیَسَّر نہیں ہوتا۔[2] اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سفر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ”سفر اگر ضرورت کی وجہ سے ہو تو بقدرِ ضرورت ہو گا اس کی کوئی حد مقرر

---

1 ... فیض القدیر، حرف السین، ۴/۱۸۵، تحت الحدیث: ۴۸۱۰ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۸۸ ملتقطاً۔

نہیں۔ تحقیق حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ضرورت پوری ہو جانے کے بعد جلدی واپسی کا حکم دیا ہے اور (حدیث میں ہے) سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک کو اس کے کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی اپنی حاجت پوری کرلے تو جلدی گھر لوٹے۔ لیکن اگر سفر بلا ضرورت ہو اور بیوی کو ساتھ نہ لے کر جائے تو چار ماہ سے زیادہ سفر میں نہ ٹھہرے۔ امیر المومنین عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسی کا حکم فرمایا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"مدینہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) سفر عذاب کا ٹکڑا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کو کئی طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(2) دورانِ سفر عموماً مسافر کو بے آرامی، سردی گرمی، آندھی و طوفان، جان و مال کا خوف، کھانے پینے میں کمی اور اہل و اَحباب سے دوری جیسی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(3) مسافر کے لئے مستحب ہے کہ جیسے ہی سفر کا مقصد پورا ہو فوراً وطن لوٹ آئے۔

(4) سفر سے واپسی پر یہ نیت بھی کرلی جائے کہ جو حقوق میرے ذمہ ہیں جاکر انہیں ادا کروں گا جمعہ و جماعت کی سعادت حاصل کروں گا۔

(5) مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا ہر مؤمن کا دیس ہے، جیسا سکونِ قلب ادائے عبادات میں وہاں مُیَسَّر ہوتا ہے اپنے دیس میں میسر نہیں ہوتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سفر میں اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد جلد ہی اہل و عیال کی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... فتاوی رضویہ، ۱۲/ ۲۶۸ ملخصاً۔

باب نمبر:176

مسافر کا دن کو گھر آنے کا بیان

مسافر کا سفر سے واپسی پر دن کو گھر آنا مستحب اور بلا حاجت رات کو آنا مکروہ ہے۔

حضور نبی پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہر ہر فرمانِ عالی میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ حکمِ نبوی پر عمل کرنے میں دونوں جہاں کی بھلائیاں اور مخالفت کرنے میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ایک حکمِ نبوی یہ بھی ہے کہ سفر سے واپسی پر کوئی شخص بغیر اطلاع رات کو گھر نہ جائے۔ اس فرمانِ عالی میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں، شوہر کی غیر موجودگی میں عموماً عورتیں زیب وزینت نہیں کرتیں، صفائی ستھرائی کا بھی خاص اہتمام نہیں ہوتا اور روزمرہ کے معاملات میں جو احتیاط شوہر کی موجودگی میں برتی جاتی ہے اس کی عدم موجودگی میں عموماً ایسی احتیاط نہیں ہوتی۔ اب اگر اچانک، بغیر اطلاع شوہر گھر آجائے تو ہوسکتا ہے وہ اہل خانہ کو کسی ایسی حالت میں دیکھے جو اسے پسند نہ ہو اور وہ نفرت کا باعث بن جائے۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ سفر سے واپسی پر رات کے وقت، بغیر اطلاع اچانک گھر نہ آیا جائے، بلکہ دن کو آئے یا پھر رات کو آنے کی صورت میں آنے سے قبل اطلاع کر دی جائے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"سفر سے واپسی پر دن کے وقت گھر آنا مستحب اور بلا حاجت رات کو آنا مکروہ ہے۔"** اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:985

مسافر رات کو گھر نہ آئے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَطَالَ اَحَدُکُمُ الْغَیْبَۃَ فَلَا یَطْرُقَنَّ اَھْلَہٗ لَیْلًا.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّطْرُقَ الرَّجُلُ اَھْلَہٗ لَیْلًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی طویل عرصہ گھر سے دور رہے تو وہ اہلِ خانہ کے پاس رات کے وقت واپس نہ

---

1 . . . بخاری، کتاب النکاح، باب لا یطرق اھلہ لیلا اذا اطال الغیبۃ۔۔۔الخ، ۳/۴۷۵، حدیث: ۵۲۴۴۔

2 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الطروق وھو الدخول لیلا۔۔۔الخ، ص ۸۲۰، حدیث: ۴۹۶۹۔

آئے۔" ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی کریم رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص سفر سے واپسی پر رات کو اپنے اہلِ خانہ کے پاس جائے۔

حدیث نمبر:986

سفر سے واپسی پر گھر کب جانا چاہیے؟

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ لَيْلًا وَكَانَ يَاْتِيْهِمْ غُدْوَةً اَوْعَشِيَّةً.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سفر سے واپسی پر اپنے اہلِ خانہ کے پاس رات کو تشریف نہ لاتے بلکہ صبح یا شام کو تشریف لاتے۔

رات کو گھر آنے کی ممانعت کیوں؟

ارشاد الساری میں ہے: "اس ممانعت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ رات کو اچانک آنے کی صورت میں بسا اوقات مسافر اپنی اہلیہ کو ایسی زیب وزینت میں نہیں پاتا جو عورتوں سے مطلوب ہوتی ہے اور یہ بات دونوں کے مابین نفرت کا باعث بن سکتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت کو پردہ پوشی مطلوب ہے ہوسکتا ہے رات کو اچانک آنے کی صورت میں وہ اہلِ خانہ کو کسی ناپسندیدہ حالت میں پائے اس لئے رات کو آنے سے منع فرمایا گیا۔"[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: **بغیر اِطلاع اچانک رات میں مسافر کا گھر پہنچنا گھر والوں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اُس زمانہ میں خبر رسانی کے ذرائع بہت محدود تھے۔ اب تو خط، تار، ٹیلی فون وغیرہ سے خبر دی جاسکتی ہے۔** حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی مدینہ منورہ میں آمد یا صبح کے وقت ہوتی تھی یا بعدِ ظہر۔[3]

اطلاع دے کر رات کو گھر آنا:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "مسافر کو رات کے وقت گھر آنے کی ممانعت اس وقت ہے جب طویل

---

1. ... بخاری، کتاب العمرۃ، باب الدخول بالعشی، ۱/ ۵۹۴، حدیث: ۱۸۰۰ بتغیر۔
2. ... ارشاد الساری، کتاب النکاح، باب لا یطرق اهله لیلا اذا اطال الغیبة، ۱۱/ ۲۱۰، تحت الحدیث: ۵۲۴۳۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۸۹ ۳ ملتقطاً۔

عرصہ کے بعد سفر سے لوٹا ہو۔ اگر کچھ دن کے بعد ہی واپس آ گیا تو رات کو آنے کی ممانعت نہیں۔ اسی طرح اگر کسی بڑے لشکر یا قافلے کے ساتھ سفر پر گیا جس کی آمد کی اطلاع اہلِ خانہ کے پاس پہنچ گئی ہو تو پھر رات کو گھر آنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر پھر بھی بہتر یہ ہے کہ دستک دے کر جواب ملنے پر گھر میں جائے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"عَرفات" کے 5 حروف کی نسبت سے اَحادیث مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مسافر بغیر اطلاع رات کو گھر نہ آئے کہ اس سے اہلِ خانہ کو پریشانی ہوتی ہے۔

(2) بہتر یہ ہے کہ اہلِ خانہ کو سفر سے واپسی کی اطلاع کر دی جائے تاکہ انہیں تیاری کا موقع مل جائے اور گھر جا کر کسی ناپسندیدہ بات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(3) نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر سنت میں بے شمار حکمتیں اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں۔ اس لئے بِلا تَرَدُّد سنتوں پر عمل کرنا چاہیے، شک یا مخالفت سے بہر صورت بچنا چاہیے ورنہ دنیا و آخرت تباہ ہو سکتی ہے۔

(4) شریعتِ اِسلامیہ کو مسلمانوں کی پردہ پوشی مطلوب ہے لہٰذا مسلمانوں کو ہر ایسے کام سے بچنا چاہیے جس سے کسی کے عیوب دوسروں پر ظاہر ہوتے ہوں۔

(5) سفر سے واپسی صبح یا شام کو ہونی چاہیے کہ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سفر سے واپسی بھی صبح یا شام کو ہوا کرتی تھی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رات کو سفر سے واپس گھر آنے سے پہلے گھر والوں کو اطلاع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، باب آداب السفر، ۷ / ۵۳۴، تحت الحدیث: ۳۹۰۳۔

باب نمبر:177

سفر سے لوٹنے پر پڑھنے والے کلمات کا بیان

مسافر کے سفر سے لوٹنے اور اپنے شہر کو دیکھ کر کلمات پڑھنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِین اسلام ہمیں اچھے کام کرنے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُسوۂ حَسَنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُسوۂ حَسَنہ میں سے ہے کہ جب آپ سفر پر روانہ ہوتے یا کسی سواری پر سوار ہوتے تو ذِکرِ الٰہی اور دعا کرتے اور سفر سے بخیریت واپس لوٹنے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد اور اس کا شکر بجالاتے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی سفر میں روانہ ہوتے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کریں اور سفر سے بخیر وعافیت لوٹنے پر اس کا شکر بجالائیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”سفر سے واپسی اور اپنے شہر کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:987

سفر سے واپسی کی دعا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِیْنَةِ قَالَ: آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰی قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ (غزوۂ خیبر سے) واپس لوٹے حتّٰی کہ جب مدینہ طیبہ کے سامنے پہنچے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ یعنی ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے ربّ کی تعریف کرنے والے ہیں۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسلسل یہ کلمات کہتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

آیِبُوْنَ اور تَائِبُوْنَ سے مراد:

عَلَّامَه بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: آیِبُوْنَ سے مراد ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹنے

1 . . . مسلم، کتاب الحج، باب مایقول اذا قفل من سفر الحج وغیرہ، ص ۵۳۹، حدیث: ۳۲۸۰۔

والے ہیں، اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہم اپنے وطن کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ تَائِبُوْنَ یعنی ہم توبہ کرنے والے ہیں اور توبہ یہ ہے کہ جو چیز شریعت میں مذموم ہو اس سے اس چیز کی طرف رجوع کرنا جو شریعت میں محمود ہو۔[1] علامہ شہاب الدین قسطلانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس توبہ کرنے میں عبادت میں کوتاہی کی طرف اشارہ ہے اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا بطورِ عاجزی ہے یا تعلیم اُمّت کے لئے ہے۔“[2] دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیشہ تائب، عابد اور ساجد رہا کرتے اور یہ بات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے آداب میں شامل ہے کہ وہ حضرات صرف اور صرف خود کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محتاج ہونے کا اظہار کرتے ہیں تاکہ اس کا شکر خوب ادا ہو اگرچہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس اپنے مقام کو جانتے ہیں اور اس خوف سے امن میں ہیں جس میں دوسرے مبتلا ہیں۔“[3]

مدنی گلدستہ

”توبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) سفر سے واپسی پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر اور اس کی حمد بجالانی چاہیے۔

(2) عبادت میں کوتاہی پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہیے۔

(3) حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیشہ تائب، عابد اور ساجد رہے۔

(4) انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اپنے مقام کو جانتے ہیں اور اس خوف سے امن میں ہیں جس میں دوسرے مبتلا ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سفر سے بخیریت لوٹنے پر اس کی حمد اور شکر بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب العمرۃ، باب ما یقول اذا رجع من الحج او العمرۃ او الغزو، ۷/ ۳۳۳، ۳۳۴، تحت الحدیث: ۱۷۹۷ ملخصاً۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب العمرۃ، باب ما یقول اذا رجع من الحج او العمرۃ او الغزو، ۴/ ۳۶۶، تحت الحدیث: ۱۷۹۷۔

3 . . . ارشاد الساری، کتاب الجھاد والسیر، باب ما یقول اذا رجع من الغزو، ۶/ ۱۲۲، تحت الحدیث: ۳۰۸۴۔

باب نمبر: 178

سفر سے واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنے کا بیان

سفر سے واپسی پر پہلے گھر سے قریب مسجد میں آکر دو رکعت نفل پڑھنے کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سفر پر جانا ہو یا سفر سے واپس لوٹنا، اٹھنا ہو یا بیٹھنا ہمیں ہر حال میں ذِکرِ الٰہی کرتے رہنا چاہیے۔ سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہا گیا ہے اور اس میں پریشانیاں پیش آتی اور مسائل جھیلنے پڑتے ہیں چونکہ سفر سے واپسی پر ہمیں ان پریشانیوں اور مسائل سے چھٹکارا مل جاتا ہے لہٰذا ہمیں اس کا شکر بجالانا چاہیے اور اس شکر کا بہترین طریقہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنا ہے۔ کاش ہمارا سفر پر جانا اور آنا حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں کے مطابق ہو جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے والا بنادے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"سفر سے واپسی پر پہلے گھر سے قریب مسجد میں آکر دو رکعت نفل پڑھنے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر: 988

سفر سے واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنا

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد جاتے اور وہاں دو رَکعتیں پڑھتے۔

سفر کو جاتے اور آتے دو رکعت نفل سنت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: سفر کو جاتے وقت مسجد سے روانہ ہونا اور واپسی پر مسجد میں پہلے آنا اگر وقتِ کراہت نہ ہو تو

1 ... بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک... الخ، ۳/۱۲۶، حدیث: ۴۴۱۸۔

ان دونوں موقعوں پر دو نفل نمازِ سفر یا نمازِ قدوم (سفر سے واپسی کی نماز) پڑھنا سب کچھ سنت ہے اس سے سفر میں بڑی برکتیں رہتی ہیں۔[1] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: سفر سے واپسی پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پہلے مسجد جانے کا اہتمام کیا کرتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسا شَعَائِرُ اللہ کی تعظیم، اپنے اور اپنے اہل کے حق پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کو مُقَدَّم جاننے اور سفر کی مشقت سے سلامتی کے ساتھ نجات پانے پر شکر ادا کرنے کے لیے کرتے۔[2] عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: جو شخص سفر سے واپس آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ باوضو ہو اور اپنے گھر جانے سے پہلے مسجد آئے، وہاں نماز پڑھے پھر ان لوگوں کے لیے بیٹھ جائے جو اس سے ملنے کے لیے آئیں۔[3]

مدنی گلدستہ

”مسجد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) سفر سے واپسی پر قریبی مسجد میں شکرانے کے طور پر دو رکعت نفل پڑھنا سنت ہے۔

(2) سفر پر جانے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے سے سفر میں بڑی برکت رہتی ہے۔

(3) جو شخص سفر سے واپس آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ باوضو ہو اور اپنے گھر جانے سے پہلے مسجد آئے۔

(4) سفر سے لوٹنے اور نوافل ادا کرنے کے بعد جو لوگ ملنے آئیں ان کے پاس بیٹھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سفر و حضر میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۹۰۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی التوبۃ، ۱/ ۱۳۹، تحت الحدیث: ۲۱۔

3 . . . فتح الباری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک۔۔۔ الخ، ۹/ ۱۰۶، تحت الحدیث: ۴۴۱۸۔

باب نمبر:179

عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں ہے کہ ”عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ اپنے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے اور عورت **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے زیادہ قریب اُس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔“[1] معلوم ہوا کہ عورت کے لیے گھر میں رہنا ہی افضل ہے، بلاضرورت سفر کرنا اور وہ بھی اکیلے سفر کرنا کئی مَفاسد کا سبب ہے۔ اکیلے سفر کرنے میں عورت کو کئی خطرات کا سامنا بھی رہتا ہے اور عزت و عصمت چھن جانے کا ڈر بھی۔ خصوصاً اِس زمانے میں جس میں فِسق وفُجور بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اور ہر طرف گناہوں کا دَور دَورہ ہے۔ نیز اکیلے سفر کرنے میں کسی اجنبی کے ساتھ خَلْوَت کا بھی اندیشہ رہتا ہے جو ایک حرام فعل کے ساتھ دوسرا حرام فعل ہے۔ لہٰذا عورت کو چاہیے کہ اگر اسے سفر کرنا پڑے تو کسی مَحْرم یا شوہر کے ساتھ سفر کرے اور اکیلے سفر سے بچے کہ شریعت میں اس کی ممانعت ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”عورت کے اکیلے سفر کرنے کے حرام ہونے“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:989

عورت کا تنہا سفر کرنا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِیْرَةَ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَیْهَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ مَحْرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر کرے۔“

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ... صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الامامۃ فی الصلاۃ، باب اختیار صلاۃ۔۔۔ الخ، ۳/ ۹۳، حدیث: ۱۶۸۵۔
2. ... مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ص ۵۷۳، حدیث: ۳۲۶۸۔

عورت چھوٹا بڑا کوئی سفر اکیلے نہ کرے:

یہاں تو ایک دن رات کا ذکر ہوا اور بعض روایات میں دو دن دو رات کا ذکر ہے، بعض میں صرف ایک دن یا ایک رات کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ ان احادیث میں حدبندی مقصود نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چھوٹا بڑا کوئی سفر اکیلے نہ کرے۔ اس ممانعت کے حکم سے دارُالحرب سے ہجرت کرنے والی اور کفار کی قید سے چھوٹنے والی عورت خارج ہے کہ یہ دونوں عورتیں بغیر مَحرم اکیلی ہی دارُ السَّلام کی طرف سفر کر سکتی ہیں بلکہ یہ سفر ان پر واجب ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "قریب ہے کہ عورت اکیلی بصرہ سے بَیْتُ اللہ آئے گی اور بجُز ربّ تعالی کے کسی سے خوف نہ کرے گی۔ لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے مخالف ہے نہ حکم فقہاء اس حدیث کے خلاف۔[1]

سفر میں عورت کے ساتھ بالغ مَحرم یا شوہر ہو:

صدرالشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: عورت کو بغیر مَحرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔ نابالغ بچہ یا مَعْتُوہ (نیم پاگل) کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی، ہمراہی میں بالغ مَحرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے۔ مَحرم کے لیے ضرور ہے کہ سخت فاسق بے باک غیر مامون (غیر محفوظ) نہ ہو۔[2]

مَحرم کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: محرم عورت کا وہ عزیز ہے جس سے نسب یا رضاعت (دودھ کے رشتے) یا صِہْرِیَّت (سُسرالی رشتے) کی وجہ سے ہمیشہ نکاح حرام ہو لہٰذا رضاعی بھائی سُسَر و داماد وغیرہ کے ساتھ سفر جائز ہے لہٰذا اگر عورت مکہ معظمہ سے تاحدِ سفر دور ہو اس پر بغیر محرم حج (ادا کرنا) فرض نہ ہو گا، یہ ہی مذہبِ اَحناف ہے۔[3]

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، ۵/ ۳۸۷، ۳۸۸، تحت الحدیث: ۲۵۱۵ ملخصا، مرآۃ المناجیح، ۴/ ۹۰۔

2 ... بہارِ شریعت، ۱/ ۷۵۲، حصہ ۴۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۹۰۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اُس کے ہمراہ شوہر یا مَحرم ہونا شرط ہے، خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھیا اور تین دن سے کم کی راہ ہو تو بغیر محرم اور شوہر کے بھی جاسکتی ہے۔ محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اُس عورت کا نکاح حرام ہے، خواہ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو، جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ یا دُودھ کے رشتہ سے نکاح کی حرمت ہو، جیسے رضاعی بھائی، باپ، بیٹا وغیرہ یا سُسرالی رشتہ سے حُرمت آئی، جیسے خُسر، شوہر کا بیٹا وغیرہ۔“[1]

مدنی گلدستہ

”کعبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) عورت محرم اور شوہر کے بغیر ایک دن کا بھی سفر نہیں کر سکتی اور محرم بھی ایسا ہو جو سخت فاسق اور بے باک نہ ہو نیز بالغ بھی ہو۔

(2) محرم وہ ہے جس سے نسب، رضاعت یا سسرالی رشتے کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو۔

(3) عورت مکہ معظمہ سے تاحدِ سفر دور ہو اس پر بغیر محرم حج کی ادائیگی لازم نہ ہو گی۔

(4) دارُالحرب یا کفار کی قید سے چھوٹنے والی عورت بغیر محرم اکیلی ہی دارُالسّلام کی طرف سفر کر سکتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دِینِ اِسلام کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:990 اجنبیہ کے ساتھ خَلوت کی مُمانَعت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَۃٍ

[1] ... بہارِ شریعت، ۱/ ۱۰۴۴، حصہ ۶۔

اِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ اِنَّ امْرَاَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا قَالَ: اِنْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہ کرے جب تک کہ اس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔“ ایک شخص نے عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں فلاں جہاد میں لکھ لیا گیا ہوں اور میری بیوی حج کو جارہی ہے۔ ارشاد فرمایا: ”اپنی بیوی کے ساتھ جاؤ اور حج کرو۔“

کس عورت سے خلوت منع ہے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: جس عورت کے ساتھ تنہائی منع ہے وہ اجنبیہ عورت ہے۔[2] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: جس عورت سے نکاح جائز ہو اس کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے کہ فتنہ کا اندیشہ ہے، ماں، بہن، بیٹی کا یہ حکم نہیں۔[3]

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جب کوئی عورت فریضۂ حج ادا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کا شوہر اس کے ساتھ حج کرے یہ جہاد سے بہتر ہے جبکہ جہاد فرضِ عین نہ ہو، غالباً مذکورہ حدیث میں جہاد فرض نہ تھا اسی لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کو اس کی بیوی کے ساتھ جانے کے لیے فرمایا تھا۔[4]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا نام جہاد میں لکھا جائے اور اس کی بیوی (فرض) حج کے

---

1 ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من اكتتب فی جیش فخرجت امراته...الخ، ۲/۳۱۱، حدیث: ۳۰۰۶ بتغیر۔

2 ... مرقاة المفاتیح، کتاب المناسک، ۵/۳۸۲، تحت الحدیث: ۲۵۱۳ ملخصاً۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۴/۹۰۔

4 ... تفہیم البخاری، ۳/۱۵۸۔

لیے روانہ ہو تو ایسے شخص کے لیے حج کرنا جہاد سے افضل ہے (جبکہ جہاد فرضِ عین نہ ہو) کیونکہ اس کے نفلی حج میں اس کی بیوی کے فرض حج کی تکمیل ہے اور ان دونوں (نفل و فرض) کا اجتماع محض جہاد سے افضل ہے جو اُس کے بغیر بھی سر انجام پا سکتا ہے نیز معلوم ہوا کہ فوجیوں کے نام رجسٹر میں درج ہونے چاہئیں اور امام کو رعیت کی مصلحت کا خیال رکھنا چاہیے۔[1]

علامہ ابنِ مَلِک رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث پاک اس بات کی دلیل ہے کہ جس عورت کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو اُس پر حج فرض نہیں۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کا یہی مذہب ہے۔''[2]

مدنی گلدستہ

''جنت'' کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جس عورت سے نکاح جائز ہو اس کے ساتھ تنہائی جائز نہیں۔

(2) جب کوئی عورت فریضۂ حج ادا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کا شوہر اس کے ساتھ حج کرے یہ جہاد سے بہتر ہے جبکہ جہاد فرضِ عین نہ ہو۔

(3) حاکم کو رعایا کی مصلحت کا خیال رکھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اجنبی عورت کے ساتھ خلوت و تنہائی سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1... تفہیم البخاری، ۴/ ۵۶۰۔

2... مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، الفصل الاول، ۵/ ۳۸۶، تحت الحدیث: ۲۵۱۳۔

تفصیلی فہرست

مجلس المدینۃ العلمیۃ
اور اس کے تعاون سے دیگر مجالس کی 557 کُتُب و رسائل

شعبۂ فیضانِ قراٰن

01... تفسیر صراط الجنان جلد اول (کل صفحات:524)
02... تفسیر صراط الجنان جلد دوم (کل صفحات:495)
03... تفسیر صراط الجنان جلد سوم (کل صفحات:573)
04... تفسیر صراط الجنان جلد چہارم (کل صفحات:592)
05... تفسیر صراط الجنان جلد پنجم (کل صفحات:617)
06... تفسیر صراط الجنان جلد ششم (کل صفحات:717)
07... تفسیر صراط الجنان جلد ہفتم (کل صفحات:619)
08... تفسیر صراط الجنان جلد ہشتم (کل صفحات:674)
09... تفسیر صراط الجنان جلد نہم (کل صفحات:777)
10... تفسیر صراط الجنان جلد 10 (کل صفحات:899)
11... معرفۃ القرآن جلد اوّل (پارہ 1 تا 5) (کل صفحات:404)
12... معرفۃ القراٰن جلد دوم (پارہ 6 تا 10) (کل صفحات:376)
13... معرفۃ القراٰن جلد سوم (پارہ 11 تا 15) (کل صفحات:407)
14... معرفۃ القراٰن جلد چہارم (پارہ 16 تا 20) (کل صفحات:405)
15... معرفۃ القراٰن جلد پنجم (پارہ 21 تا 25) (کل صفحات:405)
16... آیئے قراٰن سمجھتے ہیں۔ (حصّہ 1) (کل صفحات:147)
17... آیئے قراٰن سمجھتے ہیں۔ (حصّہ 2) (کل صفحات:184)
18... ہدایت برائے اساتذۂ کرام (حصّہ 1) (کل صفحات:103)
19... آیئے قراٰن سمجھتے ہیں۔ (حصّہ 3) (کل صفحات:251)
20... آیئے قراٰن سمجھتے ہیں۔ (حصّہ 4) (کل صفحات:309)
21... سورۂ یٰس شریف (کل صفحات: 16)

شعبۂ فیضانِ حدیث

01... فیضانِ ریاض الصالحین جلد اوّل (کل صفحات:656)
02 ... فیضانِ ریاض الصالحین جلد دوم (کل صفحات:688)
03... فیضانِ ریاض الصالحین جلد سوم (کل صفحات:743)
04... فیضانِ ریاض الصالحین جلد چہارم (کل صفحات:760)
05... فیضانِ ریاض الصالحین جلد پنجم (کل صفحات:749)
06... فیضانِ ریاض الصالحین جلد ششم (کل صفحات:779)

شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت

اُردو کُتُب:

01... راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء) (کل صفحات:40)
02... کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِمِ فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم) (کل صفحات:199)
03... فضائلِ دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاءِ مَعَهٗ ذَيْلُ الْمُدَّعَاءِ لِاَحْسَنِ الْوِعَاءِ) (کل صفحات:326)
04... عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيْدِ فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد) (کل صفحات:55)
05... والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوْق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات:125)
06... الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات:561)
07... شریعت و طریقت (مَقَالُ عُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاء) (کل صفحات:57)
08... ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة) (کل صفحات:60)
09... معاشی ترقی کا راز (حاشیہ و تشریح تدبیر فلاح و نجات و اصلاح) (کل صفحات:41)
10... اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي) (کل صفحات:100)
11... حقوقُ العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)
12... ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال) (کل صفحات:63)
13... اولاد کے حقوق (مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات 31)
14... ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74)
15... اَلْوَظِيْفَةُ الْكَرِيْمَة (کل صفحات:46)
16... کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185)

17... حدائقِ بخشش (کل صفحات:446)
18... بیاضِ پاک حجۃ الاسلام (کل صفحات:37)
19... اعتقادُ الاحباب (دس عقیدے) (کل صفحات:200)
20... فیضانِ خطباتِ رضویہ (کل صفحات:24)
21... ذوقِ نعت (کل صفحات:319)
22... شفاعت کے متعلق 40 حدیثیں (کل صفحات:27)

عربی کُتُب:

23... جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (سات جلدیں) (کل صفحات:4000)
24... اَلتَّعْلِيْقُ الرَّضَوِي عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِي (کل صفحات:458)
25... كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم (کل صفحات:74)
26... اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِيْنَة (کل صفحات:62)
27... اَلزَّمْزَمَةُ الْقُمْرِيَّة (کل صفحات:93)
28... اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِي (کل صفحات:46)
29... تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان (کل صفحات:77)
30... اَجْلَى الْاِعْلَام (کل صفحات:70)
31... اِقَامَةُ الْقِيَامَة (کل صفحات:60)
32... انوار المنّان (کل صفحات:93)
33... اَلْفَتَاوٰى الْمُخْتَارَة (کل صفحات:135)

شعبہ تراجم کُتُب

01... مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاهِرُ فِيْ حُكْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاهِر) (کل صفحات:112)
02... سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْهِيْدُ الْفَرْشِ فِي الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:28)
03... نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّةُ الْعُيُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:142)
04... نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظُ فِي الْاَحَادِيْثِ الْقُدْسِيَّة) (کل صفحات:54)
05... جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِيْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح) (کل صفحات:743)
06... امامِ اعظم رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کی وصیتیں (وَصَايَا اِمَامِ اَعْظَم عَلَيْهِ الرَّحْمَة) (کل صفحات:46)
07... جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد:1) (اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْكَبَائِر) (کل صفحات:853)
08... نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْف وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَر) (کل صفحات:98)
09... فیضانِ مزاراتِ اولیاء (كَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر) (کل صفحات:144)
10... دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّهْد وَقَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)
11... راہِ علم (تَعْلِيْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِيْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)
12... عُيُوْنُ الْحِكَايَات (مترجم، حصہ اول) (کل صفحات:412)
13... عُيُوْنُ الْحِكَايَات (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)
14... احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْيَاء) (کل صفحات:641)
15... حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق) (کل صفحات:649)
16... اچھے برے عمل (رِسَالَةُ الْمُذَاكَرَة) (کل صفحات:122)
17... شکر کے فضائل (اَلشُّكْرُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ) (کل صفحات:122)
18... حُسنِ اخلاق (مَكَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:102)
19... آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع) (کل صفحات:300)
20... آدابِ دین (اَلْاَدَبُ فِي الدِّيْن) (کل صفحات:63)
21... اصلاحِ اعمال جلد اول (اَلْحَدِيْقَةُ النَّدِيَّة شَرْحُ طَرِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّة) (کل صفحات:866)
22... جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد دوم) (اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْكَبَائِر) (کل صفحات:1012)
23... عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَة فِيْ طَلَبِ الْحَدِيْث) (کل صفحات:105)
24... شاہراہِ اولیا (مِنْهَاجُ الْعَارِفِيْن) (کل صفحات:36)
25... بیٹے کو نصیحت (اَيُّهَا الْوَلَد) (کل صفحات:64)
26... اَلدَّعْوَةُ اِلَى الْفِكْر (کل صفحات:148)
27... احیاء العلوم (جلد:1) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1124)
28... احیاء العلوم (جلد:2) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1400)
29... احیاء العلوم (جلد:3) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1286)
30... احیاء العلوم (جلد:4) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:911)
31... احیاء العلوم (جلد:5) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:801)
32... قوت القلوب (اردو) جلد اوّل (کل صفحات:826)
33... 76 کبیرہ گناہ (کل صفحات:264)
34... اللہ والوں کی باتیں (جلد:1) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:896)
35... اللہ والوں کی باتیں (جلد:2) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:625)

36...اللہ والوں کی باتیں (جلد:3) (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (کل صفحات:580)

37...اللہ والوں کی باتیں (جلد:4) (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (کل صفحات:510)

38...اللہ والوں کی باتیں (جلد:5) (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (کل صفحات:571)

39...اللہ والوں کی باتیں (جلد:6) (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (کل صفحات:586)

40...اللہ والوں کی باتیں (جلد:7) (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (کل صفحات:531)

41 ...اللہ والوں کی باتیں (جلد:8) (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (کل صفحات:580)

42...مختصر منہاج العابدین (تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن مُخْتَصَرُ مِنْہَاجِ الْعَابِدِیْن) (کل صفحات:281)

43... قوت القلوب (مترجم جلد: 2) (کل صفحات:784)

44...ایک چپ سو سکھ (حُسْنُ السَّمْتِ فِی الصَّمْتِ) (کل صفحات:37)

45...شرح الصدور (مترجم) (کل صفحات:586)

46...152 رحمت بھری حکایات (کل صفحات:326)

47...فیضانِ علم وعلما (فَضْلُ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاء) (کل صفحات:38)

48...منہاج العابدین (کل صفحات:496)

49...دین ودنیا کی انوکھی باتیں (جلد 1) (اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف) (کل صفحات:552)

50...البدور السافرۃ ترجمہ بنام آخرت کے حالات (کل صفحات:816)

51...بہارِ نیت (کتاب النیات) (کل صفحات:159)

شعبۂ درسی کُتُب

01...مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح (کل صفحات:241)

02...الاربعین النوویۃ فی الأحادیث النبویۃ (کل صفحات:155)

03...اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ (کل صفحات:325)

04...اصول الشاشی مع احسن الحواشی (کل صفحات:299)

05...نور الایضاح مع حاشیۃ النور والضیاء (کل صفحات:392)

06...شرح العقائد مع حاشیۃ جمع الفرائد (کل صفحات:384)

07...الفرح الکامل علی شرح مئۃ عامل (کل صفحات:158)

08...عنایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو (کل صفحات:280)

09... صرف بہائی مع حاشیہ صرف بنائی (کل صفحات 55:)

10...دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ (کل صفحات:241)

11...مقدمۃ الشیخ مع التحفۃ المرضیۃ (کل صفحات:119)

12...نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (کل صفحات:175)

13...نحو میر مع حاشیہ نحو منیر (کل صفحات:203)

14...تلخیص اصول الشاشی (کل صفحات:144)

15...جامع ابواب الصرف (کل صفحات:235)

16...نصاب اصول حدیث (کل صفحات:95)

17...فیضانُ التجوید (کل صفحات:112)

18...المحادثۃ العربیۃ (کل صفحات:101)

19... تعریفاتِ نحویہ (کل صفحات:45)

20...خاصیات ابواب (کل صفحات:141)

21...شرح مئۃ عامل (کل صفحات:44)

22...نصاب الصرف (کل صفحات:343)

23...نصاب المنطق (کل صفحات:168)

24...انوار الحدیث (کل صفحات:466)

25...نصاب الادب (کل صفحات:184)

26...تفسیر الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین (کل صفحات:364)

27...خلفائے راشدین (کل صفحات:341)

28...قصیدہ بردہ مع شرح خرپوتی (کل صفحات:317)

29...فیض الادب (مکمل حصہ اول، دوم) (کل صفحات:228)

30...منتخب الابواب من احیاء علوم الدین (عربی) (کل صفحات:173)

31...کافیہ مع شرح ناجیہ (کل صفحات:252)

32...الحق المبین (کل صفحات:128)

33...تیسیر مصطلح الحدیث (کل صفحات:188)

34...شرح الجامی مع حاشیۃ الفرح النامی (کل صفحات:419)

35...شرح الفقہ الاکبر (کل صفحات:213)

36...خلاصۃ النحو (حصہ اول ودوم) (کل صفحات:212)

37...ریاض الصالحین (عربی) (کل صفحات: 108)

38...المرقاۃ (کل صفحات:91)

39...مئۃ عامل (فارسی ترجمہ) (کل صفحات:22)

40...دیوانِ المتنبی مع الحاشیۃ المفیدۃ اتقان المتلقی (کل صفحات:88)

41...تلخیص المفتاح مع شرحہ الجدید تنویر المصباح (کل صفحات:219)

42...الأنوار الرضویہ فی القواعد التفسیریہ ماخوذۃ من الزلال الأنقی من بحر سبقۃ الأتقی (کل صفحات:67)

43...دیوانِ الحماسۃ مع الحاشیۃ الجدیدۃ زُبدۃ الفصاحۃ (کل صفحات:206)

44...مختصر المعانی (کل صفحات:472) 45...انشاء العربیہ (کل صفحات:84) 46...تفسیر سورۂ نور (کل صفحات:135)

47...تفسیر بیضاوی (کل صفحات:392) 48...شرح تہذیب (کل صفحات:305) 49...السراجیہ (کل صفحات:114)

50...الرشیدیہ مع الفریدیہ (کل صفحات:127) 51...الفوز الکبیر (کل صفحات:165)

52...طریقہ جدیدہ حصہ 1،2،3 (کل صفحات:210) 53...مجموعۃ الازھار (کل صفحات:129)

54...المقامات العبیریۃ (کل صفحات:128) 55...القطبی (کل صفحات:223)

56...انوار الحرمین (جلد 3) (کل صفحات:523) 57...ھدایۃ الحکمۃ (کل صفحات:116)

شعبہ فیضانِ مدنی مذاکرہ

01...قسط1: وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)

02...قسط2: مقدس تحریرات کے آداب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)

03...قسط3: پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48) 04...قسط4: بلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)

05...قسط5: گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:25) 06...قسط6: جنتیوں کی زبان (کل صفحات:31)

07...قسط7: اصلاحِ امت میں دعوتِ اسلامی کا کردار (کل صفحات:28) 08...قسط8: سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اندازِ تبلیغِ دین (کل صفحات:32)

09...قسط9: یقینِ کامل کی برکتیں (کل صفحات:32) 10...قسط10: وَلِیُّ اللہ کی پہچان (کل صفحات:36)

11...قسط11: نام کیسے رکھے جائیں؟ (کل صفحات:44) 12...قسط12: مساجد کے آداب (کل صفحات:36)

13...قسط13: ساداتِ کرام کی عظمت (کل صفحات:30) 14...قسط14: تمام دنوں کا سردار (کل صفحات:32)

15...قسط15: اپنے لیے کفن تیار رکھنا کیسا؟ (کل صفحات:32) 16...قسط16: نیکیاں چھپاؤ (کل صفحات:108)

17...قسط17: یتیم کسے کہتے ہیں؟ (کل صفحات:28) 18...قسط18: تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کا آسان طریقہ (کل صفحات:27)

19...قسط19: پیری مریدی کی شرعی حیثیت (کل صفحات:32) 20...قسط20: قطبِ عالم کی عجیب کرامت (کل صفحات:40)

21...قسط21: سفرِ مدینہ کے متعلق سوال جواب (کل صفحات:37) 22...قسط22: نظر کی کمزوری کے اسباب مع علاج (کل صفحات:30)

23...قسط23: شریر جنّات کو بدی کی طاقت کہنا کیسا؟ (کل صفحات:31) 24...قسط24: بچوں کی تربیت کب اور کیسے کی جائے؟ (کل صفحات:32)

25...قسط25: انبیاء و اولیاء کو پکارنا کیسا؟ (کل صفحات:41) 26...قسط26: تحفے میں کیا دینا چاہئے؟ (کل صفحات:41)

27...قسط27: تنگدستی اور رزق میں بے برکتی کا سبب (کل صفحات:37) 28...قسط28: حافظہ کمزور ہونے کی وجوہات (کل صفحات:36)

29...قسط29: صلح کروانے کے فضائل (کل صفحات:44) 30...قسط:30 دل جیتنے کے نسخے (کل صفحات:42)

31...قسط:31 جنت میں مردوں کو حوریں ملیں گی تو عورتوں کو کیا ملے گا؟ (کل صفحات:31)

32...قسط:32 نعت خوانی کے متعلق سوال جواب (کل صفحات:36) 33...قسط:33 برائی کا بدلہ اچھائی سے دیجئے (کل صفحات:28)

34...قسط:34 شیطان کے لئے زیادہ سخت کون؟ (کل صفحات:31) 35...قسط:35 انسان کو فرشتہ کہنا کیسا؟ (کل صفحات:28)

36...قسط:36 تبرکات کا ثبوت (کل صفحات:30) 37...قسط:37 سارے گھر والے نیک کیسے بنیں؟ (کل صفحات:39)

38...چھٹیاں کیسے گزاریں؟ (کل صفحات:28) 39...قسط:39 جمعہ کو عید ہو تو کیسا؟ (کل صفحات:33)

40...فیضانِ مدنی مذاکرہ (قسط:40) دل کی سختی کے اسباب و علاج (کل صفحات:28)

41...فیضانِ مدنی مذاکرہ (قسط:41) رفیقِ سفر کیسا ہو؟ (کل صفحات:29)

42...فیضانِ مدنی مذاکرہ (قسط:42) درزیوں کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:83)

43...ملفوظاتِ امیرِ اہلسنّت (قسط:6) درخت لگایئے ثواب کمایئے (کل صفحات:24)

44...فیضانِ مدنی مذاکرہ (قسط:43) تنگ وقت میں نماز کا طریقہ (کل صفحات:38)

45… فیضانِ مدنی مذاکرہ (قسط: 44) مسجد کی صفائی کی فضیلت (کل صفحات:27)
46… ملفوظاتِ امیر اہلسنّت (جلد 1) (کل صفحات:576)
47… ملفوظاتِ امیر اہلسنّت (جلد 2) (کل صفحات:568)

شعبۂ تخریج

01… صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا عشقِ رسول (کل صفحات:274)
02… بہارِ شریعت، جلد اوّل (حصہ اول تا ششم، کل صفحات:1360)
03… بہارِ شریعت جلد دوم (حصہ 7 تا 13) (کل صفحات:1304)
04… اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ (کل صفحات:59)
05… عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422)
06… گلدستہ عقائد و اعمال (کل صفحات:244)
07… بہارِ شریعت (سولہواں حصہ، کل صفحات:312)
08… تحقیقات (کل صفحات:142)
09… اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)
10… جنتی زیور (کل صفحات:679)
11… علم القرآن (کل صفحات:244)
12… سوانح کربلا (کل صفحات:192)
13… اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)
14… کتاب العقائد (کل صفحات:64)
15… منتخب حدیثیں (کل صفحات:246)
16… اسلامی زندگی (کل صفحات:170)
17… آئینۂ قیامت (کل صفحات:108)
18… حق و باطل کا فرق (کل صفحات:50)
19… بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)
20… جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)
21… کراماتِ صحابہ (کل صفحات:346)
22… اخلاق الصالحین (کل صفحات:78)
23… سیرتِ مصطفٰی (کل صفحات:875)
24… آئینۂ عبرت (کل صفحات:133)
25… بہارِ شریعت جلد سوم (3) (کل صفحات:1332)
26… جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ (کل صفحات:470)
27… فیضانِ نماز (کل صفحات:49)
28… 19 دُرُود و سلام (کل صفحات:16)
29… فیضان یٰس شریف مع دعائے نصف شعبان المعظم (کل صفحات:20)
30… مکاشفۃ القلوب (کل صفحات692)
31… سرمایۂ آخرت (کل صفحات:200)
32… سیرتِ رسولِ عربی (کل صفحات:758)
33… قانونِ شریعت (کل صفحات:274)
34… دلائل الخیرات (کل صفحات:319)
35… سامانِ بخشش (کل صفحات:231)
36… قبالۂ بخشش (کل صفحات:384)

شعبۂ فیضان صحابہ

01… فیضانِ فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (جلد اول) (کل صفحات:864)
02… فیضان امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:56)
03… فیضانِ فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (جلد دوم) (کل صفحات:856)
04… فیضان سعید بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:32)
05… حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:132)
06… حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ (کل صفحات:60)
07… حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:89)
08… فیضانِ صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:720)
09… حضرت طلحہ بن عُبَیْدُ اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:56)
10… حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:72)

شعبۂ فیضانِ صحابیات و صالحات

01… بارگاہِ رسالت میں صحابیات کے نذرانے (کل صفحات:48)
02… فیضانِ حضرت آسیہ (رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہَا) (کل صفحات:36)
03… فیضانِ بی بی ام سلیم (کل صفحات:60)
04… صحابیات اور نصیحتوں کے مدنی پھول (کل صفحات:144)
05… صحابیات اور پردہ (کل صفحات:56)
06… فیضانِ بی بی مریم (رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہَا) (کل صفحات:91)
07… شانِ خاتونِ جنت (کل صفحات:501)
08… صحابیات اور عشقِ رسول (کل صفحات:64)
09… فیضانِ خدیجۃ الکبریٰ (کل صفحات:84)
10… فیضان امہات المؤمنین (کل صفحات:367)
11… فیضان عائشہ صدیقہ (کل صفحات:608)
12… صحابیات اور شوقِ علم دین (کل صفحات:55)
13… صحابیات اور شوقِ عبادت (کل صفحات:76)
14… ازواجِ انبیاء کی حکایات (کل صفحات:260)

15... صحابیات وصالحات اور صبر (کل صفحات:108)
16... صحابیات وصالحات اور راہ خدا میں خرچ کرنا (کل صفحات:56)
17... صحابیات اور دین کی خاطر قربانیاں (کل صفحات:55)

شعبۂ اصلاحی کُتب

01... غوثِ پاک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے حالات (کل صفحات:106)
02... تکبر (کل صفحات:97)
03... فرامین مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)
04... بد گمانی (کل صفحات:57)
05... قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)
06... نور کا کھلونا (کل صفحات:32)
07... اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)
08... فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)
09... امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)
10... ریاکاری (کل صفحات:170)
11... قوم جنّات اور امیر اہلسنت (کل صفحات:262)
12... عشر کے احکام (کل صفحات:48)
13... توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
14... فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)
15... احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
16... تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
17... کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)
18... ٹی وی اور مُووی (کل صفحات:32)
19... طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
20... مفتی دعوت اسلامی (کل صفحات:96)
21... فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
22... شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
23... نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)
24... خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ (کل صفحات:160)
25... تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)
26... انفرادی کوشش (کل صفحات:200)
27... آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)
28... نیک بننے اور بنانے کے طریقے (کل صفحات:696)
29... فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)
30... ضیائے صدقات (کل صفحات:408)
31... جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)
32... کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)
33... تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)
34... حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز کی 425 حکایات (کل صفحات:590)
35... حج وعمرہ کا مختصر طریقہ (کل صفحات:48)
36... جلد بازی کے نقصانات (کل صفحات:168)
37... قصیدہ بردہ سے روحانی علاج (کل صفحات:22)
38... تذکرہ صدر الافاضل (کل صفحات:25)
39... سنتیں اور آداب (کل صفحات:125)
40... بغض وکینہ (کل صفحات:83)
41... اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 1) (سابقہ نام: مدنی نصاب برائے مدنی قاعدہ) (کل صفحات:60)
42... اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 2) (سابقہ نام: مدنی نصاب برائے ناظرہ) (کل صفحات:104)
43... اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 3) (کل صفحات:352)
44... مزاراتِ اولیاء کی حکایات (کل صفحات:48)
45... فیضانِ اسلام کورس حصہ اوّل (کل صفحات:79)
46... فیضانِ اسلام کورس حصہ دوم (کل صفحات:102)
47... محبوبِ عطار کی 122 حکایات (کل صفحات:208)
48... بد شگونی (کل صفحات:128)
49... فیضانِ معراج (کل صفحات:134)
50... نام کے احکام (کل صفحات:180)
51... جیسی کرنی ویسی بھرنی (کل صفحات:110)
52... اعرابی کے سوالات عربی آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جوابات (کل صفحات:118)
53... وہ ہم میں سے نہیں (کل صفحات:112)
54... بہتر کون؟ (کل صفحات:139)
55... چندہ کرنے کی شرعی احتیاطیں (کل صفحات:47)
56... آقا کا پیارا کون؟ (کل صفحات:63)
57... تجہیز وتکفین کا طریقہ (کل صفحات:358)
58... تکلیف نہ دیجئے (کل صفحات:219)
59... نیکیاں برباد ہونے سے بچائیے (کل صفحات:103)
60... اسلام کے بنیادی عقیدے (کل صفحات:122)
61... حرص (کل صفحات:232)
62... حسد (کل صفحات:97)
63... حافظہ کیسے مضبوط ہو؟ (کل صفحات:200)
64... دلچسپ معلومات سوالاً جواباً (حصّہ 1) (کل صفحات:305)
65... دلچسپ معلومات سوالاً جواباً (حصّہ 2) (کل صفحات:361)
66... آدابِ دعا (کل صفحات:49)
67... تراویح کے فضائل ومسائل (کل صفحات:69)

68... تذکرۂ جانشینِ عطار (کل صفحات:37)
69... سورۂ یٰس شریف (کل صفحات:16)
70... گناہوں کے عذابات (حصہ 1) (کل صفحات:95)
71... گناہوں کے عذابات (حصہ 2) (کل صفحات:98)
72 ... اصلاح کے مدنی پھول (کل صفحات:372)
73... آسان نیکیاں (کل صفحات:192)
74 ... رہنمائے مدرسین (کل صفحات:87)

شعبۂ امیرِ اہلسنت

01... سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)
02... اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم) (کل صفحات:32) 03... 25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)
04... دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24) 05... تذکرۂ امیر اہلسنت قسط سوم (سنّت نکاح) (کل صفحات:86)
06... آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275)
07... قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
08... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
09... دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
10... گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)
11... میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)
12... جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)
13... تذکرۂ امیر اہلسنت قسط (2) (کل صفحات:48)
14... غافل درزی (کل صفحات:36)
15... مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33)
16... مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)
17... تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (1) (کل صفحات:49)
18... کفن کی سلامتی (کل صفحات:32)
19... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط4) (کل صفحات:49)
20... میں حیادار کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
21... چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32)
22... بد نصیب دولہا (کل صفحات:32)
23... معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
24... بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)
25... عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)
26... ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)
27... نو مسلم کی درد بھری داستان (کل صفحات:32)
28... مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)
29... خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32)
30... فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)
31... ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)
32... قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
33... فیضانِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:101)
34... حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
35... ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32)
36... کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)
37... صلوٰۃ و سلام کی عاشقہ (کل صفحات:33)
38... کرسچین مسلمان ہو گیا (کل صفحات:32)
39... میوزکل شو کا متوالا (کل صفحات:32)
40... نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32)
41... آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32)
42... ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32)
43... بابرکت روٹی (کل صفحات:32)
44... اغوا شدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32)
45... میں نیک کیسے بنا (کل صفحات:32)
46... شرابی، مؤذن کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
47... بدکردار کی توبہ (کل صفحات:32)
48... خوش نصیبی کی کرنیں (کل صفحات : 32)
49... ناکام عاشق (کل صفحات:32)
50... میں نے ویڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟ (کل صفحات:32)
51... چمکتی آنکھوں والے بزرگ (کل صفحات:32)
52... علم و حکمت کے 125 مدنی پھول (تذکرۂ امیر اہلسنت قسط5) (کل صفحات:102)
53... حقوق العباد کی احتیاطیں (تذکرۂ امیر اہلسنت قسط6) (کل صفحات:47)
54... نادان عاشق (کل صفحات:32)
55... سینما گھر کا شیدائی (کل صفحات:32)
56... ڈانسر نعت خوان بن گیا (کل صفحات:32)
57 ... گلوکار کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
58... نشے باز کی اصلاح کا راز (کل صفحات:32)
59 ... کالے بچھو کا خوف (کل صفحات:32)

60...بریک ڈانسر کیسے سدھرا؟(کل صفحات:32) 61...عجیب الخلقت بچی(کل صفحات:32)

62...شرابی کی توبہ(کل صفحات:33) 63...قاتل امامت کے مصلے پر(کل صفحات:32) 64...چند گھڑیوں کا سودا(کل صفحات:32)

65...سینگوں والی دلہن(کل صفحات:32) 66...بھیانک حادثہ(کل صفحات:30) 67...خوفناک بلا(کل صفحات:33)

68...پر اسرار کتا(کل صفحات:27) 69...شادی خانہ بربادی کے اسباب اور انکا حل(کل صفحات:16)

70...چمکدار کفن(کل صفحات:32) 71...اسلحے کا سوداگر(کل صفحات:32) 72...جھگڑے باز سدھر گیا(کل صفحات:32)

73...جرائم کی دنیا سے واپسی(کل صفحات:32) 74...کینسر کا علاج(کل صفحات:32) 75...اجنبی کا تحفہ(کل صفحات:32)

76...رسائل مدنی بہار(کل صفحات:368) 77...انوکھی کمائی(کل صفحات:32) 78...بُری سنگت کا وبال(کل صفحات:32)

79...بدچلن کیسے تائب ہوا؟(کل صفحات:32) 80...عمامہ کے فضائل(کل صفحات:517) 81...بداطوار شخص عالم کیسے بنا؟(کل صفحات:32)

82...جھگڑالو کیسے سدھرا؟(کل صفحات:32) 83...پانچ روپے کی برکت سے سات شادیاں؟(کل صفحات:32)

84...باکردار عطاری(کل صفحات:32) 85...سنگر کی توبہ(کل صفحات:32) 86...مفلوج کی شفایابی کا راز(کل صفحات:32)

87...ڈانسر بن گیا سنتوں کا پیکر(کل صفحات:32) 88...خوشبودار قبر(کل صفحات:32) 89...والدین کے نافرمان کی توبہ(کل صفحات:32)

90...میٹھے بول کی برکتیں(کل صفحات:32) 91...غریب فائدے میں ہے(بیان 1)(کل صفحات:30)

92...جوانی کیسے گزاریں؟(بیان 2)(کل صفحات:44) 93...اداکاری کا شوق کیسے ختم ہوا؟(کل صفحات:32)

94...ڈاکوؤں کی واپسی(کل صفحات:32) 95...مجوسی کا قبول اسلام(کل صفحات:62) 96...مدنی ماحول کیسے ملا؟(کل صفحات:56)

97...تذکرۂ امیر اہلسنت قسط7(پیکرِ شرم وحیا)(کل صفحات:48) 98...بیٹے کی رہائی(کل صفحات:32)

99...دِلوں کا چین(کل صفحات:32) 100...ڈرامہ ڈائریکٹر کی توبہ(کل صفحات:32) 101...حیرت انگیز گلوکار(کل صفحات:32)

102...نورِ ہدایت(کل صفحات:32) 103...جواری وشرابی کی توبہ(کل صفحات:32)

104...اوباش دعوتِ اسلامی میں کیسے آیا؟(کل صفحات:32) 105...والدہ کا نافرمان امام کیسے بنا؟(کل صفحات:32)

106...سنتِ رسول کی محبت(کل صفحات:32) 107...روحانی منظر(کل صفحات:32) 108...راہِ سنت کا مسافر(کل صفحات:32)

109...تذکرہ امیر اہلِ سنت قسط:8فیضانِ مدنی مذاکرہ(کل صفحات:78) 110...اراکین شوری کی مدنی بہاریں(کل صفحات:218)

شعبۂ اولیا وعُلما

1...فیضانِ داتا علی ہجویری(رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ)(کل صفحات:84) 2...فیضانِ پیر مہر علی شاہ(کل صفحات:33)

3...فیضانِ سید احمد کبیر رفاعی(کل صفحات:33) 4...فیضانِ حافظِ ملت(کل صفحات:32) 5...فیضانِ سلطان باہو(کل صفحات:32)

6...فیضانِ خواجہ غریب نواز(کل صفحات:32) 7...فیضانِ محدثِ اعظم پاکستان(کل صفحات:62)

8...فیضانِ عثمان مروندی(کل صفحات:43) 9...فیضانِ علامہ کاظمی(کل صفحات:70) 10...فیضانِ بابا فرید گنج شکر(کل صفحات:115)

11...فیضانِ بہاؤالدین زکریا ملتانی(رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ)(کل صفحات:74) 12...فیضانِ حضرت صابر پاک(کل صفحات:53)

13...عطار کا پیارا(کل صفحات:166) 14...فیضانِ مولانا محمد عبد السلام قادری(رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ)(کل صفحات:70)

15...فیضانِ بابا بلھے شاہ(رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ)(کل صفحات:75) 16...فیضانِ مفتی احمد یار خان نعیمی(رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ)(کل صفحات:71)

17...فیضانِ شمس العارفین(کل صفحات:79) 18...فیضانِ پیر پٹھان(کل صفحات:64) 19...فیضانِ امام غزالی(کل صفحات:103)

شعبۂ بیاناتِ دعوتِ اسلامی

1...باطنی بیماریوں کی معلومات(کل صفحات:352) 2...گلدستہ درود وسلام(کل صفحات:660)

3...نجات دلانے والے اعمال کی معلومات(کل صفحات:312) 4...سنتوں بھرے بیانات جلد اول(کل صفحات:560)

5...اسلامی شادی(کل صفحات:202) 6...اسلامی مہینوں کے فضائل(کل صفحات:345)

7...رمضان کے صبح وشام گزارنے کا طریقہ(کل صفحات:780) 8...اسلامی بیانات جلد1(کل صفحات:419)

شعبۂ مدنی کاموں کی تحریرات

01...مسجد درس (کل صفحات:52)
02...ہفتہ وار مدنی مذاکرہ (کل صفحات:72)
03...اسلامی بہنوں کے 8 مدنی کام (کل صفحات:44)
04...ہفتہ وار اجتماع (کل صفحات:80)
05...ہفتہ وار مدنی حلقہ (کل صفحات:36)
06...انفرادی کوشش (کل صفحات:48)
07...تاجروں کے لیے کام کی باتیں (کل صفحات:60)

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی مُعَاوَنت سے دیگر مَجالِس کی کُتُب

مجلس افتاء

1...فتاویٰ اہلسنت احکام زکوٰۃ (کل صفحات:612)
2...ویلنٹائن ڈے (قرآن وحدیث کی روشنی میں) (کل صفحات:34)
3...مال وراثت میں خیانت مت کیجیے (کل صفحات:42)
4...کرسی پر نماز پڑھنے کے احکام (کل صفحات:34)
5 تا 12...فتاویٰ اہل سنت (آٹھ حصے)
13...عقیدۂ آخرت (کل صفحات:41)
14...فتاویٰ اہلسنت: احکام روزہ واعتکاف (کل صفحات:34)
15...بنیادی عقائد اور معمولاتِ اہلسنت (کل صفحات:135)
16...27 واجباتِ حج اور تفصیلی احکام (کل صفحات:205)
17...مختصر فتاویٰ اہلسنت (کل صفحات:243)

مرکزی مجلسِ شوریٰ

1...برائیوں کی ماں (کل صفحات:112)
2...فیصلہ کرنے کے مدنی پھول (کل صفحات:56)
3...جامع شرائط پیر (کل صفحات:87)
4...جنت کا راستہ (کل صفحات:56)
5...کامل مرید (کل صفحات:48)
6...مقصد حیات (کل صفحات:60)
7...موت کا تصور (کل صفحات:44)
8...پیر پر اعتراض منع ہے۔ (کل صفحات:59)
9...پیارے مرشد (کل صفحات:48)
10...صدقے کا انعام (کل صفحات:60)
11...صحابی کی انفرادی کوشش (کل صفحات:124)
12...ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ (کل صفحات:116)
13...سیرت ابو درداء (کل صفحات:75)
14...سود اور اس کا علاج (کل صفحات:92)
15...ایک آنکھ والا آدمی (کل صفحات:48)
16...بیٹی کی پرورش (کل صفحات:72)
17...گناہوں کی نحوست (کل صفحات:112)
18...علم وعلماء کی شان (کل صفحات:51)
19...ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ (کل صفحات:51)
20...علما پر اعتراض منع ہے۔ (کل صفحات:34)
21...بیٹے کی وصیت (کل صفحات:36)
22...یہ وقت بھی گزر جائے گا (کل صفحات:39)
23...اللہ والوں کا اندازِ تجارت (کل صفحات:68)
24...غیرت مند شوہر (کل صفحات:47)
25...فیضانِ مرشد (کل صفحات:46)
26...رسائل دعوتِ اسلامی (کل صفحات:422)
27...احساسِ ذمہ داری (کل صفحات:50)
28...وقف مدینہ (کل صفحات:86)
29...تنظیمی کاموں کی تقسیم (کل صفحات:50)
30...عشق رسول (کل صفحات:54)
31...گستاخ رسول کا عملی بائیکاٹ (کل صفحات:52)
32...شوہر کو کیسا ہونا چاہیے؟ (کل صفحات:47)
33...مدنی کاموں کی تقسیم کے تقاضے (کل صفحات:73)
34...بارہ مدنی کام (کل صفحات:72)
35...اجتماعی سنّت اعتکاف کا جدول (کل صفحات:195)
36...صدائے مدینہ (کل صفحات:32)
37...چوک درس (کل صفحات:36)
38...بعد فجر مدنی حلقہ (کل صفحات:46)
39...مدرسۃ المدینہ بالغان (کل صفحات:72)
40...مدنی انعامات (کل صفحات:72)
41...یوم تعطیل اعتکاف (کل صفحات:43)
42...مدنی قافلہ (کل صفحات:80)
43...مدنی مرکز کی آباد کاری کیسے ہو؟ (کل صفحات:64)
44...مدنی دورہ (کل صفحات:44)
45...بیوی کو کیسا ہونا چاہیے؟ (کل صفحات:45)

ماخذ و مراجع

قرآن مجید	کلام الٰہی	****
کتاب کا نام	**مصنف / مؤلف / متوفیٰ**	**مطبوعات**
کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
	کتب التفسیر	
تفسیر الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر القرطبی	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر الخازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	المطبعۃ المیمنیہ مصر ۱۳۱۷ھ
تفسیر ابن کثیر	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت
تفسیر البغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
تفسیر الصاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
تفسیر نسفی	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ
روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
تفسیر نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی لاہور ۱۹۹۰ء
تفسیر صراط الجنان	مفتی ابو الصالح محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۴ھ
	کتب الحدیث	
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند(PDF)	امام ابو محمد عبد بن حمید بن نصر کسی، متوفی ۲۴۹ھ	مکتبۃ النھضۃ العربیہ بیروت
صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۷ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۴ھ
مسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ ۱۴۲۴ھ
سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ

صحیح ابن خزیمہ	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۲ھ
صحیح ابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی الدارمی، متوفی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس اصبحی المدنی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المعجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المعجم الصغیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المستدرک علی الصحیحین	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
شعب الإیمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
السنن الکبری	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
مسند الفردوس	حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء
مشکاۃ المصابیح	امام محمد بن عبد الرحمن خطیب تبریزی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
تاریخ ابن عساکر	امام علی بن حسن المعروف ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت
الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
ریاض الصالحین	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۰ھ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
المقاصد الحسنۃ	علامہ شیخ محمد عبد الرحمن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
	کتب شروح الحدیث	
شرح صحیح البخاری لابن بطال	علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک، متوفی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ
اکمال المعلم شرح مسلم	امام ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی، متوفی ۵۴۴ھ	دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ
شرح النووی علی المسلم	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
شرح الطیبی	امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ طیبی، متوفی ۷۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
عمدۃ القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
ارشاد الساری	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
التیسیر شرح الجامع الصغیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی ۱۴۰۸ھ

حاشیۃ السندی علی البخاری	ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی السندی، متوفی ۱۱۳۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
شرح المؤطا	محمد زرقانی بن عبد الباقی بن یوسف، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت
حاشیۃ السندی علی ابن ماجۃ	ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی السندی، متوفی ۱۱۳۸ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۶ھ
انجاح الحاجۃ حاشیہ سنن ابن ماجۃ	شیخ عبد الغنی مجددی دہلوی مدنی، متوفی ۱۲۹۵ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
اشعۃ اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ ۱۳۳۲ھ
لمعات التنقیح	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	دار النوادر بیروت ۱۴۳۵ھ
دلیل الفالحین	علامہ محمد علی بن محمد علان بن ابراہیم شافعی، متوفی ۱۰۵۷ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۳۱ھ
مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
نزہۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ
تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی	تفہیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد
فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی	مکتبہ رضوان داتا دربار روڈ لاہور
	کتب الفقہ	
التمہید	امام یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری، متوفی ۴۶۳ھ	وزارۃ عموم الاوقاف
المجموع شرح المہذب	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الفکر بیروت
درمختار	علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
الفتاوی الھندیۃ	ملا نظام الدین، متوفی ۱۱۶۱، و علمائے ہند	دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ
ردالمحتار	سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۲۷ھ
فتاوی امجدیہ	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ رضویہ کراچی
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
ملفوظات اعلیٰ حضرت	مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خان، متوفی ۱۴۰۲ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
نماز کے احکام	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
	کتب التصوف	
موسوعۃ امام ابن ابی الدنیا	امام عبد اللہ بن محمد ابو بکر بن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۶ھ
مکارم الاخلاق	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۱۴۲۰ھ
احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
مجموعہ رسائل امام غزالی	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الفکر بیروت
اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
التذکرۃ	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار السلام قاہرہ مصر، ۱۴۲۹ھ

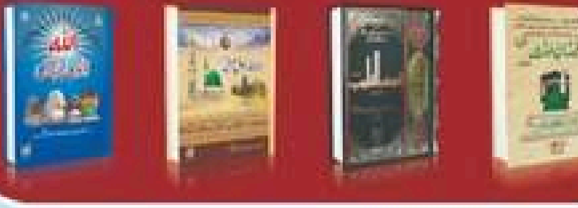
الحدیقۃ الندیۃ	علامہ عبد الغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ	پشاور پاکستان
الجامع لاخلاق الراوی	حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۳ھ
عمل الیوم واللیلۃ	امام احمد بن محمد دینوری المعروف ابن السنی، متوفی ۳۶۴ھ	دار الکتاب العربی بیروت
الزھد	شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک المروزی، متوفی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
فیضانِ سنت	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ
آدابِ دین	شعبہ تراجم کتب، المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
	کتب السیرۃ	
شرح الصدور	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند
جمع الوسائل فی شرح الشمائل	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
مدارج النبوۃ	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ ۱۹۹۷ء
شمائل ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
الشفا بتعریف حقوق المصطفی	قاضی ابو الفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ
حیاتِ محدّثِ اعظم	مولانا عطاء الرحمٰن قادری	رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیاء لاہور
تذکرۂ مجدد الف ثانی	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
	الکتب المتفرقۃ	
الاذکار المنتخبۃ	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
تاریخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین	فیروز سنز مرکز الاولیاء لاہور
الحصن الحصین	علامہ محمد بن محمد بن الجزری، متوفی ۸۳۳ھ	مکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۵ھ
جنتی زیور	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
اسرار اولیاء مع ہشت بہشت	بابا فرید الدین گنج شکر، متوفی ۶۵۵ھ	شبیر برادرز مرکز الاولیاء لاہور
صحابہ کرام کا عشقِ رسول	شیر اہلسنت مولانا اکرم رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
بد شگونی	شعبہ اصلاحی کتب، المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی
سنتیں اور آداب	شعبہ اصلاحی کتب، المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی
فضائل دعا	مولانا نقی علی خان، متوفی ۱۲۹۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۱ھ
آئینہ عبرت	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
نیکی کی دعوت	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟	شعبہ کتب اعلیٰ حضرت، المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی
بیمار عابد	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیک نمازی بننے کے لیے

ہر جمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کے لیے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمایئے ❁ سنتوں کی تربیت کے لیے مدنی قافلے میں عاشقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ "غور و فکر" کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے ہر اسلامی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذمے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مدنی مقصد: "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" اِنْ شَآءَ اللہ۔ اپنی اصلاح کے لیے "مدنی انعامات" پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے "مدنی قافلوں" میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ۔



978-969-722-096-0
81812437

فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

UAN +92 21 111 25 26 92 / 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net